الہامِ منظوم

…URUL HASAN…

دفترِ اول

جملہ حقوق محفوظ ہیں

الہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانا روم

دفتر اوّل

مُرتّبہ

مولوی فیروز الدّین مصنّف و مؤلّف

یادگار دربارِ اسلام۔ یادگارِ سعدی۔ کشف المحجوب۔ تجرید البخاری

حقوق و فرائضِ اسلام۔ سلسلۂ اسلامیہ۔ فیروز اللغات اُردو عربی

و مُتعدّد کتبِ نصابِ تعلیم

سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق سنہ ۱۹۲۸ء

قیمت درجہ اوّل چکنا کاغذ مجلد [illegible] درجہ دوم [illegible]

نذرِ عقیدت

سلطنتِ آصفیہ دامت برکاتہا بالعموم علومِ قدیم و جدید کی سربراہی اور بالخصوص تصوّف و تفقہ اسلامی کی پشت پناہی میں جو بے نظیر کام کر رہی ہے۔ ہندوستان اور ایشیا تو کیا تمام دُنیائے اسلام میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اسی بنا پر ہر علمی خادم اور ہر ادبی نیازمند اپنی ناچیز خدمات کو مصری بڑھیا کی طرح اسی یُوسفِ علم و عمل کے حضور لے جانے پر فطرۃً مجبور ہے۔ اور اسی مناسبت سے اس علمی خدمت کو بھی جس میں تین سال کی متواتر جانکاہ محنت کے ساتھ ہزارہا روپیہ نقد صرف ہو چکا ہے۔

اعلیحضرت لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائینس
میر عثمان علی خان بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔
جی۔ سی۔ بی۔ ای۔ سُلطان العلوم محی الملت والدین
فتح جنگ۔ نظام الدولہ نظام الملک مُظفر الممالک
آصف جاہِ سابع رستمِ دوراں افلاطونِ زماں خسروِ دکن خلد اللہ ملکہ

کے نامِ نامی اور اسمِ گرامی پر معنون کرنے کی جرأت کی جاتی ہے۔
اُمید کہ حضور ممدوح اُس قدر دانی نگاہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو ذرۂ بیمقدار کو آفتابِ عالمتاب کے ساتھ مربوط کیے ہوئے ہے۔ اس جسارت کو شرفِ قبول بخشیں گے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

نیاز آگین
فیروز الدین غفرلہ

۱۳۱
۹۲۹۶۵
CHECKED 2002

۹۲۹۶۵
M.A.LIBRARY, A.M.U.
U92965
۸۹۱۰۶۵۱
۱۹۴۲

التماسِ ناشر

زمانے کی کایا پلٹ اور مغربی تجارت کی ہمہ گیری دیکھنے کے لائق ہے۔ کہ گراں بہا کتابوں اور بہترین تصانیف و تراجم کا کام جو کبھی سلطنتیں کیا کرتی تھیں۔ اب پبلشر (ناشر) کر رہے ہیں۔ ولایت میں اگر کسی پبلشر نے لاکھوں روپے دے کر لارڈ لٹن کے ناول اور لارڈ سٹینلے کے مشاہداتِ افریقہ خریدے تو ہندوستان میں بھی قرآن شریف کا ترجمہ (شیخ الہند مرحوم) اور کئی دوسری کتابیں ہزارہا روپے دے کر خریدی اور طبع کی گئیں +

مثنوی مولینا روم رحؔ کے اُردو منظوم و منثور ترجمے گو پہلے سے موجود تھے۔ مگر اوّل تو اکثر نا تمام اور پھر منظوم ترجمہ تو باعتبارِ زبان غالباً شمار کے بھی قابل نہ تھا۔ لہذا میری دیرینہ آرزو تھی کہ کوئی باکمال صاحبِ حال اس کام کو انجام دے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے جنابِ امیر مینائی مرحوم کی خدمت میں یہ تحریک کی ضرورت اور خیال کو تو انہوں نے پسند کیا مگر اپنی ضعیفی کو

کام کی گرانباری کا متحمل نہ پایا۔ آخر رفتہ رفتہ میری نگاہِ انتخاب جناب شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی پر پڑی۔ جو شعرائے عصر میں ایک اُستادانہ درجہ و رُتبہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ معقول معاوضہ پر اُنہوں نے ترجمہ شروع کیا۔ مگر یہ کام ہمت شکن اور صبر آزما ہونے کے علاوہ تنہا حضرت سیماب کے بس کا نہ تھا۔ اگر خدا مجھے استقلال و استطاعت عطا نہ فرماتا تو یہ کُٹیا مدت کی ڈوب چکی ہوتی۔ آخر کار یہ ترکیب کی گئی کہ وہ ترجمہ کرتے اور میں اُسے لفظاً قال سے حال میں لانے کی زہرہ گداز کوشش کرتا۔ جب کہیں تین سال کی متواتر و مسلسل دیدہ ریزی اور دماغ سوزی کے بعد یہ چیز تیار ہوئی۔ جو آب آپکے سامنے ہے *

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر اتنا وقت اور اتنا روپیہ ضروریاتِ زمانہ کی دوسری کتابوں پر لگایا جاتا تو کافی نفع کی اُمید تھی۔ چنانچہ دوسرے مصنف و ناشر اسی لئے ان دھندوں میں نہیں پڑتے۔ مگر اپنا اپنا مذاق ہے۔ اگر حق تعالےٰ قبول فرمالے۔ تو میرے لئے یہی بڑا نفع ہے ؎

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را
من نیز حاضر میشوم تصویرِ جاناں در بغل

فیروزالدین غفرلہٗ

فہرست مضامین الہامِ منظوم دفترِ اوّل

مقدّمہ

اللہ اللہ ہے عجب یہ مثنوی ‏— حال و قال مولوئ معنوی
مثنوی یہ اہلِ دل کی جان ہے ‏— سربسر عرفان ہی عرفان ہے
اسکے ہر نقطے ہیں سو اسرار ہیں ‏— ایک مرکز میں ہزار انوار ہیں
اس کا ہر ہر لفظ معنی خیز ہے ‏— ہر جھلک آئینۂ تبریز ہے
ہے شریعت اور طریقت کا وصال ‏— قال کم ہے اور زیادہ تر ہے حال
اسکے نغموں میں عجب ہیں لذّتیں ‏— سُنکے آجاتی ہیں رُوحیں وجد میں
ہے سکونِ قلب اِس سے آشکار ‏— اسمیں لہراتی ہے جنّت کی بہار
عرش کا اِک نغمۂ بے نام ہے ‏— مثنوی کیا ہے بڑا الہام ہے
مثنوی مولوی معنوی ‏— ہست قرآں در زبانِ پہلوی
سبکو اسکی منزلت معلوم ہے ‏— آج دُنیا بھر میں اسکی دُھوم ہے
اس میں ہیں موجود جتنے ہیں علُوم ‏— مشرقِ اسرارِ مولانائے رومؒ
حبّذا اے آئنہ بردارِ شمسؒ ‏— مرحبا اے پرتوِ اسرارِ شمسؒ
اے حسام الدینؒ کے خاطر نواز ‏— نغمۂ وحدت کے اے صد رنگ ساز

من چہ گویم وصفِ آں عالی جناب ‏— نیست پیغمبر ولے دارد کتاب
ہے رواں خامہ خیال آزاد ہے ‏— ہر تڑپ میں دوست ہی کی یاد ہے
دوست ہی سے ہے بہر عنوان خطاب ‏— دوست ہی ہے حاصلِ نظمِ کتاب
دوست میں نورِ حقیقت ہے نہاں ‏— دوست میں عرفان کی ہیں بجلیاں
دوست کی کُنہ و حقیقت دوست ہے ‏— دوست کیا یہ استخوان و پوست ہے؟

دیکھتے ہیں دوست میں اہلِ نظر　　ایک خورشیدِ حقیقت جلوہ گر
دوست ساقی ہیں مے و ساغر میں ہے　　دوست ہر صورت میں ہر پیکر میں ہے
پھول پتہ دوست کا میخانہ ہے　　غنچہ غنچہ دوست کا کاشانہ ہے
وجد میں آتا ہے سروِ آبجو　　کہتی ہے جب فاختہ کُو دوست کُو"
سبکے ہے پیشِ نظر اے دوست تو　　دیکھتے ہیں سب تجھی کو رُو برُو
رنگ و بوئے گل کو تیری جستجو　　نغمۂ بلبل کو تیری جستجو
محو دنیا ایک ہی مطلب میں ہے　　ڈھونڈھتے ہیں سب تجھے تُو سب میں ہے
عمر گذری جستجو کرتے ہوئے　　مثلِ قمری کُو و کُو کرتے ہوئے
کچھ تو دے اے دوست کُوکُو کا جواب　　جستجو میں ہو جہاں کب تک خراب
بہرِ مولانائے رومیؒ با صفا　　تو حسام الدین میں گویا ہوا
شمسِ تبریزی میں ہوکر پھر عیاں　　تو نے چمکائیں نظر کی بجلیاں
اب وہی پھر بادۂ عرفاں پلا　　پیکرِ ساغر میں ساقی بن کے آ

ان لبوں سے بھی لگا دے اپنے لب
ہے زبانِ گنگ گویائی طلب

توفیق ترجمہ کی مناجات

نطق حاصل تجھ سے کرتی ہے زباں　　ہے ترا ارشاد علّمہ البیاں
نطق کا یارب بڑھا دے حوصلہ　　تاکہ ہو اس مثنوی کا ترجمہ
ہے ارادہ کوہ بھی ہو جائے کاہ　　تا کھنچے الفاظ میں سطرِ گیاہ
راز تیرے سب پہ ہو کر آشکار　　کھول دیں معنیٰ نغماتِ ہزار
چیستانِ طوطیِ شکّر شکن　　سب سمجھ لیں انجمن در انجمن

جو ہے پوشیدہ صدائے ساز میں | لے وہ انگڑائی اسی آواز میں
دے سمندر کی روانی جو صدا | اُسکو لفظوں میں قلم کر دے ادا
لائے جو پیغام رفتارِ نسیم | گُل سے سرگوشی کرے جو کچھ شمیم
چشموں کی وادی سے ہو جو گفتگو | جو بھی غمّازی کرے پھولونکی بو
جو اشارے رات کو تارے کریں | جوش میں جو بات فوّارے کریں
بے زبانی میں جو ہو درسِ شفق | جو کہیں رنگین پھولوں کے ورق
ہو جو کچھ راتوں کے سنّاٹے میں راز | شمع و پروانہ میں ہو جو سوز و ساز
الغرض فطرت کے سب اسرار جو | ہوتے ہوں محسوس دن یا رات کو
فاش ہو جائیں وہ گوشِ عام پر | شمسِ معنی چمکے دل کے بام پر
کام گو مشکل ہے اور دشوار ہے | تو کرم کر دے تو بیڑا پار ہے
فی الحقیقت مثنوی کا ترجمہ | ترجمہ ہے وحی اور الہام کا
گر تری توفیق ہو جائے رفیق | طے ہو اِک پل میں یہ وادیٔ عمیق
اِک جہاں سیماب کہتا ہے جسے | کر دے اس آتش پہ تو قایم اُسے
غافلوں کو عقل پر فیروز کر | عِلمِ حقّانی سے فیض اندوز کر
بس قلم کو وہ روانی ہو عطا | ایک دریائے حقایق دے بہا
مثلِ ابراہیم کھیلے آگ سے | جل نہ جائے نفس ہی کی لاگ سے
کر دے اس زحمت سے رحمت کا ظہور | نار کے شعلے میں ہوں انوارِ طور
بیکلی کو مُوجبِ راحت بنا | بے قراری باعثِ عشرت بنا
کیمیا گر ہو نہ غم میں مبتلا | جب نظر آئے اُسے یہ کیمیا
ہو ذریعہ صیقلِ آئینہ کا | آئنہ بن جائے اس سے آشنا
کر تجلّی کا اسے تو صدرِ بدر | گو نہ ہو آئینہ بیں کو اسکی قدر
حسن کی نظارہ یابی اس سے ہو | آئینے کی جلوہ تابی اس سے ہو

حسن کی شانیں نمایاں اسمیں ہوں   عشق کے آثارِ عریاں اسمیں ہوں
جو بھی جوہر آئینے کے ہوں عیاں   اُنکی طلعت کا بنے یہ ترجماں
مقصد اور مضمون پورا کھول کر   ترجمہ ہو خوش بیانی سے مگر
ہر جگہ مقبول ہو اُردو میں بھی   مثنویِ مولویِ معنوی
کام تھا یہ اک گروہِ خاص کا   اور یہاں ہے آسرا اخلاص کا

کیجئے آغاز اب بے ردّ و کد
بشنو از نے چوں حکایت میکند

ترجمہ اشعار حضرت وقارؔ فرزند دوم مولانا رومؒ

اللہ اللہ ہے یہ پاکیزہ کتاب   مخزنِ اسرار، قانونِ صواب
ہے مبارک یہ کتابِ بہتریں   جس سے اہلِ حال کی آنکھیں کھلیں
اسکو کہئے مخزنِ اسرارِ عشق   اس سے ہو گی گرمیِ بازارِ عشق
سالکوں کے واسطے یہ ہے سراج   اس سے ہے فقر و تصوّف کا رواج
شرح ہے قرآں کی اور حلِّ مثال   اسمیں ہے نبیوں کا اور ولیوں کا حال
سب سے بہتر ہے یہ قانونِ سلوک   دفترِ فقر اور آدابِ ملوک
درج زادراسمیں ہے ہر ایک شے   صفحہ صفحہ صفحہٗ فردوس ہے
جب ہو تو غوّاصِ بحرِ مثنوی   جان کچھ تھوڑا سا حالِ مولوی
ہے یہ لازم سُن چکا جب تال تو   سُن وقارِ خوش بیاں سے سال تو
تھے جلال الدین محمد معنوی   جنسے ہے نازل ہوئی یہ مثنوی
باپ تھے اِنکے بہاؤالدینؒ ولی   ماہرِ علم و نکاتِ باطنی
دیکھکر خوارزم شہ کو بے حواس   بلخ سے کعبہ گئے وہ لیکے ہراس
اس سفر میں ساتھ تھے حضرت جلالؒ   عالمِ علمِ لدنی خُرد سال

سچ ہے جو ہو عاشقوں کی راہ پہ — اسکو پہلے چھوڑنا پڑتا ہے گھر
جاکے نیشا پور پہنچے آپ جب — محفلِ عطار تھی با صد طرب
شیخ نے بینا جو دیکھا آپ کو — کم سنی ہی میں نوازا آپ کو
دیکھکر بچپن ہی میں فضل انتساب — اپنی تصنیفات سے دی اک کتاب
اور فرمایا کہ "یہ شہرت فروز — دل جلوں کو ایکدن بخشے گا سوز"
ان سے رخصت ہوکے کرکے حج ادا — قافلہ یہ شام کی جانب گیا
پہنچے پھر بیت المقدس شوق سے — کوبکو گھر گھر خدا کو ڈھونڈتے
پھر مزارِ انبیا سے بھی یوں ہی — صدقِ باطن سے توجہ جذب کی
سیدِ ترمد تھے اک برہان نام — جو تھے اک اپنے زمانے کے امام
آدھے رستے پر کہیں ان سے ملے — بعد اک دو صحبتوں کے چل بسے
مرتے مرتے شیخ نے با صد خوشی — رہنمائی ان کی سوئے روم کی
اور کہا جاؤگے گر اس ملک میں — فتح و نصرت ہاتھ آئے گی تمہیں
تھا بہاؤالدین کو اُن پہ اعتماد — قونیہ کو چل دئے وہ خوش نہاد
تھے علاؤالدین سلجوقی وہاں — سرزمینِ روم پہ صدرِ جہاں
ان کے آنیکو غنیمت جان کر — وہ بنے ان کے مُریدِ خوش سِیَر
بعد چندے جب ہوئے رخصت بہاء — خرقہ مولانا کا ان کو مل گیا
ہوگئے انکے علم سے پھر فیض یاب — مدح خواں ہونے لگے سب شیخ و شاب
تھی مگر تدریس ان کو ناپسند — کیونکہ تھی طبعِ معلّیٰ بس بلند
تھی فضول ان کی نظر میں عزّ و جاہ — جذبۂ غیبی نے کی تھی دل میں راہ
صحبت اہلِ دل سے القصہ رہی — گہ صلاح الدینؒ گہ ابنِ اخیؒ
چونکہ اہلِ دل کے وہ جوئندہ تھے — ان کو بالآخر حسام الدیں ملے
پھر کہ وقتِ شورش انگیزی ہوا — دورِ شاہِ شمسِ تبریزی ہوا

پیر نے دی شمس کے دل میں ندا — روم کی جانب یہاں سے جلد جا
ایک ہے اُس ملک میں شوریدہ دل — آنکھ والا اور طلب میں مشتغل
ظلمتِ حیرت میں سوزاں قلب تک — شمس اُٹھے اور بام پہ اُسکے چمک
پھونکدے اسکو کہ وہ ہے سوختہ — تا ہو سر سے پاؤں تک افروختہ
دل جو ہوتا ہے کوئی آفت نصیب — اُسکے پیچھے دوڑتے ہیں خود طبیب
جب فروغِ شمس چمکا روم میں — خوش نصیبوں کو ملیں سو رحمتیں
ایک دن رستے میں مولانا سے ملے — خود سوار اور ساتھ سب چھوٹے بڑے
استفادہ کر رہے تھے خاص و عام — آگئے آکر شمس نے تھامی لگام
اور کہا دانش سے مولانا! یہ کیا؟ — طالبوں کو اس سے کیا ہے فائدہ؟
بولے مولانا کہ "شرحِ شرع و دیں" — شمسؒ بولے اس سے کچھ حاصل نہیں
علم گر سوئے خدا رہبر نہ ہو — کیوں نہ بہتر اُس سے سمجھیں جہل کو
یہ کہا اور چلدئے وہ دل نواز — کر کے مولانا کو کچھ آگاہِ راز
دوسرے دن وقتِ بحثِ قال کے — بزمِ مولاناؒ میں شمس الدین گئے
کچھ کتابیں پاس اُنکے دیکھ کر — پُوچھا کیا کچھ انمیں ہے علم و ہنر
بولے مولاناؒ کہ "چھوڑو یہ سوال — کسطرح بے علم جانے ان کا حال"
شمسؒ یہ سُنکر ہوئے کچھ خشمگیں — حوض میں ساری کتابیں پھینکدیں
اس سے مولاناؒ کا دِل غمگیں ہوا — اور کہا "تم نے یہ کیا کر دیا؟"
شمسؒ نے ڈالا کتابوں پر جو ہاتھ — سبکو پانی سے نکالا ایک ساتھ
اس سے مولاناؒ کی آنکھیں کُھل گئیں — اور پُوچھا "خشک یہ کیونکر رہیں؟"
شمس بولے بس یہی ہے علمِ حال — اُن کو کیا معلوم جو ہوں صرفِ قال
پائی مولاناؒ نے جب کچھ آگہی — سمجھے ابدالوں سے ہے یہ بھی کوئی

دامن اُن کا آپ نے تھاما شتاب — ہو گئے یکجان ماہ و آفتاب

ترکِ عزّت ترکِ لذّت ترکِ کار — کرکے تھاما دامنِ یارِ استوار

نور جب شمسِ حقیقت سے ملا — صدر کیا وہ ہو گئے بدرِ صفا

شمس میں محو و فنا جب ہو گئے — فقر پایا فخر سارا کھو چکے

مُدتوں تک شمس سے خلوت رہی — تھی نہ گنجائش جہاں اغیار کی

پی شرابِ وصلِ خوش آثارِ دوست — ہو گئے پھر محرمِ اسرارِ دوست

طالبِ علم اس سے تھے غم میں اسیر — آگیا ہے کس جگہ سے یہ فقیر

یہ ہے کیا فقر اور کیسی ہے غنا — جس نے مولانا کو گمراہ کر دیا

اے خدا اسلام ہے خوار و تباہ — قبۃ الاسلام ہے گُم کردہ راہ

یہ کوئی رہزن بڑا گمراہ ہے — قتل اسے کرنا روا واللہ ہے

اِک پسر نااہل مولاناؒ کا تھا — جیسے تھا کنعان بیٹا نوحؑ کا

شمسؒ کو دیکھا جو دمسازِ پدر — بولا اس سے میں نکالونگا کسر

ہیں اِسی نے کام کر ڈالے خراب — رونقِ بازار ہے اس سے خراب

ہے پریشاں خانداں کا اس سے حال — اُٹھ گئی سب رونقِ عزّ و کمال

سوچکر کچھ دل میں ظاہر آشکار — کرکے تعریفیں بڑھایا اعتبار

ایک دن ان کو بُلایا مکر سے — شمسؒ واقف تھے مگر آئے چلے

نکلے خلوت سے جو شمسِؒ خوش یقیں — کر گئی کام اپنا دم میں تیغِ کیں

خوں پھیلا خاک پر اور آفتاب — ہو گیا پوشیدہ صد ہا حجاب

زار مولاناؒ کی حالت ہو گئی — بے فروغِ شمسؒ تاریکی بڑھی

کچھ برس کے بعد رحلت ہو گئی — جانِ پاک انکی بھی جاناں سے ملی

ان کو روحِ شمس سے تھا اتصال — ہو گئے محو حجاباتِ وصال

عاشقوں کی زندگانی ہے حجاب ۔ زندگی پر موت ہے گویا نقاب
صرف ہستی تک یہ باقی ہے دوئی ۔ پھر دوئی کیسی ہوئے جب ایک ہی
نہریا سے بند بدبودار آب ۔ جتنا روکو گے اُسے ہوگا خراب
جب ہو خالی آب یہ بدبودار سے ۔ پاک پانی آکے دریا سے ملے
مختلف انداز سے یہ واقعہ ۔ کہنے والوں نے کہا ہے اے فتا

جس طرح راوی ہوئے اصحاب حال
کہدیا واللہ اعلم بالمقال[1]

سببِ تصنیفِ مثنوی مرقومہ حضرتِ وقارؔ

مثنوی لکھوانے کے اصلی سبب ۔ تھے حسام الدین اک عالی نسب
کی یہ مولاناؒ سے اکدن قال و قیل ۔ ہو چکا دیوان غزلوں کا طویل
ترک اس عنوان کو کر دیجئے ۔ اک نیا دفتر مرتب کیجئے
اب کوئی شیوا بیانی ہو جدید ۔ ہے نئی ہر بات میں لذت مزید
بولے مولانا مجھے خود تھا خیال ۔ شعر کچھ میں نے لکھے ہیں حسب حال
گوشۂ دستار اپنا کھول کر ۔ اک نیا نسخہ کیا پیش نظر
مثنوی کے ابتدائی شعر تھے ۔ جنکو سُنکر خوش حسام الدین ہوئے
پھر ہزار آہستگی و شوق سے ۔ شعر مولاناؒ سے کہلاتے رہے
بس یہی پھر رات دن تھا انکو کام ۔ کہتے مولاناؒ تھے لکھتے تھے حسامؒ

یوں ہوئی یہ مثنوی آخر تمام
مہربانی سے خدا کی والسلام

---

[1] یعنی اُن کے کہنے کا حال خدا بہتر جانتا ہے *

الہامِ منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانائے رومؒ

دفترِ اوّل

بشنو از نے چوں حکایت میکند	وز جدائی ہا شکایت میکند
سن تو کیا کرتی ہے باتیں بانسری	بس شکایت کر رہی ہے ہجر کی
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
جب سے کاٹا ہے نیستاں[1] سے مجھے	مرد و زن روتے ہیں میرے شور سے
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
پارہ پارہ کر دے سینہ جب فراق	تب کہیں ہو شرحِ دردِ اشتیاق
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگارِ وصل خویش
جا رہا ہو اصل سے جو اپنی دور	اپنا عہدِ وصل ڈھونڈے گا ضرور

[1] سرکنڈے اور بانس پیدا ہونے کی جگہ ۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم	جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہیں ہر اک مجلس میں فریادی ہوئی	غم زدوں اور خوش دلوں کے منہ لگی
ہر کسے از ظن خود شد یار من	وز درون من نجست اسرار من
سب نے یاری مجھ سے کی حسب گماں	پر نہ ڈھونڈے مجھ میں اسرار نہاں
سر من از نالۂ من دور نیست	لیک چشم و گوش را آں نور نیست
دور نالے سے نہیں راز نہاں	نور چشم و گوش میں لیکن کہاں
تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جاں دستور نیست
جاں سے تن اور تن سے جاں کب ہے نہاں	پر نہیں کرتا کوئی دیدار جاں
آتش ست ایں بانگ نائی نیست باد	ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
آگ ہے آواز نے کب ہے ہوا	آگ یہ جس میں نہ ہو وہ ہو فنا
آتش عشق ست کاندر نے فتاد	جوشش عشق ست کاندر مے فتاد
عشق ہی کی آگ ہے جو نے میں ہے	عشق ہی کا جوش ہے جو مے میں ہے
نے حریف ہر کہ از یارے برید	پردہائش پردہائے ما درید
نے حریف اس کی جو دلبر سے چھٹا	اس کے پردوں نے دیئے پردے اٹھا
ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید	ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
کس میں ہے زہر اور امرت مثل نے	نے عجب دمساز اور مشتاق ہے
نے حدیث راہ پر خوں میکند	قصہائے عشق مجنوں میکند
نے سے ہے اظہار راہِ خونچکاں	عشق مجنوں کا یہ کرتی ہے بیاں
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہاں ست در لبہائے وے
ہیں ہمارے پاس دو منہ مثل نے	ایک منہ اس کے لبوں میں جذب ہے
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
ایک منہ نالاں ہے سب کے روبرو	آسمانوں پر ہے شور ہاو ہو

نیک داند ہر کہ اورا منظر ست   کاین فغان این سرے ہم زاں سرست

جانتے ہیں وہ جو ہیں اہلِ نظر   اس فغاں میں بھی وہی ہے اک اثر

دمدمِ این نائے از دمہائے اوست   ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست

ہے اُسی کا شور نَے میں بھی نہاں   روح کی فریاد ہے جس کی فغاں

محرمِ این ہوش جز بیہوش نیست   مرزباں را مشتری چوں گوش نیست

ہے خبر اس ہوش کی بے ہوش کو   مشتری کانوں سے بہتر کون ہو؟

گر نبودے نالۂ نے را اثر   نے جہاں را پُر نکردے از شکر

گر نہ ہوتا نالۂ نے میں اثر   نَے سے کب دنیا کو مل سکتی شکر

در غمِ ما روزہا بیگاہ شد   روزہا با سوزہا ہمراہ شد

ہو گئے غم میں ہمارے دن تباہ   سوز سے مل مل گئے روزِ سیاہ

روزہا گر رفت گو رَو باک نیست   تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

دن گئے، جانے دے، اس کا غم نہیں   تو ٹھہر ہے پاک تجھ سا بھی کہیں؟

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد[۵]   ہر کہ بے روزیست روزش دیر شد

جو نہ تھا ماہی، ہوا وہ سیر آب   جو رہا بے بہرہ، عمر اس کی خراب

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

حالِ پختہ کار کیا سمجھے گا خام   مختصر یہ داستان کر والسلام

بادہ در جوششِ گدائے جوشِ ماست   چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست

جوش بادہ میں ہمارا جوش ہے   چرخ کی گردش اسیرِ ہوش ہے

۵ یعنی بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ تھوڑے سے آبِ فیض میں سیر ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے ظرف میں زیادہ گنجائش نہیں۔ وہ طبیعتِ ماہی کے خلاف ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جس طرح مچھلی پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی، وہ بھی فیوضِ الٰہیہ سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور بعض لوگ اس سے کلیتہً بے بہرہ بھی ہوتے ہیں ۔

بادہ از ما مست شد نے ما ازو	قالب از ما ہست شد نے ما ازو
مست ہے مے ہم سے، اُس سے ہم نہیں	جسم یہ ہے ہم سے، اس سے ہم نہیں
بر سماع راست ہر تن چیر نیست	طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
ہر کوئی قادر سماعت پر ہے کب	کھاتے ہیں انجیر ہی کیا مرغ سب؟
بند بگسل باش آزاد اے پسر	چند باشی بندِ سیم و بندِ زر
توڑ بند، آزاد ہو جا اے پسر	کب تک آخر یوں اسیرِ سیم و زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ	چند گنجد قسمتِ یک روزۂ
بند اگر دریا بھی کوزے میں کیا	ایک دن میں ختم سب ہو جائیگا
کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نشد	تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد
حرص مند آنکھوں کے کوزے کب بھرے	جب صدف قانع ہوئی موتی ملے
ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد	او ز حرص و عیب کلی پاک شد
عشق سے دامن ہوا ہے جس کا چاک	بس وہ حرص و عیب سے بالکل ہے پاک
شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما	اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
شاد ہو اے عشق اے سودا نصیب	اے ہماری کل بلاؤں کے طبیب
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما	اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
ہے دوائے نخوت و ناموس تو	اے کہ افلاطون و جالینوس تو
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق سے گردوں پہ جسمِ خاک ہے	رقص میں ہے کوہ اور چالاک ہے
عشق جانِ طور آمد عاشقا	طور مست و خر موسیٰ صعقا[۵]
عشق جانِ طور ہے اے مبتلا	طورِ سینا مست موسیٰ گر پڑا

۵ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔
(ترجمہ) پس ربِ موسیٰ پہاڑ (طور) سے تجلی افروز ہوا، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

سرِّ پنہاں ست اندر زیر و بم　　فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
زیرؔ و بمؔ میں راز اُسکا ہے نہاں　　فاش اگر کر دوں تو برہم ہو جہاں

با لب دمسازِ خود گر جفتمے　　ہمچو نے من گفتنی ہا گفتمے
میں اگر ملتا لبِ دمساز سے　　مثلِ نے نغمے سناتا راز کے

ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا　　بینوا شد گرچہ دارد صد نوا
ہم زباں سے جو ہوا اپنے جدا　　صد نوا ہو کر بھی وہ ہے بے نوا

چونکہ گل رفت و گلستاں در گذشت　　نشنوی زین پس ز بلبل سرگذشت
جبکہ گل رخصت ہوئے گلزار بھی　　بانگ بلبلؔ اب نہ جائیگی سنی

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب　　بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
گل ہوئے رخصت ہوا گلشن خراب　　بوئے گل کا کچھ پتہ دیگا گلاب

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ　　زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
سب ہیں معشوق اور عاشق پردہ ہے　　زندہ ہے معشوق، عاشق مردہ ہے

چوں نباشد عشق را پروائے او　　او چو مرغے ماند بے پر وائے او
عشق کو اسکی نہ جب پروا رہی　　مرغ ہے پر رہ گیا۔ بد قسمتی!

پر و بال ما کمندِ عشقِ اوست　　مو کشانش می کشد تا کوئے دوست
بال و پر ہیں عشق کی اُسکے کمند　　کھینچتی ہے اُسکی جانب بے گزند

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس　　چوں نباشد نورِ یارم پیش و پس
کسطرح ہو پیش و پس کا ہوش بس　　گر نہ ہو وہ نور تاباں پیش و پس

نور او در یمن و یسر و تحت و فوق　　بر سر و بر گردنم مانندِ طوق
نیچے اُوپر دائیں بائیں اُسکا نور　　گردن و سر میں ہے طوق اسے ذی شعور

ا؎ بانسری کا نیچا اونچا سُر - مدّھم اور پنچم *

۲؎ آواز *

عشق خواہد کیں سخن بیروں بود	آینہ ات غماز نبود چوں بود
چاہتا ہے عشق اُسے رسوا کرے	ہو نہ غماز[1] آئینہ تو کیا کرے
آینہ ات دانی چرا غماز نیست	زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
کیوں نہیں غماز آئینہ ترا ؟	اُس کے منہ پر زنگ ہے لپٹا ہوا
آئینہ کز زنگ آلائش جدا ست	پُر شعاع نور خورشید خدا ست
ہو کدورت سے جب آئینہ جدا	اُس میں جھلکے نورِ خورشید خدا
رو تو زنگار از رخ او پاک کن	بعد ازاں آں نور را ادراک کن
رنگ و آلائش سے اُسکو پاک کر	اور پھر اُس نور کا ادراک کر
ایں حقیقت را شنو از گوش دل	تا بروں آئی بکلی ز آب و گل
گوش دل سے سُن حقیقت برمحل	تاکہ آب[2] و گل سے تو آئے نکل
فہم اگر دارید جاں را رہ دہید	بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
ہو سمجھ کچھ بھی تو ۔ جاں کو راہ دو	شوق سے اس رہ میں پھر پاؤں رکھو

بادشاہ اور کنیزک کی داستان

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں	خود حقیقت نقد حال ماست آں
ہاں سنو اے دوستو یہ داستاں	خود ہمارا حال ہے اس میں عیاں
نقد حال خویش را گر پے بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم
اپنی حالت پر کریں ہم غور اگر	پائیں دنیا اور عقبیٰ سے ثمر
بود شاہے در زمانے پیش ازیں	ملکِ دنیا بودش و ہم ملکِ دیں
تھا بہت پہلے کہیں اک بادشاہ	صاحب اقلیم دنیا ۔ دیں پناہ

[1] چغل خور ۔ اصطلاحاً راز کھولنے والا ۔ بھید بتا دینے والا ۔

[2] پانی اور مٹی ۔ یعنی تعلقات مکروہات دنیا

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار — با خواص خویش از بہر شکار

اتفاقاً ایک دن ہو کر سوار — ساتھ یاروں کے گیا کرنے شکار

بہر صیدے می شد او بر کوہ و دشت — ناگہاں در دام عشق او صید گشت

کوہ و صحرا چھانتا تھا بہر صید — ہو گیا خود عشق کے پھندے میں قید

یک کنیزک دید شہ در شاہراہ — شد غلام آں کنیزک جان شاہ

اک کنیزک راہ میں آئی نظر — مٹ گیا سلطان اُس کے حسن پر

مرغ جانش در قفس چوں می طپید — داد مال و آں کنیزک را خرید

تھا قفس میں مرغ جاں بیتاب دید — دیکر اسنے مال لی لونڈی خرید

چوں خرید او را و برخوردار شد — آں کنیزک از قضا بیمار شد

جب خریدا اور ہوا یوں بامراد — ہو گئی بیمار لونڈی - نامراد

آں یکے خر داشت پالانش نبود — یافت پالاں گرگ خر را در ربود

جب گدھا تھا پاس تو پالاں نہ تھا — جب ملا پالاں گدھا جاتا رہا

کوزہ بودش آب می نامد بدست — آب را چوں یافت خود کوزہ شکست

کوزہ تھا، ملتا نہ تھا پانی کہیں — مل گیا پانی تو اب کوزہ نہیں

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست — گفت جان ہر دو در دست شماست

پس حکیموں سے کیا شہ نے بیاں — ہے تمہارے ہاتھ ہم دونوں کی جاں

جان من سہل ست جان جانم اوست — دردمند و خستہ ام درمانم اوست

کیا ہے میری جان - جان جاں ہے وہ — دردمند و خستہ ہوں درماں ہے وہ

ہر کہ درماں کرد مر جان مرا — برد گنج و دُر و مرجان مرا

جو کرے درمان میری جان کا — لے خزانہ گوہر اور مرجان کا

جملہ گفتندش کہ جاں بازی کنیم — فہم گرد آریم انبازی کنیم

بولے سب کرتے ہیں ہم جاں بازیاں — عقل سے کرینگے چارہ سازیاں

ہر یکے از ما مسیح عالمے ست ❊ ہر الم را در کفِ ما مرہمے ست
ہم میں ہر اک ہے مسیحا وقت کا ❊ ہر مرض کی جانتے ہیں ہم دوا
گر خدا خواہد نگفتند از بطر ❊ پس خدا بنمود شاں عجز بشر
"اگر خدا چاہے" نہ بھولے سے کہا ❊ پس دکھایا حق نے عجز انسان کا
ترک استثنا مرادم قسوتے ست ❊ نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
ترک استثنا[1] قساوت[2] ہے اخی! ❊ مُنہ سے کہہ دینا نہ حرف اک عارضی
اے بسا ناوردہ استثنا بگفت ❊ جانِ او با جانِ استثنا ست جفت
اکثر استثنا نہ ظاہر میں کہیں ❊ وہ اور استثنا بہم ہیں اصل میں
ہر چہ کردند از علاج و از دوا ❊ گشت رنج افزوں حاجت ناروا
الغرض جو جو دوا لوگوں نے کی ❊ بڑھ گیا رنج - آرزو سب رہ گئی
آں کنیزک از مرض چوں موئے شد ❊ چشمِ شاہ از اشکِ خوں چوں جوئے شد
ہو گئی لونڈی مرض سے جب نڈھال ❊ شاہ کی آنکھیں ہوئیں رو رو کے لال
چوں قضا آید طبیب ابلہ شود ❊ آں دوا در نفع خود گمرہ شود
کرتی ہے ناداں طبیبوں کو قضا ❊ اور دکھاتی ہے اثر الٹا دوا
از قضا سرکنگبیں صفرا فزود ❊ روغنِ بادام خشکی می نمود
شہد اور سرکے سے گرمی بڑھ گئی ❊ روغنِ بادام سے خشکی ہوئی
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت ❊ آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
جائے مسہل قبض بڑھ سے ہو گیا ❊ اور بھی دی آگ پانی نے بڑھا
سستیِ دل شد فزوں خواب کم ❊ سوزشِ چشم و دلِ پُر درد و غم
ہو گیا دل سست تر اور نیند کم ❊ سوزش آنکھوں میں تھی دل میں درد و غم

[1] انشاء اللہ کہنا ہا اولیاءؑ انبیاءؑ انشاء اللہ نہ کہیں تو مضائقہ نہیں کہ دل و جان سے واصل باللہ ہیں
[2] سنگ دلی +

شربت وادویہ واسباب او ۔۔۔ از طبیباں ریخت یکسر آب رو
بے اثر شربت ہوئے ۔ ناقص دوا ۔۔۔ چارہ فرماؤں کا منہ فق ہو گیا

بادشاہ کا دعا مانگنا

شہ چو عجز آں طبیباں را بدید ۔۔۔ پا برہنہ جانب مسجد دوید
شہ نے جب دیکھا کہ عاجز ہیں طبیب ۔۔۔ بھاگا ننگے پاؤں مسجد کو غریب
رفت در مسجد سوئے محراب شد ۔۔۔ سجدہ گاہ از اشک شہ پر آب شد
داخل محراب مسجد جب ہوا ۔۔۔ سجدہ گہ کو آنسوؤں سے بھر دیا
چوں بخویش آمد ز غرقاب فنا ۔۔۔ خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
محویت کے بعد آکر ہوش میں ۔۔۔ کی خدا کی حمد پورے جوش میں
کاے کمینہ بخششت ملک جہاں ۔۔۔ من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں
اے کہ ہے ادنیٰ تری بخشش جہاں ۔۔۔ کیا کہوں، تو خود ہے سب کا راز داں
حال ما و ایں طبیباں سربسر ۔۔۔ پیش لطف عام تو باشد ہدر
میری حالت اور طبیبوں کے تگ ۔۔۔ ہیچ ہیں تیرے کرم کے سامنے
اے ہمیشہ حاجت ما را پناہ ۔۔۔ بار دیگر ما غلط کردیم راہ
تو ہماری حاجتوں کی ہے پناہ ۔۔۔ مجھ سے پھر کھوئی گئی ہے ٹھیک راہ
لیک گفتی گرچہ می دانم سرت ۔۔۔ زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
قول ہے تیرا کہ گو ہوں راز داں ۔۔۔ چاہئے پھر بھی بظاہر کچھ بیاں
چوں برآورد از میان جاں خروش ۔۔۔ اندر آمد بحر بخشایش بجوش
شور اٹھا جب دل خاموش میں ۔۔۔ آگیا دریائے رحمت جوش میں
در میان گریہ خوابش در ربود ۔۔۔ دید در خواب او کہ پیرے رو نمود
روتے روتے آنکھ اس کی لگ گئی ۔۔۔ کی زیارت ایک مرد پیر کی

گفت اے شہ مژدہ حاجاتت رواست — گر غریبے آیدت فردا ز ماست ۸

دیجیے مژدہ شاہ کو اُس نے کہا — ہم ہیں سے آئیگا کل اک باخدا

چونکہ آید او حکیم حاذق است — صادقش داں کو امین و صادق است

کل جو آئیگا وہ ہے حاذق حکیم — جاننا بیشک اُسے صادق حکیم

در علاجش سحر مطلق را ببیں — در مزاجش قدرت حق را ببیں

دیکھ لینا سحر اس کے صدق کا — قدرت حق کا وہ ہوگا آئینا

خفتہ بود آں خواب دید آگاہ شد — گشتہ مملوک کنیزک شاہ شد

دیکھتے ہی خواب فوراً چونک اٹھا — کیا ہی مملوک کنیزک شاہ تھا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد — آفتاب از شرق اختر سوز شد

ساعت وعدہ جو آئی دن ہوا — شرق سے خورشید نکلا نور زا ۲

بود اندر منظرہ شہ منتظر — تا ببیند آں چہ بنمودند سر

بادشہ کو تھا نہایت انتظار — دیکھئے ہوتا ہے اب کیا آشکار

دید شخصے کاملے پُر مایۂ — آفتابے درمیان سایۂ

اُس نے دیکھا ایک مرد کامیاب — سائے میں آتا ہے مثل آفتاب

می رسید از دُور مانند ہلال — نیست بود و ہست بر شکل خیال

دور سے آتا ہے مانند ہلال — وہ ہے پیدا و نہاں مثل خیال

نیست وش باشد خیال اندر جہاں — تو جہانے بر خیالے بیں رواں

نیست ہیں اکثر خیالات جہاں — ان خیالوں ہی میں ہے دنیا رواں

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں — بر خیالے نام شان و ننگ شاں

ہے خیالوں ہی پہ سب کی صلح و جنگ — ہے خیالوں ہی پہ سب کا نام و ننگ

آں خیالاتے کہ دام اولیاست — عکس مہرویان بستان خداست

وہ تخیل جو ہے دام اولیا — عکس ہے حسن ریاض ذات کا

آں خیالے را کہ شہ در خواب دید — در رخِ مہماں ہمی آمد پدید

شہ کو آیا خواب میں تھا جو خیال — تھا رخِ مہماں میں ظاہر حسبِ حال

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی — نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی

نورِ حق ظاہر ہے لیکن آنکھ سے — اہلِ دل ہی دیکھ سکتے ہیں اسے

آں ولیِ حق چو پیدا شد ز دور — از سراپایش ہمی می ریخت نور

دور سے جب مردِ حق ظاہر ہوا — تھا سراپا سے عیاں نورِ خدا

شہ بجائے حاجباں در پیش رفت — پیشِ آں مہمانِ غیبِ خویش رفت

مثلِ درباں شاہ خود آگے بڑھا — غیب کے مہمان کو لینے گیا

ضیفِ غیبی را چو استقبال کرد — چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد

کر کے استقبال مردِ غیب کا — پھول پر گویا شکر سی دی چڑھا

ہر دو بحرے آشنا آموختہ — ہر دو جاں بے دوختن بر دوختہ

دو سمندر تھے کہ باہم مل گئے — دونوں وہ آپس میں پیوستہ ہوئے

آں یکے چوں تشنہ واں دیگر چو آب — آں یکے مخمور واں دیگر شراب

ایک پیاسا دوسرا تھا مثلِ آب — ایک مخمور اور اک جامِ شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں — لیک کار از کار خیزد در جہاں

بولا اِس سے اُس سے کچھ مطلب نہ تھا — ہے مگر دنیا میں باہم واسطہ

اے مرا تو مصطفیٰؐ من چوں عمرؓ — از برائے خدمتت بندم کمر

مصطفیٰؐ تو ہے تو میں مثلِ عمرؓ — باندھتا ہوں تیری خدمت میں کمر

بے ادبی کی برائی

از خدا جوئیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

حق سے توفیقِ ادب کی ہے دعا — بے ادب محرومِ لطفِ رب رہا

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔۔۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
بے ادب خود ہی نہ بدکردار ہے ۔۔۔ بلکہ دنیا اُس سے آتش زار ہے

مائدہ از آسماں در می رسید ۔۔۔ بے شری و بیع و بے گفت و شنید
چرخ سے ہوتا تھا نازل مائدہ[۱] ۔۔۔ بے مشقت ۔ بے تردد ۔ بے دعا

درمیان قوم موسیٰ چند کس ۔۔۔ بے ادب گفتند کو سیر و عدس
قوم موسیٰؑ میں جو تھے کچھ بے ادب ۔۔۔ [۲]دال اور لہسن لگے کرنے طلب

منقطع شد خوان و ناں از آسماں ۔۔۔ ماند رنج زرع و بیل و داسماں
آسماں سے پھر نہ اترا خوان و ناں ۔۔۔ ہوگیا رنج زراعت بیکراں

باز عیسیٰؑ چوں شفاعت کرد حق ۔۔۔ خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
پھر جو عیسیٰؑ نے سفارش حق سے کی ۔۔۔ خوان کی نعمت دوبارہ مل گئی

مائدہ از آسماں شد عائدہ ۔۔۔ چونکہ گفت [۳]انزِل علینا مائدہ
خوان پھر افلاک سے نازل ہوا ۔۔۔ جب کہا ہم پر اتار اے کبریا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند ۔۔۔ چوں گدایاں زلہا برداشتند
بے ادب گستاخ مانند گدا ۔۔۔ ٹکڑے رکھنے لگ گئے اسکے بچا

کرد عیسیٰؑ لابہ ایشاں را کہ ایں ۔۔۔ دائم است و کم نگردد از زمیں
بولے عیسیٰؑ یہ ہے فضل ایزدی ۔۔۔ یہ نہ کم ہوگا ۔ رہے گا دائمی

[۱] دسترخوان ۔ [۲] قوم موسیٰؑ مائدہ پہ خوش نہ تھی اور چاہتی تھی کہ اُس کے لئے زمین سے غلہ پیاز اور دال وغیرہ پیدا ہو۔

[۳] حضرت عیسیٰؑ نے کہا، رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۔ (سورۂ مائدہ) یعنی یاالٰہی ہم پر آسماں سے خوان نعمت نازل فرما تاکہ ہم پر اور آیندہ نسلوں پر عید ہو جائے اور تیرا نشانِ رحمت ہو ۔ بیشک تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

بدگمانی کردن و حرص آوری — کفر باشد نزدِ خوانِ مہتری

حرص کرنا اور ہونا بدگماں — کفرِ نعمت ہے بر ربِّ جہاں

زاں گدا رویانِ نادیدہ ز آز — آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز

تھے ندیدے اور بھکاری حرص‌مند — ان پہ دروازہ ہوا رحمت کا بند

نان و خواں از آسماں شد منقطع — بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع

بند پھر خوانِ الٰہی ہو گیا — پھر نہ پہنچا اس سے ان کو فائدا

ابر برناید پئے منعِ زکات — وز زنا افتد وبا اندر جہات

بے زکوٰۃ سے نہیں اٹھتی گھٹا — اور زنا سے پھیل جاتی ہے وبا

ہرچہ بر تو آید از ظلماتِ غم — آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم

تجھ پہ یہ تاریکیٔ غم ہے جو ہے — تیری گستاخی و بے باکی سے ہے

ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست — رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست

راہِ حق میں جس سے بے باکی ہوئی — رہزنِ دنیا ہے اور نامرد بھی

از ادب پُر نور گشتہ ست ایں فلک — وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

ہے ادب ہی سے یہ گردوں تابناک — سب فرشتے اس سے ہیں معصوم و پاک

بد ز گستاخی کسوفِ آفتاب — شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب

وجہ گستاخی ہے سورج کا گہن — جرأتِ شیطاں بنی طوقِ محن

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق — گردد اندر وادیٔ حیرت غریق

بے ادب راہِ خدا میں جو ہوا — وادیٔ حیرت کی تہ میں جا پڑا

حالِ شاہ و میہماں بر گو تمام — زانکہ پایانے ندارد ایں کلام

حالِ شاہ و میہماں لکھو تمام — ختم یہ تو ہو نہیں سکتا کلام

طبیبِ الٰہی سے بادشاہ کی مُلاقات

شہ چو پیش میہمان خویش رفت
شاہ بود او لیک بس درویش رفت

بادشہ جب اپنے مہماں سے ملا
اس طرح جیسے ملے شہ سے گدا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت

ہاتھ چومے اور گلے اُس سے ملا
عشق کی مانند دی آنکھوں میں جا

دستُ پیشانیش بوسیدن گرفت
وز مقام و راہ پرسیدن گرفت

ہاتھ اور پیشانی کو بوسے دیئے
پوچھا حالِ راہ پھر مہمان سے

پرس پرساں می کشیدش تا بصدر
گفت گنجے یافتم اتا بصبر

لے گیا تا صدر اس کو کھینچ کے
اور کہا پایا خزانہ صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت
میوۂ شیریں دہد پُر منفعت

صبر کڑوا تھا مگر انجام کار
میوۂ شیریں ہوا ہے آشکار

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج
معنیٔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

پھر کہا "اے نورِ حق، مشکل کشا
صبر ہے فرحت کی کنجی بر ملا

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ہے تری صورت سوالوں کا جواب
میری مشکل تجھ سے حل ہوگی شتاب

ترجمانِ ہرچہ ما را در دل است
دستگیرِ ہر کہ پائش در گل است

تو ہے میرے رازِ دل کا ترجماں
مشکلوں میں دستگیرِ بے کساں

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا

مرحبا اے برگزیدہ مرحبا
تو نہ آتا آچکی تھی بس قضا

اَنْتَ مَوْلَی الْقَوْمِ مَنْ لَّا یَشْتَہِیْ
قَدْ رَدٰی کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہٖ

جو کہ تجھ سے رہنما کو چھوڑ دے
بالیقیں قعرِ ہلاکت میں گرے

چوں گذشت آں مجلسِ خوانِ کرم ——— دست او بگرفت و بُرد اندر حرم
خاصہ اور مجلس ہوئی برخاست جب ——— لے گیا اسکو محل میں بے تعب

بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار کے پاس لیجانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند ——— بعد ازاں در پیشِ رنجورش نشاند
داستاں بیماری و بیمار کی ——— کرکے پھر اسکو بٹھایا پاس ہی

رنگِ رُو و نبض و قارورہ بدید ——— ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
نبض و قارورہ بھی دیکھا رنگ بھی ——— پوچھے آثار اور سنے سب ڈھنگ بھی

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند ——— آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بولا جو کچھ دی گئی اس کو دوا ——— اُس نے اسکو اور بھی ویراں کیا

بے خبر بودند از حالِ درُوں ——— اَسْتَعِيْذُ اللّٰهِ مِمَّا يَفْتَرُوْن
بے خبر سب تھے مزاج و حال سے ——— افترا سے حق اماں ہر اک کو دے

دید رنج و کشف شد بروے نہفت ——— لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
دیکھتے ہی حال سارے کھل گئے ——— لیک اُسے پوشیدہ رکھا شاہ سے

رنجش از صفرا و از سودا نبود ——— بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دُود
تھا نہ یہ صفرا و سودا مو بمو ——— ہر دھواں دیتا ہے ہر لکڑی کی بُو

دید از زاریش کو زارِ دل ست ——— تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
رونے سے سمجھا کہ ہے آزارِ دل ——— جسم اچھا ہے یہ ہے بیمارِ دل

عاشقی پیداست از زاریِ دل ——— نیست بیماری چو بیماریِ دل

عاشقی ہے دل کی زاری سے عیاں
دل کی بیماری سی بیماری کہاں!

علتِ عاشق ز علتہا جداست　　عشق اصطرلابِ اسرارِ خداست
عاشقوں کا روگ ہے سب سے جدا　　یہ ہے اصطرلاب[1] اسرارِ خدا

عاشقی گر زیں سر و گر زاں سرست　　عاقبت ما را بداں شہ رہبرست
عاشقی اس طرح یا اس طرح کی　　رہبری کرتی ہے کوئے شاہ کی

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں　　چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
عشق کی جو کچھ کروں شرح و بیاں　　عشق میں آکر ہوں نادم بے گماں

گرچہ تفسیرِ زباں روشن گرست　　لیک عشقِ بے زباں روشن ترست
روشنی دیتی ہے تفسیرِ بیاں　　پھر بھی روشن تر ہے عشقِ بے زباں

چوں قلم اندر نوشتن می شتافت　　چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
اور تو تیزی سے قلم لکھتا رہا　　عشق تک پہنچا، تو سینہ پھٹ گیا

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید　　ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
بات جب پہنچی یہاں تک بیش و کم　　پھٹ گیا کاغذ بھی اور ٹوٹا قلم

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت　　شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عقل اس کی شرح میں دلگیر ہے　　عشق اپنی آپ ہی تفسیر ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب　　گر دلیلت باید از وے رو متاب
آپ سورج ہے دلیلِ آفتاب　　منہ نہ پھیر اس سے اسناد لے بے حجاب

از وے ار سایہ نشانے می دہد　　شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
اس سے گر سائے کا ملتا ہے نشاں　　شمس سے حاصل ہے ہر دم نورِ جاں

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سحر　　چوں بر آید شمس انشق القمر
سایہ خواب آور ہے مانند سحر　　شمس جب نکلا ہوا غائب قمر

---

[1] وہ آلہ جس سے آفتاب اور ستاروں کی بلندی اور گردش وغیرہ کا حال معلوم کیا جاتا ہے ۔

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست	شمس جاں باقی ست کورا امس نیست
شمس سا ہے کون دنیا میں عجیب	شمس جاں اک حال پر ہے اے حبیب
شمس در خارج اگرچہ ہست فرد	مثل او ہم میتواں تصویر کرد
شمس ظاہر میں ہے گرچہ بے مثال	پر تصور تو نہیں اس کا محال
لیک آں شمسے کہ شد مستش اثیر	نبودش در ذہن و در خارج نظیر
شمس ایسا مست جس سے آسماں	ذہن و خارج میں نظیر اسکی کہاں
در تصور ذات اورا گنج کو	تا در آید در تصور مثل او
اس کی گنجا ئش تصور میں کہاں	تا ہو مثل اُسکا تصور میں عیاں
شمس تبریزی کہ نور مطلق ست	آفتاب ست و ز انوار حق ست
شمس تبریزی کہ یکسر نور ہے	سورج اک انوار سے معمور ہے
چوں حدیث روئے شمس الدیں رسید	شمس چارم آسماں سر درکشید
روئے شمس الدین تک آئی جبکہ بات	چرخ چارم پر ہوا خورشید مات
واجب آمد چونکہ بُردم نام او	شرح کردن رمزے از انعام او
اُسکا نام آیا تو اب لازم ہوا	شرح کرنا حال اس کے لطف کا
ایں نفس جاں دامنم برتافتہ ست	بوئے پیراہان یوسف یافتہ ست
روح نے کھینچا ہے دامن ہوبہو	آگئی پیراہن یوسفؑ کی بُو
کز برائے حق صحبت سالہا	باز گو رمزے ازاں خوش حالہا
حق صحبت مدتوں کا کر ادا	پھر سنا خوش حالیوں کا ماجرا
تا زمین و آسماں خنداں شود	عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
تاکہ خنداں ہوں زمین و آسماں	عقل و رُوح و دیدہ ہو جائیں جواں

ل شمس تبریزؒ کی طرف اشارہ ہے +

گفتمش اے دور اوفتادہ از حبیب ۔ ہمچو بیمارے کہ دور است از طبیب

کہ رہا ہوں میں یہ مہجور و زبوں ۔ چارہ گر سے دور اک بیمار ہوں

لَا تُکَلِّفْنِیْ فَاِنِّیْ فِی الْفَنَا ۔ کَلَّتْ اَفْہَامِیْ فَلَا اُحْصِیْ ثَنَا

دے نہ تکلیف اب کہ ہوں غرقِ فنا ۔ فہم ہے کمزور عاجز از ثنا

کُلُّ شَیْءٍ قَالَہٗ غَیْرُ الْمُفِیْق ۔ اِنْ تَکَلَّفْ اَوْ تَصَلَّفْ لَا یَلِیْق

عقل ہی بالکل نہ ہو جسکی بجا ۔ گر کرے تکلیف کیا حاصل بھلا

ہر چہ می گوید موافق چوں نبود ۔ چوں تکلّف نیک نالائق نمود

کہنا سننا جب موافق ہی نہیں ۔ پھر تو گنجائش تکلّف کی نہیں

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست ۔ شرح آں یارے کہ آں را یار نیست

کیا کہوں اک رگ نہیں ہے ہوشیار ۔ حال اُسکا جسکا کوئی ہے نہ یار[1]

خود ثنا گفتن ز من ترکِ ثنا ست ۔ کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست

ہے مری مدحت گری ترکِ ثنا ۔ یہ ہے ہستی اور ہستی ہے خطا

شرح ایں ہجران و ایں خونِ جگر ۔ ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر

شرح فرقت ، قصۂ خونِ جگر ۔ ملتوی کر دے ، کہونگا پھر مگر[2]

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ ۔ فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ

روح نے مانگی غذا جلدی کرو ۔ وقت ہے شمشیر برّاں دوستو

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق ۔ نیست فردا گفتن از شرطِ طریق

صوفی ابن الوقت کہلاتا ہے صاف ۔ کل پہ رکھنا ہے طریقت کے خلاف

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی ۔ نقد را از نسیہ خیزد نیستی

مردِ صوفی تو نہیں ہے اے نگار ۔ نقد کی جا کون لیتا ہے ادھار

۲؎ مثل - ثانی +

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار   خود تو در ضمنِ حکایت گوش دار

کہدیا پہلے سے بہتر رازِ یار   خود کر اب ضمنِ حکایت میں شمار

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ہے یہی بہتر کہ رازِ دلبراں ٤   دوسروں کے تذکرے میں ہو بیاں

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول   بازگو رنجم مدہ اے بوالفضول

روح بولی، کشف و عریانی قبول   پھر سنا مجھ کو نہ دے رنجِ فضول

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من   می نگنجم با صنم در پیرہن

ہاں اٹھا پردہ، کھل کر کر بیاں   رہ کے ساتھ اس کے سماؤں اب کہاں

گفتم ار عریاں شود او در عیاں   نے تو مانی نے کنارت نے میاں

میں یہ کہتا ہوں وہ ہو عریاں اگر   تو ہو باقی اور نہ آغوش و کمر ٤

آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ   بر نتابد کوہ را یک برگِ کاہ

آرزو کر لیکن اندازے کے ساتھ   کوہ کیا اٹھیگا اک پتے کے ہاتھ

آفتابے کز وے ایں عالم فروخت   اندکے گر بیش آید جملہ سوخت

ہے یہ جس سورج سے دنیا کو ضیا   اک ذرا بھڑکے تو دے سب کچھ جلا

تا نگردد خونِ دل جانِ جہاں   لب ببند و دیدہ بر بند ایں زماں

خونِ دل جب تک نہ ہو جانِ جہاں   ہونٹ سی لے۔ بند کر لے انکھڑیاں

بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو   بیش ازیں از شمسِ تبریزی مگو

اب بہت آشوب و خونریزی نہ کر   شرحِ حالِ شمسِ تبریزی نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو   رو تمام آں حکایت باز گو

یہ ہے بے پایاں سرے سے کر بیاں
ہاں سنا دے پھر وہی سب داستاں

طبیب اور کنیز

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد وز دروں ہمداستانِ شاہ شد
جب طبیب اس بات سے آگہ ہوا بادشہ سے اس طرح کہنے لگا

گفت اے شہ خلوتے کن خانہ را دُور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
مجھ کو ہے درکار اک خلوت سنو اپنا بیگانہ جہاں کوئی نہ ہو

کس ندارد گوش در دہلیز ہا تا بپرسم از کنیزک چیز ہا
کوئی دالاں پر نہ رکھے اپنا کان میں مریضہ کی سنوں گا داستان

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں تا بپرسد از کنیزک او فسوں
شاہ نے اس گھر کو خالی کر دیا تا کنیزک کا فسوں ہو برملا

خانہ خالی کرد و یک دیار نہ جز طبیب و جز ہماں بیمار نہ
سب نے فوراً کر دیا خالی وہ گھر صرف اک بیمار تھا اک چارہ گر

نرم نرمک گفت شہرِ تو کجاست کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست
پوچھا اس سے ہے کہاں تیرا وطن کیونکہ ہے سب کا جداگانہ چلن

و اندراں شہر از قرابت کیستت خویشی و پیوستگی با چیستت
کس سے ہے اس شہر میں رشتہ ترا کس کی ہے تو خویش، کس کی آشنا

دست بر نبضش نہاد و یک بیک باز می پرسید از جورِ فلک
ہاتھ رکھ کر نبض پر وہ ایک ایک پوچھتا تھا اس سے اسکا زشت و نیک

چوں کسے را خار در پایش خلد پائے خود را بر سرِ زانو نہد
جب کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھے پاؤں کو وہ اپنے زانو پر رکھے

وز سرِ سوزن ہمی جوید سرش ور نیابد میکند بالب ترش
ڈھونڈتا ہے پھر سوئی سے اسکا سر جب نہیں ملتا، تو لب کرتا ہے تر

خار در پا شد چنیں دشوار یاب ‏ — ‏ خار در دل چوں بود وا دہ جواب
پاؤں میں کانٹے سے ہو جب یہ خلش ‏ — ‏ پھر بتاؤ خار دل کی کیا تپش ؟

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے ‏ — ‏ کے غماں را دست بودے بر کسے
دیکھ سکتا خار دل ہر اک اگر ‏ — ‏ غم نہ یوں پڑتے جہاں کی جان پر

کس بزیرِ دمِ خر خارے نہد ‏ — ‏ خر نداند دفع او بر می جہد
زیرِ دمِ خر جو رکھے کوئی خار ‏ — ‏ تو گدھا اُچھلے سمجھ کر ناگوار

خر ز بہر دفع خار از سوز و درد ‏ — ‏ جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
درد جب کرتے ہیں پھر لتیوں سے زخم ‏ — ‏ ہے لگاتا جسم پر لاتوں سے زخم

آں لگد کے دفع خارِ او کند ‏ — ‏ حاذقے باید کہ بر مرکز تند
خار کو کب لاتیں کر سکتی ہیں دُور ‏ — ‏ ہاں کوئی حاذق جو پہنچے تو ضرور

بر جہد واں خار محکم تر کند ‏ — ‏ عاقلے باید کہ خارے بر کند
دوڑ کر جلدی اکھاڑے خار کو ‏ — ‏ جو ہے عاقل وہ نکالے خار کو

آں حکیم خار چیں[۱] استاد بود ‏ — ‏ دست می زد جا بجا می آزمود
وہ حکیم خار چیں اُستاد تھا ‏ — ‏ دیکھتا تھا ہاتھ رکھ کر جا بجا

زاں کنیزک بر طریق راستاں ‏ — ‏ باز می پرسید حال داستاں
دوست بن کر اور ہو کر مہرباں ‏ — ‏ پوچھتا تھا اس سے دل کی داستاں

با حکیم او رازہا می گفت فاش ‏ — ‏ از مقام و خواجگان و شہر تاش
چارہ گر سے کہہ رہی تھی وہ کنیز ‏ — ‏ حال شہر و خادم و خویشاں و عزیز

سوئے قصہ گفتنش می داد گوش ‏ — ‏ سوئے نبض و جستنش می داشت ہوش
سن رہا تھا سارا قصہ وہ طبیب ‏ — ‏ انگلیوں کو نبض کے رکھ کر قریب

۱؎ کانٹے چننے والا۔ تسکین دینے والا - آسودہ کرنے والا۔

تا کہ نبض از نام کہ گردد جہاں — او بود مقصود جانش در جہاں
تاکہ جس کے نام پر ہو نبض تیز — سمجھے وہ مقصودِ جانِ شعلہ ریز

دوستانِ شہرِ خود را بر شمرد — بعد ازاں شہرِ دگر را نام برد
دوست گِن کر پہلے اپنے شہر کے — نام اُس نے اور شہروں کے لیے

گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش — در کدامیں شہر بودی تو بیش
پوچھا جب نکلی تو اپنے شہر سے — کس جگہ کتنے تھے پہلے دن ترے

نامِ شہرے گفت زاں ہم در گذشت — رنگِ رو و نبضِ او دیگر نگشت
نام اُس نے شہر کا تو لے دیا — رنگِ نبض و رُخ مگر ویسا رہا

خواجگان و شہرہا را یک بیک — باز گفت از جا و از نان و نمک
ذکرِ اہلِ شہر آیا یک بہ یک — پھر کہا کچھ قصۂ نان و نمک

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد — نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد
شہر شہر اور قصہ گھر گھر کا کہا — نبض و رخ کا بہ وہی عالم رہا

نبضِ او بر حالِ خود بُد بے گزند — تا بپرسید از سمرقندِ چو قند
نبض اپنے حال پر تھی استوار — آگیا نامِ سمرقند ایک بار

آہِ سرد برکشید آں ماہ رو — آب از چشمش رواں شد ہمچو جو
اُس نے کھینچی آہِ سرد اِکبارگی — جوئے اشک آنکھوں سے جاری ہوگئی

گفت بازرگانم آں جا آورید — خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید
بولی جب پہنچا ہمارا قافلہ — مول اِک زرگر نے مجھ کو لے لیا

در برِ خود داشت شش ماہ و فروخت — چوں بگفت ایں آتشِ غم برفروخت
چھ مہینے رکھ کے پھر بیچا مجھے — یہ کہا اور روئی فرطِ رنج سے

نبض جست و روئے سرخش زرد شد — کز سمرقندی زرگر فرد شد
نبض اُچھلی لال منہ پیلا ہوا — یادِ زرگر اور سمرقند آ گیا

چوں زرنجور آں حکیم ایں راز یافت ‏ ‏ اصلِ آں درد و بلا را باز یافت
چارہ گر کو جب ہوا معلوم حال ‏ ‏ کھل گئی اصلِ حقیقت بال بال

گفت کوئے او کدام ست و گذر ‏ ‏ او سرِ پل گفت و کوئے غاتفر
پوچھا وہ رہتا ہے کس جانب کدھر ‏ ‏ بولی پل پر درمیان غاتفر[۱]

گفت آنکہ آں حکیمِ با صواب ‏ ‏ آں کنیزک را کہ رستی از عذاب
از رہِ الطاف بولا وہ طبیب ‏ ‏ چھٹ گئی تو رنج سے اے خوش نصیب!

گفت دانستم کہ رنجت چیست زود ‏ ‏ در علاجت سحرہا خواہم نمود
تیری بیماری کا بھید اب کھل گیا ‏ ‏ سحر سے کرتا ہوں اب درماں ترا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من ‏ ‏ آں کنم با تو کہ باراں با چمن
خوش ہو بیں تجھ پر کرونگا بیش و کم ‏ ‏ باغ پر جو ابر کرتا ہے کرم

من غمِ تو می خورم تو غم مخور ‏ ‏ بر تو من مشفق ترم از صد پدر
میں ترا غمخوار ہوں تو غم نہ کھا ‏ ‏ باپ سے ہوں مہرباں تجھ پہ سوا

ہاں و ہاں ایں راز را با کس مگو ‏ ‏ گرچہ شاہ از تو کند بس جستجو
ہاں مگر اس بھید کو رکھنا نہاں ‏ ‏ بادشہ سے بھی نہ کرنا کچھ بیاں

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود ‏ ‏ آں مرادت زود تر حاصل شود
بھید تیرے دل میں گر پنہاں رہے ‏ ‏ جلد حاصل ہونگے سب ارماں تیرے

گفت پیغمبر ہر آں کو سر نہفت ‏ ‏ زود گردد با مرادِ خویش جفت
قولِ پیغمبر ہے، جو کھولے نہ راز ‏ ‏ وہ تمناؤں میں ہوگا سرفراز

دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود ‏ ‏ بعد ازاں سرسبزیِ بستاں شود
جب زمیں میں دانہ پنہاں ہو گیا ‏ ‏ پھر چمن بن کر نمایاں ہو گیا

---

[۱] سمرقند کے ایک محلے کا نام +

زر و نقرہ گر نبودندے نہاں
پرورش کے یافتندے زیر کاں
سونے اور چاندی اگر ہوتے نہاں
پرورش پھر کان میں پاتے کہاں

وعدہا و لطفہائے آں حکیم
کرد آں رنجور را ایمن ز بیم
چارہ گر نے وعدے کچھ ایسے کئے
بچ گئی لونڈی مرض کے خوف سے

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
ہیں حقیقی وعدے دل کی آب و تاب
ہیں مجازی وعدے وجہ اضطراب

وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نا اہل شد رنج رواں
وعدۂ اہل کرم ہے ایک گنج
وعدۂ نااہل بیشک جی کا رنج

وعدہ را باید وفا کردن تمام
ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
وعدے کرنے چاہئیں پورے تمام
جو نہ عامل اس پہ ہو ہے مرد خام

طبیب کا مرض کنیز کے متعلق بادشاہ کو اطلاع دینا

آں حکیم مہرباں چوں راز یافت
صورت رنج کنیزک باز یافت
بھید پا کر وہ حکیم مہرباں
اس کنیزک کا ہوا جب راز داں

بعد ازاں برخاست عزم شاہ کرد
شاہ را زاں شمۂ آگاہ کرد
اٹھ کے آیا روبروئے بادشا
اور اسے کچھ کچھ بتایا ماجرا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست
در چنیں غم موجب تاخیر چیست
اس سے پوچھا اب کریں تدبیر کیا
ایسے دکھ میں کیجئے تاخیر کیا

گفت تدبیر آں بود کاں مرد را
حاضر آریم از پئے ایں درد را
بولا یہ تدبیر ہے اس مرد کو
ہم یہاں بلوائیں پھر جو ہو سو ہو

قاصدے بفرست کاخبارش کند
طالب ایں فضل و ایثارش کند
حکم قاصد کو دیا کہہ دے اسے
شہ کے لطف و فضل پر تکیہ کرے

مرد زرگر را بخواں زاں شہر دُور	با زر و خلعت بدہ اورا غرور
مرد زرگر کو بلا کر شہر سے	خلعت و انعام شاہی اس کو دے
چوں بہ بیند سیم و زر آں بینوا	بہر زر گردد ز خان و ماں جُدا
دیکھ کر یہ سیم و زر وہ بے نوا	گھر سے ہو جائیگا بہر زر جدا
زر خرد را والہ و شیدا کند	خاصہ مفلس را اگر خوش رسوا کند
عقل کو زر والہ و شیدا کرے	خاص کر مفلس کو بس رسوا کرے
زر اگرچہ عقل می آرد و لیک	مرد عاقل باید اورا نیک نیک
مال و زر سے عقل بڑھتی ہے ولے	مرد وہ جو اس کے نقصاں سے بچے

شاہی قاصدوں کی روانگی

چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید	پند اورا از دل و از جاں گزید
جب سنی سلطاں نے تدبیر حکیم	کر لیا تسلیم اس کو وہ سلیم
گفت فرمانِ ترا فرماں کنم	ہرچہ گوئی آں چناں کن آں کنم
بولا تیرا حکم ہے حکم شہی	تو جو کچھ فرمائیگا ہوگا وہی
پس فرستاد آں طرف یک دو رسول	حاذقان و کافیان بس عدول
ایک دو قاصد گئے راہی ادھر	تھے جو دانا اور لائق خوب تر
تا سمرقند آمدند آں دو امیر	پیش آں زرگر ز شاہنشہ بشیر
پاس زرگر کے گئے دونوں امیر	اور دیا اسکو پیام دل پذیر
کاے لطیف استادِ کامل معرفت	فاش اندر شہرہا از تو صفت
تو بڑا استاد کامل ہے یہاں	سب یہاں ہیں مشہور تیری خوبیاں
نک فلاں شہ از برائے زرگری	اختیارت کرد زیرا مہتری
کی فلاں سلطاں نے بندہ پروری	تجھ کو بلوایا ہے بہر زرگری

اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم
چوں بیائی خاص باشی و ندیم

لے یہ خلعت، یہ زر و مال و منال
شاہ کی خدمت میں جا کر ہو نہال

مرد مال و خلعت بسیار دید
غرہ شد از شہر و فرزنداں برید

مال و خلعت دیکھ کر بے انتہا
ہو گیا بچوں سے وہ زرگر جدا

اندر آمد شادماں در راہ مرد
بے خبر کاں شاہ قصد جانش کرد

شاد شاد آیا وہ چل کر راہ راہ
کیا خبر تھی جان لے گا بادشاہ

اسپ تازی بر نشست و شاد تاخت
خونبہائے خویش را خلعت شناخت

عربی گھوڑے پر وہ بیٹھا اور چلا
خوں بہا کو سمجھا خلعت برملا

اے شدہ اندر سفر با صد رضا
خود بپائے خویش تا سوء القضا

کر رہا تھا طے سفر با صد رضا
اپنے ہی پاؤں سے وہ سوئے قضا

در خیالش ملک و عز و سروری
گفت عزرائیل رو آرے بری

تھا خیالوں میں عز و سروری
بولے عزرائیل - ہاں چل تو سہی

چوں رسید از راہ آں مرد غریب
اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب

راستہ طے کر کے پہنچا جب غریب
شاہ کے آگے اسے لایا طبیب

پیش شاہنشاہ بردش خوش بناز
تا بسوزد بر سر شمع طراز

آیا پیش شاہ وہ با فخر و ناز
جان دینے کو سر شمع[1] طراز

شاہ دید او را بسی تعظیم کرد
مخزن زر را بدو تسلیم کرد

دیکھ کر سلطان نے تعظیم کی
مال و دولت بخش کر تکریم کی

پس بفرمودش کہ بر سازد ز زر
از سوار و طوق و خلخال و کمر

پھر کہا سونے سے کر تیار جا
ٹیکا - کنگن - طوق - پازیب اور چھڑا

[1] کنیز سے مراد ہے۔

طراز ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام ہے +

ہم زانواعِ اوانے بے عدد — کاں جہاں در بزم شاہنشہ سزد
ایسے برتن خوبصورت تو بنا — بزم شاہنشاہ کو جو دیں سجا

زرگرفت آں مرد شد مشغولِ کار — بے خبر از حالتِ ایں کار زار
لے گئے سو تا وہ ہؤا مشغولِ کار — کچھ نہ تھا معلوم حالِ کار زار

پس حکیمش گفت اے سلطانِ مہ — آں کنیزک را باِیں خواجہ بدہ
بادشہ سے چارہ گر نے پھر کہا — اِس کو دے دو وہ کنیزِ مہ لقا

تا کنیزک در وصالش خوش شود — آبِ وصلش دفعِ ایں آتش شود
وصل سے اسکے مسرت پائیگی — آگ آبِ وصل سے بجھ جائیگی

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را — جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
دی کنیز اُس کو جو شہ نے بہ ملا — ایک کی صحبت میں آ با دوسرا

مدتِ شش ماہ می راندند کام — تا بہ صحت آمد آں دختر تمام
چھ مہینے تک رہے وہ شاد کام — صحت اس لونڈی نے پائی لا کلام

بعد ازاں از بہرِ او شربت بساخت — تا بخورد و پیشِ دختر می گداخت
چارہ گر نے اسکو اک شربت دیا — جسکو زرگر پیتے ہی گھلنے لگا

چونکہ زشتی ناخوش و رخ زرد شد — اندک اندک در دلِ او سرد شد
دیکھ کر اس کو خراب و خشک و زرد — رفتہ رفتہ دل ہؤا لونڈی کا سرد

عشقہائے کز پئے رنگے بود — عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق جو مانوس آب و رنگ ہے — عشق وہ ہرگز نہیں اک ننگ ہے

کاشکے آں ننگ بودے یکسری — تا نرفتے بروے آں بد داوری
کاش یکسر ننگ ہوتا یہ بلا — تاکہ زرگر پر نہ آتی یہ بلا

خوں دوید از چشم ہمچوں جوئے او — دشمنِ جانِ وے آمد روئے او
خون کی نہر آنکھوں سے بہنے لگی — اس کی صورت اس کی دشمن ہو گئی

دشمن طاؤس آمد پرّ او — اے بسا شہ را بکشتہ فرّ او

دشمن جاں نور کے ہیں اس کے پر — جان لے لیتا ہوں کی۔ ان کی کرّ و فر[۱]

گفت من آں آہوم کز ناف من — ریخت آں صیاد خون صاف من

بولا زرگر "میں ہرن تھا مشک بو" — ناف سے صیاد نے کھینچا لہو

اے من آں روباہ صحرا کز کمیں — سر بریدندم برائے پوستیں

لومڑی تھا میں کہ حیلے سے مرا — پوستیں بننے کو سر کاٹا گیا

اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں — ریخت خونم از برائے استخواں

تھا میں ہاتھی پیلباں نے خوں مرا — ہڈیوں کے واسطے سب لے لیا

آنکہ کشتستم پئے مادون من — می نداند کہ نخسپد خون من

خوں کیا ہے جسنے ناحق کے لئے — رنگ لائے گا نہیں معلوم اسے

بر من است امروز و فردا بر وے است — خون چوں من کس چنیں ضائع کے است

آج میرا ہے تو کل اسکا زیاں — خون میرا جائیگا کب رائگاں

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز — باز گردد سوئے او آں سایہ باز

سایہ ہے دیوار سے کتنی ہی دور — پھر سوئے دیوار آئیگا ضرور

ایں جہاں کوہ است و فعل ما ندا — سوئے ما آید نداہا را صدا

کوہ ہے دنیا عمل اپنے ندا — ہر صدا کو ہے ہمیں تک لوٹنا

ایں بگفت و رفت در دم زیر خاک — آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک

یہ کہا اور ہو گیا زرگر ہلاک — ہو گئی لونڈی ملال و غم سے پاک

زانکہ عشق مردگاں پایندہ نیست — زانکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست

دیرپا غم مرنے والوں کا نہیں — کیونکہ مردہ واپس آسکتا نہیں

---

[۱] شان و شوکت

عشقِ زندہ در رواں و در بصر	ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
عشق زندہ روح و ریحانِ نظر	ہر گھڑی غنچے سے بھی ہے تازہ تر
عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست	وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
عشق اُس سے کر کہ جسکو ہے بقا	جو پلاتا ہے شرابِ جاں فزا
عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیاء	یافتند از عشقِ او کار و کیا
عشق اُس سے کر کہ جس سے انبیاء	عشق کر کے ہو گئے کار آشنا
تو مگو ما را بداں شہ بار نیست	با کریماں کارہا دشوار نیست
یہ نہ کہہ کس کو وہاں تک بار ہے	کیا کرم والوں کو کچھ دشوار ہے؟

زرگر کی ہلاکت حکمِ ربانی سے تھی

کشتنِ آں مرد بر دستِ حکیم	نے پئے امید بود و نے ز بیم
چارہ گر کا مارنا اُس مرد کو	تھا نہ مطلب کے لئے لوگو سنو
او نکشتش از برائے طبعِ شاہ	تا نیامد امر و الہام از الٰہ
واسطے شہ کے نہ اُس کو مارتا	گر نہ آ جاتا اُسے حکمِ خدا
آں پسر را کش خضر ببرید حلق	سرِ آں را در نیابد عامِ خلق
خضرؑ نے کاٹا جو لڑکے کا گلا	بھید اسکا سب کو کب معلوم تھا
آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب	ہر چہ فرماید بود عینِ صواب
حق سے جو حاصل کرے وحی و خطاب	اُسکا ہر اک فعل ہے عینِ صواب
آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست	نائبست و دستِ او دستِ خدا ست
مار ڈالے یا جلا دے ہے روا	کیونکہ اُسکا ہاتھ ہے دستِ خدا

۱؎ بالکل درست - قطعاً صحیح ۔

همچو اسمٰعیلؑ پیشش سر بنہ　　شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
مثل اسمٰعیلؑ کر دے سر نثار　　جان اسکی تیغ پر ہنس ہنس کے وار

تا بماند جانت خنداں تا ابد　　ہمچو جان پاک احمد با احد
تا کہ تیری جان خوش ہو دائما　　جیسے حق سے جان پاک مصطفیٰؐ

عاشقاں جام فرح آنگہ کشند　　کہ بدست خویش خوباں شاں کشند
پیتے ہیں عشاق ساغر عیش کے　　قتل ہوں جب دلربا کے ہاتھ سے

شاہ آں خوں از پے شہوت نکرد　　تو رہا کن بدگمانی و نبرد
خون شہ نے بہر شہوت کب کیا　　بدگمانی چھوڑ اندیشہ اٹھا

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی　　در صفا غش کے ہلد پالودگی[1]
تو گماں کرتا ہے تھی آلودگی　　چھوڑتی ہے کھوٹ کب پالودگی

بگذر از ظن خطا اے بدگماں　　اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[2] را بخواں
بدگمانی خطا سے درگذر　　بدگمانی ہے گنہ کچھ غور کر

بہر آں ہست ایں ریاضت ایں جفا　　تا بر آرد کورہ از نقرہ جدا
اس لئے ہے سب یہ محنت اور جفا　　خاک سے چاندی کو تا کر لیں جدا

بہر آں ہست امتحان نیک و بد　　تا بجوشد بر سر آرد زر زبد
نیک و بد کا امتحاں ہے اس لئے　　میل اوپر لائے سونا جوش سے

گر نبودے کارش الہام الٰہ[3]　　او سگے بودے درانندہ نہ شاہ
گر ہوا ہوتا نہ الہام الٰہ　　وہ سگ دیوانہ کہلاتا نہ شاہ

[1] صفائی ۔ [2] قولہ تعالیٰ عزوجل: یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات) یعنی اے مسلمانو زیادہ بدگمانیاں نہ کیا کرو، اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ تک پہنچ جاتی ہیں ۔

[3] خدا کا حکم ۔

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا — نیک کرد او لیک نیک بد نما
شہوت و حرص و ہوا سے پاک تھا — اس نے نیکی کی تھی لیکن بد نما

گر خضر در بحر کشتی را شکست — صد درستی در شکست خضر ہست
توڑ ڈالی خضر نے دریا میں ناؤ — تھے مگر اس توڑنے میں سو بناؤ

وہم موسیٰ[4] با ہمہ نور و ہنر — شد ازاں محجوب تو بے پر مپر
وہم موسیٰؑ جس میں تھا نور و کمال — جب رہا ناقص تو تیری کیا مجال

آں گل سرخ است تو خونش مخواں — مست عقل ست او تو مجنونش مداں
پھول ہے وہ سرخ، خوں اسکو نہ جان — وہ ہے مست عقل اسے مجنوں نہ مان

گر بدے خون مسلماں کام او — کافرم گر بردمے من نام او
خون مسلم ہی جو ہوتا اس کا کام — ہوتا میں کافر جو لیتا اس کا نام

مے بلرزد عرش از مدح شقی — بدگماں گردد ز مدحش متقی
[5] عرش ہلتا ہے شقی کی مدح سے — متقی ہے بدگماں اس کے لئے

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود — خاص بود و خاصۂ اللہ بود
شاہ تھا اور شاہ بھی آگاہ تھا — خاص تھا اور خاصۂ اللہ تھا

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد — سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
جسکو اپنی سمت کھینچے گا خدا — سوئے تخت و جاہ کھینچے پھر ملا

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
لیکے آدھی جان دے جانیں ہزار — جو نہ آئے وہم میں دے وہ وقار

گر ندیدے سود او در قہر او — کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
قہر میں کچھ فائدہ ہوتا نہ گر — لطف حق کیوں قہر کرتا سر بسر

۵ حدیث نبوی ہے:- اذا مدح الشقی غضب الرب واھتز العرش - یعنی جب کسی شقی کی تعریف کی جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ غضب میں آجاتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے*

طفل می لرزد ز نیش احتجام　　مادر مشفق دراں غم شادماں
نائی کے نشتر سے بچہ کانپ اٹھے　　شاد کام اس غم میں لیکن ماں رہے

تو قیاس از خویش می گیری ولیک　　دور دور افتادہ بنگر تو نیک
خود تو کر لیتا ہے جو چاہے قیاس　　دور کیوں جاتا ہے۔ آجا میرے پاس

پیشتر آ تا بگویم قصۂ　　بو کہ یابی از بیانم حصۂ
پہلے اک قصہ سناؤں میں تجھے　　شاید اس سے کچھ پتہ تجھکو لگے

بنیے اور طوطی کا قصہ

بود بقالے مر او را طوطیے　　خوش نوا و سبز گویا طوطیے
پاس اک بنیے کے طوطی ایک تھا　　خوش کلام و سبز رنگ و خوش نوا

بر دکاں بودے نگہبان دکاں　　نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں
وہ دکاں پر تھا نگہبان دکاں　　گاہکوں سے باتیں کرتا بے گماں

در خطاب آدمی ناطق بدے　　در نوائے طوطیاں حاذق بدے
آدمی کو بھی وہ لیتا تھا پکار ہے　　مثل طوطی رہتا تھا وہ نغمہ بار

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود　　بر دکاں طوطی نگہبانی نمود
گھر گیا تھا ایک دن صاحب دکاں　　اور طوطی نے حفاظت کی وہاں

گربۂ برجست ناگہ از دکاں　　بہر موشے طوطیک از بیم جاں
ناگہاں چوہے پہ اک بلی گری　　خوف سے طوطی کی جاں پہ بن گئی

جست از صدر دکاں سوئے گریخت　　شیشہ ہائے روغن بادام ریخت
اک طرف بھاگی وہ اپنی جگہ سے　　روغن بادام کے شیشے گرے

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش　　بر دکاں بنشست فارغ شاد و خوش
گھر سے آیا لوٹ کر صاحب دکاں　　بیٹھا وہ اپنی دکاں پر شادماں

دید پر روغن دکان و جاش چرب
دیکھا روغن سے دکاں بالکل ہے تر

روزکے چندے سخن کوتاہ کرد
مار کھا کر ہو گیا طوطی خموش ہا

ریش بر میکند و می گفت اے دریغ
نوچتا تھا داڑھی اور کہتا تھا ہائے

دست من بشکستہ بودے آں زماں
ٹوٹ جاتا ہاتھ میرا اس گھڑی

ہدیہ ہا می داد ہر درویش را
نذریں دیتا تھا وہ ہر درویش کو

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار
تین دن اور رات سرگردان و زار

با ہزاراں غصہ و غم گشت جفت
غصہ و غم کھا کے کہتا تھا کہ اب

می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت
کرتا تھا اس کو شگفتہ گو ہزار

و می بدم می گفت از ہر در سخن
اس سے وہ ہر طرح کی کرتا تھا بات

بر امید آنکہ مرغ آید بگفت
اس تمنا میں کہ وہ بولے کبھی

ناگہانے جولقیے می گذشت
اک قلندر پھر جو گذرا راہ سے ہے

بر سرش زد گشت طوطی اکل ز ضرب

کر دیا طوطی کو گنجا مار کر

مرد بقال از ندامت آہ کرد

جس کی حجب سے گم ہوئے بنیے کے ہوش

کآفتاب نعمتم شد زیر میغ

چھپ گیا نعمت کا وہ خورشید وائے

چوں زدم من بر سر آں خوش زباں

میں نے جب طوطی کے سر پہ ضرب دی

تا بیابد نطق مرغ خویش را

تا بلا دے طوطی دل ریش کو

بر دکاں بنشستہ بد نومید وار

بیٹھا وہ اپنی دکاں پر بے قرار

کاے عجب ایں مرغ کے آید بگفت

کس طرح بولے یہ طوطی ہے عجب

وز تعجب لب بدنداں می گرفت

دابتا تھا منہ میں انگلی بار بار

تا کہ باشد کاندر آید در سخن

تھا ہنسی سے شاید اسکو ہو نجات

چشم اورا با صور می کرد جفت

اسکو تصویریں دکھاتا تھا نئی

با سرے بے مو بسان طاس و طشت

سر تھا گنجا اور مشابہ طشت کے

طوطی اندر گفت آمد در زماں	بانگ برشے زد بگفتش در عیاں ۱
اس گھڑی طوطی یکایک بول اٹھا	بول بلا کر اسکو وہ کہنے لگا
کز چہ اے کل با کلاں آمیختی	تو مگر از شیشہ روغن ریختی
سن تو گنجے تو بھی گنجوں سے ملا ہے	تو نے بھی کیا لنڈھایا تیل کا
از قیاسش خندہ آمد خلق را	کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
آئی ان باتوں سے لوگوں کو ہنسی	کیسی کچھ گنجے سے اس نے بات کی
کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
پاک لوگوں پر قیاس اپنا نہ کر	شیر لکھنے میں ہے مثل شیر اگر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد
لوگ سارے اس لئے گمراہ ہیں	کم ہیں جو ابدال سے آگاہ ہیں
ہمسری با انبیاء برداشتند	اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
انبیاءؑ سے کر رہے ہیں ہمسری	اولیاء اپنے سے سمجھے آدمی
لہ گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر	ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
کہ دیا تم بھی بشر ہم بھی بشر	ایک سی رکھتے ہیں دونوں خواب خور
ایں ندانستند ایشاں از عمی	ہست فرقے درمیاں بے منتہا
یہ نہ سمجھے آہ وہ کوتاہ بیں ہیں	فرق ہے مانند افلاک و زمیں
ہر دو گوں زنبور خوردند از محل	لیک شد زاں نیش زاں دیگر عسل
بھڑ نے اور مکھی نے رس اک جا لیا	ایک سے نیش اور شہد اک سے بنا
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب	زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
دو ہرن پیتے ہیں پانی ایک جا	ایک سے مشک ایک سے گوبر بنا

لہ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی کافروں نے انبیاءؑ سے کہا کہ تم بھی ہماری ہی طرح انسان ہو۔ (اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں)۔ سے ۵۲ ڈنک ۔

هر دو نے خوردند از یک آبخور ۔۔۔ آں یکے خالی و آں پُر از شکر

گو بڑھے تھے پاس دونوں ایک جا ۔۔۔ ایک میں شکر تھی خالی دوسرا

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں ۔۔۔ فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

ایسی ہی لاکھوں مثالیں ہیں گواہ ۔۔۔ جنمیں ستر سال کا ہے فرق راہ

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا ۔۔۔ واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ جو کھائے۔ تو ہو پیدا گندگی ۔۔۔ وہ جو کھائے تو بنے نور الٰہی

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد ۔۔۔ واں خورد زاید ہمہ نورِ احد

یہ جو کھائے تو بڑھے بخل وحسد ۔۔۔ وہ جو کھائے۔ تو ملے نورِ احد

ایں زمیں پاک و آں شورست و بد ۔۔۔ ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دد[۱]

یہ زمیں ہے پاک وہ خطہ ہے بد ۔۔۔ یہ فرشتہ اور وہ ہے دیو و دد

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست ۔۔۔ آب تلخ و آب شیریں را صفاست

صورتیں دونوں رہیں تو ہے بجا ۔۔۔ میٹھے، کھاری دونوں پانی ہیں صفا

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب ۔۔۔ او شناسد آب خوش از شورہ آب

صاحب ذوق اس سے ہے صرف آشنا ۔۔۔ تلخ و شیریں آب کو ہے جانتا

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم ۔۔۔ شہد را ناخوردہ کے داند ز موم

جو ہے اہل ذوق، وہ ہے جانتا ۔۔۔ شہد کو ہے موم سے پہچانتا

سحر را با معجزہ کردہ قیاس ۔۔۔ ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس

معجزے کو سحر پر کرکے قیاس ۔۔۔ مکر پر دونوں کی رکھدی ہے اساس[۲]

ساحراں با موسیٰ از استیزہا ۔۔۔ برگرفتہ چوں عصائے او عصا

جب لڑے موسیٰؑ سے ساحر بے نوا ۔۔۔ اک عصا ان کے عصا سا لے لیا

---

۱ شیطان وحیوان ۔

۲ بنیاد ۔

زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف ۔ زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف

اِس عصا اور اُس عصا میں فرق ہے ۔ اِس عمل اور اُس فضا میں فرق ہے

لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا ۔ رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا

اس عمل پر لعنتیں اللہ کی ہے ۔ اُس عمل پر رحمتیں اللہ کی

کافراں اندر مری بوزینہ طبع ۔ آفتے آمد درون سینہ طبع

فطرت کفار بندر کی سی تھی ۔ وہ طبیعت سینے میں آفت بنی

ہرچہ مردم می کند بوزینہ ہم ۔ آں کند کز مرد بیند دمبدم

کرتے ہیں بندر بھی نقل آدمی ۔ دیکھ لیتے ہیں جو کرتے ہیں وہی

او گماں بردہ کہ من کردم چو او ۔ فرق را کے بیند آں استیزہ جو

جانتے ہیں نقل کر لی بالیقیں ۔ فرق وہ محسوس کر سکتے نہیں

ایں کند از امر واں بہر ستیز ۔ بر سر استیزہ رویاں خاک بیز

حکم سے کرتا ہے اک حرص سے ۔ خاک اہل حرص پر تو ڈال دے

آں منافق با موافق در نماز ۔ از پئے استیزہ آید نے نیاز

ہو موافق سے منافق ہم نماز ۔ آئیگا لڑنے کو نے بہر نیاز ہے

در نماز و روزہ و حج و زکات ۔ با منافق مومناں در برد و مات

ہو نماز و روزہ یا حج و زکات ۔ سب میں مومن سے منافق کو ہے مات

مومناں را برد باشد عاقبت ۔ با منافق مات اندر آخرت

مومنوں کی بُرد کیا ہے؟ عاقبت ۔ دوسروں[1] کی مات کا گھر آخرت

گرچہ ہر دو بر سر یک بازیند ۔ لیک باہم مرغزی و رازیند

کھیل ان دونوں کے ہیں گو ایک سے ۔ مرغزی[2] یہ ہے وہ رازی[3] ہے ولے

[1] منافقوں کی۔ [2] شہر مرو کا رہنے والا۔
[3] رے کا رہنے والا۔

هر یکے سوئے مقامِ خود رود ‌ هر یکے بر وفق نامِ خود رود
دونوں اپنی اپنی جانب جائیں گے ‌ اپنے اپنے نام کو چمکائیں گے

مؤمنش خوانند جانش خوش شود ‌ ور منافق تند و پر آتش شود
جب کہیں مومن تو خوش ہو اسکی جاں ‌ ہو منافق کہنے سے ناشاد ماں

نامِ آں محبوب از ذاتِ وے[1] است ‌ نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ ویست
اُسکا نام اس ذات[1] سے محبوب ہے ‌ اِسکا نام آفات سے مغلوب ہے

میم و واو و میم و نوں تشریف نیست ‌ لفظِ مومن جز پئے تعریف نیست
میم و واؤ و میم و نوں نا توصیفِ خاص ‌ لفظ مومن میں ہے اک تعریفِ خاص

گر منافق خوانیش ایں نامِ دوں ‌ ہمچو کژدم می خلد در اندروں
ہے مگر لفظ منافق کا یہ حال ‌ دل میں چبھ جاتا ہے بچھو کی مثال

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ است ‌ پس چرا در وے مذاقِ دوزخ است
گر نہیں مشتق جہنم سے یہ نام ‌ کیوں مذاقِ دوزخ اس میں ہے تمام

زشتیِ ایں نامِ بد از حرف نیست ‌ تلخیِ آں آبِ بحر از ظرف نیست
حرف سے اِس نام کی زشتی نہیں ‌ تلخ پانی ظرف سے بھی ہے کہیں

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب ‌ بحرِ معنی عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَاب
حرف ہیں جوں ظرف معنی مثلِ آب ‌ ہے سمندر کی مثل اُمُّ الکِتَاب[2]

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہم عناں ‌ در میاں شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
تلخ و شیریں بحر دونوں ہیں رواں ‌ بیچ میں ہے حدِ حاصل اک عیاں

[1] ذاتِ خدا سے ۔ [2] قولہ تعالیٰ عزوجل یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابُ (رعد) یعنی خدا بعض چیزوں کو لوح سے محو کر دیتا ہے اور بعض کو ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے ۔
[3] قولہ تعالیٰ عزوجل مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ یعنی

دانکہ ایں ہر دو زیک اصلے رواں	در گذر زیں ہر دو تا معنیٔ آں
چونکہ یہ دونوں ہیں اصلاً خود رواں	ان کے معنی تک پہنچ جا بے گماں
زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار	بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار
یہ ہے خالص یا ہے سو تا میل دار	بے کسوٹی کے نہ ہوگا اعتبار
ہر کرا در جاں خدا بنہد محک	ہر یقیں را باز داند او ز شک
روح کی جس کو کسوٹی دے خدا	شک کی جا اُس میں یقیں بھر جائیگا
آنچہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ	آں کسے داند کہ پُر بود از وفا
پوچھ دل سے کہ رہے ہیں مصطفیٰ	اس کو وہ سمجھے جو ہو اہلِ وفا
در دہانِ زندہ خاشاک ار جہد	آنگہ آرام کہ بیرونش نہد
زندہ کے منہ میں جو تنکا جا پڑے	گر نہ تھوکے چین کب آئے اسے
در ہزاراں لقمہ یک خاشاک خرد	چوں در آمد حسِ زندہ پے ببرد
سیکڑوں لقموں میں تنکا مختصر	پڑتے ہی زندہ کی حس کو ہو خبر
حسِ دنیا نردبانِ ایں جہاں	حسِ عقبیٰ نردبانِ آسماں
ہے جہاں کی نردباں دنیا کی حس	آسماں کی نردباں عقبیٰ کی حس
صحتِ ایں حس بجوئید از طبیب	صحتِ آں حس بجوئید از حبیب
صحت اِس حس کی سمجھتے ہیں طبیب	جانتا ہے صحت اُس حس کی حبیب

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۷) ایک ہی طرف دو دریا ملتے اور متصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُن کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ بہم نہیں ہو سکتے ۔

سلہ حدیث شریف میں ہے کہ :- استفت علیک ولو افتاک المفتون - یعنی فتویٰ اپنے دل سے لے۔ مفتی تجھے فتویٰ دیں یا نہ دیں۔ اس لئے کہ دل خدا کا آئینہ ہے ۔

صحتِ ایں حس ز معموریِ تن	صحتِ آں حس ز تخریبِ بدن
صحت اس حس کی ہے بس تن پروری	صحت اُس حس کی ہے خواری جسم کی
شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند	بعد ویرانیش آباداں کند
جسم کو کرتا ہے ویراں شاہِ جاں ۔	کر کے ویراں پھر بساتا ہے جہاں
اے خنک جانے کہ بہرِ عشق حال	بذل کرد او خانمان و ملک و مال
وہ مبارک ہے جو بہرِ عشق حال	سب لُٹا دیتا ہے گھر اور ملک و مال
کرد ویراں خانہ بہرِ گنج و زر	وز ہماں گنجش کند معمور تر
گھر کرے ویراں برائے گنج و زر	پھر اسی زر سے کرے معمور تر
آب را ببرید و جُو را پاک کرد	بعد ازاں در جو رواں کرد آبِ خورد
پانی گندہ حوض کا کاٹا گیا ۔	پھر اُسے شفاف پانی سے بھرا
پوست را بشگافت پیکاں را کشید	پوستِ تازہ بعد ازانش بر دمید
کھال چیری اور لیا پیکاں نکال	آ گئی پھر اُس پہ تازہ اور کھال
قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد	بعد ازاں بر ساختش صد برج و سد
لے کے کافر سے اجاڑا قلعے کو ۔	خود بنا کر پھر سجایا قلعے کو ۔
کارِ بیچوں را کہ کیفیت نہد	اینکہ گفتم ہم ضرورت می دہد
شرح کیونکر ہو خدا کے کام کی	یہ جو کچھ میں نے کہا، تھا لازمی
گہ چنیں بنماید و گہ ضد ایں	جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں
گاہ یوں اور گاہ ووں ہے کارِ دیں ۔	حیرتیں ہی حیرتیں ہیں بالیقیں
نے چناں حیراں کہ پشتش سوئے اوست	بل چنیں حیرانِ غرق و مستِ دوست
اس سے بے پروائی حیرانی نہیں	بلکہ ہونا مست اور غرقِ یقیں

لہ یہ حیرانی کی وہ منزل ہے جہاں آکر طالب مولا فنا فی الذات ہو جاتا ہے ۔

آں یکے را روئے او شد سوئے دوست	ویں یکے را روئے او خود روئے اوست
ایک کا رخ دوست کی جانب ہوا	دوسرے کا رخ بنا روئے خدا
روئے ہر یک می نگر می دار پاس	بو کہ گردی تو ز خدمت رو شناس
سب کے منہ کو دیکھ اور پھر غور کر	خدمت حق کی لئے تا کچھ نبسر
چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نشاید داد دست
ہاں بہت ابلیس ہیں انساں نما	ہاتھ سے ہر ہاتھ میں دینا خطا ہے
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر	تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
بول کر صیاد بولی مرغ کی	جال میں لاتا ہے چڑیوں کو کبھی
بشنود آں مرغ بانگ جنس خویش	از ہوا آید بیابد دام پیش
مرغ سنتا ہے وہ بانگ دل پذیر	حرص سے ہوتا ہے پھندے میں اسیر
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں	تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
سن کے درویشوں کی باتیں مرد دوں	اچھے اچھوں پر ہے کر دینا فسوں
کار مرداں روشنی و گرمی است	کار دوناں حیلہ و بے شرمی است
کام ہے مردوں کا گرمی، روشنی	مکر و بے شرمی ہے خصلت دون کی
شیر پشمیں از برائے کد کنند	بو مسیلم را لقب احمدؐ کنند
شیر کی لیں کھال مکر و کد کریں	بو مسیلم کا لقب احمدؐ کریں -
بو مسیلم را لقب کذاب ماند	مر محمدؐ را اولو الالباب ماند
بو مسیلم کا لقب کاذب رہا	اور محمدؐ صادق و عاقل ہوا
آں شراب حق ختامش مشک ناب	بادہ را ختمش بود گند و عذاب

ہیں شراب حق پہ مہریں مشک کی
اور اِس سے پر عذاب دائمی

یہودیوں کے بادشاہ کی داستان

بود شاہے از جہوداں ظلم ساز	دشمن عیسیٰؑ و نصرانی گداز
تھا یہودی ایک ظالم بادشاہ	عیسیٰؑ اور نصرانیوں کا کینہ خواہ
شاہ احول کرد در راہِ خدا	آں دو دمسازِ خدائی را جدا
گویا وہ بھینگا خدا کی راہ میں تھا	دوسرے کو ایک سے سمجھا جدا
گفت استاد احولے را کاندرا	رو بروں آر از وثاق آں شیشہ را
ایک بھینگے سے کہا استاد نے	لا اس آئینے کو جیبکر سامنے
چوں درون خانہ احول رفت زود	شیشہ پیش چشم او دو می نمود
گھر کے اندر جبکہ وہ بھینگا گیا	دو نظر آیا اسے ایک آئینا
گفت احول زاں دو شیشہ تا کدام	پیش تو آرم بکن شرحے تمام
بولا وہ بھینگا کہ دو ہیں آئینے	کونسا لاؤں بتا تو دیجئے ؟ ؟
گفت استاد آں دو شیشہ نیست رو	احولی بگذار و افزوں بیں مشو
دو نہیں شیشے کہا استاد نے	بھینگے پن سے دیکھنا تو چھوڑ دے
گفت اے استا مرا طعنہ مزن	گفت استا زاں دو یک را بر شکن
جب کہا اس نے نہ دو طعنے مجھے	بولا استاد ایک کو جا توڑ دے
چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم	مرد احول گردد از میلان و خشم
ایک کو توڑا تو دونوں چھپ گئے	آدمی ہوتا ہے احول خشم سے
شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود	چوں شکست آں شیشہ را دیگر نبود
ایک تھا شیشہ تو دو کی دید تھی	ایک جب ٹوٹا دوئی جاتی رہی
خشم و شہوت مرد را احول کند	ز استقامت روح را مبدل کند
غصہ و شہوت سے بھینگا آدمی	چھوڑتا ہے استقامت روح کی

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
جب غرض آئی ہنر پنہاں ہوا　اک حجاب آنکھوں سے دل تک آ پڑا

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار　کے شناسد ظالم از مظلوم زار
جبکہ رشوت پر ہو قاضی کا مدار　ظالم و مظلوم کا ہو کیا شمار !!

شاہ از حقدِ جہودانہ چناں　گشت احول کالاماں یارب اماں
شاہ کینے سے یہودیت کے ہاں　یوں ہوا بھینگا کہ یارب الاماں

صد ہزاراں مومنِ مظلوم کشت　کہ پناہم دینِ موسیٰ را و پشت
جان سے عیسائی لاکھوں مار کر　دینِ موسیٰؑ کی وہ بنتا تھا سپر

بادشاہ کے فریبی وزیر کا قصہ

او وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ　کو بر آب از مکر بربستے گرہ
شاہ کا تھا اک وزیرِ پُر دغا　جو گرہ پانی میں دیتا تھا لگا

گفت ترسایاں پناہِ جاں کنند　دینِ خود را از ملک پنہاں کنند
بولا اب عیسائی لیتے ہیں پناہ　اپنے مذہب کو چھپا کر بادشاہ

با ملک گفت اے شہِ اسرار جو　کم کش ایشاں را و دست از خوں بشو
جانتا ہے تو جو سارا ماجرا　قتل سے عیسائیوں کے ہاتھ اٹھا

کم کش ایشاں را کہ کشتن سود نیست　دین ندارد بوئے مشک و عود نیست
قتل کرنا ان کا اب بے سود ہے　دین میں کیا بوئے مشک و عود ہے

سرِ پنہاں ست اندر صد غلاف　ظاہرش با تست و باطن برخلاف
راز پوشیدہ ہے پردے میں نہاں　سامنے ظاہر ہے، باطن ہے نہاں

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست　چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست
شاہ بولا پھر ہے اب تدبیر کیا　چارہ کیا اس مکر اس تزویر کا

تا نماند در جہاں نصرانیے ۔ نے ہویدا دین و نے پنہانیے
تا نہ باقی کوئی عیسائی رہے ۔ ظاہر و پوشیدہ دنیا کے لئے ؂

گفت اے شہ گوش و دستم را ببر ۔ بینی ام بشگاف و لب از حکم مر
بولا اے سلطاں اگر ہے یہ گماں ۔ کاٹ میری ناک لب ہاتھ اور کان

بعد ازاں در زیر دار آور مرا ۔ تا بخواہد یک شفاعت گر مرا
مجھ کو سولی پر چڑھادے بے خطر ۔ پھر کرے کوئی سفارش زود تر

بر منادی گاہ کن ایں کار تو ۔ بر سر راہے کہ باشد چار سو
عام رستے پر ہوں سب یہ سختیاں ۔ جن سے رستے چار ہوتے ہوں رواں

آنگہم از خود بران تا شہر دور ۔ تا در اندازم در ایشاں صد فتور
پھر مجھے تو شہر سے کر اپنے دور ۔ پھر میں ان میں جاکے ڈالونگا فتور

چوں شوند آں قوم از من دین پذیر ۔ کار ایشاں سر بسر شور پادہ گیر
دین کی سمجھینگے مجھ سے عظمتیں ؂ ۔ کام میں ان کے پڑینگی شورشیں

درمیاں شاں فتنہ و شورے فگنم ۔ کاہناں خیرہ شوند اندر فنم
ڈال دونگا ان میں جھگڑا اور فساد ۔ مجھ سے شرمائینگے کاہن[1] بدنہاد

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں ۔ آں نمی آید کنوں اندر بیاں
ہو گی جو نصرانیوں کے ساتھ چال ۔ اُسکا ہے اسوقت کر دینا محال

چوں شمارندم امین و راز داں ۔ دام دیگر گوں نہم در پیش شاں
مجھ کو جانینگے امین و راز داں ۔ ان پہ پھیلاؤنگا جال اک ناگہاں

وز حیل لفز بہم ایشاں را ہمہ ۔ و اندر ایشاں افگنم صد دمدمہ
حیلہ سے دیکر انہیں اکثر فریب ۔ شر سے میں کر دونگا ان کو بے شکیب

[1] وہ لوگ جو کفار میں غیب کا حال بتاتے تھے۔ نجومی۔ رمال وغیرہ ؂

تا بدست خویش خونِ خویشتن | بر زمیں ریزند کوته شد سخن
تا بہائیں آپ ہی اپنا لہو | عیسوی دیں کے لئے وہ چارسو

پس بگویم من بسر نصرانیم | اے خدائے راز داں میدانیم
یوں کہونگا ان سے میں عیسائی تھا | جانتا ہے اسکو بس میرا خدا

شاہ واقف گشت از ایمانِ من | وز تعصب کرد قصدِ جانِ من
بادشہ کو جب ہوئی اس کی خبر | بن گیا وہ میرا دشمن سخت تر

خواستم تا دیں ز شہ پنہاں کنم | آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم
میں نے چاہا دیں چھپالوں شاہ سے | اور کہدوں دین پر ہوں آپکے

شاہ بوئے برد از اسرارِ من | متہم شد پیش شہ گفتارِ من
ہوگئی شہ کو خبر اس راز کی | متہم روداد میری ہوگئی

گفت گفتِ تو چو در نان سوزن ست | از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
بولا تیری بات ہے سوزن[15] میں نان | چھید سا ہے دو دلوں کے درمیاں

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو | حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
دیکھتا اس چھید سے ہوں تیرا حال | حال کو دیکھوں سنوں کیا تیرا قال

گر نبودے جانِ عیسیٰ چارہ ام | او جہودانہ بکردے پارہ ام
روحِ عیسیٰؑ گر نہ ہوتی چارہ گر | وہ یہودی پھینک دیتا کاٹ کر

بہرِ عیسیٰ جاں سپارم سر دہم | صد ہزاراں منتش بر جاں نہم
بہرِ عیسیٰؑ جان بھی دوں سر بھی دوں | اس کے لاکھ احسان جینے پر رکھوں

جاں دریغم نیست از عیسیٰ ولیک | واقفم بر علمِ دینش نیک نیک
جان عیسیٰؑ سے نہیں پیاری مگر | اسکے علمِ دیں سے کچھ ہوں باخبر

[15] سُوئی میں روٹی یعنی محال ۔

حیف می آید مرا کاں دینِ پاک	درمیانِ جاہلاں گردد ہلاک
مجھ کو ہے افسوس ایسا دینِ پاک	جاہلوں میں پڑ کے ہو جائے ہلاک
شکرِ یزداں را و عیسیٰؑ را کہ ما	گشتہ ایم ایں دینِ حق را رہنما
شکر ہے عیسیٰؑ کا اور اللہ کا ہے	ہم ہیں ایسے دینِ حق کے رہنما
وز جہود و از جہوداں رستہ ایم	تا بزنارا ایں میاں را بستہ ایم
اب یہودیت سے اس کی چھوٹ کر	باندھی ہے زنار سے اپنی کمر ہے
دور دورِ عیسیٰؑ ست اے مردماں	بشنوید اسرارِ کیشش او بجاں
یہ ہے لوگو دور، دورِ عیسوی	اُسکے مذہب کے سنو کچھ بھید بھی
چوں شما را ہم امین و مقتدا	سر نہادہ جملہ جویند اہتدا
جب امین و مقتدا بانیں گے وہ	پھر ہدایت کو مری مانیں گے وہ
چوں وزیر آں مکر را بر شہ شمرد	از دلش اندیشہ را کلی ببرد
مکر سے یہ بات جب اس نے کہی	بادشہ کے دل کو بھی اچھی لگی ہے
کرد با وے شاہ آں کارے کہ گفت	خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت
جو کہا تھا اس نے وہ شہ نے کیا	اور زمانہ اس پہ حیراں رہ گیا
کرد رسوا ایش میانِ انجمن	تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن
کر دیا رسوا سرِ محفل اسے ہے	مرد و زن سب اس سے واقف ہو گئے
راند او را جانبِ نصرانیاں	کرد دعوت شروع او بعد ازاں
پھر گیا وہ جانبِ نصرانیاں	اُس نے دی لوگوں کو دعوت بعد ازاں
چوں چناں دیدند ترسایانِ او	می شدند اندر غمِ او اشکبار
دیکھ کر عیسائی اسکا حالِ زار	غم سے ہوتے تھے سراسر اشکبار
حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر	از حسد می خیزد ایں ہا سر بسر
حالتِ دنیا یہی ہے اے پسر	یہ حسد کے ہیں نتیجے سر بسر

نصاریٰ کا وزیر کے پاس جمع ہونا

صد ہزاراں مرد ترسا سوئے او ۔۔۔ اندک اندک جمع شد در کوئے او[1]

جمع عیسائی ہوئے واں سو ہزار ۔۔۔ رفتہ رفتہ کوچے میں اُسکے بے شمار

او بیاں می کرد با ایشاں براز ۔۔۔ سِرّ انگلیون و زنّار و نماز

وہ بیاں کرتا تھا ان لوگوں سے راز ۔۔۔ معنیٔ انجیل و زنّار و نماز

او بیاں می کرد با ایشاں فصیح ۔۔۔ دائماً ز اقوال و افعالِ مسیح

اُن سے وہ کرتا تھا گفتارِ فصیح ۔۔۔ ذکرِ قول و ذکرِ افعالِ مسیحؑ

او بظاہر واعظِ احکام بود ۔۔۔ لیک در باطن صفیر و دام بود

وہ بظاہر واعظِ احکام تھا ۔۔۔ اور باطن میں صفیر[2] و دام تھا

بہر ایں معنی صحابہؓ از رسولؐ ۔۔۔ ملتمس بودند مکرِ نفسِ غول

تھا یہی باعث کہ اصحابِ نبیؐ ۔۔۔ پوچھتے رہتے تھے حالت نفس کی

کو چہ آمیزد ز اغراضِ نہاں ۔۔۔ در عبادتہا و در اخلاصِ جاں

کیا ملا دیتا ہے اغراضِ نہاں ۔۔۔ بہ خلوص و بندگی ہیں نا گہاں

فضلِ طاعت را نجستندے ازو ۔۔۔ عیبِ باطن را بجستندے کہ کو

فضل ظاہر کا نہ کرتے تھے سوال ۔۔۔ عیب باطن کی تھے کرتے دیکھ بھال

مو بمو و ذرّہ ذرّہ مکرِ نفس ۔۔۔ می شناسیدند چوں گل از کرفس

سن کے مکرِ نفس کا ایک ایک راز ۔۔۔ گھاس سے پھولوں کا کرتے امتیاز

گفت آں فصلے حذیفہؓ با حسنؒ ۔۔۔ تا بداں شد وعظ و تذکیرش حسن

کچھ حذیفہؓ[3] نے حسنؒ[4] سے تھے کہے ۔۔۔ جن سے وعظ ان کے بہت مقبول تھے

---

[1] نصاریٰ کو بلانے کی آواز * (نوٹ نمبر ۲ و ۳ صفحہ ۷۴ پہ ملاحظہ ہوں) *

موشگافانِ صحابہ جملہ شاں — خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں
نکتہ رس سارے صحابی آپ کے — دم بخود رہتے تھے ان کے وعظ سے

دل بدو دادند ترسایاں تمام — خود چہ باشد قوت تقلیدِ عام
اس کو دل دے بیٹھے عیسائی تمام — یہ ہے دیکھو قوت تقلیدِ عام

در درونِ سینہ مہرش کاشتند — نائبِ عیسیٰش می پنداشتند
بوکے دل میں بیج اس کے عشق کے — نائبِ عیسیٰؑ اسے کہنے لگے

او بسر دجال یک چشم لعین — اے خدا فریاد رس نعم المعین
وہ تو تھا اک تخم دجال لعین — اے خدا فریاد اے نعم المعین ۹۴

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا — ما چو مرغانِ حریص بے نوا
لاکھوں ہی ہیں دام و دانہ اے خدا — ہم ہیں مرغانِ حریص بے نوا

دمبدم پابستۂ دامِ تو ایم — ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
ہم ہیں ہر دم قید تیرے دام میں — باز یا سیمرغ جو کچھ بھی بنیں ۲

می رہانی ہر دمے مارا و باز — سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
تو رہا کرتا ہے کر کے سرفراز — خود ہی پھنس جاتے ہیں ہم اے بے نیاز

ما دریں انبار گندم می کنیم — گندم جمع آمدہ گم می کنیم
جمع ہم انبار میں گندم کریں — پھر اسی گندم کو اک دم گم کریں

می بنیدیشیم آخر ما بہوش — کایں خلل از گندم ست از مکرِ موش
سوچتے ہیں پھر بصد ہوش و عمل — گیہوں میں چوہے نے ڈالا ہے خلل

۹۲ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک مشہور صحابی کا نام ہے ۔

۹۳ حضرت حسن بصری ؒ جن کے وعظ نہایت مقبول اور مؤثر ہوتے تھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ حسنؓ سے مراد امام حسن علیہ السلام ہیں ۔ اور مترجم کے نزدیک یہی معتبر معلوم ہوتا ہے ۔

۹۴ اے سب سے اچھے مددگار ۔ خدا کی تعریف ہے ۔

موش تا انبار ما حفرہ زدہ است وز فنش انبار ما ویراں شدہ است
چوہے کے رخنے سے نقصاں ہو گیا جو کیا تھا جمع ویراں ہو گیا

اوّل اے جاں دفع شر موش کن وانگہ اندر جمع گندم جوش کن
پہلے اے دل بند کر چوہے کا گھر جمع گندم کے لئے پھر فکر کر

بشنو از اخبار آں صدر صدور لہ لا صلوٰۃ تمّ الّا بالحضور
سن حدیثوں میں یہ ہے قول حضورؐ کچھ نہیں ہوتی نماز بے حضور

گر نہ موشے دزد در انبار ماست گندم اعمال چل سالہ کجاست
چور چوہا گر نہیں گھر میں گھسا کون ہے گیہوں عمل کے کھا گیا

ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا جمع می ناید دریں انبار ما
تھوڑا تھوڑا صدق ہر دن کس لئے جمع ہو سکتا نہیں دل میں ترے

بس ستارہ آتش از آہن جہید وین دل سوزیدہ پذرفت و کشید
آگ کے تارے جو لوہے سے اڑے اس دل شوریدہ نے سب رکھ لئے

لیک در ظلمت یکے دزدے نہاں می نہد انگشت بر استارگاں
اس اندھیرے میں مگر اک چور بھی ہاتھ ان پر ڈال دیتا ہے کبھی

می کشد استارگاں را یک بیک تا کہ نفروزد چراغے بر فلک
ان ستاروں کو وہ دیتا ہے بجھا تا نہ پھیلے نور ان کا تا سما

چوں عنایاتت شود با ما مقیم کے بود بیمے ازاں دزد لئیم
گر عنایت ہم پہ تو مولا کرے چور سے کیا خوف پھر ہم کو رہے

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
سیکڑوں پھندے ہوں گو ہر ہر قدم تو جو اپنا ساتھی ہو پھر کیا ہے غم

لہ حدیث شریف میں ہے "لا صلوٰۃ الّا بحضور القلب" یعنی نماز حضور قلب کے ساتھ صحیح ہوتی ہے ۔

ہر شبے از دامِ تن ارواح را	می رہانی می‌کنی الواح را
دامِ تن سے روح کو ہر شب خدا	کھود کر الواح[1] کرتا ہے رہا
می رہند ارواح ہر شب زین قفس	فارغاں بے حاکم و محکوم کس
اس قفس سے اُڑ کے روحیں رات بھر	رہتی ہیں آزادِ مطلق سر بسر
شب ز زنداں بے خبر زندانیاں	شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
شب کو زنداں سے ہیں قیدی بے خبر	بے خبر دولت سے سلطاں کے پسر
نے غم و اندیشۂ سود و زیاں	نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نفع اور نقصان سے آزاد حال	ہے نہ کچھ اِسکا نہ کچھ اُسکا خیال
حالِ عارف ایں بود بے خواب ہم	گفت یزداں ہُمْ رُقُوْدٌ[2] ایں مرم
نیند بن بھی ہے یہی عارف کا حال	غار میں آرام سے ہیں کچھ رجال
خفتہ از احوالِ دنیا روز و شب	چوں قلم در پنجۂ تقلیبِ رب
رات دن دنیا میں تو ہیں محوِ خواب	پہ ہیں دستِ حق میں کلکِ انقلاب
آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم	فعل پندارد بہ جنبش از قلم
ہاتھ لکھنے میں نہیں جو دیکھتا	ہے قلم کو لکھنے والا جانتا

ا؎ جمع لوح کی۔ یعنی بدن کی تختیاں کھود کر +

۲؎ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔ (سورہ کہف) یعنی تو اصحابِ کہف کو بیدار خیال کرے گا، حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ یعنی عارف کا خواب بھی بیداری ہے +

۳؎ مطلب یہ ہے کہ عارفانِ الٰہی دنیا سے بے خبر خدا کے ہاتھ میں بالکل اُسی طرح ہیں جیسے مُردہ بدستِ زندہ۔ یا جیسے قلم خدا کے ہاتھ میں، جو چاہے لکھے، جدھر چاہے پھیر دے +

عارف اور خوابِ مرگ

شمۂ زیں حالِ عارف وانمود	خلق را ہم خوابِ حسّی در ربود
حالِ عارف کا ہوا جو کچھ بیاں	اس سے حسّی خلق سوتی ہے یہاں
رفتہ در صحرائے بیچوں جانِ شاں	روحِ شاں آسودہ و ابدانِ شاں
دشتِ ہُو میں جن کی جا پہنچی ہو جان	ان کے روح و جسم ہیں سب شادمان
تُرکِ روز آخر چو با زرّیں سپر	ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
تُرکِ[1] دن کالے کے سونے کی سپر	کافرِ شب کو کرے زیر و زبر
میل ہر جانے بسوئے تن بود	ہر تنے از روح آبستن بود
ملتفت ہوتی ہیں جانیں سوئے تن	روح کا ہوتا ہے حامل ہر بدن
از صفیرے باز دام اندر کشی	جملہ را در دام درد آوری کشی
دے کے تو آواز پھیلاتا ہے دام	دام میں کھنچتی ہے پھر دنیا تمام
چونکہ نورِ صبح دم سر بر زند	کرگسِ زرّینِ گردوں پر زند
صبح جب ہوتی ہے روشن کامیاب	پھڑ پھڑاتا ہے پر اپنے آفتاب
فالقُ الاصباح اسرافیل وار	جملہ را در صورت آرد زاں دیار
مثلِ اسرافیلؑ خلّاقِ جہاں	بخشتا ہے صورتیں سب کو یہاں
روحہائے منبسط را تن کند	ہر تنے را باز آبستن کند
پھر جدا روحوں کو کرتا ہے بدن	حاملِ ارواح ہو جاتے ہیں تن
اسپِ جانہا را کند عاری زِ زیں	سرِّ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ[2] ست ایں
چھوڑتے ہیں زین گھوڑے جان کے	خواب بھائی موت کا ہے - مان لے

[1] دن کو تُرک سے اور رات کو کافر سے تشبیہ دی ہے +

[2] جنابِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے: اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ

لیک ہر آنکہ روز آیند باز — برنہد بر پائے شاں بندِ دراز
دوسرے دن واپسی کے وقت پر — باندھتے ہیں پاؤں رسّی سے مگر

تاکہ روزش واکشند زاں مرغزار — وز چراگاہ آردشں در زیرِ بار
تاکہ پھر کھیتوں سے لوٹائے انہیں — اور نیچے زین کے لائے انہیں

کاش چوں اصحابِ کہف آں روح را — حفظ کردی یا چو کشتی نوح را
کاش رہ سکتی حفاظت میں یہ روح — مثلِ اہلِ کہف یا کشتیِ نوح

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش — وارہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش
ہوش و بیداری کے اِس طوفان سے — آنکھ کان اور دل کو ملتے راستے

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں — پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں
بے شمار اصحابِ کہف اِس دور کے — تیرے پہلو میں ہیں تیرے سامنے

غار با تو یار با تو در سرود — مُہر بر چشمست و بر گوشت چہ سود
یار بھی اور غار بھی ہے نغمہ گر — مہریں ہیں بر تیرے گوش و چشم پر

باز داں کز چیست ایں روپوشہا — ختمِ حق بر چشمہا و گوشہا
کیوں نہاں تجھ سے ہیں خود ہی غور کر — کیوں ہیں مُہریں آنکھ پر اور کان پر

خلیفہ اور لیلا کا سوال و جواب

گفت لیلا را خلیفہ کاں توئی — کز تو مجنوں شد پریشاں و غوی
پوچھا لیلا سے خلیفہ نے ۔ بتا! — قیس کو تو نے پریشاں کیوں کیا؟

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۰) وَلَا یَمُوْتُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ ۔ یعنی خواب موت کا بھائی ہے۔ اور جنّت میں رہنے والوں کو موت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سونا اور مرنا برابر ہے ۔ چونکہ جنّت والوں کے لیئے موت ناممکن ہے، اس لیئے اُن کے لیئے سونا بھی لازم نہیں آتا ۔

از دگر خوباں تو افزوں نیستی | گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
تو حسینوں سے مگر افزوں نہیں | بولی بس خاموش تم مجنوں نہیں

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا | ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
چشم مجنوں سے اگر تم دیکھتے | ہوتے اندازے ہمارے حسن کے

باخودی تو لیک مجنوں بیخودست | در طریق عشق بیداری بدست
تم ہو باخود اور مجنوں بے خبر | باخودی ہے منزل الفت میں شر

ہر کہ بیدارست او در خواب تر | ہست بیداریش از خوابش بتر
جو ہے بیدار اس پہ ہے اک نیند سی | اس کی بیداری ہے سونے سے بری

ہر کہ در خوابست بیداریش بہ | مست غفلت عین ہشیاریش بہ
سونے والے کی ہے بیداری ہی خوب | مست غفلت کی ہے ہشیاری ہی خوب

چوں بحق بیدار نبود جان ما | ہست بیداری چو دربندان ما
جب خدا کے ساتھ دلداری نہیں | نیند لو یا کی جاگ بیداری نہیں

جاں ہمہ روز از لگدکوب خیال | وز زیان و سود واز خوف زوال
جان کو دن بھر جو ٹھکرائے خیال | نفع و نقصان کا غم اور خوف زوال

نے صفا می ماندش نے لطف و فر | نے بسوئے آسماں راہ سفر
پھر صفائی اور کیفیت ہو کیا | آسمانوں تک ملے کیا راستا

خفتہ آں باشد کہ او از ہر خیال | دارد امید و کند با او مقال
ہے وہی سوتا جو ہو محو خیال | چھوڑ کر سب کو کرے اس سے مقال[1]

نے چنانکہ از خیال آید بحال | آں خیالش گردد او را صد وبال
پھر نہ ایسا ہو اچھٹ جائے خیال | اس کے حق میں وہ ہی لائے وبال

[1] گفتگو ۔

دیو را چوں حور بیند او بخواب | پس ز شہوت ریزد او با دیو آب
خواب میں شیطان کو مانند حور | دیکھ کر انزال ہوتا ہے ضرور

چونکہ تخم نسل در شورہ بریخت | او بخویش آمد خیال از وے گریخت
اُسکا تخم نسل بنجر میں گرے | ہوش آئے وسوسوں سے چونک کے

ضعف سر بیند ازان و تن پلید | آہ ازاں نقش پدید ناپدید
ضعف ہو سر میں، بدن سارا پلید | وہ حسیں صورت ہو بالکل ناپدید

مرغ بر بالا پران و سایہ اش | می دود بر خاک پراں مرغ وش
مرغ ہو پرواز میں افلاک پر | اُسکا سایہ پڑ رہا ہو خاک پر

ابلہے صیاد آں سایہ شود | می دود چنداں کہ بے مایہ بود
بیوقوف اِس سائے پر ہو کر نثار | دوڑتا ہے اس کے پیچھے بار بار

بے خبر کاں عکس آں مرغ ہواست | بے خبر کہ اصل آں سایہ کجاست
سایۂ مرغ ہوا سے بے خبر | اصل سایہ کی خطا سے بے خبر

تیر اندازد بسوئے سایہ او | ترکشش خالی شود در جستجو
پھینکتا ہے تیر سائے کے لئے | خالی ہو جاتا ہے ترکش تیر سے

ترکش عمرش تہی شد عمر رفت | از دویدن در شکار سایہ تفت
عمر کا ترکش جو خالی ہو گیا | اب شکارِ سایہ میں دوڑیگا کیا

سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش | وا رہاند از خیال و سایہ اش
سایۂ یزداں محافظ ہو اگر | بس خیال و سایہ سے جائے گذر

سایۂ یزداں بود بندہ خدا | مردہ ایں عالم و زندہ خدا
سایۂ یزداں ہے ہر مردِ خدا | مردہ یہ دنیا ہے۔ زندہ کبریا

دامن او گیر زوتر بے گماں | تا رہی از آفت آخر زماں
دامن اُس کا تو پکڑ لے جلد تر | تا ملے آفت سے دنیا کی مفر

ولیِ مرشد کے اتّباع کی ترغیب

کیف مدّ الظل۱؎ نقشِ اولیا ست	کو دلیلِ نورِ خورشیدِ خدا ست
وسعتِ سایہ ہے شکلِ اولیا	ہے دلیلِ نورِ خورشیدِ خدا
اندریں وادی مرو بے ایں دلیل	لا احبّ الآفلین۲؎ گو چوں خلیل
چل نہ اِس وادی میں ہرگز بے دلیل	فانیوں کو چھوڑ دے مثلِ خلیل
رَو زِ سایہ آفتابے را بیاب	دامنِ شہ شمس تبریزیؒ بتاب
سائے سے دریافت کر لے آفتاب	شمس تبریزیؒ کا دامن لے شتاب
رہ ندانی جانبِ ایں سور و عرس	از ضیاء الحق۳؎ حسام الدیں بپرس
حال دریافت اِس عروسِ عیش کے	کر ضیاء الحق حسام الدینؒ سے
ور حسد گیرد ترا در رہ گلو	در حسد ابلیس را باشد غلو
دشمنی تیرا گلا پکڑے اگر	ہے غلو شیطاں کو اس میں یاد کر
کو ز آدم ننگ دارد از حسد	با سعادت جنگ دارد از حسد
ہے حسد سے جس کو ہر انساں سے ننگ	کرتا ہے وہ نیکیوں کے ساتھ جنگ

۱؎ قولہ تعالیٰ: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (فرقان) یعنی تو اپنے خدا کو نہیں دیکھتا کہ اُس نے دُنیا میں سائے کو کس طرح وسعت دی ہے۔

۲؎ قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ اللَّیْلُ رَاٰی کَوْکَبًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ (سورۂ انعام) یعنی جب رات ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک تارے کو درخشاں دیکھا (بہ سبیلِ استفہام) بولے کہ میرا رب یہی ہے لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو کہنے لگے کہ میں فنا ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۳؎ مولانا حسام الدین ضیاء الحق خلیفۂ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ۔

عقبۂ زیں صعب تر در راہ نیست	اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست
سخت تر بس اک یہی ہے مرحلہ	گر نہیں ساتھی حسد - تو ہے مزہ
ایں جسد خانہ حسد آمد بداں	کز حسد آلودہ گردد خانداں
ہے حسد کا گھر جسد۱؎ بے گماں	اس میں ہیں آلودہ اکثر خانداں
خانماں از حسد گردد خراب	باز شاہی از حسد گردد غراب
گھر حسد سے ہوتے ہیں کیا کیا خراب	باز کو ملتا ہے کوّے کا خطاب
گر جسد خانہ حسد باشد ولیک	آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
گو جسد گھر ہے حسد کا برملا	اُس جسد کو پاک حق نے کر دیا
یافت پاکی از جناب کبریا	جسم پُر از کبر و پُر حقد و ریا
فضل سے خالق کے پاکیزہ ہوا	جسم جو تھا مصدر کبر و ریا
۲؎ طَهِّرَا بَيْتِيَ بیانِ پاکی است	گنج نور ست ار طلسمش خاکی است
گھر کی پاکی سے صفائی کا بیاں	ہے طلسم خاک گنجینہ نہاں
چوں کنی با بے حسد مکر و حسد	زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد
بے حسد سے گر کریگا تو حسد	دل پہ آئیگی سیاہی لاتعد
خاک شو مردانِ حق را زیر پا	خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
خاک ہو مردان حق کے پاؤں کی	اور حسد پر خاک ڈال اے آدمی

یہودیوں کے وزیر کا حسد

آں وزیرک از حسد بودش نژاد	تا بباطل گوش و بینی باد داد
ہاں حسد ہی سے بنا تھا وہ وزیر	گوش و بینی سب تھے باطل میں اسیر

۱؎ جسم - تن - بدن + ۲؎ اس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ ان طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ - یعنی تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک کرو +

بر امید آنکہ از نیش حسد	زہر او در جان مسکیناں رسد
تھی حسد میں صرف اس حسرت کی لہر	سب کسوں کی جان میں دوڑائے زہر
ہر کسے کو از حسد بینی کند	خویش را بے گوش و بے بینی کند
جو گڑھا کھودے حسد سے پُر غرور	اس کے کان اور ناک کٹتے ہیں ضرور
بینی آں باشد کہ او بوئے برد	بوئے او را جانب کوئے برد
ناک تو بس وہ ہے جو بو سونگھ کر	پالے تو خوشبو والے کوچے میں گزر
ہر کہ بویش نیست بے بینی بود	بوئے آں بوئیست کاں دینی بود
جسکو بو آتی نہیں بے ناک ہے	بو سے مطلب بوئے دینِ پاک ہے
چونکہ بوئے برد و شکرِ آں نکرد	کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد
جس نے بو سونگھی نہ شکر اس کا کیا	کفرِ نعمت ناک اس کی لے گیا
شکر کن مر شاکراں را بندہ باش	پیش ایشاں مردہ شو پایندہ باش
شکر کر، اور شاکروں کا ہو غلام	اُن کے آگے مر کے پا عمرِ دوام

نصارٰی کا وزیر کے مکر کو سمجھ لینا

چوں وزیر از رہزنی مایہ مساز	خلق را تو بر مپیچا و راز نماز
رہزنی کا دم نہ بھر مثل وزیر	ان کو نیکی سے نہ روک اے راہ گیر
ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر	کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
ناصحِ ایماں تھا وہ کافر وزیر	حلوے میں لہسن ملاتا تھا شریر
ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او	لذتے می دید و تلخی جفت او
تھے جو اہلِ ذوق، اسکے وعظ سے	لذتیں پاتے تھے لیکن تلخ سے
نکتہا می گفت او آمیختہ	در جلاب و قند زہرے ریختہ
بات کرتا تھا ملاوٹ سے سدا	قند میں وہ زہر دیتا تھا ملا

ہاں مشو مغرور زاں گفت نکو — زانکہ دارد صد بدی در زیر او
ایسی باتوں پر نہ ہو نازاں کبھی — جن میں پوشیدہ ہو کثرت سے بدی

او چو باشد زشت گفتش زشت داں — ہر چہ گوید مردہ آنرا نیست جاں
جو برا ہے اس کی باتیں بھی بری — مردے کی باتوں میں کیا ہو زندگی!

گفتِ انساں پارۂ انساں بود — پارۂ از ناں یقیں کہ ناں بود
قولِ انسانی ہے جزوِ انسان کا — جیسی روٹی ویسا ٹکڑے کا مزا

ؔ زاں علی فرمود نقلِ جاہلاں — بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
قول جاہل کو، علیؓ شیرِ خدا! — سبزہ گھوڑے کا ہیں کہتے بر ملا

ہر چناں سبزہ ہر آں کو بر نشست — بر نجاست بے تشکی بنشست است
اب جو اِس سبزے پہ بیٹھے گا کوئی — گویا بیٹھے گا نجاست پر وہی ؟

بایدش خود را بشستن از حدث — تا نماز فرض او نبود عبث
چاہیئے تا پاکیوں سے احتراز — تا نہ ضائع ہو سکے فرض نماز

ظاہرش می گفت در رہ چیست شو — وز اثر می گفت جاں را سست شو
ظاہراً کہتا تھا، سب کو چست ہو — پر اثر کہتا تھا دل سے، سست ہو

ظاہر نقرہ گر اسپید ست و نو — دست و جامہ می سیہ گردد ازو
ہے سپیدی گو کہ چاندی کی گواہ — پر ہیں اس سے ہاتھ اور کپڑے سیاہ؟

آتش ار چہ سرخ رویست از شرر — تو ز فعل او سیہ کاری نگر
آگ اگرچہ ہے شرر سے سرخرو — ہیں سیہ کاری کے فعل اے عقل جو

برق اگرچہ نور آید در نظر — لیک ہست از خاصیت دزدِ بصر
برق اگرچہ نور آتی ہے نظر — خاصیت بیں ہے مگر دزدِ بصرؔ

ؔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے: "نعمۃ الجاہل کروضۃ فی مزبلۃ" یعنی جاہل کی نعمتیں ایسی ہیں جیسے گھوڑے پر سبزہ ۔ ؔ بینائی ۔

ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود | گفت او در گردن او طوق بود
جو نہ عالم اور اہل ذوق تھا | اُس کا قول اس کے گلے کا طوق تھا

مدتِ شش سال در ہجرانِ شاہ | شد وزیر اتباعِ عیسیٰؑ را پناہ
چھ برس تک رہ کے وہ مہجورِ شاہ | امت عیسیٰؑ کو کرتا تھا تباہ

دین و دل را کل بدو بسپرد خلق | پیش امر و نہیِ او می مُرد خلق
دین و دل لوگوں نے اس کو دے دیا | حکم پر دیتی تھی جاں خلقِ خدا

بادشاہ اور وزیر میں نامہ و پیام

درمیانِ شاہ و او پیغامہا | شاہ را پنہاں بدو آرامہا
شاہ میں اور اس میں تھا نامہ پیام | شاہ کو تھا اُس سے اطمینانِ تام

آخر الامر از برائے آں مراد | تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد
شہ نے جی میں ٹھانی بہ انجام کار | کر دے مثلِ خاک انہیں برباد و خوار

پیش او بنوشت شہ کاے مقبلم | وقت آمد زود فارغ کن دلم
شاہ نے لکھا کہ اے مقبل مرے | آگیا ہے وقت دل کو چین دے

ز انتظارم دیدہ و دل بر رہ ست | زیں غمم آزاد کن گر وقت ہست
دیدہ و دل کو ہے تیرا انتظار | ہو جو فرصت غم سے کر دے رستگار

گفت اینک اندر آں کارم شہا | کافگنم در دینِ عیسیٰؑ فتنہا
اُسنے لکھا ہے ابھی کار زیاد | تا کہ ڈالوں دینِ عیسیٰؑ میں فساد

قومِ عیسیٰؑ را بد اندر دار و گیر | حاکماں شاں دہ امیر و دو امیر
قومِ عیسیٰؑ میں تھی جب بہ دار و گیر | حکمرانی کرتے تھے بارہ امیر

ہر فریقے مر امیرے را تبع | بندہ گشتہ میرِ خود را از طمع
ہر جماعت پر تھا حاکم اک امیر | اس کا خادم تھا ہر اک برنا و پیر

ایں دہ و آں دو امیر و قوم شاں	گشتہ بندہ آں وزیر بدنشاں
ساری وہ قوم اور وہ بارہ امیر	ہو گئے تھے حکم بردار وزیر
اعتماد جملہ بر گفتار او	اقتدائے جملہ بر رفتار او
اُسکی باتوں پر انہیں تھا اعتماد	اسکی چالوں پر انہیں تھا اعتقاد
پیش او در وقت و ساعت ہر امیر	جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
سب امیر الوقت اس کے سامنے	جان دینے کے لئے تیار تھے
چوں زبوں کرد آں جہودک جملہ را	فتنۂ انگیخت از مکر و دغا
اس یہودی نے کیا سب کو خراب	مکر اور حیلے سے ڈالا انقلاب

احکام انجیل کو وزیر کا خلط ملط کر دینا

ساخت طومارے بنام ہر یکے	نقش ہر طومار دیگر مسلکے
لکھے سب کے نام مکتوب طویل	اور ہر خط میں نئی تھی اک سبیل
حکمہائے ہر یکے نوعے دگر	ایں خلاف آں ز پایاں تا بسر
اک نیا سب کے لئے اعلان تھا	ایک سے بالکل مخالف دوسرا
در یکے راہ ریاضت را و جوع	رکن توبہ کردہ و شرط رجوع
ایک میں لکھا ریاضت اور بھوک	رکن توبہ ہے ۔ بلا ریب و شکوک
در یکے گفتہ ریاضت سود نیست	اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
ایک میں لکھا ریاضت ہے عبث	اور رہائی بے سخاوت ہے عبث
در یکے گفتا کہ جوع و جود تو	شرک باشد از تو تا معبود تو
ایک میں لکھا سخاوت اور بھوک	شرک ہے ۔ ایسا نہ کر ہرگز سلوک
جز توکل جز کہ تسلیم تمام	در غم و راحت ہمہ مکر است و دام
صرف تسلیم و توکل کے سوا ہے	رنج و راحت میں ہیں سب مکر و دغا

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست	ورنہ اندیشہ توکل تہمت ست
ایک نے لکھا ہے خدمت لازمی	ورنہ تہمت ہے توکل اک کھلی
در یکے گفتہ کہ امر و نہی ماست	بہر گردوں نیست شرح عجز ماست
ایک میں لکھا کہ امر و نہی بھی	شرح ہیں گویا ہمارے عجز کی ؛
تا کہ عجز خود بہ بینیم اندر آں	قدرت حق را بدانیم آں زماں
تا کہ اس میں عجز اپنا دیکھ کر ؛	قدرت حق پر کبھی ڈالیں نظر
در یکے گفتہ کہ عجز خود مبیں	کفر نعمت کردن ست آں عجز بیں
ایک میں لکھا کہ عجز اتنا نہ کر ؛ ؛ ؛	عجز ہے کفران نعمت اے بشر
قدرت خود بیں کہ ایں قدرت ازو ست	قدرت خود نعمت او داں کہ ہو ست
اپنی قدرت دیکھ قدرت اس کی ہے	تیری قدرت کیا ہے نعمت اس کی ہے
در یکے گفتہ کزیں دو در گذر	بت بود ہر چہ بگنجد در نظر
ایک میں لکھا کہ دونوں سے گذر	بت ہے وہ جو آسکے زیر نظر
در یکے گفتہ مکش ایں شمع را	کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
اک میں لکھا ۔ شمع تو یہ مت بجھا	ہے نظر کی شمع سے سب کی جلا
از نظر چوں بگذری و از خیال	کشتہ باشی نیم شب شمع وصال
جب نظر کو چھوڑ دیگا اور خیال	رات کو بجھ جائے گی شمع وصال
در یکے گفتہ بکش باکے مدار	تا عوض بینی یکے را صد ہزار
ایک میں لکھا بجھا دے شمع کو ؛	تا کہ بدلا ایک کا اک لاکھ ہو ؛
کز کشتن شمع جاں افزوں شود	لیلیت از صبر چوں مجنوں شود
شمع کے بجھنے سے بڑھ جاتی ہے جان	بن کے لیلا قیس ہوتی ہے عیاں
ترک دنیا ہر کہ کرد از زہد خویش	پیش آمد پیش او دنیا و بیش
جس نے دنیا زہد کر کے چھوڑ دی	اور بھی زائد اسے دنیا ملی ؛

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق   بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
ایک میں لکھا جو کچھ حق نے دیا   تجھ پہ شیریں ہے وہ ایجادِ خدا

بر تو آساں کرد و خوش آں را بگیر   خویشتن را در میفگن در زحیر
جو کچھ آساں ہو اسے کر اختیار   رنج میں پڑتا ہے کیوں اے بیقرار

در یکے گفتہ کہ بگذار آنِ خود   کاں قبولِ طبع تو ردست و بد
ایک میں لکھا خودی کو چھوڑ دے   رد ہے مرغوب۔ اس سے تو منہ موڑ لے

راہ ہائے مختلف آساں شدہ   ہر یکے را ملتے چوں جاں شدہ
ہو گئی ہر راہ اک آسان شے   اپنا مذہب ہر کسی کی جان ہے

گر میسر کردنِ حق رہ بدے   ہر جہود و گبر زو آگہ شدے
حق کی رہ ہوتی بہ آسانی اگر   ہوتا ہر کافر یہودی اس سے باخبر

در یکے گفتہ میسر آں بود   کہ حیاتِ دل غذائے جاں بود
ایک میں لکھا کہ آساں ہے یہی   ہو غذائے روح اور دل کی زندگی

ہر کہ ذوقِ طبع باشد چوں گزشت   بر نیارد ہمچو شورہ ریع و کشت
ہو فنا ذوقِ طبیعت جس گھڑی   پھر نہ بنجر میں اُگے کھیتی کوئی

جز پشیمانی نباشد ریع او   جز خسارت پیش نارد بیع او
جز پشیمانی ہے پھر کیا اس کا پھل   جز خسارے کے ہے کیا نفع و عمل

آں میسر نبود اندر عاقبت   نامِ او باشد معسر عاقبت
وہ نہیں ہوتا میسر بے خطر   نام اسی کا ہے یہاں دشوار تر

تو معسر از میسر باز داں   عاقبت بنگر جمالِ این و آں
جان لے دشوار کو آسان سے   اور پھر دونوں کے جلوے دیکھ لے

در یکے گفتہ کہ استادے طلب   عاقبت بینی نیابی در حسب
ایک میں لکھا کہ مرشد کر طلب   عاقبت بینی نہیں شرطِ حسب ہے

عاقبت دیدند ہر گوں اُمتے	لاجرم گشتند اسیرِ زلتے
عاقبت میں جو ہوئے بے دستگیر	ہو گئے آخر وہ لغزش کے اسیر
عاقبت دیدن نباشد دست باف[1]	ورنہ کے بودے ز دینہا اختلاف
عاقبت بینی نہیں آسان و صاف	ورنہ کیوں دینوں میں ہوتا اختلاف
در یکے گفتہ کہ استا ہم توئی	زانکہ استا را شناسا ہم توئی
ایک میں لکھا کہ مرشد ہے تو ہی	اور ہے مرشد کی تجھے پہچان بھی
مرد باش و سخرۂ مرداں مشو	رو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو
مرد بن بازیچۂ مرداں نہ ہو!	چل تو اپنی راہ۔ سرگرداں نہ ہو
در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست	ہر کہ او دو بیند احول مردکے ست
ایک میں لکھا کہ یہ سب کچھ ہے ایک	جو دوئی دیکھے وہ احول ہے ولیک
در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود	اینکہ اندیشد مگر مجنوں بود
ایک میں لکھا کہ سو کیونکر ہوں ایک	سوچنا ایسا جنوں ہے مردِ نیک!
ہر یکے قولے ست ضدِ یک دگر	چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
ایک کی ضد دوسرا ہے بالیقیں	زہر و شکر ایک ہو سکتے نہیں ؛
در معانی اختلاف و در صور	روز و شب بیں خار و گل سنگ و گہر
معنی و صورت میں ہے اک اختلاف	دیکھ پتھر، پھول، موتی، صاف صاف
تا ز زہر و از شکر در نگذری	کے تو از گلزارِ وحدت بو بری

گر نہ چھوڑے تو شکر اور زہر کو
باغِ وحدت میں گذر کس طرح ہو

[1] ہاتھ کی بُنی ہوئی یعنی آسان ؛

اختلاف صرف ظاہر میں ہے

وحدت اندر وحدت است ایں مثنوی　　از سمک رَو تا سماک اے معنوی
یہ ہے اک وحدت ہی وحدت مثنوی　　چل زمیں سے چرخ پر اے معنوی

زیں نمط زیں نوع دہ طومار و دو　　پر نوشت آں دینِ عیسیٰ را عدو
اس طرح بارہ خطوط اس رنگ کے　　دشمن دینِ مسیحا نے لکھے

او ز یک رنگیِ عیسیٰ بو نداشت　　وز مزاجِ خُمِ[1] عیسیٰ خو نداشت
تھی نہ یکرنگیِ عیسیٰ سے خبر　　تھا خُمِ عیسیٰ سے بالکل بے خبر

جامۂ صد رنگ از آں خُمِ صفا　　سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
سادہ و یک رنگ کپڑا بر ملا　　خُم میں ہوتا تھا ہزاروں رنگ کا

نیست یکرنگی کزو خیزد ملال　　بل مثالِ ماہی و آبِ زلال
یہ نہیں یکرنگی رنج و ملال ہے　　بلکہ ہے ہم شکلِ ماہی و زلال

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست　　ماہیاں را با یبوست جنگہاست
گرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں　　مچھلیاں خشکی میں صرفِ جنگ ہیں

کیست ماہی چیست دریا در مثل　　تا بداں ماند خدائے عزّ و جل
کیا ہے مچھلی اور دریا۔ اک مثال　　کیا کرے وہ ہمسریِ ذوالجلال

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود　　سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
لاکھوں دریا اور لاکھوں مچھلیاں　　جود کے دریا کو ہیں سجدہ کناں

چند باراں عطا باراں شدہ　　تا بداں آں بحر دُر افشاں شدہ
بر سا باران عطا جب چند بار　　دُر فشاں دریا ہوئے یہ بے شمار

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک خُم (مٹکا) تھا جس میں کپڑا ڈالنے سے اسی رنگ میں رنگ جاتا تھا۔ جو رنگ مقصود ہوتا تھا ۔

چند خورشید کرم افروختہ	تاکہ ابر و بحر جود آموختہ
مدتوں چمکا کیا مہر عطا	جود ابر و بحر کو تا دے سکھا
چند خورشید کرم تاباں بدہ	تا بداں آں ذرہ سرگرداں شدہ
مدتوں مہر کرم تاباں ہوا	جب کہیں اک ذرہ سرگرداں ہوا
پرتو ذاتش زدہ بر ماء و طیں	تا شدہ دانہ پذیرندہ زمیں
آب و گل پر ذات کا پرتو پڑا	جب زمیں نے دانہ دل میں رکھ لیا
خاک امین و ہر چہ در وے کاشتی	بے خیانت جنس آں برداشتی
خاک امیں ہے اس میں جو کچھ بوئیگا	بے خیانت تو وہی لے گا اٹھا
ایں امانت زاں عنایت یافتہ است	کآفتاب عدل بر وے تافتہ است
یہ امانت اس عنایت سے ملی	اس پہ مہر عدل چمکا تھا کبھی
تا نشان حق نیارد نوبہار	خاک سرہا را نسازد آشکار
شان حق جب تک نہ پائے گی بہار	خاک سے کچھ بھی نہ ہوگا آشکار
آں جوادے کہ جمادے را بداد	ایں خبرہا و ایں امانت و ایں سداد
بخشتا بے جان کو ہے وہ سخی	یہ امانت یہ خبر یہ راستی
آں جماد از لطف چوں جاں میشود	زمہریر از قہر پنہاں می شود
لطف سے بے جان میں ہے ایک جاں	قہر سے اس کے ہے سردی بھی نہاں
آں جمادے گشت از فضلش لطیف	کل شیءٍ من ظریفٍ ہو ظریف
فضل سے اُسکے ہوا بے جاں لطیف	وہ ظریف[1] اور اس کی ہر شے ہے ظریف
ہر جمادے را کند فضلش خبیر	عاقلاں را کردہ قہر او ضریر
فضل سے اسکے ہیں بے جاں باخبر	عاقل اسکے قہر سے ہیں بے بصر

[1] نادر +

جان و دل را طاقت این جوش نیست — با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست

جان و دل میں جوش کی طاقت نہیں — میں کہوں کس سے نہیں سامع کہیں

ہر کجا گوشے بُد از وے چشم گشت — ہر کجا سنگے بُد از وے یشم گشت

اُس نے کانوں کو بنایا چشم تر ہے — اس نے پتھر کو کیا لعل و گہر

کیمیا ساز است چہ بود کیمیا — معجزہ بخش است چہ بود سیمیا

کیمیا گر ہے وہ - کیا ہے کیمیا! — شعبدے اعجاز کے آگے ہیں کیا!

این ثنا گفتن ز من ترک ثناست — کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست

ہیں ثنا امصوں تو ہے ترک ثنا ہے — کیونکہ یہ ہستی ہے اور ہستی خطا ہے

پیش ہست او بباید نیست بود — چیست ہستی پیش او کور و کبود

اُس کے ہوتے نیست ہونا چاہیے — کور یہ ہستی ہے اس کے سامنے

گر نبودے کور از و بگداختے — گرمی خورشید را بشناختے

گر نہ ہوتی کور — تو پانی گداز ہے — مہر کی گرمی کا ہوتا امتیاز ہے

ور نبودے او کبود از تعزیت — کے فسردے ہمچو یخ این ناحیت

وہ نہ ماتم میں اگر ہوتی سیاہ ہے — مثل یخ ہوتی نہ یہ دنیا تباہ

مکار وزیر کا نقصان اُٹھانا

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر — پنجہ می زد با قدیم ناگزیر

مثل شہ نادان و غافل تھا وزیر — پنجہ زن ہوتا تھا بارب قدیر

ناگزیر جملگاں حی قدیر — لایزال و لم یزل فرد و بصیر

سب کا داتا خالق و حی و قدیر — لایزال و لم یزل فرد و بصیر

با چناں قادر خدائے کز عدم — صد چو عالم ہست گرداند بدم

ایسا قادر ایسا رب ایسا خدا — دے ہزاروں ہستیاں دم میں بنا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند	چونکہ چشمت را بخود بینا کند
سیکڑوں عالم نظر میں ہوں عیاں	دے بصیرت کی جو وہ بینائیاں
گر جہاں پیشت بزرگ و بے تنیست	پیش قدرت ذرۂ می داں کہ نیست
ہے جہاں تیرے لئے اتنا بڑا	لیکن اک ذرہ نہیں پیش خدا
ایں جہاں خود حبس جانہائے شماست	ہیں روید آں سو کہ صحرائے شماست
یہ جہاں ہے قید خانہ جان کا	دوڑو جس جانب ہے دشت پر فضا
ایں جہاں محدود و آں خود بے حد است	نقش و صورت پیش آں معنی سد است
یہ ہے محدود اور بے حد وہ جہاں	وہ ہے معنی نقش و صورت ہے یہاں
صد ہزاراں نیزۂ فرعون را	در شکست آں موسیٰ با یک عصا
لاکھوں ہی فرعون کے نیزے جو تھے	اک عصائے موسوی سے رہ گئے
صد ہزاراں طب جالینوس بود	پیش عیسیٰ و دمش افسوس بود
طب جالینوس کہ تھا کیا شمار ہے	پیش عیسیٰ ہو گئی بے کار و خوار
صد ہزاراں دفتر اشعار بود	پیش حرف امیش آں عار بود
لاکھوں ہی دفتر جو تھے اشعار کے	آگے اس امی کے سارے مٹ گئے
با چناں غالب خداوندے کسے	چوں نمیرد گر نباشد او خسے
سامنے ایسے خدا کے بے دلیل	جو نہ مٹ جائے وہ بے شک ہے ذلیل
بس دل چوں کوہ را انگیخت او	مرغ زیرک با دو پا آویخت او
دل جو تھے کوہ انہیں لرزا دیئے	مرغ دانا الٹے ہی لٹکا دیئے
فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ	جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
تیزی خاطر یہاں کیا پائے راہ	صرف بے کس کے لئے ہے لطف شاہ
اے بسا گنج آگنان گنج گاو[1]	کاں خیال اندیش را شد ریش گاو
سیکڑوں عالم جو دانا تھے بڑے	اس کے آگے ابلہ و احمق بنے

[1] گنج گاو جمشید کے ایک خزانے کا نام تھا۔ جو اس کے لئے ریش گاؤ یعنی حمق و تمسخر ہوا۔ کیونکہ [illegible] نے اسے لٹا دیا تھا۔

گاو کہ بود تا تو ریش او شوی	خاک چہ بود تا حشیش او شوی
گائے کیا ہے جس کی تو ڈاڑھی بنے	خاک کیا ہے گھاس تو جس کی بنے
زر و نقرہ چیست تا مفتوں شوی	چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
سونا چاندی کیا ہے مفتوں جس پہ ہو	شکل و صورت کیا ہے مجنوں جیسے ہو
ایں سرا و باغ تو زندان تست	ملک و مال تو بلائے جان تست
یہ سرا یہ باغ زنداں ہے ترا ؎	ہے بلائے جاں یہ ملک اور یہ گھنا ؎
آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد	آیت تصویر شاں را نسخ کرد
جس جماعت کو کیا خالق نے مسخ	کر دیا ہے ان کی ہر صورت کو نسخ
چوں زنے از کار بد شد روئے زرد	مسخ کرد او را خدا و زہرہ کرد
جب ؎ بُرا کام ایک عورت نے کیا	مسخ کر کے اس کو زہرہ کر دیا
عورتے را زہرہ کردن مسخ بود	خاک و گل گشتن چہ باشد اے عنود
زہرہ اس عورت کا بننا مسخ تھا	خاک و گل ہونا ہے پھر کیا۔ یہ بتا
روح می پرد سوئے چرخ بریں	سوئے آب و گل شدے در اسفلیں
روح اڑتی ہے سوئے چرخ بریں	تو ہے سوئے آب و گل پستی گزیں
خویشتن را مسخ کردی زیں سفول	زاں وجودے کہ بداں رشک عقول
پستیوں سے مسخ خود کو کر لیا ؎	اس ہیولی سے جو رشک عقل تھا
پس بتر زیں مسخ کردن چوں بود	پیش آں مسخ ایں بغایت دوں بود
اور اب اس مسخ سے بد تر ہے کیا	ہے یہ مسخ اس مسخ سے بے حد برا
اسپ ہمت سوئے آخر تاختی	آدم مسجود را نشناختی
لے گیا پستی میں تو اپنے تئیں ؎	آدم مسجود کو سمجھا نہیں ؎

؎ یہ وہی عورت ہے جس نے ہاروت و ماروت کو دام شہوت میں پھنسایا اور خود زہرہ بن کر آسمان پر خدا کے حکم سے چلی گئی۔

آخر آدم زادۂ اے ناخلف — چند پنداری تو پستی را شرف

آخر آدم زاد ہے اے ناخلف! — سمجھے گا کب تک تو پستی کو شرف

چند گوئی من بغیرم عالمے — ایں جہاں را پرتوم از خود ہمے

یہ جہانگیری کا دعویٰ تا کجا — تیری خودداری اسے بھر دیگی کیا؟

گر جہاں یک برف گردد سربسر — تاب خور بگدازدش از یک نظر

برف ہو جائے جو دنیا سربسر — دھوپ کر دے گی نظر سے بے اثر

وزر او و وزر چوں او صد ہزار — نیست گرداند خدا از یک شرار

بوجھ یہ اور ایسے ہوں گر سو ہزار — نیست کر سکتا ہے حق کا اک شرار

عین آں تخییل را حکمت کند — عین آں زہر آب را شربت کند

چاہے جس تخییل کو حکمت کرے — چاہے جس زہر آب کو شربت کرے

در خرابی گنجہا پنہاں کند — خار را گل جسمہا را جاں کند

گنج کو ویرانے میں پنہاں کرے — خار کو گل جسم کو وہ جاں کرے

آں گماں انگیز را سازد یقیں — مہرہا رویاند از اسباب کیں

بدگماں کو دے یقین استوار — دشمنی سے دوستی کو دے نکھار

پرورد در آتش ابراہیم را — ایمنی روح سازد بیم را

حفظ ابراہیم آتش میں کرے — روح کو بے خوف کر دے خوف سے

از سبب سازیش من سودائیم — وز سبب سوزیش سوفسطائیم

اس سبب سازی سے میں سودائی ہوں — اور سبب سوزی سے سوفسطائی بھی

در سبب سازیش سرگرداں شدم — در سبب سوزیش ہم حیراں شدم

اس سبب سازی سے سرگرداں ہوا ہوں — اس سبب سوزی سے اب حیراں ہوں میں

وہ فرقہ جو دنیا کو ایک خیال کی مانند سمجھتا ہے۔

وزیر کی گوشہ نشینی

چوں وزیر ماکر بد اعتقاد ۔۔۔ دین عیسیٰ را بدل کرد از فساد
وہ وزیر پُر فن و بد اعتقاد ۔۔۔ ڈال کر یوں دین عیسیٰ میں فساد

مکر دیگر آں وزیر از خود بہ بست ۔۔۔ وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
مکر کھیلا اور اک بن کر لعیں ۔۔۔ وعظ چھوڑا اور ہؤا خلوت نشیں

در مریداں درفگند از شوق سوز ۔۔۔ بود در خلوت چہل پنجاہ روز
تھے مرید اس کے پریشاں وقف سوز ۔۔۔ اور وہ خلوت میں رہا چالیس روز

خلق دیوانہ شدند از شوق او ۔۔۔ از فراق حال و قال و ذوق او
شوق میں دیوانہ اک دنیا ہوئی ۔۔۔ حال و قال اور ذوق کی حسرت بڑھی

لابہ و زاری ہمی کردند و او ۔۔۔ از ریاضت گشتہ در خلوت دو تو
تھی جماعت اس کی فرقت سے تباہ ۔۔۔ وہ ادھر خلوت کی محنت سے تباہ

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور ۔۔۔ بے عصا کش چوں بود احوال کور
یوں لگے کہنے کہ ہم ہیں بے ضیا ۔۔۔ جیسے نابینا ہو کوئی بے عصا ہے

از سر اکرام و از بہر خدا ۔۔۔ بیش ازیں از خود مکن ما را جدا
آ خدا کے واسطے آ جا کہیں ۔۔۔ اب زیادہ طاقت فرقت نہیں

ما چو طفلانیم و ما را دایہ تو ۔۔۔ بر سر ما گستراں آں سایہ تو
طفل ہیں ہم تو ہماری دایہ ہے ۔۔۔ ہاں ہمارے سر پہ تیرا سایہ ہے

گفت جانم از محباں دور نیست ۔۔۔ لیک بیروں آمدن دستور نیست
بولا ہم سے دور میرا دل نہیں ۔۔۔ باہر آنے کے مگر قابل نہیں

آں امیراں در شفاعت آمدند ۔۔۔ واں مریداں در ضراعت آمدند
سب سفارش کے لئے آئے امیر ۔۔۔ اور پھر رونے لگے برنا و پیر

کایں چہ بدبختی ست مارا اے کریم — از دل و دیں ماندہ ما بے تو یتیم

اف یہ کیا بدبختی ہے اے کریم! — دین و دل سے ہو گئے ہیں ہم یتیم

تو بہانہ می کنی و ما ز درد — می زنیم از سوز دل دمہائے سرد

تو بہانہ کرتا ہے ہم درد سے — سرد آہیں بھرتے ہیں تیرے لئے

ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم — ما ز شیر حکمت تو خوردہ ایم

ہم کو عادت ہے تری گفتار کی — پی چکے ہیں دودھ حکمت کا ابھی

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن — لطف کن امروز را فردا مکن

یہ جفا بہر خدا ہم پر نہ کر — آج کر لطف، اور کل[1] سے درگذر

می دہد دل مر ترا کیں بے دلاں — بے تو گردند آخر از بے حاصلاں

کیا تجھے منظور ہے بے دل ترے — یوں رہیں تیرے لئے ناکام سے

جملہ در خشکی چو ماہی می طپند — آب را بکشا ز جو بردار بند

مثل ماہی سب ہیں خشکی میں تپاں — کھول دے پانی، اُٹھا بند گراں

اے کہ چوں تو در زمانہ نیست کس — اللہ اللہ خلق را فریاد رس

تجھ سا دنیا میں نہیں استاد بس — خلق کی للہ اب فریاد سن

وزیر کا اپنے مُریدوں کو ٹالنا

گفت ہاں اے سخرگان گفتگو — وعظ و گفتار و زبان و گوش جو

بولا ہاں اے عاشقانِ گفتگو — اے کہ تم کو وعظ کی ہے جستجو

پنبہ اندر گوش حس دوں کنید — بند حس از چشم خود بیروں کنید

حس کے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لو — حس کو اپنی آنکھ سے باہر کرو

[1] یعنی کل کے وعدہ سے درگزر کر۔

پنبۂ آں گوش سر گوش سر است — تا نگردد ایں گراں باطن کر است

کان کا پنبہ ہے، گوش پر فسوں — یہ نہ بہرا ہو تو بہرا ہے بطون [1]

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید — تا خطاب ارجعی [2] را بشنوید

بے حس و بے گوش اور بے فکر ہو — اور خطاب "ارجعی" مجھ سے سنو

تا بگفت و گوئے و بیداری دری — تو ز گفت خواب کے بوئے بری

تو ہے جب تک گفت اور بیداری میں — حسن کیا آئے نظر گفتار میں ؟

سیر بیرونی ست قول و فعل ما — سیر باطن ہست بالائے سما

سیر بیرونی ہے قول و فعل تک — سیر ہے باطن کی بالائے فلک

حس خشکی دید کز خشکی بزاد — موسیٔ جاں پائے در دریا نہاد

حس خشکی رہ گئی خشکی میں یار — موسیٔ جاں ہو گیا دریا کے پار

سیر جسم خشک بر خشکی فتاد — سیر جاں پا در دل دریا نہاد

سیر جسمانی گئی خشکی میں جم — سیر جاں نے رکھا دریا میں قدم

چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت — گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت

زندگی جب خشکیوں میں کٹ گئی — تھا کبھی کہسار اور صحرا کبھی

آب حیواں را کجا خواہی تو یافت — موج دریا را کجا خواہی شگافت

آب حیواں کس طرح تجھ کو ملے — موج دریا کو تو کیونکر چیر دے

موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست — موج آبی محو و سکر است و فناست

موج خاکی فکر و وہم ما سوا ہے — موج آبی محویت، سکر و فنا

---

[1] باطن۔

[2] قولہ تعالیٰ: یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ (سورۂ فجر) یعنی اے مطمئن نفس! تو اپنے رب کی طرف رجوع کر، اس حالت میں کہ تو خوش ہے اور خوش کیا گیا ہے۔

تا درین فکرے ازاں فکرے تو دور	تا ازین مستی ازاں جامے نفور
تو جو ہے اس فکر میں مستی سے دور	مست ہو کر جام مے سے ہے نفور
گفتگو سے ظاہر آمد چوں غبار	مدتے خاموش کن ہیں ہوش دار
ظاہر ہے گفتگو مثل غبار	کچھ دنوں خاموش رہ اے ہوشیار

ترکِ خلوت پر مریدوں کا اصرار

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ جو	ایں فریب و ایں جفا با ما مگو
سب یہ بولے اے حکیم رخنہ جو	مکر و فریب و ظلم ہے یہ گفتگو
چوں پذیرفتی تو ما را ز ابتدا	مرحمت کن ہمچنیں تا انتہا
جب سنواری تھی ہماری ابتدا	لطف کر ہم پر یوں ہی تا انتہا
ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ	درد ما را ہم دوا دانستۂ
تو ہمارے عجز سے واقف ہوا	جانتا ہے تو علاج اس درد کا
چار پا را قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفاں قدر قوت کار نہ
چار پایوں پر مناسب بار رکھ	ہم ضعیفوں سے مناسب کار رکھ
دانۂ ہر مرغ اندازہ ویست	طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست
دانہ دے لیکن بہ اندازِ طلب	ہے غذا ہر مرغ کی انجیر کب
طفل را گر ناں دہی بر جائے شیر	طفل مسکیں را ازاں ناں مردہ گیر
بچے کو روٹی اگر دو جائے شیر	طفل مسکیں موت کا ہوگا اسیر
چونکہ دنداں ہا برآرد بعد ازاں	ہم بخود گردد دلش جویائے ناں
دانت جب اس کے نکل آئیں تو ہاں	خود بخود ہو جائیگا جویائے ناں
مرغ پر نارستہ چوں پراں شود	لقمۂ ہر گربۂ دراں شود
مرغ بے پر کو اگر دیگا اڑا	وہ کسی بلی کے منہ لگ جائیگا

چون دل برآرد پر بپرد او بخود — بے تکلف بے صفیر نیک و بد

پر نکل آئے تو خود اڑ جائے گا — بے تکلف سے بے نوا و بے صدا

دیو را نطق تو خامش می کند — گوش ما را گفت تو هش می کند

دیو تیرے نطق سے خاموش ہے — کان کو باتوں سے تیری ہوش ہے

گوش ما هوش ست چون گویا توئی — خشک ما بحر ست چون دریا توئی

کان کو ہے ہوش اگر گویا ہے تو — خشکیاں ہیں بحر اگر دریا ہے تو

با تو ما را خاک بهتر از فلک — اے سماک از تو منور تا سمک

تو جو ہو تو خاک بہتر چرخ سے — ہیں زمین و آسماں تجھ سے سجے

بے تو ما را بر فلک تاریکی ست — با توائے ماہ این زمیں تاری کے ست

ہے اندھیرا آسماں پر بے ترے — یہ زمیں روشن ہے تیرے سامنے

با مہ روئے تو شب تاری کے ست — روز را بے نور تو تاریکی ست

تو جو ہو تو رات ہو تاریک کیوں — دن نہ کیونکر بے ترے تاریک ہوں

با تو بر خاک از فلک بردیم دست — با سما ما بے تو چون خاکیم پست

تو اگر ہے، ہم سر افلاک ہیں — آسماں پر بے ترے ہم خاک ہیں

صورت رفعت بود افلاک را — معنی رفعت روان پاک را

ہیں بظاہر رفعتیں افلاک کی — ہے بلندی اصل جان پاک کی

صورت رفعت برائے جسمہا ست — جسمہا در پیش معنی اسمہا ست

ظاہری رفعت ہے جسموں کے لئے — پیش باطن جسم ہیں بس نام کے

الله الله یک نظر بر ما فگن — لا تقنطنا فقد طال الحزن

ڈال تو لله ہم پر اک نظر

طول کھینچا غم نے مایوس اب نہ کر

وزیر کا جواب

گفت حجتہائے خود کوتہ کنید	پند را در جان و در دل رہ کنید
بولا اپنی حجتوں کو تہ کرو!	اور اس میری نصیحت کو سنو
گر امینم متہم نبود امیں	گر بگویم آسماں را من زمیں
جب امیں ہوں میں، تو پھر کیا اتہام	آسماں کا گر زمیں رکھدوں میں نام
گر کمالم با کمال انکار چیست	ور نیم ایں زحمت و آزار چیست
ہوں مکمل، کیوں پھر انکارِ کمال	اور نہیں ایسا، تو پھر کیا قیل و قال
من نخواہم شد ازیں خلوت بروں	زانکہ مشغولم باحوال درول
میں نہ اس خلوت سے باہر آؤں گا	شغل ہے اس وقت باطن سے مرا

مریدوں کا دوبارہ اعتراض

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست	گفت ما چوں گفتۂ اغیار نیست
بولے سب اس سے کیسے انکار ہم	کیا یہ کہنا گفتۂ اغیار ہے!
اشک دیدہ ست از فراق تو دواں	آہ آہست از میان جان رواں
ہم ترے غم میں ہیں گریان و تباہ	دل سے ہر لحظہ نکلتی ہے اک آہ
طفل با دایہ نہ استیزد ولیک	گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک
طفل دایہ سے نہیں لڑتا مگر!	روتا ہے وہ نیک و بد سے بے خبر
ما چو چنگیم و تو زخمہ می زنی	زاری از ما نے تو زاری می کنی
ہم ہیں چنگ اور تو ہے زخمہ دلربا	ہم نہیں گریاں تو ہے نالہ سرا
ما چو نائیم و نوا در ما ز تست	ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست
بانسری ہم ہیں، نوا اس میں ہے تو	کوہ ہم ہیں اور صدا اس میں ہے تو

ما چو شطرنجیم اندر برد و مات	برد و ماتِ ما ز تست اے خوش صفات
صورتِ شطرنج ہم ہیں برد و مات	تجھ سے ہے یہ برد و مات اے خوش صفات
ما کہ باشیم اے تو ما را جانِ جاں	تا کہ ما باشیم با تو درمیاں
کون ہیں ہم یہ بتا اے جانِ جاں	تو ہی تو ہے اور کیا ہے درمیاں
ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما	تو وجودِ مطلقی فانی نما
ہم عدم ہیں تو ہے ہستی کا پتا	تو وجودِ مطلق فانی نما
ما ہمہ شیراں ولے شیرِ علم	حملہ ماں از باد باشد دمبدم
شیر ہیں ہم سب مگر شیرِ علم [1]	حملہ اپنا ہے ہوا سے دمبدم
حملہ ماں پیدا ست و ناپیدا ست باد	آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد
لغزشیں ظاہر۔ ہوا ناپید ہے	گم نہ ہو جو اے خدا ناپید ہے
باد ما و بودِ ما از دادِ تست	ہستیِ ما جملہ از ایجادِ تست
باد و بود اپنی ہے تیری داد سے	اپنی ہستی ہے تری ایجاد سے
لذتِ ہستی نمودی نیست را	عاشقِ خود کردہ بودی نیست را [2]
دی عدم کو تو نے لذت ہست کی	نیستی ہیں شیفتگی اپنی رکھی ہے
لذتِ انعامِ خود را وامگیر	نقل و بادہ و جامِ خود را وامگیر
جو دیا انعام اب واپس نہ لے ؛	نقل دے اور جام اب واپس نہ لے
ور بگیری کیست جست و جو کند	نقش با نقاش چوں نیرو کند
کون لے واپس اگر لے چھین تو	نقش کیا نقاش سے ہو جنگجو ؛
منگر اندر ما مکن در ما نظر	اندر اکرام و سخائے خود نگر
کر نہ ہم تقصیر واروں پر نظر ؛	اپنے اکرام و سخا پر کر نظر

[1] یعنی وہ شیر جو جھنڈے پر بنایا جاتا ہے ۔

[2] یعنی جس طرح شیرِ علم ہوا کی جنبش سے دمبدم ہر طرف جھپٹتا معلوم ہوتا ہے ۔

ما نبودیم و تقاضامان نبود — لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

ہم نہ تھے، کوئی تقاضا بھی نہ تھا — لطف نے تیرے سہارا خود دیا

نقش باشد پیش نقاش و قلم — عاجز و بستہ چو کودک در شکم

سامنے نقاش کے نقش و قلم — ایسے ہیں عاجز ہو جوں طفل شکم

پیش قدرت خلق جملہ بارگہ — عاجزاں چوں پیش سوزن کارگہ

ساری مخلوق اور ہے تیری بارگہ — ہو سوئی کے آگے جیسے کارگاہ

گاہ نقش دیو و گاہ آدم کند — گاہ نقش شادی و گاہ غم کند

دیو کو کھینچے کہ نقش آدمی ہے — شکل شادی اور شبیہ غم کبھی ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع — نطق نے تا دم زند از ضر و نفع

دور کرنے کی بھلا طاقت کسے — مارنے کی دم یہاں قوت کسے

تو ز قرآں باز خواں تفسیر بیت — گفت ایزد ما رمیتَ اذ رمیتَ

پڑھ ذرا قرآن میں تفسیر بیت — قول حق ہے "ما رمیت اذ رمیت"[له]

گر بپرانیم تیر آں کے ز ماست — ما کمان و تیر اندازش خداست

تیر ہم پھینکیں کہاں زور بدن — ہم کماں ہیں اور خدا ہے تیر زن

ایں نہ جبر ایں معنی جباریست — ذکر جباری برائے زاری ست

کون جباری کو جبر اس جا کہے — ذکر جباری ہے رونے کے لئے

زاری ما شد دلیل اضطرار — خجلت ما شد دلیل اختیار

اپنا رونا ہے دلیل اضطرار — اور ندامت ہے دلیل اختیار

له قولہ تعالیٰ عز و جل: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورہ انفال) یعنی طائفۂ اسلام نے جو مشرکین کو قتل کیا ہے تو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے خود قتل کیا ہے۔ اور اے پیغمبر! تم نے جو تیر پھینکا تھا وہ تم نے نہیں پھینکا، بلکہ خدائے عز و جل نے پھینکا تھا۔

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست　　ویں دریغ و خجلت و آزرم چیست

گر نہ ہوتا یہ تو ہوتی کیوں حیا　　پھر یہ افسوس اور غم و خجلت ہے کیا

زجر استاداں بشاگرداں چراست　　خاطر از تدبیرہا گرداں چراست

زجر[له] استادوں کا شاگردوں کو کیوں　　دل ہے کیوں تدبیر سے برگشتہ یوں

ور تو گوئی غافل ست از جبر او　　ماہِ حق پنہاں شد اندر ابرِ او

گر کہے تو وہ ہے غافل جبر سے　　چاند حق کا ابر میں اس کے چھپے

ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی　　بگزری از کفر و بر دیں بگروی

ہے جواب اچھا اگر تو سن سکے　　چھوڑ کر تو کفر، دیں حاصل کرے

حسرت و زاری کہ در بیماری ست　　وقتِ بیماری ہمہ بیداری ست

حسرت و زاری جو بیماری میں ہے　　وقت بیماری کا بیداری میں ہے

آں زماں کہ می شوی بیمار تو　　می کنی از جرم استغفار تو

جبکہ ہوتا ہے کبھی بیمار تو　　جرم سے کرتا ہے استغفار تو

می نماید بر تو زشتیٔ گنہ　　می کنی نیت کہ باز آیم بہ رہ

تجھ پہ کھلتی ہے گناہوں کی بدی　　اس لئے ہوتی ہے نیت توبہ کی

عہد و پیماں می کنی کہ بعد ازیں　　جز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں

عہد کرتا ہے کہ تا عمر تمام　　جز اطاعت اور کچھ ہوگا نہ کام

پس یقیں گشت ایں کہ بیماری ترا　　می ببخشد ہوش و بیداری ترا

پس یقینی ہے کہ بیماری تری　　ہوش و بیداری تجھے ہے بخشتی

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو　　ہر کہ را درد است او بردست بو

پس سمجھ اصلِ حقیقت مو بمو　　جو ہے اہل درد اس میں ہے یہ بو

له جھڑکنا۔

٩٢٩٦٥

ہر کہ او بیدار تر پُر درد تر	ہر کہ او آگاہ تر رُخ زرد تر
جو ہے بیدار اس کو ہے اتنا ہی درد	جو ہے واقف تر اسی کا رخ ہے زرد
گر ز جبرش آگہی زاریت کو ۱	جنبش زنجیر جباریت کو
جبر سے واقف ہے۔ تو زاری ہے کیوں	جنبش زنجیر جباری ہے کیوں
بستہ در زنجیر زادی چوں کند	چوب اشکستہ عمادی چوں کند
بستۂ زنجیر ہو آزاد کیوں ؟	ٹوٹی لکڑی سے بنے گا کیا ستوں
کے اسیر حبس آزادی کند	کے گرفتارِ بلا شادی کند
ایک قیدی کیا بھلا آزاد ہو	اک گرفتارِ بلا کیا شاد ہو ؟
ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند	بر تو سرہنگان شہ بنشستہ اند
دیکھتا ہے تیرے پاؤں ہیں بندھے	سر پہ بیٹھے ہیں سپاہی شاہ کے
پس تو سرہنگی مکن با عاجزاں	زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزاں
عاجزوں سے پھر سپاہی پن نہ کر	عاجزوں کی یہ نہیں خو بے خبر
چوں تو جبر او نمی بینی مگو	ور ہمی بینی نشان دید کو
جبر اگر اس میں نہیں، چپ سادھ جا	دیکھتا ہے تو نشانی کچھ بتا
در ہر آں کارے کہ میلستت بداں	قدرت خود را ہمی بینی عیاں
تیری رغبت ہے یہاں جس کام میں	اس کے کرنے کی ہیں تجھ میں قدرتیں
در ہر آں کارے کہ میلت نیست و خواست	اندراں جبری شوی کیں از خداست
اور دل جس کام پہ مائل نہ تھا	سمجھا جوں جبری اسے کارِ خدا
انبیا در کار دنیا جبری اند	کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند
انبیا جبری اگر دنیا میں ہیں	جبری یہ کفار سب عقبیٰ کے ہیں
انبیا را کار عقبیٰ اختیار	کافراں را کارِ دنیا اختیار
انبیا نے کی ہے دنیا اختیار	کافروں نے کی ہے دنیا اختیار

زانکہ ہر مرغے بسوئے جنس خویش
می پرد او در پس و جاں پیش پیش

جنس پر مائل ہے مرغِ گلستاں
پیچھے پیچھے وہ ہے آگے آگے جاں

کافراں چوں جنس سجیں آمدند
سجن دنیا را خوش آئیں آمدند

چونکہ کافر صاحب سجین[۱] ہوئے
تھے وہ موزوں قید دنیا کے لئے

انبیا چوں جنس علیین بدند
سوئے علیین بجان و دل شدند

انبیا ہم جنس علیین[۲] جو تھے
جان و دل سے سوئے علیین گئے

اے خدا بنما تو جاں را آں مقام
کاندرو بیحرف می روید کلام

اے خدا دل کو دکھادے وہ مقام
جس جگہ بے حرف ہوتا ہے کلام

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما
باز گوئیم آں تمامی قصہ را

کچھ نہیں اس داستاں کی انتہا
پھر وہی ہم دیتے ہیں قصہ سنا

مریدوں کی نا امیدی

آں وزیر از اندروں آواز داد
کاے مریداں از من ایں معلوم باد

بولا اندر سے وزیر، اچھا سنو
اے مریدو! تم کو یہ معلوم ہو

کہ مرا عیسیٰ چنیں پیغام کرد
کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد

مجھ کو عیسیٰؑ نے دیا ہے یہ پیام
یاروں خویشوں سے الگ ہو لا کلام

روئے بر دیوار کن تنہا نشیں
وز وجود خویش ہم خلوت گزیں

رکھ نظر دیوار پر عزلت میں بیٹھ
اپنے تن سے بھی جدا خلوت میں بیٹھ

بعد ازیں دستوری گفتار نیست
بعد ازیں با گفتگویم کار نیست

بعد اس کے بولنا دشوار ہے
بعد اس کے گفتگو بیکار ہے

---

۱ وہ مقام جہاں کفار و فجار کا نام لکھا جاتا ہے۔

۲ وہ مقام جہاں نیک لوگوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

الوداع اے دوستاں من مردہ ام — رخت بر چارم فلک بر بردہ ام
الوداع اے دوستو میں مر گیا — اور میں چوتھے آسماں پر جا بسا
تا بزیر چرخ ناری چوں حطب — می نسوزم در عنا و در عطب
تا کہ لکڑی کی طرح زیر فلک — جل نہ جاؤں رنج و غم سے یک بیک
پہلوے عیسیٰؑ نشینم بعد ازیں — بر فراز آسمان چارمیں
پہلوے عیسیٰؑ میں بیٹھوں بے نیاز — ہو کے چوتھے آسماں پر سرفراز
وانگہانے آں امیراں را بخواند — یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
پھر امیروں کو بلا کر آپ ہی — سب سے تنہائی میں اک اک بات کی

وزیر کا امیروں کو پھسلانا

گفت ہر یک را بدین عیسوی — نائب حق و خلیفہ من توئی
سب سے فرداً فرداً اس نے یہ کہا — نائب حق تو خلیفہ ہے مرا
واں امیران دگر اتباع تو — کرد عیسیٰؑ جملہ را اشیاع تو
اور ہیں سردار جتنے جا بجا — سب کو عیسیٰؑ نے ترے تابع کیا
ہر امیرے کو کشد گردن بگیر — یا بکش یا خود ہمیدارش اسیر
سر اٹھائے اب اگر کوئی امیر — قتل کر دے یا اسے کر لے اسیر
لیک تا من زندہ ام ایں را مگو — تا نمیرم ایں ریاست را مجو
چپ رہو جب تک ہے میری زندگی — میرے مرنے تک حکومت ہے مری
تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن — دعوی شاہی و استیلا مکن
میرے مرنے تک ہو یہ فاش راز — جھگڑے سے شاہی کے کرنا احتراز
اینک ایں طومار و احکام مسیحؑ — یک بیک خواں تو بر امت فصیح
لے یہ ہیں مکتوب و احکام مسیحؑ — سب کو پہنچا دے بہ الفاظ فصیح

ہر یکے را کرد او اندر سِرِ عزیز ۔ ہرچہ آں را گفت ایں را گفت نیز

سب کو دے دی رازداری کی صلا ۔ جو کہا اس سے وہی اس سے کہا

ہر یکے را او یکے طومار داد ۔ ہر یکے ضدِ دگر بُد المراد

سب کو اک مکتوب الگ اس نے دیا ۔ ایک کی ضد الغرض تھا دوسرا

جملگی طومارہا بُد مختلف ۔ ہمچو شکلِ حرفہا یا تا الف

سب کے سب مکتوب تھے وہ مختلف ۔ جس طرح صورت میں بے سے اور الف

حکمِ ایں طومار ضدِّ حکمِ آں ۔ پیش ازیں کردیم ایں ضد را بیاں

دوسرے کی ضد تھا اک مکتوب ہاں ۔ اس سے پہلے کر چکے ہیں ہم بیاں

وزیر کا خلوت میں خودکشی کرنا

بعد ازاں چل روز دیگر در ببست ۔ خویش کشت و از وجودِ خود برست

ایک چلے تک نہ دروازہ کھلا ۔ آخر اک دن خودکشی سے مر گیا

چونکہ خلق از مرگِ او آگاہ شد ۔ بر سرِ گورش قیامت گاہ شد

جب چلا لوگوں کو مرنے کا پتا ۔ قبر پہ اس کی ہوا محشر بپا

خلق چنداں جمع شد بر گورِ او ۔ موکناں جامہ دراں در شورِ او

خلق اتنی جمع مرقد پر ہوئی ۔ نوچتی بال اور کپڑے پھاڑتی

کاں عدد را ہم خدا داند شمرد ۔ از عرب وز ترک و ز رومی و کرد

جانتا ہے بس خدا ان کا شمار ۔ وہ عرب وہ ترک و رومی بیقرار

خاکِ او کردند بر سرہائے خویش ۔ دردِ او دیدند درماں جائے خویش

خاک اس کی سر پہ ڈالی با ملال ۔ درد کو اس کے کیا درماں خیال

آں خلائق بر سرِ گورش مہے ۔ کردہ خوں را از دو چشمِ خود رہے

اک مہینے تک رہے سب نوحہ خواں ۔ خون کے آنسو تھے آنکھوں سے رواں

جملہ از درد و فراقش در فغاں   ہم شہان و ہم کہان و ہم مہاں
اس کے درد ہجر میں روتے رہے   سب کے سب شاہ و گدا چھوٹے بڑے

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں   از امیراں کیست بر جایش نشاں
ایک مدت کے بعد لوگوں نے کہا   اب بنے گا کون سردار اس کی جا

تا بجائے او شناسیمش امام   تا کہ کار ما ازو گردد تمام
تا کہ اس کو مان لیں اپنا امام   پائیں تکمیل اس سے اپنے سارے کام

سر ہمہ بر اختیار او نہیم   دست بر داماں و دست او زنیم
اس کے آگے سر کو اپنے خم کریں   ہاتھ سے ہم اس کا دامن تھام لیں

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ   چارہ نبود بر مقامش از چراغ
دے گیا سورج ہمارا ہم کو داغ   لازمی اس کی جگہ ہے اک چراغ

چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار   نائبے باید ازو ماں یادگار
ہو گیا ہے ہم سے پنہاں روئے یار   نائب اسکا چاہئے اک یادگار

چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب   بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
گل ہوا رخصت ہوا گلشن خراب   بوئے گل کس سے ملیگی جز گلاب

چوں خدا اندر نیاید در عیاں   نائب حقند ایں پیغمبراں
جب خدا ہوتا نہیں ہے خود عیاں   نائب حق انبیا ہیں بے گماں

نے غلط گفتم کہ نائب با منوب   گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
یہ غلط ہے کیونکہ نائب اور منوب[لہ]   مانے جائیں دو؟ نہیں یہ بات خوب

نے دو باشد تا توئی صورت پرست   پیش او یک گشت کز صورت برست
یہ دوئی ہے اہل ظاہر کے لئے   ایک ہیں اہل نظر کے سامنے

لہ جس کی نیابت کی جائے۔

چوں بصورت بنگری چشمت دوست	تو بنورش درنگر کاں یکتوست
دو نظر آتی ہیں گو آنکھیں تیری	نور ہے دونوں میں لیکن ایک ہی
لاجرم چوں بر یکے افتد بصر	آں یکے باشد دو ناید در نظر
آنکھ پڑتی ہے اگر اک چیز پر	دو نہیں آتی کسی کو وہ نظر
نور ہر دو چشم نتواں فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
دونوں آنکھوں میں ہے اک نور اے پسر	نور پر ڈالے اگر کوئی نظر ٭٭

پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں	ہر یکے باشد بصورت غیر آں
دس چراغ اک گھر میں رکھے جائیں صاف	صورتوں میں سب کی ہوگا اختلاف
فرق نتواں کرد نور ہر یکے	چوں بنورش روئے آری بےشکے
نور میں ہوگا نہ فرق اے نیک خو	نور بے شک ان کا جب دیکھے گا تو
اُطْلُبِ الْمَعْنٰی مِنَ الْفُرْقَانِ وَقُلْ	لَا نُفَرِّقْ بَیْنَ اٰحَادِ الرُّسُلْ
یہ ہے فرمان خدائے جزو و کل	لا نفرق بین احد من رسل [1]
گر تو صد سیب و صد آبی بشمری	صد نماید یک شود چوں بفشری
گننے کو سو سیب گن لے سو ہی	ایک ہونگی جب نچوڑی جائینگی
در معانی قسمت و اعداد نیست	در معانی تجزیہ و افراد نیست
قسمت و اعداد معنی میں کہاں	ٹکڑے اور افراد معنی میں کہاں

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ (سورہ بقرہ) یعنی جو کچھ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اسی سورہ میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۔

اتحادِ یار با یاراں خوش است	پائے معنی گیر صورت سرکش است
ہے مبارک دوستوں سے دوستی	جب کھلے معنی تو صورت چھپ گئی
صورتِ سرکش گدازاں کن برنج	تا بہ بینی زیر آں وحدت چو گنج
رنج سے صورت میں پیدا کر گداز	تا کھلے گنجینۂ وحدت کا راز
ور تو نگدازی عنایتہائے او	ہم گدازد اے دلم مولائے او
ورنہ رکھ اسکی عنایت سے نیاز	دیگا خود مولا ترے دل میں گداز
او نماید ہم بدلہا خویش را	او بدوزد خرقۂ درویش را
دل میں اپنی جھلکیاں لیتا ہے وہ	خرقۂ درویش سی دیتا ہے وہ
منبسط بودیم یک گوہر ہمہ	بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
گوہرِ فرد آہ ہم تھے سب کے سب	بے سر و بے پا بحکم خاص رب
یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب	بے گرہ بودیم و صافی ہمچو آب
ایک موتی تھے مثالِ آفتاب	بے گرہ اور صاف تھے ہم شکلِ آب
چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ	شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
نورِ خالص جب ہوا صورت پذیر[۵۱]	سایہ ہائے کنگرہ تھے عکس گیر
کنگرہ ویراں کنید از منجنیق	تا رود فرق از میانِ ایں فریق
کنگروں کو توڑ لے کر منجنیق[۵۲]	دور ہو یہ امتیازِ ہر فریق

رسول کریمؐ اور دیگر انبیاؑ کا ارشاد

شرح ایں را گفتمے من از مرے	لیک ترسم تا نلغزد خاطرے
شرح کرتا اور میں اس کی ابھی	ڈر یہ ہے لغزش نہ کھائے دل کوئی

۵۱ یعنی روح جب جسم میں آئی تو متعدد ہو گئی۔ اس تعدادِ ارواح کی مثال ایسی ہے جیسے قلعے کے کنگروں کا سایہ کہ کنگروں کے سبب متعدد معلوم ہوتا ہے۔ ۵۲ گوپھن۔

نکتہ ہا چوں تیغ الماس ست تیز	گر نداری تو سپر واپس گریز
نکتے ہیں الماس کی مانند تیز	گر نہیں ہے ڈھال تو کر جا گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا	کز بریدن تیغ را نبود حیا
آ نہ بے ڈھال آگے اِس الماس کے	تیغ کب رکتی ہے اپنی کاٹ سے
زیں سبب من تیغ کردم در غلاف	تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
کر لیا یوں تیغ کو میں نے غلاف	تا کوئی کج خواں نہ سمجھے بر خلاف
آمدیم اندر تمامی داستاں	وز وفاداری جمع دوستاں
ختم اب کرتے ہیں ہم یہ داستاں	وہ جماعت وہ وفائے دوستاں
کز پس ایں پیشوا بر خاستند	بر مقامش نائبے می خواستند
پیشوا اُٹھے وہاں سب باشعور	ایک نائب کا تقرر تھا ضرور

امیروں کی آپس میں جنگ

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت	پیش آں قوم وفا اندیش رفت
ان امیروں میں سے ایک اُٹھا امیر	سامنے اس قوم کے آیا امیر
گفت اینک نائب آں مرد من	نائب عیسیٰؑ منم اندر زمن
بولا میں نائب ہوں اس کا جانیے	نائب عیسیٰؑ مجھی کو مانیے
اینک ایں طومار برہان منست	کایں نیابت بعد ازو آنِ منست
یہ ہے مکتوب اک دلیل ایسی قوی	بعد اُس کے یہ نیابت ہے مری
آں امیر دیگر آمد از کمیں	دعوی او در خلافت بد ہمیں
پھر امیر ایک اور اٹھا ساتھ ہی	تھا نیابت کا وہ اپنی مدعی
از بغل او نیز طومارے نمود	تا بر آمد ہر دو را خشم و جحود
اُس نے بھی اک خط نکالا جیب سے	دونوں غصے میں جھگڑنے لگ گئے

آں امیران دگر یکیک قطار ۔ برکشیدہ تیغہائے آبدار
اور امیر آئے قطار اندر قطار ۔ سونت کر ہاتھوں میں تیغ آبدار
ہر یکے را تیغ و طومارے بدست ۔ درہم افتادند چوں پیلان مست
تیغ اور طومار سب کے پاس تھے ۔ مست ہاتھی کی طرح لڑنے لگے
ہر امیرے داشت خیل بیکراں ۔ تیغہا را برکشیدند آں زماں
تھی ہر اک کے ساتھ اک طاقت بڑی ۔ کھینچ کر تلوار آئے اس گھڑی
صد ہزاراں مرد ترسا کشتہ شد ۔ تا ز سرہائے بریدہ پشتہ شد
لاکھوں عیسائی وہیں بے جاں ہوئے ۔ سر کٹے اتنے کہ پشتے لگ گئے ہ
خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست ۔ کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست
دائیں بائیں خون کی ندی بہی ہ ۔ گرد بے اندازہ میداں میں اڑی
تخمہائے فتنہ ہا کو کشتہ بود ۔ آفت سرہائے ایشاں گشتہ بود
بیج فتنوں کا جو تھا وہ بو گیا ۔ وہ سروں کو ایک آفت ہو گیا
جوزہا بشکست و آں کو مغز داشت ۔ بعد کشتن روح پاک نغز داشت
ٹوٹے اخروٹ اور جن میں مغز تھا ۔ روح ان کی پاک تھی بعد فنا
کشتن و مردن کہ بر نقش تن است ۔ چوں انار و سیب را بشکستن است
مرنے کٹنے کا ہے جسموں پر مدار ۔ جس طرح توڑے کوئی سیب و انار
آنچہ شیریں ست آں شد ناردانگ ۔ وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر بانگ
جو ہے شیریں اُس کا پانی ہے لطیف ۔ جو ہے بوسیدہ - وہی ہوگا کثیف
آنچہ پر مغز ست چوں مشک ست پاک ۔ وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر خاک
مشک کی مانند ہے پُر مغز پاک ۔ جو ہے بوسیدہ وہ ہو جائیگا خاک

لہ سروں سے مراد ہے ۔

آنچہ با معنی ست خود پیدا شود　　وانچہ بے معنی ست خود رسوا شد

جس میں معنی ہیں وہ خود ہوگا عیاں　　اور بے معنی کو ہیں رسوائیاں

رو بمعنی کوش اے صورت پرست　　زانکہ معنی بر تن صورت پرست

کر تلاش معنی اے ظاہر نگر　　کیونکہ معنی جسم کے ہیں شکل پر

ہمنشین اہل معنی باش تا　　ہم عطا یابی و ہم باشی فتا

ہمنشیں ہو اہل معنی کا یہاں　　ہوگا ان کے فیض سے مرد جواں

جان بے معنی دریں تن بے خلاف　　ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف

جسم میں یوں جان بے معنی ہے صاف　　کاٹھ کی تلوار پر جیسے غلاف

تا غلاف اندر بود با قیمت ست　　چوں بروں شد سوختن را آلت ست

ہے غلاف اس پر تو وہ ہے قیمتی　　باہر آ جانے تو ایندھن ہے وہی

تیغ چوبیں را مبر در کارزار　　بنگر اول تا نگردد کار زار

کاٹھ کی تلوار اور پھر کارزار !　　دیکھ لے ناکامی انجام کار

گر بود چوبیں برو دیگر طلب　　ور بود الماس پیش آ با طرب

ہو جو لکڑی کی تو اس کو پھینک دے　　اور جو ہو الماس کی آ شوق سے

تیغ در زرادخانہ اولیاست　　دیدن ایشاں شمارا کیمیاست

تیغ کا گھر ہے مکان اولیا　　دیکھنا ان کا ہے گویا کیمیا

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں　　ہست دانا رحمۃ للعالمیں

قول یہ داناؤں کا ہے بالیقیں　　سب سے ہے برتر حبیب مرسلیں

گر انارے میخری خنداں بخر　　تا دہد خندہ ز دانہ او خبر

لے شگفتہ سا جو لینا ہے انار　　تا کہ ہو دانوں کی حالت آشکار

اے مبارک خندہ اش کو از دہاں　　می نماید دل چو در از درج جاں

ہے ہنسی اس کی جو منہ سے برملا　　درج جاں سے دل کا موتی دے دکھا

نامبارک خندۂ آں لالہ بود / کز دہانِ او سوادِ دل نمود
خندۂ لالہ نہ تھا راحت فشاں / دل کی تاریکی تھی صورت سے عیاں

یک زمانے صحبتے با اولیا / بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اولیا کے پاس دم بھر بیٹھنا / بے ریا صد سالہ طاعت سے سوا

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی / چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
چاہیے تو پتھر ہو اے مردم شناس / موتی بن جائے گا صاحب دل کے پاس

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں / دل مدہ الا بمہرِ دل خوشاں
جان کو پاکوں پہ صدقے کیجیئے / دل فقط زندہ دلوں کو دیجئے

کوئے نومیدی مرو امیدہاست / سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست
ہو نہ مایوس آس کے رخ ہیں بہت / جا نہ تاریکی میں سورج ہیں بہت

دل ترا در کوئے اہلِ دل کشید / تن ترا در حبسِ آب و گل کشید
کوئے اہلِ دل میں دل لایا تجھے / حبسِ آب و گل میں کھینچا جسم نے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدمے / رو بجو اقبال را از مقبلے
اہلِ دل سے لے کے دل کو دے غذا / اور کسی مقبل سے ڈھونڈ اقبال جا

دست زن در ذیلِ صاحب دولتے / تا ز افضالش بیابی رفعتے
صاحبِ دولت کا دامن تھام لے / تا کہ پائے رفعت اس کے لطف سے

صحبتِ صالح ترا صالح کند / صحبتِ طالح ترا طالح کند
صحبت اچھی نیک کر دیگی تجھے / صحبتِ بد سے برائی ہی ملے

انجیل میں رسولِ مقبول ﷺ کی تعریف

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ / آں سرِ پیغمبراں بحرِ صفا
درج تھا انجیل میں نامِ نبی ﷺ / سرورِ پیغمبران و سروری

بود ذکر حلیہ ہا و شکل او	بود ذکر غزو و صوم و اکل او
ان کے حلیے اور صورت کا تھا ذکر	روزہ و جنگ و فضیلت کا تھا ذکر
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب	چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
بعض نصرانی، جو تھے اہل نظر	جب پہنچ جاتے تھے ان کے نام پر
بوسہ دادندے بداں نام شریف	رو نہادندے بداں وصف لطیف
نام کو دیتے تھے بوسہ، چوم کر	وصف سنتے مست ہوتے جھوم کر
اندریں فتنہ کہ گفتم آں گروہ	ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ
اس لڑائی میں تھا جسکا ذکر ابھی	فتنے سے بے خوف تھے یہ آدمی
ایمن از شر امیران و وزیر	در پناہ نام احمد مستجیر
سب کے شر سے تھے یہ محفوظ نگاہ	بے جھجکے تھے نام احمدؐ کی پناہ
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد	نور احمدؐ ناصر آمد یار شد
نسل بھی ان کی بہت بڑھتی گئی	نور نے احمدؐ کے نصرت ان کو دی
واں گروہ دیگر از نصرانیاں	نام احمدؐ داشتندے مستہاں
دوسرے تھے جو نصاریٰ بے دلیل	نام احمدؐ کو سمجھتے تھے ذلیل
مستہان و خوار گشتند از فتن	از وزیر شوم رائے شوم فن
وہ ذلیل و خوار فتنوں سے ہوئے	سب وزیر شوم کے محکوم تھے
مستہان و خوار گشتند آں فریق	گشتہ محروم از خود و شرط طریق
تھا ذلیل و خوار بے حد وہ فریق	کھو دیا خود کو بھی اور شرط طریق
ہم مخبط دین شاں و حکم شاں	از پئے طومارہائے کژ بیاں
خبط ان کا دین بھی تھا حکم بھی	کیونکہ بے معنی تھے طومار آپ ہی

[1] یعنی وہی نصاریٰ کی خانہ جنگیاں جو وزیر کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھیں ۔

[2] مکتوب جو وزیر نے لکھ کر دیئے تھے ۔

نامِ احمدؐ چوں چنیں یاری کند	تاکہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمدؐ ہیں یہ سب یاری تو یار	نور اُس کا ہوگا کتنا سازگار
نامِ احمدؐ چوں حصارے شد حصین	تا چہ باشد ذاتِ آں روح الامین
نام احمدؐ جب ہے اک پختہ حصار	ذات کو ہوگا نہ جانے کیا وقار

دُوسرا دُشمنِ عیسائیت یہودی بادشاہ

بعد ازیں خوں ریز درماں ناپذیر	کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
بعدِ اِس ہنگامے کے اے مردِ پیر	جو ہوا پیدا پس مرگ وزیر
یک شہِ دیگر ز نسلِ آں جہود	در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رو نمود
اور اک ظالم یہودی بادشاہ	کرنے اٹھا قومِ عیسیٰؑ کو تباہ
گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج	سورہ برخواں والسّما ذاتِ البروج
ہو تجھے معلوم سب حالِ خروج	پڑھ یہ سورۃ والسما ذات البروج[ف]
سنّتِ بد کز شہِ اوّل بزاد	ایں شہِ دیگر قدم بروے نہاد
پہلے نے پیدا کیا جو راستا	دوسرا بھی اُس کے قدموں پر چلا
ہر کہ او بنہاد ناخوش سنتے	سوئے او نفریں رود ہر ساعتے
جس نے اک سنّت بُری ایجاد کی	نفرتیں اس پر پڑیں گی ہر گھڑی
نیکواں رفتند و سنّتہا بماند	وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
نیکوں کی باقی ہیں اب تک سنّتیں	اور بُروں کے ظلم پر ہیں لعنتیں

ف۵ یعنی اصحابِ اخدود کا حال جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بروج میں فرمایا ہے۔ اخدود زمین کے شگافوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ قوم اور اس کا بادشاہ زمین اور پہاڑوں کو پھاڑ کر آگ جلاتے تھے اور مخلوقِ الٰہی کو آتش پرستی کی دعوت دیتے تھے۔ اس لئے اخدود کہلاتے تھے۔

تا قیامت ہر کہ جنس آن بدان — در وجود آید بود رویش بدان

تا ابد جو کوئی ان کی جنس سے — ہوگا پیدا۔ اس طرف مائل رہے

رگ رگ ست این آب شیرین آب شور — در خلائق می رود تا نفخ صور

چشمۂ شیرین و آب پُر نمک ؎ — جاری دنیا میں رہیگا حشر تک

نیکوان را ہست میراث از خوش آب — آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْکِتَاب

نیکوں کی میراث پائی ہے خوش آب — یعنی وہ میراث اورثنا الکتاب ؎

شد نشان طالبان ار بنگری — شعلہ ہا از گوہر پیغمبری

طالبوں پر ہیں فدا سب دیکھ لیں — گوہر پیغمبری کی تابشیں ؎

شعلہ ہا با گوہران گردان بود — شعلہ آن جانب رود ہم کان بود

موتیوں کی سمت شعلے ہیں روان — شعلہ بھی جائے تو بن جاتا ہے کان

نور روزن گرد خانہ می دود — زانکہ خور برجے ببرجے می رود

گرد گھر کے پھرتا ہے روزن کا نور — کیونکہ سورج کا ہے برجوں میں ظہور

ہر کرا با اخترے پیوستگی ست — مر ورا با اختر خود ہم تگی ست

جس کو جس تارے سے ہے وابستگی — کھاتا ہے چکر وہ اس کے ساتھ ہی

طالعش گر زہرہ باشد در طرب — میل کلی دارد و عشق و طلب

جس کے طالع میں ہے زہرہ شاد کام — وہ رہ عشق و طلب میں تیز گام

ور بود مریخی و خونریز خو — جنگ و بہتان و خصومت جوید او

جس کے طالع میں ہو مریخ اے اخی — ڈھونڈے گا وہ جنگ بہتان دشمنی

اختران اند از ورای اختران — کاحتراق و نحس نبود اندران

ماسوا ان کے ہیں تارے اور بھی ؎ — رنج نہیں ہے جن میں سوز و نحس کی

؎ قولہ تعالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (ترجمہ ہم نے قرآن کریم کا وارث اُن لوگوں کو کیا ہے، جو برگزیدہ ہیں) ؎

سائراں در آسمانہائے دگر · غیر ایں ہفت آسمانِ مشتہر
آسماں ہیں اور ان کی سیر کو · کچھ الگ ان آسمانوں سے سنو

راسخاں در تابِ انوارِ خدا · نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
تابِ انوارِ خدا سے اولیا · ہیں نہ پیوستہ نہ ایک اک سے جدا

ہر کہ باشد طالعِ او زاں نجوم · نفسِ او کفار سوزد در رجوم
جس کا طالع ان ستاروں سے بنے · نفس اس کا کافروں کو پھونک دے

خشمِ مریخے نباشد خشمِ او · منقلب رو غالب و مغلوب خو
وہ نہیں مریخ جیسے غصہ جو · منقلب ہیں۔ غالب اور مغلوب خو

نورِ غالب ایمن از کسف و غسق · درمیانِ اصبعین نورِ حق
نور کو ان کے گہن سے ہے امان · نورِ حق کی انگلیوں کے درمیان

حق فشاند آں نور را بر جانہا · مقبلاں برداشتہ داماںہا
نور جانوں کو دیا اللہ نے · تھے جو مقبل سب نے دامن بھر لئے

واں نثارِ نور ہر کو یافتہ · روئے از غیرِ خدا بر تافتہ
جسکو وہ نورِ صفا آگیں ملا ہے · اسکا منہ غیرِ خدا سے پھر گیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابدہ · زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
جس کو حاصل عشق کا دامن نہ تھا · نور سے محروم اسے رہنا پڑا

جزوہا را رویہا سوئے کل ست · بلبلاں را عشق با روئے گل ست
جزو کو گویا تعلق کل سے ہے۔ · بلبلوں کو عشق روئے گل سے ہے

گاو را رنگ از بروں و مرد را · از دروں جو رنگِ سرخ و زرد را
دیکھ لے باہر سے رنگِ گاو خر · رنگِ انساں دیکھ اندر سے مگر

رنگہائے نیک از خمِ صفاست · رنگِ زشتاں از سیاہ آبہ جفاست
صاف نیکوں کا نشیلا رنگ ہے · اور کیچڑ سے بروں کا رنگ ہے

صبغۃ اللہ نام آں رنگ لطیف	لعنۃ اللہ بوئے ایں رنگ کثیف
نام ہے اُس رنگ کا رنگ خدا	اور اس پر لعنت حق ہو سدا
آنچہ از دریا بدریا می رود	از ہمانجا کامد آنجا می رود
پانی دریا میں کا ہے شک بالیقیں	آتا ہے جس جا سے جاتا ہے وہیں

آگ کے پہلو میں بُت

از سر کہ سیلہائے تیز رو	وز تن ما جان عشق آمیز رو
چوٹیوں سے مثل سیل تیز چل	جسم سے اے جان عشق آمیز چل
آں جہود سگ ببیں چہ رائے کرد	پہلوئے آتش بتے بر پائے کرد
دیکھ تو کیا اُس یہودی نے کیا	آگ کے پہلو میں اک بت رکھ دیا
کانکہ ایں بت را سجود آرد برست	ور نیارد در دل آتش نشست
سجدہ جو بت کو کرے وہ ہو رہا	جو کرے انکار اُسے دینگے جلا
چوں سزائے آں بت نفس او نداد	از بت نفسش بتے دیگر بزاد
نفس کے بت کو نہ دی اس نے سزا	نفس کے بت نے تراشا دوسرا
مادر بتہا بت نفس شماست	زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
نفس ہے ماں ان بتوں کی بر ملا	کیونکہ وہ بت سانپ ہیں یہ اژدہا
آہن و سنگست نفس و بت شرار	آں شرار از آب می گیرد قرار
لوہا پتھر نفس ہے اور بت شرار	ان شراروں کو ہے پانی سے قرار
سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود	آدمی با ایں دو کے ایمن شود
سنگ و آہن کو سکوں پانی سے کیا	آدمی بے خوف ان سے کب ہوا
سنگ و آہن در درون دارند نار	آب را بر نار شاں نبود گذار
آگ سے پُر سنگ و آہن کا جگر	پانی کیونکر گذرے ان کی آگ پر

زآب چون نار برون کشتہ شود ـــ در درون سنگ و آہن کے رود
آب جو ہے آگ باہر کی بجھے ـــ لوہے اور پتھر کے دل میں کیا گھسے

آہن و سنگست اصل نار و دود ـــ فعل ہر دو کفر ترسا و جہود
سنگ و آہن اصل ہیں ہیں دود و نار ـــ ان پہ ہے کافر یہودی کا مدار

بت سیاہ آبست در کوزہ نہاں ـــ نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
کالا پانی بت ہے کوزے میں نہان ـــ نفس کو آب سیہ کا چشمہ جان

آں بت منحوت چوں سیل سیاہ ـــ نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ
بت وہ جوں سیل سیاہ ہے برملا ـــ نفس بت گر چشمہ ہے شہراہ کا

بت درون کوزہ چوں آب کدر ـــ نفس شومت چشمہ آں اے مصر
بت ہے گدلا پانی کوزے میں اگر ـــ نفس شوم اک چشمہ ہے۔ کچھ غور کر

صد سبو را بشکند یکپارہ سنگ ـــ وآب چشمہ می رہاند بے درنگ
ٹکڑا اک پتھر کا توڑے سو سبو[1] ـــ پانی چشمے سے بہادے چار سو

آب خم و کوزہ گر فانی شود ـــ آب چشمہ تازہ و باقی بود
کوزے سے تو گر بہی سکتا ہے کہیں ـــ چشمے کا پانی فنا ہوتا نہیں

بت شکستن سہل باشد نیک سہل ـــ سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
ہے اگرچہ توڑ دینا بت کو سہل ـــ نفس کو آساں سمجھ لینا ہے جہل

صورت نفس ار بجوئی اے پسر ـــ قصۂ دوزخ بخواں با ہفت در
دیکھنی ہو نفس کی صورت اگر ـــ ہفت دوزخ کا تو پڑھ حال اے پسر

ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازاں ـــ غرق صد فرعون با فرعونیاں
ہر نفس ہے مکر اور ہر مکر میں ـــ غرق ہیں فرعون و فرعونی سبھی

[1] ٹھیکا ۔

در خدائے موسیٰ و موسیٰ گریز	آب ایماں را ز فرعونی مریز
رب و موسیٰؑ میں تو ہو جا جذب ہاں	کر نہ فرعونی سے ایماں ریزیاں
دست را اندر احد و احمد بزن	اے برادر وا رہ از بوجہل تن
تو احد احمد کا دامن تھام لے	بھائی! جسم اپنا بچا بوجہل سے

آگ میں بچے کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود	پیش آں بت و آتش اندر شعلہ بود
لایا اک طفل اور عورت وہ یہود	سامنے بت کے بیٹھے عز د جود
گفت اے زن پیش ایں بت سجدہ کن	ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
بولا اے عورت اسے تو سجدہ کر	آگ میں جھونکو نگا ورنہ بے خطر
بود آں زن پاک دین و مومنہ	سجدہ آں بت نکرد آں موقنہ
تھی وہ عورت پاک دین و باصفا	سجدہ اس بت کو نہیں ہرگز کیا
طفل ازو بستد در آتش در فگند	زن بترسید و دل از ایماں بکند
لے کے بچہ اس سے ڈالا آگ میں	ڈر گئی - ایماں میں آئیں لغزشیں
خواست تا او سجدہ آرد پیش بت	بانگ زد آں طفل کانی لم امت
چاہتی تھی سجدہ اس بت کو کرے	بولا بچہ نہیں تو زندہ ہوں ارے
اندر آ مادر کہ من ایں جا خوشم	گرچہ در صورت میان آتشم
اندر آ ماں کہ میں خوش ہوں یہاں	گو بظاہر آگ کے ہوں درمیاں
چشم بندست آتش از بہر حجیب	رحمت ایں سر بر آوردہ ز جیب
ہے نظر بند آگ پردے کے لئے	سر ہے رحمت نے نکالا جیب سے
اندر آ مادر ببیں برہان حق	تا ببینی عشرت خاصان حق
اندر آ کر دیکھ اماں! شان حق	دیکھ یہ ہے عشرت خاصان حق

اندر آ و آب میں آتش مثال	از جہانے کاتش ہست آبش مثال
اندر آ آتش کو پانی دیکھ لاں	اس جہاں سے آگ پانی ہے جہاں
اندر آ اسرار ابراہیمؑ بیں	کو در آتش یافت در دریا نگیں
آ کے دیکھ اسرار ابراہیمؑ کے	آگ میں جن کو گل و نسریں ملے
مرگ می دیدم گہِ زادن ز تو	سخت خوش بود افتادن ز تو
موت تھا پیدا یہاں ہونا مرا	تجھ سے چھٹ جانا بہت اچھا ہوا
چوں برادم رستم از زندانِ تنگ	در جہانے خوش سرائے خوب رنگ
جب میں آیا چھوڑ کر زندانِ تنگ	پایا اس دنیا کو میں نے خوب رنگ
ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں	چوں درِ آتش بدیدم ایں سکوں
اب وہ دنیا جوں رحم دیکھی ہے تنگ	آگ میں ہے اک سکونِ آب رنگ
اندریں آتش بدیدم عالمے	ذرہ ذرہ اندرو عیسیٰ دمے [1]
آگ میں دیکھا ہے وہ عالم کہ بس	ذرہ ذرہ جس میں ہے عیسیٰ نفس
یک جہانِ نیست شکل و ہست ذات	واں جہانِ نا ہست شکل و بے ثبات
یہ جہاں یوں ہے فنا معناً بقا	وہ جہاں یوں ہے بقا معناً فنا
اندر آ مادر بحقِ مادری	بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
اندر آ اماں بحقِ مادری	دیکھ اس آذر میں نہیں کچھ آذری
اندر آ مادر کہ اقبال آمدہ ست	اندر آ مادر ہمہ دولت ز دست
اندر آ اماں یہاں اقبال ہے	اندر آ اماں جو حرصِ مال ہے
قدرت آں سنگ دیدی اندر آ	تا بہ بینی قدرت فضل خدا
دیکھی اس پتھر کی قوت اندر آ	تا کہ دیکھے قدرت فضل خدا

۱ تجھے میری ماں ہونے کا واسطہ

من ز رحمت می کشانم پائے تو — کز طرب خود نیستم پروائے تو

میں ترس کھا کر بلاتا ہوں تجھے — ورنہ خوش ہوں کیا تری پروا مجھے

اندر آ و دیگراں را ہم بخواں — کاندر آتش شاہ بنہادست خواں

تو بھی آ اوروں کو بھی اندر بلا — آگ میں اک خوان شاہی ہے بچھا

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار — اندریں آتش کہ دارد صد بہار

اندر آؤ دوڑ کر پروانہ وار — آگ میں پیدا ہے لطف صد بہار

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ — غیر عذب دیں عذابست از ہمہ

اندر آؤ اے مسلمانو ۔ چلو — اس سزا کی کیا ہے صورت دیکھ لو

اندر آئید و بہ بینید اینچنیں — سرد گشتہ آتش گرم چنیں

اندر آؤ اور دیکھو کس قدر ۔ — سرد ہے یہ آگ جو تھی تیز تر ۔

اندر آئید اے ہمہ مست خراب — اندر آئید اے ہمہ عین عتاب

اندر آئیں جتنے ہیں مست و خراب — اندر آئیں جو ہیں سرتاسر عذاب

اندر آئید اندریں بحر عمیق — تاکہ گردد روح صافی و رقیق

اندر آؤ یہ ہے اک بحر عمیق — روح تا ہو جائے تازہ اور رقیق

مادرش انداخت خود را اندرو — دست او بگرفت طفل مہر خو

ماں بھی آخر آگ ہی میں جا پڑی — بچے نے انگلی پکڑ لی ہاتھ کی ۔

اندر آمد مادر آں طفل خرد — اندر آتش کوئے دولت را ببرد

آگ میں اس چھوٹے سے بچے کی ماں — جا ہی پہنچی بے خطر اور بے گماں

مادرش ہم زاں لیستی گفتن گرفت — وز وصف لطف حق سفتن گرفت

وہ بھی باتیں ویسی ہی کرنے لگی — موتیوں سے اپنا منہ بھرنے لگی

بانگ می زد در میان آں گروہ — پر ہمی شد جان خلقان از شکوہ

اس جماعت کو وہ دیتی تھی صدا — اس کی ہیبت کا تھا سب پر دبدبا

نعرہ می زد خلق را کاے مرغماں　　اندر آتش بنگرید ایں بوستاں

نعرہ زن تھی یوں کہ لوگو ہو کہاں　　آگ میں دیکھو کھلا ہے بوستاں

لوگوں کا آگ میں کود پڑنا

خلق خود را بعد ازاں بے خویشتن　　می فگندند اندر آتش مرد و زن

ہو گئے سب محو سن کر یہ سخن　　آگ میں گرنے لگے سب مرد و زن

بے موکل بے کشش از عشق دوست　　زانکہ شیریں کردن ہر تلخ ازوست

تھی کشش عشق خدا کی بے ہراس　　بس وہی تلخی کو دیتا ہے مٹھاس

تا چناں شد کاں عواناں خلق را　　منع می کردند کآتش در میا

یہ ہوا آخر ملازم شاہ کے　　منع سب کو آگ سے کرنے لگے

آں یہودی شد سیہ روئے و خجل　　شد پشیماں زیں سبب بیمار دل

وہ یہودی ہو گیا بالکل خجل　　ہو گیا آخر پشیماں اس کا دل

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند　　در فنائے جسم صادق تر شدند

اور بھی لوگ آگ میں گرنے لگے　　جسم کو آزاد کرنے کے لئے

مکر شیطاں ہم درو پیچید شکر　　دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر

شکر ہے شیطاں ہوا خود ہی تباہ　　شکر ہے خود دیو نکلا روسیاہ

آنچہ می مالید بر روئے کساں　　جمع شد در چہرۂ آں ناکساں

جو سیاہی دوسروں پر تھی ملی　　تھی وہ اسی نادم کے منہ پر چھا گئی

ایک دشمن رسولؐ کا منہ ٹیڑھا ہو جانا

آنکہ می درید جامہ خلق چست　　شد دریدہ آن او زیشاں درست

کپڑے جو مخلوق کے تھا پھاڑتا　　اُس کا جامہ خود ہی آخر پھٹ گیا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند ‏ ‏ نام احمدؐ را دہانش کژ بماند

اس کا منہ قدرت نے ٹیڑھا کر دیا ‏ ‏ نام احمدؐ سے تمسخر جس کو تھا ٭٭

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن ‏ ‏ اے ترا الطاف علم من لدن

کی گذارش اے محمدؐ عفو کر ‏ ‏ تو تو ہے علم لدنیؔ سے بہرہ ور

من ترا افسوس می کردم ز جہل ‏ ‏ من بدم افسوس را منسوب اہل

جہل سے تھا تجھ سے نفرت کر رہا ‏ ‏ قابل نفریں ہیں لیکن آپ تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ‏ ‏ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

جس کی کرتا ہے خدا پردہ دری ‏ ‏ دیتا ہے الزام نیکوں کو وہی

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس ‏ ‏ کم زند در عیب معیوباں نفس

وہ جو چاہے پردہ پوشی عیب کی ‏ ‏ عیب جوئی سے ہو بالکل خامشی

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند ‏ ‏ میل ما را جانب زاری کند

جب ہماری ہو مدد منظور اُسے ‏ ‏ جانب زاری ہمیں مائل کرے

اے خنک چشمے کہ او گریان اوست ‏ ‏ اے ہمایوں دل کہ او بریان اوست

واہ وہ آنکھیں جو ہیں گریان دوست ‏ ‏ ہے مبارک دل جو ہے بریان دوست

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست ‏ ‏ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

بعد ہر رونے کے آخر خندہ ہے ‏ ‏ مرد آخر بیں مبارک بندہ ہے

ہر کجا آب رواں سبزہ بود ‏ ‏ ہر کجا اشک رواں رحمت شود

ہے جہاں آب رواں سبزا بھی ہے ‏ ‏ ہیں جہاں آنسو ، رحمت مولا بھی ہے

باش چوں دولاب نالاں چشم تر ‏ ‏ تا ز صحن جانت بر روید خضر

مثل پرنالے کے رونا چاہئے ‏ ‏ تاکہ صحن جاں سے اک سبزہ اُگے

لہ وہ علم جو خدا کی طرف سے بے پڑھے عطا ہو ٭

رحمتی فرمود سیّد عفو کرد
چون ز جرأت توبه کرد آن روئے زرد

عفو کرنے پر ہوئے راضی نبیؐ
اپنی جرأت پر جب اسنے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار
رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

رحم چاہے - بے کسوں پر رحم کر
رحم چاہے - بے بسوں پر رحم کر

بادشاہ کا آگ پر عتاب اور اُس کا جواب

رو بآتش کرد شہ اے تند خو
آں جہاں سوز طبیعی خوت کو

جل کے شہ نے آگ سے یوں بات کی
کیا ہوئی اب وہ جہاں سوزی تری

چوں نمی سوزی چہ شد خاصیّتت
یا ز بخت ما دگر شد نیّتت

تھی جلا دینے کی خاصیت تری
کیا ہوئی تبدیل وہ نیت تری؟

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست
آنکہ نپرستد ترا چوں او برست

ہوگی جب آتش پرستوں پر عطا
کیوں بچا جو پوجنے والا نہ تھا؟

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی
چوں نسوزی چیست قادر نیستی

زینہار اے آگ تو صابر نہیں
جب جلانے پر بھی تو قادر نہیں

چشم بند ست اے عجب یا ہوش بند
چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند

ہوش بندی ہے - نظر بندی ہے یا
جب جلا سکتا نہیں شعلہ بڑا

جادوئے کردت کسے یا سیمیاست
یا خلاف طبع تو از بخت ماست

ہے طلسم اے آگ یا ہے سحر صاف
بدنصیبی سے ہوا یہ اختلاف

گفت آتش من ہمانم آتشم
اندر آ تا تو ببینی تابشم

آگ بولی - میں تو بالکل آگ ہوں
اندر آکر دیکھ لے تاب دروں

طبع من دیگر نگشت و عنصرم
تیغ حقم ہم بدستوری برم

ہیں طبیعت اور عنصر سب وہی
تیغ حق ہوں حکم پر ہوں کاٹتی

بر در خرگہ سگان ترکمان ‏ — ‏ چاپلوسی کردہ پیش میہماں

ترکماں کے کتے اپنے ڈیرے پہ ‏ — ‏ کرتے ہیں ہر میہماں سے درگذر

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو ‏ — ‏ حملہ بیند از سگاں شیرانہ او

جب کوئی بیگانہ کرتا ہے گذر ‏ — ‏ حملہ کرتا ہے وہ مثل شیر نر

من ز سگ کم نیستم در بندگی ‏ — ‏ کم ز ترکے نیست حق در زندگی

بندگی میں میں بھی سگ سے کم نہیں ‏ — ‏ ترک سے تو کم نہیں حق بالیقیں

آتش طبعت اگر غمگیں کند ‏ — ‏ سوزش از امر ملیک دیں کند

آتش غم ہے تو جلتا ہے اگر تو ‏ — ‏ یہ ہے سوز امر شاہ دادگر

آتش طبعت اگر شادی دہد ‏ — ‏ اندرو شادی ملیک دیں نہد

آگ میں دل کی اگر ہو تازگی ‏ — ‏ بس اسی کی ہوگی وہ رکھی ہوئی

چونکہ غم بینی تو استغفار کن ‏ — ‏ غم بامر خالق آمد کار کن

جب کوئی غم ہو تو استغفار کر ‏ — ‏ غم خدا کے حکم سے ہے بے خبر

چوں بخواہد عین غم شادی شود ‏ — ‏ عین بند پائے آزادی کند

جب وہ چاہے عین غم میں ہو خوشی ‏ — ‏ اور پابندی میں ہو آزادگی

باد و خاک آب و آتش بندہ اند ‏ — ‏ با من و تو مردہ با حق زندہ اند

باد و خاک اور آب و آتش بندہ ہیں ‏ — ‏ مردہ آتے ہیں نظر پر زندہ ہیں

پیش حق آتش ہمیشہ در قیام ‏ — ‏ ہمچو عاشق روز و شب پیچاں مدام

آگ کو ہے پیش حق ہر دم قیام ‏ — ‏ صورت عاشق پہ ہے پیچاں مدام

سنگ بر آہن زنی آتش جہد ‏ — ‏ ہم بامر حق قدم بیروں نہد

لوہے پر پتھر پڑے نکلے شرار ‏ — ‏ ظاہر و باہر بامر کردگار

آہن و سنگ ستم بر ہم مزن ‏ — ‏ کایں دو می زایند ہمچو مرد و زن

فورگر لوہے کی پتھر پر نہ دے ‏ — ‏ یہ ہیں مثل مرد و زن پیدا ہوئے

سنگ آہن خود سبب آید ولیک	تو بہ بالا تر نگر اے مرد نیک
سنگ و آہن ہیں سبب دونوں مگر	رہ تو اے مرد نکو عالی نظر
کاین سبب را آں سبب آرد پیش	بے سبب کے شد سبب ہرگز ز خویش
اس سبب کی اس سبب نے کی طلب	بے سبب کیسے کسی طرح ہو خود سبب
این سبب را آں سبب عامل کند	باز گاہے بے بر و عاطل کند
اس سبب میں اس سبب کا ہے اثر	وہ کبھی کرتا ہے باطل بے خطر
واں سببہا کانبیا را رہبرست	آں سببہا زیں سببہا برترست
وہ سبب ہے رہنمائے انبیا	اس سبب سے وہ سبب برتر ہوا
این سبب را محرم آمد عقل ما	واں سببہا راست محرم انبیا
اس سبب کو عقل ہے پہچانتی	اس کی ہے صرف انبیا کو آگہی
این سبب چہ بود بتازی گو رسن	اندریں چہ ایں رسن آمد بفن
ہے سبب کا نام عربی میں رسن	اس کنوئیں میں آ گئی ہے کرنے کو فن
گردش چرخ این رسن را علت است	چرخ گردوں را ندیدن زلت است
اس کی علت گردش چرخ اے پسر	ہے خطا گر ہو نہ گردوں پر نظر
این رسنہائے سببہا در جہاں	ہاں و ہاں زیں چرخ سرگرداں مداں
رسیاں ہیں سب یہ اسباب جہاں	جان انہیں ہرگز نہ فعل آسماں
تا نمانی صفر و سرگرداں چو چرخ	تا نسوزی تو ز بے مغزی چو مرخ
تاکہ مثل چرخ سرگرداں نہ ہو	اور بے مغزی سے تو سوزاں نہ ہو
باد و آتش می شوند از امر حق	ہر دو سرمست آمدند از خمر حق
باد و آتش تابع حکم خدا	مست ہیں صہبائے حق سے برملا
آب حلم و آتش خشم اے پسر!	ہم ز حق بینی چو بکشائی نظر
آب حلم اور آتش خشم اے پسر!	حق سے دیکھے تو جو ہو وا چشم نظر

گر نبودے واقف از حق جانِ باد	فرق چوں کردے میانِ قومِ عاد
امرِ حق سے گر نہ واقف تھی ہوا	فرق قومِ عاد میں کیوں کر رکھا

قومِ ہودؑ کی ہلاکت

ہودؑ گردِ مومناں خطے کشید	نرم می شد باد کاں جا می رسید
ہودؑ نے کھینچا تھا اک خط علم کا	نرم ہو تی تھی پہنچ کر واں ہوا
ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را	پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
باہر اُس خط سے جو جاتا تھا کوئی	منتشر ہوتا ہوا سے مدّعی ہے
ہمچنیں شیبانِ راعی می کشید	گرد بر گرد رمہ خطے پدید
اِس طرح شیبان راعی ہم صفیر ہے	کھینچتے تھے گرد گلّے کے لکیر
چوں بجمعہ می شد او وقتِ نماز	تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز
جب وہ جاتے تھے نمازِ جمعہ کو	بھیڑیوں کا تا کوئی حملہ نہ ہو
ہیچ گرگے در نرفتے اندر آں	گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
بھیڑیا کوئی نہ آتا تھا وہاں	کوئی بکری بھی نہ جاتی رائگاں
بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند	دائرہ مردِ خدا را بود بند
بھیڑیا اور بکری کی ہوں حرص و ہوا	دائرے میں بند تھی مردِ خدا
ہمچنیں بادِ اجل با عارفاں	نرم و خوش ہمچوں نسیمِ بوستاں
عارفوں کو ایسے ہی بادِ قضا	ہوتی ہے مثلِ نسیمِ جاں فزا
آتشِ ابراہیمؑ را دنداں نزد	چوں گزیدہ حق بود چونش گزد
آگ میں بے خوف ابراہیمؑ تھے	برگزیدہ حق کا کِس صورت جلے
آتشِ شہوت نسوزد اہلِ دیں	باغیاں را بُردہ تا قعرِ زمیں
آتشِ شہوت سے اہلِ دیں بچے	اور باغی خاک کی تہ میں گئے

ؔ ایک شیخ عارف کا نام ہے ۔

موج دریا چوں بامر حق بتاخت	اہل موسیٰ را ز قبطی وا شناخت
موج دریا جب بحکم حق بڑھی	قبطی و موسیٰ کو تھی پہچانتی
خاک قاروں را چو فرماں در رسید	با زر و تختش بقعر خود کشید
خاک قاروں کو اجازت جب ملی	اس کی دولت اپنے اندر کھینچ لی
آب و گل چوں از دم عیسیٰ چرید	بال و پر بکشاد و مرغے شد پرید
آب و گل پر دم جو عیسیٰ نے کیا	بال و پر سے مرغ بن کر اڑ گیا
از دہانت چوں بر آید حمد حق	مرغ جنت سازدش رب الفلق
تیرے منہ سے حمد حق جب ہو ادا	طائر جنت اسے کر دے خدا
ہست تسبیحت بجائے آب و گل	مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل
تھی تری تسبیح مثل آب و گل	طائر جنت بنی با صدق دل
کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص	صوفیٔ کامل شد و رست او ز نقص
نور حق سے طور کو آیا جو رقص	ہو گیا صوفی مٹے سب اس کے نقص
چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز	جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز
کیا عجب گر طور صوفی ہو گیا	جسم موسیٰ بھی تو مٹی ہی کا تھا

بادشاہ کا ظلم اور اس کی تباہی

ایں عجائب دید آں شاہ جہود	جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
وہ یہودی بادشہ حیرت میں تھا	کرتا بجز طنز و بجز انکار اور کیا
ناصحاں گفتند از حد مگذراں	مرکب استیزہ را چندیں مراں
بولے ناصح تو نہ یوں حد سے گذر	جست و تکرار اس درجہ نہ کر

لہ قوم فرعون ۔

بگذر از کشتن مکن این فعل بد ۔ بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
بچ ہلاکت سے یہ شیوہ ہے بُرا ۔ اپنی ہستی کو نہ آتش میں جلا

ناصحاں را دست بست و بند کرد ۔ ظلم را پیوند در پیوند کرد
ناصحوں کو قید اس نے کر دیا ۔ ظلم پر اک اور ظلم اس نے کیا

بانگ آمد کار چوں اینجا رسید ۔ پائے دار اے سگ کہ قہر ما رسید
آئی یہ نوبت تو پہنچی اک ندا ۔ دیکھ اسے کتے کہ قہر آیا مرا

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت ۔ حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت
پھیل کر چالیس گز شعلے بڑھے ۔ وہ یہودی گھر گئے سب جلنے لگے

اصلِ ایشاں بود ز آتش ابتدا ۔ سوئے اصلِ خویش رفتند انتہا
ابتدا سے اصل ان کی آگ تھی ۔ اصل کی جانب وہ لوٹے سب تھی

ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق ۔ جزوہا را سوئے کل باشد طریق
وہ گروہ ناری آتش زادہ تھا ۔ جزو کا کل کی طرف ہے راستا

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں ۔ حرف می راندند از نار و دخاں
آگ سے وہ لوگ تھے پیدا ہوئے ۔ باتیں کرتے تھے دھوئیں اور آگ سے

آتشی بودند مومن سوز و بس ۔ سوخت خود را آتش ایشاں چو خس
چونکہ مسلم سوز ناری تھے وہ بس ۔ آگ میں اپنی جلے مانندِ خس

آنکہ او بودست اُمّہ ہاویہ ۔ ہاویہ آمد مر او را زاویہ
متعلق ہو جس پہ "اُمّہ ہاویہ"[1] ۔ ہاویہ میں ہوگا اس کا زاویہ

[1] قولہ تعالیٰ "وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ، وَمَآ اَدْرٰکَ مَا ہِیَہْ نَارٌ حَامِیَۃٌ" (سورۂ قارعہ) یعنی جس کی ترازوئے اعمال سبک ہوگی پس اس کی ماں ہاویہ ہے۔ اور تو کیا جانتا ہے کہ ہاویہ کیا ہے ایک بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ (دوزخ کے سب سے نچلے طبقے کا نام ہے) ۔

مادر فرزند جویان وے است | اصلہا مر فرعہا را در پے است
ڈھونڈتی ہے بیٹے کو ماں بیگماں | ہیں جڑیں شاخوں کے در پئے اے جواں

آب اندر حوض گر زندانی است | باد نشفش می کند کو کافی است
حوض میں پانی جو ہو جاتا ہے بند | کھینچ لیتی ہے ہوا اسے پابند

می رہاند می برد تا معدنش | اندک اندک تا نہ بینی بردنش
سوئے معدن لے کے جاتی ہے اسے | تھوڑا تھوڑا، تا نہ کوئی دیکھ لے

وین نفس جانہائے ما را ہمچناں | اندک اندک زود از جنس جہاں
بس اسی صورت سے ہم کو نفس بھی | کھینچتا ہے اس جہاں سے آپ ہی

تا الیہ یصعد اطیاب الکلم | صاعدا منا الی حیث علم
پاک کلمے[1] اس کی جانب ہوں بلند | جتنا چاہے کرلے خالق ارجمند

ترتقی انفاسنا بالاتقاء | متحفا منا الی دار البقاء
سانس چڑھتے ہیں بزورِ اتقا | تحفے جاتے ہیں سوئے دارِ بقا

ثم یاتینا مکافات المقال | ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
پاتے ہیں پھر ہم مکافات[2] کلام | دگنی تگنی رحمتِ ربِ الکرام

ثم یلجینا الی امثالہا | کی ینال العبد منا نالہا
ہوتے ہیں مجبور پھر اس کام پر | پہنچے تا بندہ کو حق منفحہ

ہکذا تعرج وتنزل دائما | ذا فلا زالت علیہ قائما
چڑھتے ہیں اور لوٹتے ہیں وہ سدا | اس پہ مستحکم ہیں وہ صبح و مسا

[1] سورۂ فاطر میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے: اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ یعنی پاک کلمے اس کی طرف صعود کرتے ہیں، اور عملِ نیک کو وہ (خدا) بلند کر دیتا ہے۔

[2] بدلے۔

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش ... زاں طرف آمد کہ آمد ایں چشش
پارسی[1] کہتے ہوئے عربی ہوئی ... بس اُسی نے بخشدی یہ چاشنی

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است ... کاں طرف یکروز ذوقے راندہ است
اُس طرف دوڑے گی چشم اشتیاق ... جس طرف جس قوم کا ہو گا مذاق

ذوق جنس از جنس خود باشد یقیں ... ذوق جزو از کُل خود باشد ببیں
جنس کو ہے ذوق اپنی جنس سے ... جزو کو ہے شوق کُل کا دیکھ لے

تا مگر آں قابلِ جنسے بود ... چوں بدو پیوست جنسِ او شود
جنس قابل ہو اگر اور ذوق نیک ... مل ملا کر جنس میں ہوتا ہے ایک

ہمچو آب و ناں کہ جنسِ ما نبود ... گشت جنسِ ما و اندر ما فزود
آب و ناں اک غیر جنسی چیز تھی ... ہو گئی ہم جنس اور ہم میں بڑھی

نقشِ جنسیّت ندارد آب و ناں ... زاعتبارِ آخر آں را جنس داں
آب و ناں میں نقش جنسیّت نہیں ... آخری صورت سے ہے یہ بالیقیں

ور ز غیرِ جنس باشد ذوق ما ... آں مگر مانند باشد جنس را
ذوق غیر جنس سے بھی ہو اگر ... جنس ہو جاتی ہے وہ تو غور کر

آنکہ مانند ست باشد عاریت ... عاریت باقی نماند عاقبت
عاریت[2] ہے جنس کا یہ قاعدا ... عاریت ہو جاتی ہے آخر فنا +

مرغ را گر ذوق آید از صفیر ... چونکہ جنسِ خود نیابد شد نفیر
مرغ سنتا ہے صفیر نغمہ ریز ... چونکہ ہے ناجنس، کرتا ہے گریز

[1] یعنی میں تو فارسی میں مثنوی کے اشعار کہتا ہوں۔ یہ عربی کی چاشنی (وہ عربی اشعار جن کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے) اُسی کی طرف سے آئی تھی۔ جس نے ہم میں فارسی کہنے کی کشش پیدا کر دی ہے +

[2] مانگی ہوئی چیز +

تشنہ را گر ذوق آید از سراب ۔۔۔ چوں رسد در وے گریزد جوید آب

پیاسے کو دیتا ہے گو دعوت سراب[1] ۔۔۔ بھاگتا ہے پھر وہاں سے سوئے آب

مفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب ۔۔۔ لیک آں رسوا شود در دارِ ضرب

کھوٹے سکّے سے بھی گو خوش ہے غریب ۔۔۔ ہوگی پر ٹکسال میں خواری نصیب

تا زر اندودیت از رہ نفگند ۔۔۔ تا خیالِ کژ ترا چہ نفگند

یہ ملمع سازی چھپنے کی نہیں ۔۔۔ ڈال دیگی چاہ میں تجھ کو کہیں

شکاری جانور اور شیر

از کلیلہ باز خواں ایں قصہ را ۔۔۔ واں دراں قصہ طلب کن حصہ را

پھر کلیلہ دمنہ کی پڑھ داستان ۔۔۔ لے بقدرِ ذوق حصہ بے گمان

طائفہ نخچیر در وادی خوش ۔۔۔ بودشاں با شیر دائم کشمکش

خوش تھے اس جنگل میں سارے جانور ۔۔۔ شیر کی دہشت تھی لیکن پُر خطر

بسکہ آں شیر از کمیں در می ربود ۔۔۔ آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود

گھات میں رہتا تھا شیرِ نابکار ۔۔۔ وہ چراگہ ہو گئی تھی ناگوار

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر ۔۔۔ کز وظیفہ ما ترا داریم سیر

حیلہ کر کے شیر کے سب آئے پاس ۔۔۔ اور کھا دینگے وظیفہ بے قیاس

جز وظیفہ در پئے صیدے میا ۔۔۔ تا نگردد تلخ بر ما ایں گیا

اے وظیفہ تو نہ کر ہم کو شکار
تا نہ ہم پہ تلخ ہو یہ مرغزار

[1] وہ ریتلی زمین جو دور سے دریا معلوم ہو۔ مگر حقیقتاً وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔

شیر کا جواب

گفت آری گر وفا بینم نہ مکر ۔۔۔ مکرہا بس دیدہ ام از زید و بکر

شیر بولا۔ ہاں جو مکاری نہ ہو ۔۔۔ سیکڑوں دیکھے ہیں میں نے مکر تو

من ہلاک قول و فعل مردمم ۔۔۔ من گزیدہ زخم مار و کژدمم

قول و فعل آدمی سے ہوں ہلاک ۔۔۔ سانپ بچھو سے مجھے رہتا ہے باک

نفس ہر دم از درونم در کمیں ۔۔۔ از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں

میرے جذبے میرے دل کی گھات میں ۔۔۔ مکر و کیں میں آدمی سے ہیں بُرے

گوش من لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِن شنید ۔۔۔ قول پیغمبر ﷺ بجان و دل گزید

میں نے ہے[۱] لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِن سنا ۔۔۔ قول پیغمبر ﷺ پہ ہوں دل سے فدا

نخچیروں کا توکل کو کسب پر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے حکیم باخبر ۔۔۔ الحذر دع لیس یغنی عن قدر

سب یہ بولے اے حکیم باخبر ۔۔۔ کیا حذر[۲] سے قسمت پہ ہوگا کارگر

در حذر شوریدن شور و شرست ۔۔۔ رو توکل کن توکل بہترست

ہے حذر میں شور و شر کی زندگی ۔۔۔ تو توکل کر کہ بہتر ہے یہی

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز ۔۔۔ تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز

موت سے پنجہ کشی اچھی نہیں ۔۔۔ موت بھی تجھ سے نہ لڑ بیٹھے کہیں

[۱] حدیث شریف میں ہے لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ۔ یعنی مومن ایک سوراخ سے دو بار ڈنک نہیں کھاتا۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ کسی کے فریب میں آجاتا ہے تو پھر دوبارہ نہیں آسکتا)۔

[۲] پرہیز۔ یہاں توکل سے پرہیز کرنا مقصود ہے۔

مُردہ باید بود پیشِ حکمِ حق ۔ تا نیاید زحمت از ربّ الفلق

حکمِ حق کے سامنے مر جائیے ۔ زحمتوں کے دام میں کیوں آئیے

شیر کا کسب کو توکّل پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکّل رہبرست ۔ این سبب ہم سنّتِ پیغمبرست

شیر بولا ہے توکّل راہبر ۔ جہد بھی سنّت نبیؐ کی ہے مگر

گفت پیغمبر بآوازِ بلند ۔ بر توکّل زانوئے اشتر ببند

برملا[1] ہے یہ پیمبرؐ نے کہا ۔ کر توکّل باندھ زانو اونٹ کا

رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو ۔ از توکّل در سبب کاہل مشو

جب کہ کاسب[2] دوست ہیں اللہ کے ۔ کاہلی سے کیوں سبب کو چھوڑئیے

رو توکّل کن تو با کسب اے عمو ۔ جہد می کن کسب می کن مو بمو

کسب کرکے پھر توکّل چاہئے ۔ دونوں کسب و جہد ہیں تیرے لئے

جہد کن جدّے نما تا وا رہی ۔ ور تو از جہدش بمانی ابلہی

جہد کر اور کسب کر ۔ تا ہو نجات ۔ ترکِ کوشش بے وقوفی کی ہے بات

نخچیروں کا پھر توکّل کو کسب پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق ۔ لقمۂ تزویر دان بر قدرِ حلق

بولے وہ ہے کسب اک بودی سی بات ۔ یہ نوالہ ہے فریبی واہیات

[1] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے اُترے اور عرض کی کہ "یا رسول اللہ اونٹ کو باندھ دوں یا اللہ کے توکل پر چھوڑ دوں کہ وہ خود حفاظت کرلیگا- آپ نے فرمایا "اعقلها وتوکّل علی اللہ یا معاذ" یعنی اے معاذ اپنے اونٹ کو باندھ دے اور پھر اللہ پر توکّل کر- تاکہ وہ بظاہر نہ بھاگ سکے- اس کے بعد خدا اُس کا محافظ ہے +

[2] حلال کمائی کرنیوالا +

پس بدانکہ کسبہا از ضعف خاست ۔۔۔ در توکل تکیہ بر غیرے خطاست
ضعف سے ہے کسب کا جذبہ بڑھا ۔۔۔ غیر پر کرنا بھروسا ہے خطا
نیست کسبے از توکل خوب تر ۔۔۔ چیست از تسلیم خود محبوب تر
ہاں توکل کسب سے ہے خوب تر ۔۔۔ کچھ نہیں تسلیم سے محبوب تر
بس گریزند از بلا سوئے بلا ۔۔۔ بس جہند از مار سوئے اژدہا
کیوں بلا سے بھاگئے سوئے بلا ۔۔۔ سانپ سے چھوٹے تو جھپٹا اژدہا
حیلہ کرد انسان و حیلہ اش دام بود ۔۔۔ آنکہ جاں پنداشت خون آشام بود
حیلہ انساں کے لئے اک دام تھا ۔۔۔ جس کو جاں سمجھا وہ خون آشام تھا
در ببست و دشمن اندر خانہ بود ۔۔۔ حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
بند تھا در گھر میں دشمن تھا چھپا ۔۔۔ مکر فرعونی یہی افسانہ تھا
صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش ۔۔۔ وانکہ او می جست اندر خانہ اش
لاکھوں ہی بچے گئے گو پاش پاش ۔۔۔ اور وہ تھا گھر میں جس کی تھی تلاش
دیدۂ ما چوں بسے علت دروست ۔۔۔ رو فنا کن دید خود در دید دوست
ہے ہماری دید علت آشنا ۔۔۔ اپنی آنکھیں دید حق میں کر فنا
دید ما را دید او نعم العوض ۔۔۔ ہست اندر دید او کلی غرض
دید حق ہے دید کا نعم البدل ۔۔۔ ہے اسی کی دید مقصود عمل
طفل تا گیرا و تا پویا نبود ۔۔۔ مرکبش جز گردن بابا نبود
طفل چل سکتا نہ تھا جب آپ ہی ۔۔۔ اسکا مرکب[لہ] باپ کی گردن ہی
چوں فضولی کرد و دست و پا نمود ۔۔۔ در عنا افتاد و در کور و کبود
جب نکالے دست و پا اور بڑھ چلا ۔۔۔ رنج و غم میں ہوگیا وہ مبتلا

لہ سواری ۔

جانہائے خلق پیش از دست و پا	می پریدند از وفا سوئے صفا
جب نہ جانوں کو ملے تھے دست و پا	کیا وفا سے اُڑتی تھیں سوئے صفا!
چوں بامرِ اِھبطوا بندی شدند	حبسِ خشم و حرص و خورسندی شدند
جب ہوئے قیدی بحکم اہبطوا[1]	ہوگئے پابند حرص و آرزو
ما عیالِ حضرتیم و شیرخواہ	گفت الخلق عیالٌ للالٰہ[2]
ہم عیال اسکے ہیں بچے شیرخوار	خلق کُنبہ ہے خدا کا دوستدار
آنکہ او از آسماں باراں دہد	ہم تواند کو برحمت ناں دہد
ابر سے پانی جو برساتا ہے وہ	دیگا روٹی بھی کرم والا ہے وہ

شیر کا پھر کسب کو توکل پر ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے رب العباد	نردبانے پیشِ پائے ما نہاد
شیر بولا ہاں تو ہے سب کا خدا	اُس نے اک رکھدی ہے سیڑھی پیش پا
پایہ پایہ رفت باید سوئے بام	ہست جبری بودن اینجا طمع خام
سیڑھی سیڑھی چل کے چڑھئے بام پر	ہونا جبری خام طبعی ہے مگر
پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ	دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
پاؤں ہیں تو خود کو کیوں کرتا ہے لنگ	ہاتھ ہیں تو چھپ کے کیوں کرتا ہے چنگ
خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد	بے زباں معلوم شد اورا مراد
جب کہ دے نوکر کو آقا بیلچہ	بے کہے مقصد عیاں ہے برملا

ف[1] قولہ تعالیٰ: وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ یعنی ہم نے کہا۔ زمین پر نکل جاؤ اس حالت میں کہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں + ف[2] حدیث شریف میں وارد ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ یعنی خلقت خدا کا عیال ہے۔ اور خدا سب سے زیادہ محبوب اسے سمجھتا ہے جو اُس کے عیال کے ساتھ نیکی کرے +

دست ہمچوں بیل اشارتہائے او   آخر اندیشی عبارتہائے دست
ہاتھ اشارے اس کے ہیں جوں بیلچا   آخر اندیشی ہے اصل مدعا

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی   در وفائے آں اشارت جاں دہی
جب اشاروں پر تو اس کے دھیان دے   پھر عمل کرنے پر ان کے جان دے

پس اشارتہاش اسرارت دہد   بار بردارد ز تو کارت دہد
ہر اشارہ بھید تجھ پہ کھول دے   بار اُٹھائے تیرا۔ مقصود دے

حاملی محمول گرداند ترا   قابلی مقبول گرداند ترا
تو جو حامل ہے کرے محمول وہ   تو جو قابل ہے کرے مقبول وہ

قابل امر وئی قابل شوی   وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
گر قبول امر اس کا تا قابل ہو تو   وصل اس کا کر طلب، واصل ہو تو

سعی شکر نعمت قدرت بود   جبر تو انکار آں نعمت بود
سعی، شکر قدرت معبود ہے   جبر، کفر نعمت موجود ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند   کفر نعمت از کفت بیروں کند
شکر نعمت سے بڑھینگی نعمتیں   کفر نعمت سے کھسکیں گی نعمتیں

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ   تا نہ بینی اندر و در گہ مخسپ
جبر سو جاتا ہے تو رہ میں نہ سو   جا نہیں سکتا جو درگہ میں نہ سو۔

ہاں مخسپ اے جبری بے اعتبار   جز بزیر آں درخت میوہ دار
ہاں نہ سو اے جبری بے اعتبار   ہو نہ جب تک وہ درخت میوہ دار

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد   بر سر خفتہ بریزد نقل و زاد
تا ہوا ہر لحظہ شاخوں کو ہلائے   اور سوتے کو ثمر شیریں کھلائے

لہ سوار بُراق +

جبر خفتن درمیانِ رہزناں ۔ مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
جبر ہے سونا ٹھگوں کے درمیاں ۔ مرغ بے ہنگام کب پائے اماں

ور اشارتہاش را بینی زنی ۔ مرد پنداری و چوں بینی زنی
ناک مارے گا جو ان حکموں کو تو ۔ مرد سے عورت بنے گا ہو بہو

آں قدر عقلے کہ داری گم شود ۔ سر کہ عقل از وے بپرد دم شود
عقل ہو گی جتنی - ہو جائے گی گم - ۔ عقل جب سر سے اڑے - رہ جائے دم

زانکہ بے شکری بود شوم و شنار ۔ می برد بے شکر را در قعرِ نار
کیونکہ بے شکری ہے بالکل عیب ننگ ۔ ڈالتی ہے آگ میں یہ بے درنگ

گر توکل می کنی در کار کن ۔ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن
ہے توکل تو - تو پہلے کام کر ۔ بعد اس کے تکیہ کر اللہ پر

نخچیروں کا پھر توکل کو کسب پر ترجیح دینا

جملہ با وے بانگہا برداشتند ۔ کاں حریصاں کایں سببہا کاشتند
بولے ہو کر ہم نوا نخچیر سب ۔ یہ حریصوں نے کئے پیدا سبب

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن ۔ پس چرا محروم ماندند از زمن
ایسے ہیں لاکھوں ہزاروں مرد و زن ۔ کس لئے ہیں پھر وہ محروم زمن

صد ہزاراں قرن ز آغازِ جہاں ۔ ہمچو اژدرہا گشادہ صد دہاں
ہیں یہ انسان ابتدائے خلق سے ۔ مثل اژدر سو زباں کھولے ہوئے

مکرہا کردند آں دانا گروہ ۔ کہ ز بُن برکندہ شد زاں مکر کوہ
ایسے ایسے مکر اور حیلے کئے ۔ کوہ تک اپنی جگہ سے ہل گئے

کردہ مکر و حیلہ آں قوم خبیث ۔ ور زما باور نداری ایں حدیث
مکر و حیلہ اس جماعت نے کیا ۔ گر نہیں تجھ کو یقیں ، تو سن ذرا

کرد وصفِ مکرشاں[1] ذوالجلال	لتزول منه اقلال الجبال
مکر کا ان کے ہے شاہد ذوالجلال	مکر دیتا ہے ہلا وشت وجبال
جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل	روئے ننمود از شکال واز عمل
تھی وہی قسمت جو تھی روزِ ازل	ہو گیا مشکل پھر ان کا ہر عمل
جملہ افتادند از تدبیر کار	ماندہ کار و حکمہائے کردگار
سب کی تدبیریں نکمی ہو گئیں	مرضیاں اللہ کی باقی رہیں
کسب جز نامے مداں اے نامدار	جہد جز وہمے مپندار اے عیار
کسب ہے اک نام ہی اے نامدار	جہد ہے اک وہم ہی وارفتہ کار

حضرت عزرائیل[4] حضرت سلیمان[3] اور ایک سادہ دل مرد

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید	در سرا عدل سلیمانی[4] دوید
صبح کو اک سادہ دل دوڑا ہوا	خانۂ عدلِ سلیمانؑ میں گیا
رویش از غم زرد و لب ہر دو کبود	پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
ہونٹ نیلے غم سے چہرہ زرد تھا	کیا ہے اے خواجہ؟ سلیمانؑ نے کہا
گفت عزرائیل[4] در من ایں چنیں	یک نظر انداخت پر از خشم و کیں
بولا، حضرت! مجھ کو عزرائیلؑ نے	آج دیکھا تھا نگاہِ قہر سے
گفت ہیں اکنوں چہ می خواہی بخواہ	گفت فرما باد را اے جاں پناہ
پوچھا اب کیا چاہتا ہے تو بتا	بولا، فرما دیجئے ، مجھ کو ہوا

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: "وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ" (سورہ ابراہیمؑ) یعنی لوگوں نے کمال حیلہ گری کیساتھ حیلہ کیا اور اُن کے حیلہ کا بدلہ خدا کے پاس ہے۔ اس حال میں کہ اُن کا مکر پہاڑوں کی جڑیں ہلا دیتا تھا۔

تا مرا زیں جا بہندستاں برد ‌ ‌ ‌ ‌ بو کہ بندہ کاں طرف شد جاں برد
جلد تر پہنچا دے ہندستان میں ‌ ‌ ‌ ‌ جان شاید آئے میری جان میں
نک ز درویشی گریزانند خلق ‌ ‌ ‌ ‌ لقمۂ حرص و امل زانند خلق
فقر سے جب خلق بھاگے اس طرح ‌ ‌ ‌ ‌ پھر نہ لقمہ حرص کا ہو کس طرح
ترس درویشی مثال آں ہراس ‌ ‌ ‌ ‌ حرص و کوشش را تو ہندستاں شناس
خوف درویشی ہے مانند ہراس ‌ ‌ ‌ ‌ حرص کو ہندوستاں کر لے قیاس
باد را فرمود تا او را شتاب ‌ ‌ ‌ ‌ برد سوئے خاک ہندستاں بر آب
باد کو فرماں ملا تو زود تر ‌ ‌ ‌ ‌ لائی وہ اس کو زمین ہند پر
روز دیگر وقت دیوان و لقا ‌ ‌ ‌ ‌ پس سلیماںؑ گفت عزرائیلؑ را
دوسرے دن جب وہ ملنے کو گئے ‌ ‌ ‌ ‌ یوں سلیماںؑ بولے عزرائیل سے
کایں مسلماں را بخشم از چہ سبب ‌ ‌ ‌ ‌ بنگریدی بازگو اے پیک رب
تو نے اس مومن پہ کیوں چشم غضب ‌ ‌ ‌ ‌ ڈال دی تھی کہہ بتا اے پیک رب
اے عجب ایں کردہ باشی بہر آں ‌ ‌ ‌ ‌ تا شود آوارہ او از خانماں
اس لئے شاید یہ کی تھیں سختیاں ‌ ‌ ‌ ‌ تا وہ ہو آوارہ و بے خانماں
گفتش اے شاہِ جہانِ بے زوال ‌ ‌ ‌ ‌ فہم کژ کرد و نمود او را خیال
بولے عزرائیلؑ اے جانِ کمال ‌ ‌ ‌ ‌ یہ کیا بالکل غلط اس نے خیال
کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں ‌ ‌ ‌ ‌ جان او را تو بہندستاں ستاں
حکم حق تھا آج اس عنوان میں ‌ ‌ ‌ ‌ لے لے اس کی جان ہندستان میں
دیدمش اینجا و بس حیراں شدم ‌ ‌ ‌ ‌ در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
اس کو اس جا دیکھ کر حیراں تھا میں ‌ ‌ ‌ ‌ فکر سے واللہ سرگرداں تھا میں

طی تواحد ؛

از عجب گفتم گرا و را صد پرست — زو بہندستاں شدن ورا ندرست

سوچتا تھا سو بھی ہوں اُس کے جو پر — سے پہنچنا ہند میں دشوار تر

چوں بامر حق بہندستاں شدم — دیدمش آنجا و جانش بستدم[1]

حکم حق سے جب میں ہندستاں گیا — اُس کو دیکھا ۔ اور کام اپنا کیا

تو ہمہ کارِ جہاں را ہمچنیں — کن قیاس و چشم بکشا و ببیں

تو یونہی سارے جہاں کا کاروبار — کر قیاس اور کھول آنکھیں ہوشیار

از کہ بگریزیم از خود ایں محال — از کہ برتابیم از حق ایں وبال

بھاگیں اپنے نفس سے یہ ہے محال — حق سے منہ پھیریں ۔ تو یہ ہے اک وبال

شیر کا پھر کسب کو توکل پر ترجیح دینا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں — جہد ہائے انبیا و مرسلیں

شیر بولا سچ ہے ۔ لیکن غور کر — انبیا کے کسب و سعی و جہد پر

سعی ابرار و جہادِ مومناں — تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں

مومنوں کی سعی ۔ نیکوں کا جہاد — ابتدا سے آج تک سب کو ہے یاد

حق تعالیٰ جہدشاں را راست کرد — آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد

ہو گیا اللہ ان پر مہرباں — ظلم اُنہوں نے جھیلے ہیں اور سختیاں

حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف — کل شیئ من ظریف ہو ظریف[2]

ان کے جتنے فعل تھے سب تھے لطیف — اچھے لوگوں کی ہر اک شے ہے ظریف

دامہاشاں مرغ گردونی گرفت — نقصہاشاں جملہ افزونی گرفت

مرغ گردوں دام میں ان کے پھنسا — نقص بھی ان کا کمالِ نفس تھا

[1] یعنی جان لے لی ۔

[2] قابلِ تعریف ۔ نیک ۔ بھلی ۔

جہد می کن تا توانی اے کیا	در طریق انبیاؑ و اولیاؒ
ہو سکے جب تک کئے جا کوششیں	یہ طریق انبیاؑ ہے دہر میں
با قضا پنجہ زدن نبود جہاد	زانکہ ایں را ہم قضا بر ما نہاد
موت سے لڑنا نہیں کوئی جہاد	وہ بھی ہے حکم خدا اے خوش نہاد
کافرم گر من زیاں کردست کس	در رہ ایمان و طاعت یک نفس
میں ہوں کافر گر کہوں تھے نارسا	راہِ ایمان و وفا میں انبیا
سر شکستہ نیست ایں سر را مبند	یک دو روزے جہد کن باقی بخند
باندھتا کیوں ہے نہیں ٹوٹا جو سر	جہد کر دو روز پھر آرام کر
بد محالے جست کو دنیا بجست	نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
وہ برا ہے جس نے دنیا کی تلاش	نیک وہ ہے جس نے عقبیٰ کی تلاش
مکرہا در کسب دنیا بارد است	مکرہا در ترک دنیا وارد است
کسب دنیا کے تو بے جا مکر ہیں	ترک دنیا کے سب اعلیٰ مکر ہیں
مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد	آنکہ حفرہ بست آں مکریست سرد
مکر یہ ہے قیدخانہ توڑ دے	مکر ناقص ہے بڑھالے گر اسے
ایں جہاں زندان و ما زندانیاں	حفرہ کن زندان و خود را وارہاں
ہم ہیں قیدی، قیدخانہ ہے جہاں	قیدخانہ توڑ، ہو آزاد ہاں
چیست دنیا از خدا غافل بدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
کیا ہے دنیا، حق سے غفلت کا چلن	مال و اسباب اور نہیں فرزند و زن
مال را کز بہر دیں باشی حمول	نعم مالٌ صالحٌ[۱] گفت آں رسولؐ
مال وہ۔ ہو دین حق جس سے حصول	مال[۱] اچھا ہے یہی نزد رسولؐ

۱؎ حدیث شریف ہے کہ: نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ۔ یعنی نیک مرد کے لئے پاک مال نہایت اچھی چیز ہے۔

آب در کشتی ہلاک کشتی ست	آب در بیرون کشتی پشتی ست
کشتی میں پانی ہو۔ تو کر دے تباہ	ہو جو باہر۔ تو ہے کشتی کی پناہ
چونکہ مال و ملک را از دل براند	زاں سلیمان خویش جز مسکیں نخواند
تھی سلیماں کو نہ حرص مال۔ تو	کہتے تھے مسکین اپنے آپ کو ہ
کوزۂ سر بستہ اندر آب رفت	از دل پر باد فوق آب رفت
غرق کوزے کو کیا منہ باندھ کر	دل جو خالی تھا تو ابھرا آب پر
باد درویشی چو در باطن بود	بر سر آب جہاں ساکن بود
جس کے دل میں تھی فقیری کی ہوا	آب دنیا پر وہی قائم رہا
آب نتواند مر اورا غوطہ داد	کش دل از نفخۂ الٰہی گشت شاد
پانی اس کو غوطہ دے سکتا نہیں	عشق رب ہے جس کے دل میں یا یقیں
گرچہ ایں جملہ جہاں ملک وے است	ملک در چشم دل او لاشے ست
ملک اس کی گو ہے یہ سارا جہاں	ہیچ ہے سب اس کی نظروں میں سماں
پس دہان دل ببند و مہر کن	پر کنش از باد کبر من لدن [۱]
بند کر لے دل کا منہ اور مہر کر	پھر ہوائے معرفت سے اس کو بھر
جہد حق ست و دوا حق ست و درد	منکر اندر نفی جہدش جہد کرد
کسب بھی حق ہے دوا بھی درد بھی	سعی منکر نے خلاف جہد کی
کسب کن سعی نما و جہد کن	تا بدانی سر علم من لدن
کسب کر انداز سعی و جہد سے	تاکہ علم معرفت کو جان لے
گرچہ جملہ ایں جہاں بر جہد شد	جہد کے در کام جاہل شہد شد
جہد سے معمور ہے سارا جہاں	شہد لیکن حلق جاہل میں کہاں

۱؎ علم معرفت ۔

زیں نمط بسیار برہاں گفت شیر — کز جواب آں جبریاں گشتند سیر

شیر نے ایسی دلیلیں خوب دیں — جبری سن سن کر جنہاں سے تنگ ہیں

توکل پر کسب کی ترجیح کا فیصلہ

روبہ و خرگوش و آہو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال

لومڑی، خرگوش، ہرنی اور شغال — چھوڑ بیٹھے جبر کی سب قیل و قال

عہد ہا کردند با شیر ژیاں — کاندریں بیعت نیفتد در زیاں

عہد سب نے شیر سے آخر کیا — اب نہ اس بیعت میں نقصان آئیگا

قسم ہر روزش بیاید بے ضرر — حاجتش نبود تقاضائے دگر

روز دیدینگے وظیفہ بالیقیں — کچھ تقاضے کی اُسے حاجت نہیں

عہد چوں بستند و رفتند آں رماں — سوئے مرعیٰ ایمن از شیر ژیاں

عہد کرکے اور بے خوف و گماں — سب چراگاہوں میں پہنچے شادماں

جمع بنشستند یکجا آں وحوش — اوفتادہ در میان جملہ جوش

جمع ہو کر اک جگہ بیٹھے کہیں — جوش میں تھے سبھی سب بالیقیں

ہر کسے تدبیر و رائے می زدے — ہر کسے در خون ہر یک می شدے

ہر کوئی اک رائے دیتا تھا نئی — فکر تھی سب کو برائے خون کی

عاقبت شد اتفاق جملہ شاں — تا بباید قرعۂ اندر میاں

متفق اس پر ہوئے وہ بے زباں — قرعہ ڈالا جائے سب کے درمیاں

قرعہ بر ہر کو زند او طعمہ است — بے سخن شیر ژیاں را لقمہ است

قرعہ آجائیگا جس کے نام پر — شیر کا ہوگا وہ لقمہ بے خطر

ہم بریں کردند آں جملہ قرار — قرعہ آمد سر بسر را اختیار

ہو گیا آپس میں یہ قول و قرار — قرعہ پر آخر ہوا سب کا مدار

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز	سوئے آں شیر او دویدے ہمچو یوز
قرعہ میں جس کا نکلتا روز نام	شیر کی جانب وہ جاتا تیز گام

خرگوش کا نخچیروں کو جواب دینا

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور	بانگ زد خرگوش کآخر چند جور
آیا جب خرگوش کے جانے کا دور	بول اٹھا وہ - آہ ! کب تک یہ جور
قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما	جاں فدا کردیم در عہد و وفا
قوم بولی اتنے دن تک بر ملا	ہم نے ہے پورا کیا عہد وفا
تو مجو بدنامیٔ ما اے عنود	تا نرنجد شیر رو تو زود زود
اے برادر! ہم کو یوں رسوا نہ کر	شیر رنجیدہ نہ ہو - جا جلد تر

نخچیروں کا انکار اور خرگوش کا جواب

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید	تا بمکرم از بلا ایمن شوید
بولا ، اے احباب مہلت دو مجھے	تا خلاصی پاؤ میرے مکر سے
تا اماں یابد بمکرم جانتاں	ماند ایں میراث فرزندانتاں
مکر سے میرے بچیں گی سب کی جاں	ہو بہ جنگل بچوں کی میراث ہاں
ہر پیمبر امتاں را در جہاں	ہمچنیں تا مخلصی می خواندشاں
ہر پیمبر اپنی امت کے لئے	چاہتا تھا مخلصی دل کھول کے
کز فلک راہ برو نشو دیدہ بود	در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود
چرخ سے دیکھ آئے تھے راہِ نجات	تھے نہاں پتلی کی صورت خوش صفات
مردمش چوں مردمک دیدند خرد	در بزرگی مردمک کس رہ نبرد
گرچہ لوگوں نے انہیں چھوٹا کہا	کوئی پتلی سے نہیں لیکن بڑا

نخچیروں کا اعتراض اور خرگوش کا جواب

قوم گفتندش کہ اے خرگوش دار	خویش را اندازۂ خرگوش دار
سن ذرا سن، قوم نے اس سے کہا	اپنی خرگوشی سے تو باہر نہ جا
ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں	در نیاوردند اندر خاطر آں
ہاہیں، یہ شیخی، جو تجھ سے بڑے	وہ بھی دل میں زعم یہ لائے نہ تھے
معجبی یا خود قضامان در پے ست	ورنہ ایں دم لائق چون تو کے ست
تو ہے مغرور، آ گئی ہے یا قضا	تیرے قابل ورنہ یہ باتیں ہیں کیا
گفت اے یاراں حقم الہام داد	مر ضعیفے را قوی رائے فتاد
بولا، مجھ کو تو ہوا الہام آج	رائے اک کمزور کی ہے تام آج
آنچہ حق آموخت مر زنبور را	آں نباشد شیر را و گور را
عقل جو دے دے خدا زنبور کو	گورخر اور شیر کو حاصل نہ ہو
خانہا سازد پُر از حلوائے تر	حق برو آں علم را بکشود در
شہد کے خانے بنائے اِس قدر	حق نے اس پر علم کا کھولا ہے در
آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را	ہیچ پیلے داند آں گوں حیلہ را
علم جو ریشم کے کیڑے کو دیا	ہاتھیوں کو بھی نہ وہ حاصل ہوا
آدم خاکی ز حق آموخت علم	تا بہفتم آسماں افروخت علم
سیکھا جب انسان نے علم خدا	چرخ ہفتم تک گئی اس کی ضیا
نام و ناموس ملک را در شکست	کوری آں کس[1] کہ با حق در شکست
دی شکست اُس نے فرشتوں کو بجا	ہوا وہ اندھا حق سے جو لڑتا رہا
زاہد شش صد ہزاراں سالہ را	پوزبندی ساخت آں گوسالہ را
عمر جس زاہد کی تھی چھ لاکھ سال	باندھا اُس کے منہ کو بچھڑے کی مثال

[1] شیطان سے مراد ہے۔

تا نتاند شیر علم دیں کشید ۔ تا نگردد گرد آں قصرِ مشید
تا نہ شیر علم پی جائے کہیں ÷ قصرِ محکم کے نہ پاس آئے کہیں

علمہائے اہلِ حس شد پوزبند ۔ تا نگیرد شیر زاں علمِ بلند
اہلِ ظاہر پر دہانے چڑھ گئے ۔ تا نہ پہنچے شیر انکو علم سے ÷

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد ۔ کاں بگردوں و دریاہا نداد
قطرۂ دل کو وہ اک موتی ملا ÷ جو نہ گردوں کو نہ دریا کو دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست ۔ جانِ بے معنیت از صورت نرست
آخر اب کب تک یہ اے صورت پرست ۔ جانِ بے معنی رہیگی تیری پست

گر بصورت آدمی انساں بدے ۔ احمد و بوجہل خود یکساں بدے
شکل ہی سے آدمی انساں ہو گر ۔ احمد و بوجہل کیوں ہوتے دگر

احمد و بوجہل در بتخانہ رفت ۔ زیں شدن تا آں شدن فرقیست رفت
احمد و بوجہل جائیں بتکدے ۔ فرق ہے حد ان کے جانے میں یہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں ۔ واں در آید سر نہد چوں امتاں
وہ جب آئیں ان کو بت سجدہ کرے ۔ یہ جب آئے بت کے آگے سر رکھے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست ۔ بنگر از صورت چہ چیز او را کم ست
مثلِ آدم نقش ہے دیوار پر ۔ دیکھ صورت سے ۔ کمی اس میں مگر

جاں کم ست آں صورتِ بیتاب را ۔ رو بجو آں گوہرِ نایاب را
جان کم ہے صورتِ بیتاب کی ۔ کر تلاش اس گوہرِ نایاب کی

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست ۔ چوں سگِ اصحاب را دادند دست
ہر طرف شیروں کی گردن جھک گئی ۔ جب سگِ اصحاب کو عزت ملی ÷

۵۱ آدم علیہ السلام سے مراد ہے ÷
۵۲ یعنی سگِ اصحاب کہف کو ÷

چه زیانستش ازان نقش نفور — چونکه جانش غرق شد در بحر نور
اُن کی شکل اچھی نہ تھی - تو کیا ہوا — جان تو تھی ایک بحرِ نور کا

وصف صورت نیست اندر جاها — عالم و عادل بود در نامها
وصفِ صورت ہے لباس ظاہری — عادل و عالم ہی کی ہے زندگی

عالم و عادل همه معنی ست بس — کش نیابی در مکان پیش و پس
عالم و عادل ہیں معنی اور بس ہے — ہے مکاں جن کا - نہ کوئی پیش و پس

می زند بر تن ز سوئے لامکاں — می نگنجد در فلک خورشید جاں
لامکاں سے ہے تنوں پر ضو فشاں — کیا سما تا چرخ میں خورشید جاں

این سخن پایاں ندارد گوش دار — گوش سوئے قصهٔ خرگوش دار
انتہا اس بات کی آخر کہاں — خیر اب خرگوش کی سن داستاں

خرگوش کی عقلمندی اور عقلمندی کی منفعت و فضیلت

گوش خر بفروش و دیگر گوش خر — کاین سخن را در نیابد گوش خر
بیچ دے یہ کان، لے لے دوسرے — گوشِ خر کس طرح یہ باتیں سنے

رو تو روبه بازیِ خرگوش بین — مکر و شیر اندازیِ خرگوش بین
دیکھ حیلہ سازیاں خرگوش کی — دیکھ شیر اندازیاں خرگوش کی

خاتم ملک سلیمان ست علم — جملہ عالم صورت و جان ست علم
خاتمِ ملکِ سلیمانؑ علم ہے — سب جہاں صورت ہے اور جان علم ہے

آدمی را زین ہنر بیچاره گشت — خلق دریاها و خلق کوه و دشت
اس ہنر سے آدمی کے ہیں غلام — دشت اور کہسار اور دریا تمام

زد پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش ۔ زو شدہ پنہاں بہ پشتے کہ وحوش

شکل چوہے کے ہیں لرزاں اس سے شیر ۔ چھپتے ہیں کوہ و بیاباں میں دلیر

زو پری و دیو ساحلہا گرفت ۔ ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفتہ

سب کنارہ کش ہوئے دیو و پری ۔ اختیار اک اک نے کی پوشیدگی

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست ۔ آدمی با حذر عاقل کسے ست

آدمی کے ہیں چھپے دشمن بہت ۔ آدمی کھینچے رہے دامن بہت

خلق خوب و زشت ہست از ما نہاں ۔ می زند بر دل بہر دم کوبشاں

ہم سے پوشیدہ ہے خلق اچھی بری ۔ جس کے زد سے دل میں ہیبت ہے پڑی

بہر غسل ار در روی در جوئبار ۔ بر تو آسیبے زند در آب خار

غسل کو جائے کنار جوئبار ۔ اور کوئی آسیب داں دے جائے خار

گرچہ پنہاں خار در آب است پست ۔ چونکہ در تو می خلد دانی کہ ہست

گو کہ ہے پانی میں کانٹا تہ نشیں ۔ جب چبھا تو آگیا تجھ کو یقیں

خار خار وحیہا و وسوسہ ۔ از ہزاراں کس بود نے یک کسہ

خار حس و وسوسہ کے برملا ۔ سو کی جانب سے ہیں، اک جانب سے کیا

باش تا حسہائے تو مبدل شود ۔ تا ببینی شان و مشکل حل شود

حس بدل جائے تری، تو صبر کر ۔ تا کہ تیری مشکلیں ہوں سہل تر

تا سخنہائے کیاں رد کردۂ ۔ تا کیاں را سرور خود کردۂ

تو نے کن کی گفتگو رد کیا ۔ کن کو آقا کر لیا۔ کھل جائے گا

نخچیروں کا خرگوش کے راز کا پتہ چلانا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش چست ۔ درمیاں نہ آنچہ در ادراک تست

پھر کہا اے چست خرگوش اب بتا ۔ جو ترے دل میں ہے کر دے برملا

اے کہ باشیرے تو در پیچیدهٔ	باز گو رائے کہ اندیشیدهٔ
شیر سے الجھاؤ پیدا کر لئے ٭	ایسے اندیشے ہیں کیا دل میں ترے
مشورت ادراک ہشیاری دہد	عقلها مر عقل را یاری دہد
مشورت سے بڑھتی ہیں ہشیاریاں	عقل کو دیتی ہیں عقلیں یاریاں
گفت پیغمبر بکن اے رائے زن	مشورت کالمستشار مؤتمن[1]
مشورہ کر، سُن پیمبر کا سخن ٭	مشورت سے معتبر اور مؤتمن
قول پیغمبر بجاں باید شنود	باز گو تا چیست مقصود تو زود
قول پیغمبر کا تو نے سُن لیا ٭	جلد کہہ دے۔ اب ترا مقصد ہے کیا

خرگوش کا نخچیروں سے راز چھپانا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت	جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت
بولا، ہے افشائے راز اس وقت شاق	طاق جفت آئے کبھی گہ جفت طاق
از صفا گر دم زنی با آینہ	تیرہ گردد زود با ما آینہ
دیکھے گا گر مار کر پھونک آئینا	دُھندلا ہو جائیگا آئینہ ترا
در بیان ایں سہ کم جنباں لبت	از ذہاب از ذہب وز مذہبت[2]
تین باتوں کو چھپا ممکن ہو گر	مذہب و راہ سفر اور مال و زر
کایں سہ را خصم ست بسیار و عدو	در کمینت ایستد چوں داند او
دشمن ان تینوں کے ہیں یاں بے شمار	سازشیں سُن کر کرینگے ہوشیار

[1] یعنی جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ امین ہو ٭

[2] یہ حدیث شریف ہے: استر ذهبك وذهابك ومذهبك" یعنی سونا، راہ سفر اور مذہب (مفسدوں یا دشمنوں سے) چھپالے ٭

ور بگوئی با یکے گو الوداع — کل سر جاوز الاثنین شاع

بات کہ دی ایک سے اور بس بڑھی — بات ہونٹوں سے گئی کوٹھوں چڑھی

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم — بر زمیں مانند محبوس از الم

تو اگر دو تین پکڑے جانور — اور کرے پابند فرش خاک پر

مشورت دارند سرپوشیدہ خوب — در کنایت با غلط افگن مشوب

مشورہ وہ اپنا رکھتے ہیں نہاں — کر نہ دل کا بھید ناداں پر عیاں

مشورت کردے پیمبر بستہ سر — گفتہ ایشانش جواب و بے خبر

مشورت کرتے تھے چھپ کر مصطفیٰ — ہوتا تھا مخفی جواب اصحاب کا

در مثال بستہ گفتے رائے را — تا نداند خصم سر از پائے را

رکھتے تھے پنہاں مثل میں رائے کو — تا نہ دشمن کو پتہ معلوم ہو

او جواب خویش بگرفتے ازو — وز سوالش می نبردے غیر بو

لیتے تھے اپنا جواب اُس خوش خصال — غیر سن سکتا نہ تھا کوئی سوال

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے خرگوش دلاور تا چہ کرد

ختم یہ باتیں نہ ہوں گی دوستو — حال خرگوش دلاور کا سنو

خرگوش کا شیر سے مکر کرنا

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت — مکر اندیشید با خود طاق و جفت

الغرض خرگوش نے کھولا نہ راز — اپنے دل میں مکر سوچے حیلہ ساز

با وحوش از نیک و بد نگشاد راز — سرّ خود با جان خود می راند باز

کچھ نہ نخچیروں سے کھولا اپنا راز — اور رہا وہ بھید کہ دینے سے باز

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن — بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن

جانے میں پہلے تو کچھ تاخیر کی — اور پھر پہنچا گپھا میں شیر کی

زاں سبب کاندر شدن او ماند دیر	خاک را می کند و می شست او بشیر
چونکہ آنے میں ہوئی تھی اس کے دیر	خاک اڑا کر رہا تھا شور - شیر
گفت من گفتم کہ عہد آں خساں	خام باشد خام و زشت و نارساں
کہ رہا تھا میں نہ کہتا تھا قرار	ان کمینوں کا نہ ہوگا استوار
دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند	چند بفریبد مرا ایں دہر چند
مکر سے ان کے ہوا میں ناشکیب	یہ جہاں دیگا مجھے کب تک فریب
سخت درماند امیر سست ریش	چوں پس بیند نہ پیش از احمقیش
عاجز آتا ہے امیر اک روز بس	جو حماقت سے نہ سوچے پیش و پس
راہ ہموار است و زیرش دامہاست	قحط معنی درمیان نامہاست
راہ ہے ہموار اور نیچے ہیں دام	معرفت کا قحط ہے مشہور عام
لفظہا و نامہا چوں دامہاست	لفظ شیریں ریگ آب عمر ماست
جا بجا لفظوں کے اور ناموں کے دام	ریگ آب عمر ہیں اے خوش کلام
عمر چوں آبست وقت اورا چو جو	خلق باطن ریگ جوئے عمر تو
عمر پانی۔ وقت ندی جان لے	خلق باطن ریت اس کی مان لے
آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو	سخت کمیابست رو آں را بجو
ریت ہے اک جس سے جوشاں آب ہے	ڈھونڈ اسے تو وہ بہت کمیاب ہے
منبع حکمت شود حکمت طلب	فارغ آید او ز تحصیل و سبب
گھر ہے حکمت کا ہر حکمت طلب	ہو گئے بے پروا تحصیل و سبب
ہست آں ریگ اے پسر مرد خدا	کو بحق پیوست از خود شد جدا
اے پسر وہ ریت ہے مرد خدا	خود سے جو ہو کر جدا حق سے ملا
آب عذب دیں ہمی جوشد ازو	طالباں را زو حیات است و نمو
آب دیں جوشاں ہے اس سے خوش صفات	اس سے طالب کو نمو ہے اور حیات

غیرِ مردِ حق چو ریگِ خشک داں ۔۔۔ کاہد عمرت را خورد او ہر زماں
غیرِ مردِ حق کو ریگِ خشک جان ۔۔۔ عمر وہ تیری گھٹاتا ہے ہر آن

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم ۔۔۔ تا از و گردی تو بینا و علیم
طالبِ حکمت ہو دانا مرد سے ۔۔۔ تاکہ تجھ کو علم اور دانش ملے

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود ۔۔۔ روحِ او از روح محفوظے شود
لوحِ دل اک تختیِ محفوظ ہو ۔۔۔ جان اس کی روح سے محفوظ ہو

چوں معلّم بود عقلش زابتدا ۔۔۔ بعد ازاں شد عقل شاگردی ورا
ابتدا میں گو معلّم عقل تھی ۔۔۔ بعد میں شاگرد اس کی ہو گئی

عقل چوں جبریل گوید احمدا [1] ۔۔۔ گر یکے گامے زنم سوزد مرا
عقلِ کل جبریلؑ بولے یا نبیؐ ۔۔۔ میں جو بڑھوں آگے تو جل جاؤں ابھی

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں ۔۔۔ حدِّ من ایں بود اے سلطانِ جاں
چھوڑیئے مجھ کو تو بڑھیے بعد ازاں ۔۔۔ بس یہی حد تھی مری سلطانِ جاں

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر ۔۔۔ او ہمیں داند کہ گیرد پائے جبر
کاہلی سے جو رہا بے شکر و صبر ۔۔۔ بس یہی سمجھا کہ پکڑے پائے جبر

ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد ۔۔۔ تا ہماں رنجوریش در گور کرد
جبر جو کرتا ہے خود رنجور ہے ۔۔۔ دفن ہونے کے لئے مجبور ہے

[2] گفت پیغمبرؐ کہ رنجوری بلاغ ۔۔۔ رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
قولِ پیغمبرؐ یہ ہے مکرِ مرض ۔۔۔ زندگی کو خوار کرتا ہے غرض

---

[1] معراج کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پہ پہنچ کر حضرت جبریلؑ علیہ السلام آگے نہ بڑھ سکے +

[2] حدیث شریف میں ہے: ان تمارضوا تمرضوا۔ یعنی جب تم بہ تکلّف اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرو گے تو واقعی بیمار ہو جاؤ گے +

بہر چہ بود بستن اشکستہ را — یا بہ پیوستن رگ بگسستہ را

جبر کیا ہے باندھنا شکستہ کا — یا کوئی ٹوٹی ہوئی رگ جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود بشکستۂ — بر کہ می خندی چو پارا بستۂ

پا شکستہ ہے جو اس رستے میں تو — باندھ کر ہنستا ہے کس پر پاؤں کو

وانکہ پایش در رہ کوشش شکست — در رسید اورا براق و بر نشست

سعی میں ٹوٹا جو پائے اشتیاق — بیٹھنے کو مل گیا فوراً براق

حامل دیں بود او محمول شد — قابل فرماں بُد او مقبول شد

تھا جو حامل ہو گیا محمول وہ — تھا جو قابل ہو گیا مقبول وہ

تاکنوں فرماں پذیرفتے ز شاہ — بعد ازاں فرماں رساند بر سپاہ

کر لیا جس نے گوارا حکم شاہ — حکم پر اس کے چلیگی ہر سپاہ

تاکنوں اختر اثر کردے درو — بعد ازاں باشد امیر اختر او

اب تک اس پر تھا ستاروں کا اثر — اب وہ ہے تاروں کا حاکم سربسر

گر ترا اشکال آید در نظر — پس تو شک داری دراں شق القمرا

پہ اگر محسوس ہو دشوار تر — کیا تو پھر مشکوک ہے شق القمر

تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں — اے ہوارا تازہ کردہ در نہاں

تازہ کر ایمان باتیں چھوڑ دے — حرص تازہ دل میں ہے شاید ترے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست — چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

حرص تازہ ہے تو پھر ایماں غلط — یہ ہوا ہے قفل دروازہ فقط

کردۂ تاویل حرف بکر را — خویش را تاویل کن نہ ذکر را

کرتا ہے تاویل کیوں قرآن کی

اپنی ہی تاویل کر اے مدعی

مکھی کی ذلیل تاویل کی بیہودگی

بر ہوا تاویل قرآں می کنی
پست و کژ شد از تو معنیِ سنی

بے تکی تاویل اور قرآن کی
تجھ سے معنی کو ہے اک شرمندگی

ماند احوالت بداں طرفہ مگس
کو ہمی پنداشت خود را ہست کس

ہے ترا بالکل اُسی مکھی کا حال
"میں بھی کچھ ہوں" جو یہ کرتی ہے خیال

از خودی سرمست گشتہ بے شراب
ذرۂ خود را شمردہ آفتاب

وہ بہکتی تھی خودی سے بے شراب
اپنے ذرّے کو سمجھ کر آفتاب

وصف بازاں را شنیدہ در زماں
گفتہ من عنقائے وقتم بے گماں

اُس نے بازوں کی سنی تھیں خوبیاں
بولی، عنقائے زماں ہوں بے گماں

آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر
ہمچو کشتیباں ہمی افراشت سر

برگِ کاہ و بولِ خر پر بیٹھ کر
مثلِ کشتیباں ہوئی تھی مفتخر

گفت من کشتی و دریا خواندہ ام
مدتے در فکر آں می ماندہ ام

کشتی و دریا کا میں سنتی تھی ذکر
ایک مدت سے یہی تھی مجھ کو فکر

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من
مردِ کشتیبان و اہلِ رائے و فن

اب یہ دریا ہے یہ کشتی اور میں
ذات کشتیباں ہے میری اور میں

بر سرِ دریا ہمی راند او عمد
می نمودش ایں قدر بیرون ز حد

ہانکتی تھی کشتیاں وہ شوق سے
بولِ خر اک بحر تھا اُس کے لئے

بود بے حد آں چنیں نسبت بدو
آں نظر کو بیند او را راست گو

بول و سرگیں کا تھا اک دریا رواں
وہ سمجھتی تھی نظر ایسی کہاں

عالمش چنداں بود کش بینش ست
چشم چندیں بحر ہم چندینش ست

اُس کی دنیا ہے یہ اندازِ نظر
اتنا ہے دریا نظر ہے جس قدر

صاحب تاویل چوں باطل نمس ۔۔۔ وہم او بول خر و تصویر خس

صاحب تاویل ہے مثل نمس ۔۔۔ وہم اُس کا بول خر تصویر خس

گر نمس تاویل بگذارد براے ۔۔۔ آں نمس را بخت گرداند ہماے

چھوڑ دے نمسی اگر تاویل راے ۔۔۔ اس کی خوش بختی ہما اس کو بنائے

آں نمس نبودکش ایں غیرت بود ۔۔۔ روح او نے در خور صورت بود

وہ نہیں مکھی یہ غیرت جس میں ہو ۔۔۔ کیا غرض صورت سے اُسکی روح کو

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کی رنجیدگی

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد ۔۔۔ روح او کے بود اندر خُرد قد

شیر کو خرگوش نے پہنچائی زد ۔۔۔ روح اس کی تھی نہ چھوٹی مثل قد

شیر می گفت از سر تیزی و خشم ۔۔۔ کز رہ گوشم عدو بر بست چشم

شیر کہتا تھا بصد جوش و خروش ۔۔۔ دشمن اندھا کر گئے از راہ گوش

مکرہائے جبریانم بستہ کرد ۔۔۔ تیغ چوبیں شاں تنم را خستہ کرد

جبریوں کے مکر نے باندھا مجھے ۔۔۔ تیغ[لہ] چوبیں نے کیا خستہ مجھے

زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ ۔۔۔ بانگ دیوانست و غولاں آں ہمہ

اب سنوں گا میں نہ ان کا غلغلا ۔۔۔ وہ چھلاوے اور شیطاں کی صدا

بر دراں اے دل تو ایشاں را مایست ۔۔۔ پوستشاں بر کن کشاں جز پوست نیست

کر نہ دیر اے دل تو ان کو پھاڑ ڈال ۔۔۔ کھال ہیں وہ صرف کھینچ اُن سب کی کھال

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ ۔۔۔ چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ

کھال ، زنگار رنگ یہ باتیں ہیں یار ۔۔۔ جیسے نقش آب ہو نا پائدار

ایں سخن چوں پوست معنی مغز دال ۔۔۔ ایں سخن چوں نقش معنی ہمچو جاں

کھال ہیں باتیں تو معنی مغز مان ۔۔۔ نقش ہے ہر بات معنی مثل جان

لہ کاٹھ کی تلوار ۔

پوست باشد مغزِ بد را عیب پوش ‌ ‌ ‌ مغزِ نیکو را ز غیرت غیب پوش

کھال ہے ہر مغزِ بد کی عیب پوش ‌ ‌ ‌ مغزِ مردِ نیک کا ہے غیب پوش

چوں قلم از باد بُد دفتر ز آب ‌ ‌ ‌ ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب

جب ہوا ہو خامہ اور دفتر ہو آب ‌ ‌ ‌ جو تو لکھے گا مٹے گا وہ شتاب

نقش آب است ار وفا خواہی ازاں ‌ ‌ ‌ باز گردی دستہائے خود گزاں

نقشِ آبی میں وفاداری کہاں ‌ ‌ ‌ ہاتھ کاٹے گا[1] تو اپنا بعد ازاں

باد در مردم ہوا و آرزوست ‌ ‌ ‌ چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہوست

آدمی میں ہے ہوا بس آرزو ‌ ‌ ‌ جب ہوا گزری رہا پیغامِ ہُو

خوش بود پیغامہائے کردگار ‌ ‌ ‌ کو ز سر تا پائے باشد پائدار

ہاں مبارک ہے پیامِ کردگار ‌ ‌ ‌ جو ہے مستحکم سراسر پائدار

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا ‌ ‌ ‌ جز کیا و خطبہائے انبیا

خطبے ہیں شاہوں کے فانی اے پسر ‌ ‌ ‌ خطبہائے انبیا پاکیزہ تر

زانکہ بوشِ پادشاہاں از ہواست ‌ ‌ ‌ بار نامہ انبیا از کبریاست

کرّ و فرِ شاہوں کی ہے حرص و ہوا ‌ ‌ ‌ ہے خدا کے ساتھ اوجِ انبیا

از درمہا نامِ شاہاں بر کنند ‌ ‌ ‌ نامِ احمدؐ تا قیامت می زنند

سکوں سے مٹ جائیں گے شاہوں کے نام ‌ ‌ ‌ اور رہیگا نام احمدؐ کا مدام

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاست ‌ ‌ ‌ چونکہ صد آمد نود ہم پیشِ ماست

نامِ احمدؐ جملہ نبیوں کا ہے نام ‌ ‌ ‌ سو میں ہیں نوّے شریک اثنا و کام

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر ‌ ‌ ‌ قصۂ خرگوش و شیرِ نر

یہ سخن لا انتہا ہے دوستو! ‌ ‌ ‌ شیر اور خرگوش کا قصہ سنو

[1] پشیمان ہوگا ۔

خرگوش کا مکر اور اُس کے پہنچنے میں تاخیر

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد	مکر را با خویشتن تقریر کرد
دیر کی جانے میں جب خرگوش نے	دل ہی دل میں مکر اپنے سوچ کے
در رہ آمد بعد تاخیر دراز	تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز
راہ لی لیکن بہ تاخیر دراز	تا کہے وہ شیر سے دو ایک راز
تا چہ عالمہاست در سودائے عقل	تا چہ با پہناست این دریائے عقل
ہے نرالا عالم سودائے عقل	کس قدر ہے وسعت دریائے عقل
بحر بے پایاں بود عقل بشر	بحر را غواص باید اے پسر
بحر ہے اک بیکراں عقل بشر	اسمیں غوطہ خور بننا ہے ہنر!
صورتِ ما اندریں بحر عذاب	می دود چوں کاسہا بر روئے آب
بحر شیریں میں ہے صورت جلوہ گر	جیسے کچھ پیالے ہوں سطح آب پر
تا نشد پُر بر سرِ دریا چو طشت	چونکہ پُر شد طشت در وے غرق گشت
طشت پہلے سطح دریا پر رہا	بھر گیا تو غرق دریا ہو گیا
عقل پنہان ست و ظاہر عالمے	صورتِ ما موج یا ازوے نمے
عقل پنہاں ہم ہیں ظاہر بیش و کم	صورت اپنی موج ہے یا اُس کی نم
ہر چہ صورت می وسیلت سازدش	زاں وسیلت بحر دُور اندازدش
دیتی ہے صورت جسے رنگ شعور	وہ وسیلہ بحر سے رکھتا ہے دُور
تا نہ بیند دل دہندہ راز را	تا نہ بیند تیر دُور انداز را
تا نہ سمجھے دل دہندہ راز کو	تا نہ دیکھے تیر دُور انداز کو
اسپ خود را یاوہ داند وز ستیز	می دواند اسپ خود را راہِ تیز
گم شدہ سمجھا ہوا ہے اسپ کو	اور خود دوڑا رہا ہے اسپ کو

اسپ خود را یاوہ داند آں جواد واسپ خود او را کشاں کردہ چو باد

وہ سمجھتا ہے کہ گھوڑا کھو گیا لے گیا گھوڑا اُسے مثلِ ہوا

در فغان و جستجو آں خیرہ سر ہر طرف پرساں و جویاں در بدر

ہے فغان و جستجو میں خیرہ سر پوچھتا پھرتا ہے جویاں در بدر

کانکہ دزدید اسپ ما را کو و کیست اینکہ زیرِ ران تست اے خواجہ چیست

کون ہے وہ چور گھوڑے کا مرے پوچھئے یہ کیا ہے زیرِ راں ترے

آرے ایں اسپست لیک آں اسپ کو با خود آ اے شہسوارِ اسپ جو

ہے یہ گھوڑا اور تو کہتا ہے کہاں ! ہوش میں آ شہسوارِ اسپ راں

وصفہا را مستمع گوید براز تا شناسد مرد اسپ خویش باز

وصف سن کر کھول دے سامع جو راز وہ کرے گھوڑے کا شاید امتیاز

جان ز پیدائی و نزدیکیست گم چوں شود پُر آب لب خشکی چو خم

ہے ظہور و قرب سے یہ جان گم خشک لیکن آب سے پُر مثلِ خم

در درونِ خود بیفزا درد را تا بہ بینی سبز و سُرخ و زرد را

اپنے سینے میں بڑھا لے درد کو تاکہ دیکھے سبز، سرخ اور زرد کو

کے بہ بینی سُرخ و سبز و بور را تا نہ بینی پیش ازاں سہ نور را

رنگ سرخ و سبز کا ہو گیا ظہور اُن سے پہلے گر نہ دیکھے تین نور

لیک چوں در رنگ گم شد ہوشِ تو شد ز نوراں رنگہا روپوشِ تو

رنگ میں کھوئے گئے جب تیرے ہوش بن گئے خود رنگ تیرے نور پوش

چونکہ شب آں رنگہا مستور بود پس بدیدی دیدِ رنگ از نور بود

رات کو وہ رنگ سب مستور تھے آنکھ کے ڈھیلے پڑے بے نور تھے

نیست دیدِ رنگ بے نورِ بروں ہمچنیں رنگِ خیالِ اندروں

نورِ ظاہر بن ہے بینائی محال ہے یہی رنگِ خیالِ دل کا حال

ایں بروں از آفتاب و از سہاست — واں دروں از عکس انوار علاست
ظاہری مہر و سہا کا عکس ہے — باطنی نورِ خدا کا عکس ہے

نورِ نورِ چشم خود نورِ دل است — نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل است
نورِ آنکھوں کا ہے خود ہی دل کا نور — نورِ دل سے ہے بصارت کا ظہور

باز نورِ نورِ دل نورِ خداست — کو ز نورِ عقل و حس پاک و جداست
نورِ دل کا نور ہے نورِ خدا — نور سے جو عقل و حس کے ہے جدا

شب نبد نور و ندیدی رنگ را — پس بضد آں نور پیدا شد ترا
نور بِن شب کو نہ دیکھے رنگ ہی — نور کی ضد سے حقیقت یہ کھلی

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود — رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
کب نمایاں رات کو ہوتے ہیں رنگ — نیلے پیلے مہرے ہیں جتنے ہیں رنگ

کہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ — ضد بضد پیدا بود چوں روم و زنگ
نور تھا پیدا نظر آتا تھا رنگ — ضد سے ضد پیدا ہے جیسے روم و زنگ

دیدن نور است آنگہ دیدِ رنگ — ویں بضد نور دانی بے درنگ
نور کا ہوتا ہے گویا بودِ رنگ — نور کی ضد مان اس کو بے درنگ

پس بضدِ نور دانستی تو نور — ضد ضد را می نماید در صدور
نور کی ضد سے تو پہچانے ہے نور — ضد سے یعنی ضد کا ہونا ہے ضرور

رنج و غم را حق پئے آں آفرید — تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
رنج و غم کو حق نے یوں پیدا کیا — تاکہ اس ضد سے خوشی ہو ظاہرا

پس نہانہا بضد پیدا شود — چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
ہیں یہ سب چیزیں فقط ضد سے عیاں — ضد نہیں حق کی تو رہتا ہے نہاں

نورِ حق را نیست ضدے در وجود — تا بضد او را تواں پیدا نمود
نورِ حق کی ضد نہیں رکھتی وجود — تاکہ ضد سے اس کی ہو جائے نمود

لاجرم ابصارنا لا تدرکہ ۔ وهو یدرک بیں تو از موسیٰؑ و کُہ

درک آنکھیں اس کا کر سکتی نہیں ۔ دیکھ قصہ طور و موسیٰؑ کا یہیں

صورت از معنی چو شیر از بیشہ داں ۔ یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں

صورت و معنی بھی شیر و بیشہ ہے ۔ یہ سخن ہے اور وہ اندیشہ ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست ۔ تو ندانی بحر اندیشہ کجاست

ہر سخن کی ہے بنا اندیشے پر ۔ بحر اندیشہ کی تجھ کو کیا خبر

لیک چوں موج سخن دیدی لطیف ۔ بحر آں دانی کہ ہم باشد شریف

جب نظر موج سخن آئی لطیف ۔ بحر اندیشہ کو سمجھا تو شریف

چوں ز دانش موج اندیشہ بتاخت ۔ از سخن و آواز او صورت بساخت

موج اندیشہ جو دانش سے اٹھی ۔ صورت آواز و سخن کی بن گئی

از سخن صورت بزاد و باز مرد ۔ موج خود را باز اندر بحر بُرد

بات کی صورت بنی اور پھر مٹی ۔ موج پھر دریا میں خود کو لے گئی

صورت از بے صورتی آمد بروں ۔ باز شد کانّا الیہ راجعون

صورت آئی غیر صورت سے بروں ۔ سب کو جانا ہے اُسی کے پاس یوں

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتیست ۔ مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتیست

موت اور رجعت ہے تجھ کو ہر زماں ۔ مصطفیٰ کہتے ہیں ساعت ہے جہاں

فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا ۔ از ہوا کے پاید آید تا خدا

فکر تیر ہُو ہے ، پرّاں ہوا ، ۔ جو نہ ٹھہرا اور پہنچا تا خدا

ہر نفس نو می شود دنیا و ما ۔ بے خبر از نو شدن اندر بقا

ہر گھڑی ہے اک نئی دنیا مگر ۔ جدّت دنیا سے ہم ہیں بے خبر

له قوله تعالیٰ: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (سورۂ انعام) یعنی آنکھیں اُسکا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے ۞

عمر ہمچوں جوئے نو نو می رسد	مستمری می نماید در جسد
عمر مثل نہر ہوتی ہے نئی	جسم میں لیتی ہے لہریں واقعی
آں ز تیزی مستمر شکل آمدست	چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
شکل تیزی کے سبب سے ہے نہاں	تیز گھومیں جس طرح چنگاریاں
شاخ آتش را بجنبانی بساز	در نظر آتش نماید بس دراز
تو جلا کر گر کوئی لکڑی ہلائے	آگ لمبی بن کے نظروں میں سمائے
ایں درازی مدت از تیزی صنع	می نماید سرعت انگیزی صنع
عمر کی لمبائی کو کر لے شمار	سرعت و تیزیٔ صنع کردگار
طالب ایں سر اگر علامہ ایست	نک حسام الدیں[۱] کہ سامی نامہ ایست
طالبان بھیدوں کا اک علام ہے	بس حسام الدین جس کا نام ہے
وصف او از شرح مستغنی بود	رو حکایت کن کہ بیگہ میشود
وصف بالاتر ہے اس کا شرح سے	وقت جاتا ہے تو قصہ چھیڑ دے

خرگوش پہ شیر کا غصے ہونا

شیر اندر آتش و در خشم و شور	دید کاں خرگوش می آید ز دور
شیر تھا غصے سے گرم شور و شر	دور سے خرگوش آتے آیا نظر
می دود بے دہشت و گستاخ او	خشمگین و تیز و تند و ترش رو
بے خطر گستاخ اتراتا ہوا	بھاگتا اور تیز و تند آتا ہوا
کز شکستہ آمدن تہمت بود	وز دلیری دفع ہر ریبت بود
سست آنا بھی ہے تہمت کی دلیل	یہ دلیری رفع شک کی تھی دلیل

[۱] حضرت مولانا ضیاء الحق حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔

چوں رسید او پیشتر نزدیک صف	بانگ بر زد شیر ہاں اے ناخلف
پہنچا آگے بڑھ کے جب نزدیک صف	شیر دھاڑا اور کہا او ناخلف!
من کہ گاواں از ہم بدریدہ ام	من کہ گوش شیر نر مالیدہ ام
پھینک دی ہیں میں نے گائیں پھاڑ کر	شیر نر کے کان اینٹھتا ہوں پکڑ
نیم خرگوشے چہ باشد کو چنیں	امر ما را افگند اندر زمیں
تجھ سا ہو خرگوش بھی اس تاک میں	حکم کو میرے ملائے خاک میں
ترک خواب غفلت خرگوش کن	غرۂ ایں شیر اے خرگوش کن
ترک خواب غفلت اے خرگوش کر	شیر کی آواز سن اور ہوش کر

خرگوش کا شیر سے معذرت چاہنا اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست	گر دہد عفو خداوندیت دست
بولا خرگوش، الاماں، معذور تھا	عفو کر، توفیق اگر بخشے خدا
باز گویم چوں تو دستوری دہی	تو خداوندی و شاہ من رہی
تو معافی دے تو پھر میں کچھ کہوں	تو ہے سلطاں اور میں مجبور ہوں
گفت چہ عذر اے قصور ابلہاں	ایں زماں آئید در پیش شہاں
شیر بولا بیوقوف! اب عذر کیا	سامنے شاہوں کے آتا چاہیئے گا
مرغ بے وقتی سرت باید برید	عذر احمق را نمی باید شنید
مرغ بے ہنگام کا سر کاٹئے	عذر احمق کا نہ سننا چاہیئے
عذر احمق بدتر از جرمش بود	عذر ناداں زہر ہر دانش شود
جرم سے بدتر ہے عذر بیوقوف	عذر ناداں زہر ہے اے فیلسوف
عذرت اے خرگوش از دانش تہی	من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
عذر تیرا عقل سے ہوگا تہی	میں نہیں خرگوش جو سن لوں تری

گفت اے شہ ناکسے را کس شمار	عذر استم دیدگاں را گوش دار
بولا خرگوش آہ کچھ تو مان کے	عذر مظلوموں کا سننا چاہیئے
خاص از بہر زکوٰۃ جاہِ خود	گمرہے را تو مراں از راہِ خود
اپنے قدر و جاہ کا صدقہ تجھے	در سے یوں دھکے نہ گمراہوں کو دے
بحر کو آبے بہر جو می دہد	ہر خسے را بر سر و رو می نہد
بحر ہر ندی کو دیتا ہے جو آب	خس کو بھی رکھتا ہے سر پر بے حجاب
کم نخواہد گشت دریا زیں کرم	از کرم دریا نگردد بیش و کم
کم نہ دریا کو کرے گا یہ کرم	اور کرم سے کیا ہو دریا بیش و کم
گفت دارم من کرم بر جائے او	جامۂ ہر کس برم بر بالائے تو
شیر بولا ہر کرم کا ہے مقام	قد کے ہے انداز پر جامہ مدام
گفت بشنو گر نباشد جائے لطف	سر نہادم پیش اژدرہائے عنف
بولا خرگوش اب نہیں گر وقتِ لطف	سر رکھوں گا پیش اژدرہائے عنف[۱]
من بوقتِ چاشت در راہ آمدم	با رفیقِ خود سوئے شاہ آمدم
صبح کے بعد آ رہا تھا میں چلا	ساتھ میرے ایک ہمراہی بھی تھا
با من از بہر تو خرگوشے دگر	جفت و ہمرہ کردہ بود آں نفر
ایک خرگوش اور تھا ہمرہ مرے	تحفے دو بھجوائے تھے تیرے لئے
شیرے اندر راہ قصدِ بندہ کرد	قصدِ ہر دو بندۂ آئندہ کرد
راستے میں شیر اک حائل ہوا	دونوں کے کھانے پہ وہ مائل ہوا
گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم	خواجہ تاشانِ کہ آں درگہیم
میں یہ بولا بندۂ سلطاں ہیں ہم	خادمِ درگاہ دونوں ہاں ہیں ہم

[۱] غصہ۔

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم وا — پیش من تو یاد ہر ناکس مدار
وہ لگا کہنے کہ شرم آتی نہیں — نام ناکس کا مرے آگے نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بردرم — گر تو با یارت بگردی از برم
تجھ کو بھی پھاڑوں ترے سلطان کو بھی — لے کے ساتھی کو جو تو بھاگا کبھی

گفتمش بگذار تا بارِ دگر — روئے شہ بینم برم از تو خبر
عرض کی میں نے اجازت دے اگر — دے دوں اپنے شاہ کو تیری خبر

گفت ہمرہ را گرو نہ پیش من — ورنہ قربانی تو اندر کیش من
بولا ہمراہی کو رکھ جا رہن یاں — ورنہ تیری جان لونگا بے گماں

لابہ کردیمش بسے سودے نکرد — یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد
کی خوشامد بھی، مگر بے سود تھی — مجھ کو چھوڑا لی ضمانت دوست کی

ماندہ آں ہمرہ گرو در پیش او — خوں رواں شد از دل بیخویش او
رہ گیا یوں رہن ہمراہی وہاں — ہوگیا دل سے لہو اس کے رواں

یارم از زفتے سہ چنداں بدکہ من — ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
میرا ہمراہی تھا مجھ سے سہ گنا — خوبصورت اور موٹا خوش ادا

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد — حال ما ایں بود کت وا گفتہ شد
شیر نے ہے بند وہ رستہ کیا — حال یہ ہے جو گزارش کر دیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بر — حق ہمی گویم ترا اَلْحَقُّ مُرٌّ
رکھ نہ امیدِ وظیفہ بعد ازاں — تھی جو سچی بات وہ کر دی عیاں

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن — ہیں بیا و دفع آں بیباک کن

گر وظیفہ چاہیے کر راہ پاک
چل ابھی اس شیر کو کر دے ہلاک

شیر کا جواب اور خرگوش کے ساتھ روانگی

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست	پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست
بولا بسم اللہ، چل وہ ہے کہاں	ہے اگر سچا تو دے اس کا نشاں
تا سزائے او و صد چوں او دہم	ور دروغست ایں سزائے تو دہم
وہ تو کیا، دوں ایسے لاکھوں کو سزا	جھوٹ ہے تو آئے گی تجھ پر بلا
اندر آمد چوں قلاؤزی بہ پیش	تا برد او را بسوئے دامِ خویش
پیشرو کی طرح وہ آگے چلا	دام میں تا اس کو پھانسے بر ملا
سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود	چاہ مغ را دامِ جانش کردہ بود
اس کنوئیں کی سمت تھے دونوں رواں	جس کنوئیں کو تھا بنایا دامِ جاں
می شدند آں ہر دو تا نزدیکِ چاہ	اینت خرگوشی چو آب زیر کاہ
جا رہے تھے دونوں وہ نزدیک چاہ	تھی مگر خرگوشی آبِ[1] زیرِ کاہ
آب کاہے را بہاموں می برد	آب کوہے را عجب چوں می برد
آب لے جاتا ہے تنکے دشت سے	لے گیا وہ کوہ کیونکر کھینچ کے
دامِ مکرِ او کمندِ شیر بود	طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
دامِ مکر اس کا کمندِ شیر تھا	شیر کو خرگوش نے جل دے دیا
موسیئے فرعون را تا رودِ نیل	می کشد با لشکر و جمعے ثقیل
ایک موسیٰ نیل میں فرعون کو	ساتھ اک لشکر کے دیتا ہے ڈبو
پشۂ نمرود را با نیم پر	می شگافد بے محابا مغزِ سر
ہے حقیقت مچھر اک کمزور سا	چیرتا ہے مغزِ سر نمرود کا

[1] گھاس کے نیچے پانی یعنی سراپا مکر و فریب، سازش، عیاری ۔

حال آں کو قول دشمن را شنود　　بیں سزائے آنکہ شد یار حسود
قول دشمن جس نے مانا بر ملا　　آخر اُس کا دوست بھی دشمن ہوا

حال فرعونے کہ ہامان را شنود　　حال نمرودے کہ شیطاں را شنود
مان لی فرعون نے ہامان کی　　اور سنی نمرود نے شیطان کی

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت　　دام داں گرچہ ز دانہ گویدت
بات دشمن کی اگر یارانہ ہو　　دام جان اُس کو جو ذکر دانہ ہو

گر ترا قندے دہد آں زہر داں　　گر بتو لطفے کند آں قہر داں
قند دے تجھ کو تو اُس کو زہر جان　　لطف فرمائے تو اُس کو قہر جان

چوں قضا آید نہ بینی غیر پوست　　دشمناں را باز نشناسی ز دوست
موت آئے تو نہ سوجھے غیر پوست　　کچھ نہ پہچانے کہ دشمن ہے کہ دوست

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن　　نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
ہو جب ایسا حال تو کر التجا　　نالہ کر تسبیح و روزہ کر ادا

نالہ می کن کاے تو علام الغیوب　　زیر سنگ مکر بد ما را مکوب
رو کے کہہ اے غیب دان کائنات　　مکر کے پتھر سے ہم کو دے نجات

یا کریم العفو ستار العیوب　　انتقام از ما مکش اندر ذنوب
اے کریم اے پردہ پوش خاص و عام　　لے گناہوں کا نہ ہم سے انتقام

آنچہ در کونست اشیا زانچہ ہست　　وانما جاں را بہر حالت کہ ہست
ساری چیزیں ہیں یہاں ناپائدار　　روح کو حال اُن دکھلائے کردگار

گر سگی کردیم اے شیر آفریں　　شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
کی بدی شیر آفریں! ہم نے اگر　　حکم راں تو شیر کو ہم پر نہ کر

آب خوش را صورت آتش مدہ　　اندر آتش صورت آبی منہ
آگ کی صورت نہ پانی کو ابال　　آگ میں یہ صورت آبی نہ ڈال

از شرابِ قہر چوں مستی دہی	نیست ہا را صورتِ ہستی دہی
جب بڑھی مستی شرابِ قہر کی	نیستوں کو صورتِ ہستی ملی
چیست مستی بند چشم از دیدِ چشم	تا نماید سنگ گوہر پشم یشم
کیا ہے مستی اک حجابِ دیدِ چشم	سنگ نظروں میں ہے گوہر یعنی یشم[1]
چیست مستی حِسّہا مبدل شدن	چوبِ گز اندر نظر صندل شدن
کیا ہے مستی؟ بس بدلنا آنکھ کا	جھاؤ کی لکڑی کو صندل جاننا

حضرت سلیمانؑ اور ہُدہُد کا قصہ

چوں سلیمانؑ را سراپردہ زدند	جملہ مرغانش بخدمت آمدند
بادشاہی جب سلیمانؑ کو ملی	سب پرندوں نے مبارکباد دی
ہمزبان و محرمِ خود یافتند	پیشِ او یک یک بجاں بشتافتند
پاکر اُن کو ہمزبان و رازدار	ہوگئے ایک ایک کرکے سب نثار
جملہ مرغاں ترک کردہ جیک جیک	با سلیماں گشتہ افصح من اخیک
چھوڑ کر اپنی زبان بے اثر	بن گئے شیریں بیاں وہ جانور
ہمزبانی خویشی و پیوندیست	مرد با نامحرماں چوں بندیست
ہمزبانی رشتہ و پیوند ہے	صحبتِ نامحرماں اک بند ہے
اے بسا ہندو و ترک ہمزباں	اے بسا دو ترک چوں بیگانگاں
ہیں کہیں ہندی و ترکی ہمزباں	اور کہیں دو ترک بیگانے یہاں
پس زبانِ محرمی خود دیگرست	ہمدلی از ہمزبانی بہترست
محرمی کی ہے زباں کچھ اور ہی	ہم زبانی سے ہے بہتر ہم دلی

[1] ایک قسم کا قیمتی پتھر، جس کے موجود ہونے سے مکان میں بجلی نہیں گرتی +

غیر نطق و غیر ایماء و سجل | صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل
بے کلام و بے اشارہ بے کتاب | ترجماں اٹھتے ہیں دل سے بیحساب

جملہ مرغاں ہر یکے اسرار خود | از ہنر وز دانش و از کار خود
جانور جتنے تھے راز اپنے نہاں | اور ہنر اور عقلمندی اور بیاں

با سلیماں یک بیک وا می نمود | از برائے عرضہ خود را می ستود
کرتے تھے پیش سلیمانؑ آشکار | کرتے تھے تعریف تا ہو کچھ وقار

از تکبر نے ز ذات ہستی خویش | بہر آں تا رہ دہد او را بہ پیش
خودستائی اور تکبّر سے نہیں | بلکہ اس تک بار پا جائیں کہیں

چوں بیابد بردۂ را خواجۂ | عرضہ دارد از ہنر دیباجۂ
جب کسی آقا کو ملتا ہے غلام | عرض کرتا ہے ہنر اور اپنے کام

چونکہ دارد از خریداریش ننگ | خود کند بیمار و شل و کور و لنگ
اور جو ہو اس کی خریداری سے ننگ | بنتے ہیں بیمار و شل اور کور و لنگ

نوبت ہدہد رسید و پیشہ اش | واں بیان صنعت و اندیشہ اش
آئی باری ہدہد ذی ہوش کی | تا سنائے اپنی وہ صنعت گری

گفت اے شہ یک ہنر کاں کہتر ست | باز گویم گفت کوتہ بہتر ست
بولا یا حضرت! نہایت مختصر | عرض کرتا ہوں میں اپنا اک ہنر

گفت برگو تا کدام ست آں ہنر | گفت من آنگہ کہ باشم اوج پر
پوچھا حضرت نے کہ وہ ہے کیا ہنر | بولا میں ہوتا ہوں جس دم اوج پر

بنگرم از اوج با چشم یقیں | من بہ بینم آب در قعر زمیں
دیکھ لیتا ہوں یقیں کی آنکھ سے | پانی کو زیر زمیں بہتے ہوئے

تا کجا ست و چہ عمقستش چہ رنگ | از چہ می جوشد ز خاکے یا ز سنگ
ہے کہاں تک کیا ہے عمق اور کیا ہے رنگ | منبع اس کا خاک ہے یا کوئی سنگ

اے سلیمانؑ بہر لشکر گاہ را — در سفر می دار ایں آگاہ را
جب ہمہ لشکر کریں حضرت سفر — مجھ کو رکھیں ساتھ ہوں میں باخبر
پس سلیمانؑ گفت شو مارا رفیق — در بیاباں ہائے بے آبے عمیق
بولے حضرت تم مرے ساتھی رہو — جنگلوں میں جس جگہ پانی نہ ہو
ہمرہِ ما باشی و ہم پیشوا — تا کنی تو آب پیدا بہر ما
ساتھ رہنا اور بننا پیشوا — اور دینا ہم کو پانی کا پتا
تا بیابی بہرِ لشکر آب را — در سفر سقا شوی اصحاب را
دینا لشکر کو ذخیرہ آب کا — سقا بن جانا مرے اصحاب کا
باش ہمراہِ من اندر روز و شب — تا نہ بیند از عطش لشکر تعب
تم مرے ہمراہ روز و شب رہو — تا کہ لشکر پیاس سے غمگیں نہ ہو
بعد ازاں ہُدہُد بدو ہمراہ بود — زانکہ از آب نہاں آگاہ بود
آپ کے ہمراہ وہ ہُدہُد رہا — آب پوشیدہ سے جو آگاہ تھا

کوّے کا ہُدہُد کے دعوےٰ پر طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد در حسد — با سلیمانؑ گفت کو کج گفت و بد
سنتے ہی کوّا حسد سے جل گیا — "ہے غلط دعویٰ" سلیمانؑ سے کہا
از ادب نبود بہ پیشِ شہ مقال — خاصہ خود لافِ دروغین و محال
آپ کے آگے ہے کب تابِ مقال — اُس پر اتنی لغو گوئی ہے محال
گر مر او را ایں نظر بودے مدام — چوں ندیدے زیر مشتِ خاک دام
یہ نظر اس کی اگر رہتی مدام — کیوں نظر آتا نہ زیرِ خاک دام
چوں گرفتار آمدے در دام او — چوں قفس اندر شدے ناکام او
دام میں ہوتا گرفتار آپ کیوں — پنجرے میں بیٹھتا وہ بیکار آپ کیوں

پس سلیمانؑ گفت اے ہدہد رواست
کز تو در اوّل قدح ایں درد خاست

بولے حضرت بات کیا ہُدہُد یہ کی
پہلے ہی ساغر میں تلچھٹ تو نے دی

چوں نمائی مستی اے تو خوردہ دوغ
پیش من لافے زنی آنگہ دروغ

پی چھاچھ پی کر ہو رہا ہے مست تو
لاف ہے جھوٹی ہے تیری گفتگو

ہُدہُد کا حضرت سلیمانؑ کو جواب دینا

گفت اے شہ بر منِ عور گدا
قولِ دشمن مشنو از بہرِ خدا

بولا ہُدہُد میں ہوں بے ساماں گدا
قول دشمن کا نہ سن بہرِ خدا

گر ببطلان ست دعویٰ کردنم
من نہادم سر ببر از گردنم

جھوٹ ثابت ہو جو یہ دعویٰ مرا
کاٹنا سر اے مرے آقا مرا

زاغ کو حکمِ خدا را منکرست
گر ہزاراں عقل دارد کافرست

ہے یہ کوّا منکرِ حکمِ خدا
با وجودِ عقل کافر ہے نرا

ور تو تا کافے بود از کافراں
جائے گند و شہوتے چوں کافِ راں[1]

ہے اگر تجھ میں یہ کاف کافراں
تو بھی گندہ ہے مثالِ کافِ راں

من بہ بینم دام را اندر ہوا
گر نپوشد چشمِ عقلم را ہوا

آسماں پر دیکھ لوں میں دام کو
گر قضا سے بند آنکھ اس دم نہ ہو

چوں قضا آید شود دانش بخواب
مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب

موت سے پڑتا ہے دانش پر حجاب
چاند ہو کالا گہن میں آفتاب

از قضا ایں تعبیہ[2] کے نادرست
از قضا داں کو قضا را منکرست

ہے قضا کا تعبیہ کیوں نا روا
خود قضا ہے یعنی انکارِ قضا

[1] شگافِ راں یعنی وہ سوراخ جو ران کی جڑ کے پاس ہے۔ شرمگاہ ٭

[2] پوشیدہ مخفیہ۔ اقرارِ پوشیدہ ٭

حضرت آدمؑ کا قصہ

بو البشر کو عَلَّم الاسما بگ ست	صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
بوالبشر دانائے اسمار ذی وقار	علم تھے ہر رگ میں اُن کی سَو ہزار
اسم ہر چیزے چناں کاں چیز ہست	تا بپایاں جان او را داد دست
نام ہر شے کا کہ ایسی ہے وہ چیز	بوالبشر کو تھا سکھایا اے عزیز
ہر لقب کو داد آں مبدل نشد	آنکہ چستش خواند او کاہل نشد
وہ نہ بدلا جو لقب جس کو دیا	تھا نہ کاہل چست جس کو کہہ دیا
ہر کرا اُو متقبل و آزاد خواند	او عزیز و خرّم و دلشاد ماند
مقبل و آزاد پھر جس کو کہا	وہ عزیز و شاد اور خوشدل رہا
ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید	ہر کہ آخر کافر او را شد پدید
تھا جو آخر مومن اوّل کھل گیا	تھا جو آخر کافر اُن پر کب چھپا
ہر کہ آخر بیں بود او مومن ست	ہر کہ آخور بیں بود او بید نست
جو کہ آخر بیں ہو مومن ہے وہی	ہے جو آخور[2] بیں وہ ہے بے دین بھی
اسم ہر چیزے تو از دانا شنو	رمز و سرّ علّم الاسما شنو
نام ہر اک چیز کا دانا سے سُن	راز اُس کا علّم الاسماء سے سُن

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ: وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الآیہ۔ (سورۂ بقرہ) یعنی آدم کو وہ تمام اسماء (جو علم الٰہی میں تھے) سکھا دئے گئے۔ اس سے تمام فرشتے حیران رہ گئے۔ اور انہوں نے اپنے اعتراض کو واپس لے لیا +

[2] آخور۔ گھوڑوں کے چرنے کی جگہ۔ مجازاً لذاتِ دنیوی +

اسمِ ہر چیزے بر ما ظاہرش ... اسمِ ہر چیزے برِ خالق سرش
نامِ ہر شے ہم ہیں خود اُسکے مجاز ... نامِ ہر شے علمِ حق ہیں اُس کا راز

نزدِ موسیٰ[۲] نامِ چوبش بُد عصا ... نزدِ خالق بود نامش اژدہا
نام تھا موسیٰؑ کی لکڑی کا عصا ... اور خدا نے نام رکھا "اژدہا"[۲]

بُد عمرؓ را نام ایں جا بُت پرست ... لیک مومن بود نامش در الست
اس جگہ پہلے عمرؓ تھے بت پرست ... حق نے پر مومن کہا روزِ الست

آنکہ بد نزدیکِ ما نامش منی ... پیشِ حق ایں نقش بُد کہ با منی
نام جس کا ہم نے رکھا ہے منی ... علمِ حق میں ہے انانیّت وہی

صورتے بُد ایں منی اندر عدم ... پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
تھی عدم میں ایک صورت یہ منی ... پیشِ حق موجود اُسی صورت میں تھی

حاصل آمد آں حقیقت نامِ ما ... پیشِ حضرت کاں بود انجامِ ما
یعنی اپنا وہ حقیقی نام ہے ... جو خدا کے علم میں انجام ہے

مرد را بر عاقبت نامے نہند ... نے براں کاں عاریت[۳] نامے نہند
نامِ انساں چاہیئے انجام پر ... عاریت[۳] کی کیا رعایت نام پر

چشمِ آدم کو بنورِ پاک دید ... جان و سرِّ نامہا گشتش پدید
نورِ حق دیکھا صفیّ[۴] اللہؑ نے ... رُوح اور اسرار ناموں کے کھلے

[۱] یعنی ہم ہر چیز کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا نام رکھ دیتے ہیں۔ مگر خدا کے یہاں ہر چیز کا نام اُس کا باطن دیکھ کر رکھا گیا ہے ✦

[۲] اس لئے کہ گو وہ لکڑی بظاہر عصائے کلیم اللہ تھی (مگر آخر کار (جیسا کہ علمِ الٰہی میں اس کا نام اور فعل پوشیدہ تھا) وہ اژدہا بن کر دشمنوں پہ غالب آئی ✦

[۳] مانگے کی چیز ✦

[۴] حضرت آدمؑ کا لقب ✦

چوں ملک انوارِ حق در وے بیافت　　در سجود افتاد و در خدمت شتافت
نورِ حق کی دیکھ کر ان میں چمک　　گر پڑے سجدے میں خدمت کو ملک

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو　　جملہ افتادند در سجدہ برو
ان میں جب دیکھا فرشتوں نے وہ نور　　سب نے سجدہ کر لیا اُن کے حضور

مدح ایں آدم کہ نامش می برم　　قاصرم گر تا قیامت بشمرم
مدحِ آدمؑ کی، لیا ہے جن کا نام　　تا قیامت ہو نہیں سکتی تمام

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا　　دانشِ یک نہیؔ شد بروے غطا
باوجودِ علم جب آئی قضا　　عقل پر اک نہی کا پردہ پڑا

کاے عجب نہی از پئے تحریم بود　　یا بتاویلے بدو توہیم بود
یعنی نہی حق تھی از بہرِ حرام　　یا فقط تاویل تھی اور وہم خام

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت　　طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
دل میں جب تاویل کو وسعت ہوئی　　مائل گندم طبیعت ہو گئی

باغباں را خار چوں در پائے رفت　　دزد فرصت یافت کالا برد تفت
باغباں کے پاؤں میں کانٹا چبھا　　چور نے پھولوں کا لوٹا ڈوکرا

چوں ز حیرت رست باز آمد براہ　　دید بردہ دزد رخت از کارگاہ
ہوش جب آیا تو میداں صاف تھا　　چور سب اسباب اُٹھا کر لے گیا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و آہ　　یعنی آمد ظلمت و گم گشت راہ
ہم نے اے رب خود کیا ہے ظلم آہ　　چھائی ظلمت اور کھو بیٹھے ہیں راہ

لہ کسی کام کے نہ کرنے کا حکم۔

۲ہ قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۂ بقرہ) یعنی اے ہمارے رب! بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو ہمارے گناہ نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو ہم خسارے میں رہیں گے۔ بیۂ حضرت آدمؑ

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش — شیر و اژدرہا شود زو ہمچو موش
یہ قضا اک ابر ہے خورشید پوش — شیر و اژدر اس سے بن جاتے ہیں موش

من اگر دامے نہ بینم گاہ حکم — من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم
حکم خالق سے نہ دیکھوں دام اگر — کیا خطا ہے صرف میری، غور کر

اے خنک آں کو نکوکاری کند — زور را بگذارد و زاری کند
وہ مبارک جو نکوکاری کرے — ترک کر دے زور اور زاری کرے

گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت — ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
گر قضا تجھ کو کرے غم میں اسیر — ہو وہی آخر میں بھی پھر دستگیر

گر قضا صد بار قصدِ جاں کند — ہم قضا جانت دہد درماں کند
گر قضا سو بار قصدِ جاں کرے — پھر وہی جاں بخشنے اور درماں کرے

ایں قضا صد بار اگر راہت زند — بر فراز چرخ خرگاہت زند
راستہ سو بار یہ روکے ۔ مگر — ایک دن لے جائیگی افلاک پر

از کرم داں اینکہ می ترساندت — تا بملک ایمنی بنشاندت
یہ کرم سے وہ ڈراتا ہے اگر — تا تجھے ایمن کرے اور بے خطر

چوں بترساند ترا آگہ شوی — ور نترساند ترا گمرہ شوی
گر ڈریگا با خبر ہو جائیگا — ورنہ گمرہ اور نڈر ہو جائیگا

ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر — گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
طول پکڑا بات نے ہوتی ہے دیر — پھر سنو اب قصۂ خرگوش و شیر

لے ان اشعار میں جہاں جہاں لفظِ "قضا" آیا ہے، وہاں "حکم خدا" سے مراد ہے۔ نہ کہ محض موت سے۔ موت کو قضا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی حکم خدا ہے +

خرگوش کا شیر سے الگ ہو جانا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد ‏ — ‏ پُر غضب بر کینۂ بدخواہ شد
شیر جب خرگوش کے ہمراہ گیا ‏ — ‏ پُر غضب بدخواہ کے کینے سے تھا
بود پیشا پیش خرگوش دلیر ‏ — ‏ ناگہاں پا را کشید از پیش شیر
یا لو آگے آگے وہ خرگوش تھا ‏ — ‏ شیر کے آگے سے یا پیچھے ہٹا
چونکہ نزد چاہ آمد شیر دید ‏ — ‏ کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
شیر نے دیکھا کنواں آیا جو پاس ‏ — ‏ رہ گیا خرگوش پیچھے بد حواس
گفت پا وا پس کشیدی تو چرا ‏ — ‏ پائے را وا پس مکش پیش اندر آ
پوچھا تو کیوں پا چلتے چلتے رک گیا ‏ — ‏ ساتھ چل پیچھے نہ ہٹ آگے تو آ
گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت ‏ — ‏ جانِ من لرزید و دل از جائے رفت
بولا کیا ٹھہروں کہ ہوں بے دست و پا ‏ — ‏ جان ہے لرزش میں دل ہے کانپتا
رنگ روئے ہم را نمی بینی چو زر ‏ — ‏ ز اندروں خود می دہد رنگم خبر
دیکھ میرا زرد چہرہ مثل زر ‏ — ‏ دے رہا ہے رنگ خود دل کی خبر
حق چو سیما را معرّف[۱] خواندہ است ‏ — ‏ چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
ہے علامت جیسے معرّف سربسر ‏ — ‏ عارفوں کی ہے علامت پر نظر
رنگ و بو غمّاز آمد چوں جرس ‏ — ‏ از فرس آگہ کند بانگِ فرس
رنگ و بو مثلِ جرس غمّاز ہے ‏ — ‏ مخبرِ اسپ اُس کی ہر آواز ہے
بانگ ہر چیزے رساند زو خبر ‏ — ‏ تا بدانی بانگ خر از بانگ در
ہر صدا دیتی ہے ہر شے کی خبر ‏ — ‏ تا کہ سمجھے بانگ خر آواز در

[۱] تعارف کرانے والی ۔

گفت پیغمبر بہ تمییز کساں ۔۔۔ مرء مخفی لدی طی اللسان

ہے یہ قول سرورِ ہر انس و جاں ۔۔۔ سِرِّ مخفی کی ہے شاہد یہ زباں

رنگِ رو از حالِ دل دارد نشاں ۔۔۔ رحمتم کن مہر من در دل نشاں

رنگِ رخ میں دل کا ملتا ہے نشاں ۔۔۔ رحم کر اور مجھ پہ ہو جا مہرباں

رنگِ روئے سرخ دارد بانگِ شکر ۔۔۔ رنگِ روئے زرد دارد صبر و فکر

سرخرو چہرے میں شانِ شکر ہے ۔۔۔ زرد رنگت خود نشانِ فکر ہے

در من آمد آنچہ در وے گشت مات ۔۔۔ آدمی و جانور جامد نبات

مجھ پہ جو گذری ہے اُس سے سب ہیں مات ۔۔۔ آدمی اور جانور پتھر نبات

در من آمد آنکہ دست و پا برد ۔۔۔ رنگِ روئے و قوت و سیما برد

وہ پڑی مجھ پر کہ دست و پا گئے ۔۔۔ رنگ و روئے قوت و سیما گئے

آنکہ در ہر چہ در آمد بشکند ۔۔۔ ہر درخت از بیخ و بُن او بر کند

یہ پڑے جس پر اسے دے شکست ۔۔۔ جڑ سے پیڑوں کو اکھاڑے کر کے پست

ایں خود اجزایند کلیات از و ۔۔۔ زرد کردہ رنگ فاسد کردہ بو

یہ تو سب ہیں جزو کلیات کے ۔۔۔ جن میں بُو ہے رنگ ہیں جن کے بجے

تا جہاں گہ صابرست و گہ شکور ۔۔۔ بوستاں گہ حلہ پوشد گاہ عور

کوئی شاکر ہے کوئی ہے صبر دار ۔۔۔ ہے کبھی بیت جھڑ چمن میں گہ بہار

آفتابے کو بر آید نار گوں ۔۔۔ ساعتے دیگر شود او سرنگوں

آگ کی صورت ہو سورج آشکار ۔۔۔ سرنگوں ہو دوسرے وقت ایک بار

لہ یہ اس حدیث شریف کا اقتباس ہے، فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "المرء مخبوء تحت لسانہ" یا "فی طی لسانہ" یعنی مرد اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ یا زبان سے پہچانا جاتا ہے +

لہ نباتات +

اختران تافتہ بر چار طاق / لحظہ لحظہ مبتلائے احتراق

آسماں پر ہیں جو تارے سے کھلے / دمبدم جلتے ہیں یہ اور ڈوبتے

ماہ کو افزو ز اختر در جمال / شد ز رنج دق او ہمچوں ہلال

چاند کا تاروں سے ہے بڑھکر جمال / ہے فلک کے خوف سے گھٹ کر ہلال

ایں زمین با سکون با ادب / اندر آرد زلزلہ اش در لرزہ تب

یہ زمیں جو ہے سکوں سے آشنا / کانپ اٹھتی ہے جب آئے زلزلہ

اے بسا کہ زیں بلائے مردہ ریگ / گشتہ است اندر جہاں او خورد و ریگ

خوف زا ہے یہ بلائے پُرشکوہ / ریت کے ذرے بنے ہیں اس سے کوہ

ایں ہوا با روح آمد مقترن / چوں قضا آید وبا گشت و عفن

یہ ہوا کہتے ہیں جس کو جاں فزا / جب قضا آئے تو بن جائے وبا

آب خوش کو روح را ہمشیرہ شد / در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد

صاف پانی تھا جو ساتھی روح کا / تلخ و تیرہ حوض میں رہ کر ہوا

آتشے کو باد دارد در بروت / ہم یکے بادے برو خواند یموت

آگ گو ہے تیز و مغرور ہوا / ایک ہی جھونکے سے ہوتی ہے فنا

خاک کو شد مایۂ گل در بہار / ناگہاں بادے برآرد زو دمار

مایۂ گل خاک ہے وقت بہار / پھر بھی فصل خزاں کا ہے شکار

حال دریا ز اضطراب و جوش او / فہم کن تبدیلہائے ہوش او

اضطراب و جوش جو دریا میں تھے / رنگ بدلے دیکھ اس سے ہوش کے

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجوست / حال او چوں حال فرزندان اوست

چرخ سرگرداں کا ہے وہ ماجرا / یعنی جو کچھ حال ہے اولاد[1] کا

[1] یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات جو موالید ثلاثہ کہلاتے ہیں۔

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج ‌ ‌ اندروں از سعد و نحسے فوج فوج
اوج و پستی ہے کبھی ہے اعتدال ‌ ‌ اور نیک و زشت کا پھیلا ہے جال

گہ شرف گہ ہے صعود و گہ فرح ‌ ‌ گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح
گہ بھلائی اگہ ترقی گہ سرور ‌ ‌ گہ وبال اور گہ تنزل گہ بجور

از خود اے جزوے ز کلہا مختلط[۱] ‌ ‌ فہم میکن حالت ہر منبسط[۲]
تو بھی ہے اے جزو کل سے مختلط ‌ ‌ دیکھ کس حالت میں ہے ہر منبسط

چوں نصیب مہتراں درد ست و رنج ‌ ‌ کہتراں را کے تواند بود گنج
جب بڑوں کو ہے میسر درد و رنج ‌ ‌ چھوٹوں کو حاصل ہو کیونکر مال و گنج

چونکہ کلیات را رنج ست و درد ‌ ‌ جزو ایشاں چوں نباشد روئے زرد
جبکہ کلیات کو ہے رنج و درد ‌ ‌ کیوں نہ جزئیات کا چہرہ ہو زرد

خاصہ جزوے کو ز اضداد ست جمع ‌ ‌ ز آب و خاک و آتش و باد ست جمع
خاص کر وہ جن میں ہیں اضداد جمع ‌ ‌ آب۔ خاک اور نیز آتش۔ باد جمع

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست ‌ ‌ ایں عجب کیں میش دل در گرگ بست
بھیڑ بھاگے بھیڑیے سے کیا عجب ‌ ‌ لیکن الفت ان میں سرتا پا عجب

زندگانی آشتیٔ ضدہاست ‌ ‌ مرگ آں کاندر میانشاں جنگ خاست
زندگی مجموعۂ اضداد ہے ‌ ‌ جنگ باہم سے ہوئی برباد ہے

صلح اضداد ست ایں عمر جہاں ‌ ‌ جنگ اضداد ست عمر جاوداں
صلح ہے اضداد کی عمر جہاں ‌ ‌ اور ان کی جنگ عمر جاوداں

زندگانی آشتیٔ دشمناں ‌ ‌ مرگ وا رفتن باصل خویش داں
زندگانی دشمنوں کی ہے ولا[۳] ‌ ‌ موت اپنی اصل پر ہے لوٹنا

[۱] مرکب۔ ملا ہوا ۔ [۲] اشیائے غیر مرکب۔ مفرد ۔
[۳] محبت۔ صلح ۔

صلح دشمن وار باشد عاریت — دل بسوئے جنگ دارد عاقبت
دشمنوں کی صلح تو ہے مستعار — دل میں عزم جنگ ہے انجام کار

روز کے چند از برائے مصلحت — باہم اندر رفق و مرحمت
مصلحت کے ساتھ کچھ دن کے لئے — ان میں رحم و لطف کے ہیں سلسلے

عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت — ہر یکے با جنس خود انباز گشت
کرتے ہیں جو ہر کی جانب واپسی — جانس بن جاتے ہیں اپنی جنس کی

لطف باری ایں پلنگ و رنگ را — الف او وبرد ز ایشاں جنگ را
لطف حق یہ ہے کہ بکری اور پلنگ — دوستی سے کر نہیں سکتے ہیں جنگ

لطف حق ایں شیر را و گور را — الف اوست ایں و ضد دور را
رحمت باری سے شیر و گور خر — دوست بن کر ہیں رفیق یک دگر

چوں جہاں رنجور زندانی بود — چہ عجب رنجور اگر فانی بود
ہے مقید اور غمگیں یہ سرا — کیا تعجب ہے جو ہو غمگیں فنا

شیر اور خرگوش میں سوال و جواب

خواند بر شیر او ازیں رو پندہا — گفت من بس ماندہ ام زیں بندہا
چند پند اس نے سنا کر شیر سے — یوں کہا مجبور ہوں میں اس لئے

شیر گفتش تو ز اسباب مرض — ایں سبب گو خاص کاینستم غرض
شیر بولا یہ مرض سمجھا ہیں حال — جو سبب ہے خاص وہ کر دے بیاں

پائے را واپس کشیدی تو چرا — می دہی بازیچہ و اہی مرا
کیوں ہوا جاتا ہے واپس اپنے گھر — مجھ کو دیتا ہے فریب اے حیلہ گر

ل اصل ۔

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست | اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
بولا خرگوش اس کنوئیں میں ہے وہ شیر | قلعے میں رہتا ہے ایمن اور دلیر

یارِ من بستد ز من در چاہ برد | بر گرفتش از رہ و بے راہ برد
اُس کنوئیں میں دوست کو ہے لے گیا | چھین کر رستے سے بے رستے گیا

قعرِ چہ بگزید ہر کو عاقل ست | زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست
چاہ کا گوشہ ہے عاقل کو پسند | دل کو خلوت میں جلا ہے ارجمند!

ظلمت چہ بہ کہ ظلمتہائے خلق | سر نبرد آں کس کہ گیرد پائے خلق
ظلمت عالم سے بہتر ہے کنواں | تابع مخلوق کو کب ہے اماں

گفت پیش آ زخمم او را قاہر ست | تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست
بولا، ہے اک قہر میرا زخم کہیں | دیکھ وہ شیر اس کنوئیں میں ہے کہیں

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشے | تو مگر اندر بر خویشم کشے
بولا میں جلتا ہوں اسکی آگ سے | گود میں لے مگر اپنی کھینچے

تا بہ پشتی تو اے کانِ کرم | چشم بکشایم بچہ در بنگرم
تا حمایت سے تری تسکین ہو | کھول کر آنکھیں میں دیکھوں چاہ کو

من بہ پشتی تو تانم آمدن | کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن
تو حمایت کر تو دیکھوں بالیقیں | اُس کنوئیں کو جس میں رسی تک نہیں

شیر کا کنوئیں میں جھانکنا اور گر پڑنا

چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید | در پناہِ شیر تا چہ می دوید
شیر نے اُس کو بغل میں دی پناہ | وہ اماں لیتے ہی دوڑا سوئے چاہ

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب | اندر آب از شیر و او در تافت تاب
چاہ میں جھانکا تو پانی میں صفا | عکس دیکھا شیر اور خرگوش کا

شیر عکس خویش دید از آب تفت ‏— شکل شیر و در برش خرگوش زفت

عکس دیکھا اس نے اپنا واقعی ‏— شیر کے پہلو میں تھا خرگوش بھی

چونکہ خصمِ خویش را در آب دید ‏— مر ورا بگذاشت اندر چہ دوید

اپنے دشمن کو جو دیکھا چاہ میں ‏— چھوڑ کر خرگوش، جھپٹا چاہ میں

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود ‏— زانکہ ظلمے بر سرش آیندہ بود

جو کنواں کھودا اُسی میں خود گرا ‏— ظلم اُس کا اُس کے سر پر آ پڑا

چاہِ مظلم گشت ظلمِ ظالماں ‏— ایں چنیں گفتند جملہ عالماں

ظالموں کا ظلم ہے اندھا کنواں ‏— عالموں کا قول ہے اے جانِ جاں

ہر کہ ظالم‌تر چہش با ہول‌تر ‏— عدل فرمودست بدتر را بتر

ظالموں کا ہے کنواں پُر ہول سا ‏— عدل میں بدتر ہے بدتر کا صلا

اینکہ تو از ظلم چاہے می کنی ‏— از برائے خویش دامے می تنی

کھودتا ہے گر کنواں تو ظلم سے ‏— کرتا ہے تیار دام اپنے لئے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے می کنی ‏— داں کہ اندر قعرِ چاہے می نہی

ظلم کرتا ہے جو کمزوروں پہ تو ‏— یہ سمجھ لے ہے کنوئیں میں مو بمو

گردِ خود چوں کرم پیلہ بر متن ‏— بہر خود چہ می کنی اندازہ کن

تن نہ مثلِ کرمِ پیلہ[1] تار سے ‏— سوچ، کیا کرتا ہے تو اپنے لئے

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں ‏— از نبی اذ جاء نصر اللہ بخواں

تو نہ بے کس کو سمجھ بے کارساز ‏— اور سمجھ اِذَا جَاءَ[2] نَصْرُ اللہ کا راز

[1] ریشم کا کیڑا۔ [2] قولہ تعالیٰ: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (سورہ نصر)
یعنی اے پیغمبر جب خدا کی مدد آئی اور فتح (مکہ) حاصل ہوئی، تو نے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کے دین میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں، پس اپنے خدا کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر،

گر تو پیلی خصم تو از تو رمید	نک جزا طیراً ابابیلت رسید
ہے جو تو فیل اور دشمن ناتواں	ہے سزا طیراً ابابیل[1] اے جواں
گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں	غلغل افتد در سپاہ آسماں
مانگتا ہے جب کوئی بیکس اماں	شور ہوتا ہے فرشتوں میں عیاں
گر بدندانش گزی پر خوں کنی	درد دندانت بگیرد چوں کنی
دانت سے گر زخم تو پہنچائے گا	درد دنداں میں تو خود گھر جائیگا
شیر خود را دید در چہ وز غلو	خویش را نشناخت آں دم از عدو
عکس اپنا شیر نے دیکھا مگر	خود کو پہچانا نہ وہ بیداد گر
عکس خود را او عدوِ خویش دید	لاجرم بر خویش شمشیرے کشید
اپنا دشمن سمجھا اپنے عکس کو	مار لی تلوار خود اپنے، سنو
اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں	خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
دوسروں میں دیکھتا ہے جو ستم	ہیں تری عادت میں یہ داخل بہم
اندر ایشاں تافتہ ہستیِ تو	از نفاق و ظلم و بدمستیِ تو
تیری ہستی میں ہیں سب جلوہ کناں	یہ نفاق اور ظلم اور بدمستیاں
آں توئی واں زخم بر خود می زنی	بر خود آں دم تارِ لعنت می تنی
زخمی کرتا ہے تجھے تیرا ہی وار	تنتا ہے اپنے پہ خود لعنت کے تار
در خود آں بد را نمی بینی عیاں	ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ہے بدی تیری نہ تیرے روبرو	ورنہ اپنا آپ ہی دشمن ہے تو

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۵۸) اور استغفار کر، وہ یقیناً توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

[1] قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل: وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ (سورۂ فیل)
یعنی خدا نے اصحاب فیل پر ایک چڑیا بھیج دی جسے ابابیل کہتے ہیں۔

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد — ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد
حملہ تو کرتا ہے اپنے آپ پر — جیسے جھپٹا شیر اپنے آپ پر

چوں بقعر خوے خود اندر رسی — پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
قعر میں اپنی بدی کے جب گرے — ناکسی اپنی نظر آئے تجھے

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود — نقش او آں کش دگر کس می نمود
شیر نے دیکھا کنوئیں میں برملا — نقش جو تھا دوسرا دکھلا رہا

ہر کہ دندان ضعیفے می کند — کار آں شیر غلط بیں می کند
بیکسوں کو جو ستاتا ہے کبھی — کرتا ہے تقلید وہ اس شیر کی

اے بدیدہ خال بد بر روئے عم — عکس خال تست آں از عم مرم
روئے عم پر تو نے دیکھا ہے جو تل — تیرے تل کا عکس ہے اے مردہ دل

مومناں آئینہ یک دیگر اند — ایں خبر را از پیمبر آورند
ایک کا آئینہ مومن دوسرا — قول ہے یہ احمد مختار کا

پیش چشمت داشتی شیشہ کبود — زاں سبب عالم کبودت می نمود
سامنے آئینہ تیرے تھا سیاہ — اس لئے آئی نظر دنیا سیاہ

گر نہ کوری ایں کبودی داں ز خویش — خویش را بد گو مگو کس را تو بیش
گر نہیں اندھا تو واقف خود سے ہو — اور دے الزام اپنے آپ کو

مومن ار ینظر بنور اللہ نبود — عیب مومن را برہنہ چوں نمود
گر نہ مومن نور حق سے دیکھتے — عیب کیوں مومن کے ننگے دیکھتے

چونکہ تو ینظر بنار اللہ بدی — نیکوئی را وا ندیدی از بدی
تیری نظروں میں خدا کی آگ تھی — تو نے سمجھی نہ یوں نیکی بدی

؎ حدیث نبوی صلعم میں ہے: اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ
یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ نورِ خدا کے ذریعے سے دیکھتا ہے۔

اندک اندک آب بر آتش بزن تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن
آگ پر تو ڈال چھینٹے ذی شعور تاکہ تیری نار ہی بن جائے نور

تو بزن یا ربنا آبِ طہور تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور
کر کہ برسا دے خدا آبِ طہور نارِ عالم سب کی سب ہو جائے نور

آب و دریا جملہ در فرمانِ تست آب و آتش اے خداوند آنِ تست
آب و دریا پر ہے تیرا اختیار تیرے قبضے میں ہیں یا رب آب و نار

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود ور نخواہی آب ہم آتش شود
تو اگر چاہے، ہو پانی آگ بھی ورنہ پانی آگ بن جائے ابھی

بے طلب تو ایں طلب ماں دادۂ بے شمار و حد عطا بنہادۂ
بے طلب سب کچھ دیا اے کردگار بخششیں ہم پر ہیں تیری بیشمار

باطلب چوں ندہی اے حیِّ ودود کز تو آمد جملگی جود و وجود
مانگنے سے کیوں نہ دیگا اے ودود[1] تجھ سے ہے دنیا کا یہ جود و وجود

در عدم کے بود مارا خود طلب بے سبب کردی عطاہائے عجب
تھی عدم میں خود طلب ہم کو کہاں بے سبب کیں بخششیں تو نے وہاں

جان و ناں دادی و عمرِ جاوداں سائرِ نعمت کہ ناید در بیاں
جان دی اور رزق و عمرِ جاوداں نعمتیں اتنی نہ ہو جن کا بیاں

ایں طلب در ما ہم از ایجادِ تست رستن از بیداد یا رب دادِ تست
یہ طلب بھی ہے تری بخشی ہوئی ہے نجات ظلم تیری دی ہوئی

بے طلب ہم می دہی گنجِ نہاں رائگاں بخشیدۂ جانِ جہاں
بے طلب دیتا ہے تو گنجِ نہاں مفت بخشی تو نے جان اے مہرباں

[1] ودود - دوست - محب - اسمائے الٰہی میں سے ایک نام ۔

هکذا نعم الی دار السلام	بالنبی المصطفیٰ خیر الانام
نعمتیں ایسی ہی جنت میں بھی دے	مصطفیٰ خیر الوریٰ کے واسطے

خرگوش کا نخچیروں کو خوشخبری پہنچانا

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت	سوئے نخچیراں دواں شد تا بدشت
جب رہائی سے ہوا خرگوش شاد	لوٹا نخچیروں کی جانب بامراد
شیر را چوں دید محو ظلم خویش	سوئے قوم خود دوید او پیش پیش
شیر کو پاکر ستم میں مبتلا	قوم کی جانب چلا بھاگا ہوا
شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود	می دوید او شادمان و با رشد
پھنس گیا شیر اپنے ہی جب ظلم سے	شادماں خرگوش آیا بھاگ کے
شیر را چوں دید در چہ کشتہ زار	چرخ می زد شادماں تا مرغزار
شیر کو دیکھا کنوئیں میں جب نزار	جھومتا آیا وہ سوئے مرغزار
دست می زد چوں رہید از دست مرگ	سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جا رہا تھا وجد میں بے خوفِ مرگ	جیسے رقصاں ہوں ہوا میں شاخ و برگ
شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد	سر برآورد و حریف باد شد
شاخ و برگ آزاد جنسِ خاک سے	ہو کے نکلے اور ہوا میں آ گئے
برگہا چوں شاخ را بشگافتند	تا بہ بالائے درخت اشتافتند
پھاڑ دی پتوں نے آخر شاخِ سخت	پہنچے دے کر زور بالائے درخت
با زبانِ شطأہ شکرِ خدا	می سراید ہر بر و برگے جدا
پھر زبانِ شاخ سے شکرِ خدا	کرتا ہے ہر پھول ہر پتہ جدا
بے زباں ہر بار و برگ شاخہا	می سراید ذکر و تسبیح خدا
بے زباں ہر شاخ اور ہر برگ و بار	کرتا ہے تسبیح و ذکرِ کردگار

کہ بپرورد اصلِ ما را ذوالعطا	تا ز رحمت استغلظ آمد فاستویٰ
جڑ ہماری پالتا ہے وہ خدا	اور کرتا ہے قوی دے کر غذا
جانہائے بستہ اندر آب و گل	چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
جتنی جانیں آب و گل میں تھیں نہاں	چھوٹ کے آب و گل سے تھیں شادماں
در ہوائے عشقِ حق رقصاں شدند	ہمچو قرصِ بدر بے نقصاں شدند
سب ہوائے عشق میں رقصاں ہوئیں	اور مثلِ بدر بے نقصاں ہوئیں
جسمِ شاں در رقص جانہا خود مپرس	وانکہ گرد و جاں ازانہا خود مپرس
جسم تو رقصاں ہیں جانوں کی نہ پوچھ	جو ہوا جاں۔اس کی حالت بھی نہ پوچھ
شیر را خرگوش در زنداں نشاند	ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند
شیر کو قیدی کیا خرگوش نے	شیر پانی ہو گیا خرگوش سے!
در چنیں ننگے و آنگہ اے عجب	فخرِ دیں خواہی کہ گویندت لقب
شرم کے اس حال میں بھی یا عجب	چاہتا ہے فخرِ دیں کا لے لقب
اے تو شیری در تگ ایں چاہِ فرد	نفس چوں خرگوش خونت ریخت خورد
ہے کنوئیں کی دھن میں مثلِ شیر تو	نفس ہے خرگوش پیتا ہے لہو
نفس خرگوشت بہ صحرا در چرا	تو بقعرِ ایں چہ چون و چرا
نفس کا خرگوش ہے خوش چر رہا	اور ہے تو چاہِ مذلت میں پھنسا
سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر	کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
پہنچا نخچیروں میں جا کر شیر گیر	مژدہ ہو اے قوم آ پہنچا بشیر
مژدہ مژدہ اے گروہِ عیش ساز	کاں سگِ دوزخ بدوزخ رفت باز
مژدہ ہو اے عیش مند و مرحبا	دوزخی کتا وہ دوزخ میں گیا
مژدہ مژدہ کاں عدوِّ جانہا	کند قہرِ خالقش دندانہا
مژدہ ہو اس دشمن جاں سے چھٹے	توڑے حق نے دانت اسکے قہر سے

مژده مژده کز قضا ظالم بچاه ‌ ‌ او فتاد از عدل و لطف پادشاه

مژده ہو مژده کنوئیں میں پڑا خطا ‌ ‌ عدل و لطف بادشہ سے گر پڑا

آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت ‌ ‌ ہمچو خس جاروب مرگش ہم بروفت

جس نے پنجے سے اُڑائے لاکھ سر ‌ ‌ مثل خس ہے موت سے بہر دِن در

آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود ‌ ‌ آہِ مظلومش گرفت و کوفت زود

وہ کہ شغل اک ظلم ہی کا تھا اُسے ‌ ‌ آہ نے مظلوم کی مارا اُسے

گردنش بشکست مغزش بر درید ‌ ‌ جانِ ما از قیدِ محنت وارہید

ٹوٹی گردن اُسکی اور بھیجا پھٹا ‌ ‌ ہوگئی جان اپنی مشکل سے رہا

آنکہ شد نابود شد از فضلِ حق ‌ ‌ بر ہمہ دشمن شمارا شد سبق

فضلِ حق سے ہو گیا نابود شر ‌ ‌ فتح حق سے ہو گئے ہم سب سپر

نخچیروں کا خرگوش کی تعریف کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش ‌ ‌ شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش

ہو گئے نخچیر اُس دم جمع سب ‌ ‌ شاد اور خنداں تھے با جوشِ طرب

حلقہ کردند او چو شمعے درمیاں ‌ ‌ سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں

شمع ساں خرگوش بیٹھا درمیاں ‌ ‌ جانور کرتے تھے سجدے بیگماں

تو فرشتہ آسمانی یا پری ‌ ‌ یا تو عزرائیلِ شیراں نری

تو پری ہے یا فرشتہ ہے ارے ‌ ‌ یا ہے عزرائیل شیروں کیلئے

ہرچہ ہستی جانِ ما قربانِ تست ‌ ‌ دستِ تو دست و بازویت درست

کچھ بھی ہو قربان ہم تجھ پر ہوئے ‌ ‌ ہیں توانا ہاتھ اور بازو ترے

راند حق ایں آب را در جوئے تو ‌ ‌ آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حق نے یہ طاقت تجھے دی بالیقیں ‌ ‌ ہاتھ اور بازو پہ تیرے آفریں

باز گو تا قصہ درمانہا شود — باز گو تا مرہم جانہا شود
کیسی گذری کیا ہوا ہم بھی سنیں — مرہم جاں اس طرح حاصل کریں

باز گو تا چوں سگالیدی بمکر — آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
ہاں سنا کیا مکر تھا کرنا پڑا — کس طرح مغلوب ظالم کو کیا

باز گو کز ظلم آں استم نما — صد ہزاراں زخم دارد جان ما
کچھ نہ کچھ رودادِ ظالم سُن تو لیں — زخم ہیں لاکھوں ہی اپنی جان میں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست — روح ما را قوت و دلہا را غذاست
پھر وہ قصہ کہ جو ہے فرحت فزا — ہے غذائے روح اور دل کی دوا

گفت تائید خدا بود اے مہاں — ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
بولا یہ تھی عزت تائیدِ خدا — ورنہ اک خرگوش کی ہستی ہی کیا

قوتم بخشید و دل را نور داد — نور دل مر دست و پا را زور داد
جس نے مجھ کو قوتیں دیں اور نور — دست و پا کو نور دل سے ہے سرور

خرگوش کا نخچیروں کو نصیحت کرنا

از بر حق می رسد تفضیلہا — باز ہم از حق رسد تبدیلہا
ہر فضیلت حق سے ہوتی ہے عیاں — حق ہی کر دیتا ہے پھر تبدیلیاں

حق بدور و نوبہ ایں تائید را — می نماید اہل ظن و دید را
دورہ و نوبت میں اس تائید کو — حق دکھا دیتا ہے اہلِ دید کو

ہیں بملک نوبتی شادی مکن — اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
نوبتی دنیا ہے پھر شادی کہاں — بستہ نوبت ہے آزادی کہاں

آنکہ ملکش برتر از نوبت تنند — برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
جو ہیں دوروں سے نکل کر ارجمند — اُن کی نوبت ہے ستاروں سے بلند

برتر از نوبت ملوک باقی اند ۔۔۔ دور دائم روح ہا را ساقی اند

ایسے عالی مرتبہ باقی رہے ۔۔۔ اور دورِ روح کے ساقی رہے

چوں نوبت می ہند ایں دولت ۔۔۔ از چہ شد بر باد آخر سلطنت

جبکہ یہ دولت تیری ہے عارضی ۔۔۔ پھر اکڑی رہتی ہیں کیوں مونچھیں تیری

ترک ایں شراب بگوئی یکدو روز ۔۔۔ تہ کنی اندر شراب خلد پوز

گر کریگا ترک دو اک دن شراب ۔۔۔ ہوگا شرب خلد سے تو کامیاب

یکدو روزے چہ کہ دنیا ساعتیست ۔۔۔ ہر کہ ترکش کرد اندر راحتیست

ایک دو دن کیا ہے دنیا اک گھڑی ۔۔۔ جس نے چھوڑا اس کو راحت مل گئی

معنی الترک راحۃ گوش کن ۔۔۔ بعد ازاں جام بقا را نوش کن

ترک راحت کے سبق پر غور کر ۔۔۔ ہونگے پھر جام بقا سے ہونٹ تر

پاسگاں بگزار ایں مُردار را ۔۔۔ خرد بشکن شیشۂ پندار را

چھوڑ دے کتوں میں اس مُردار کو ۔۔۔ چور کر اس شیشۂ پندار کو

چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ۔۔۔ ماند خصمے زاں بتر در اندروں

ظاہری دشمن کی ہم نے جان لی ۔۔۔ اس سے بدتر اک ہے دشمن باطنی

کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست ۔۔۔ شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

مر نہیں سکتا یہ عقل و ہوش سے ۔۔۔ شیر باطن کب دبے خرگوش سے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست ۔۔۔ کو بدریاہا نگردد کم و کاست

نفس اک دوزخ ہے دوزخ اژدہا ۔۔۔ جو نہیں دریاؤں سے گھٹتی ذرا

ہفت دریا را در آشامد ہنوز ۔۔۔ کم نگردد سوزش آں خلق سوز

سات دریا پی چکے لیکن ہنوز ۔۔۔ کم نہ ہو گرمی و سوزِ خلق سوز

سنگہا ز کافران سنگدل	اندر آیند اندر و زار و خجل
خاک پتھر کافران سنگ دل	گر پڑیں گے اُس میں ہو ہو کر خجل
ہم نگردد ساکن از چندیں غذا	تا ز حق آید مراو را این ندا
پر اسے کافی نہ ہو گی یہ غذا	اور حق سے آئے گی اس کو ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز	اینت آتش اینت تابش اینت سوز
سیر ہے تو اور وہ بولے گی نہیں	آگ ۔ گرمی ۔ سوز ہے یہ بد ترین
عالمے را لقمہ کرد و در کشید	معده‌اش نعره زناں هل من مزید
اک جہاں کو لقمہ کر کے کھا گئی	پھر بھی لاؤ اور کچھ کہتی رہی
حق قدم بروے نہد از لامکاں	آنگہ او ساکن شود از کن فکاں
لامکان سے حق جو رکھیگا قدم	کن فکاں سے ہو گی اُس کی آگ کم
چونکہ جزوِ دوزخ ست این نفس ما	طبع کل دارد ہمیشہ جزو ہا
جزوِ دوزخ نفس ہے اسے بے خبر	جزو میں بھی کل کا ہوتا ہے اثر
این قدم حق را بود کورا کشد	غیر حق خود کہ کمانِ او کشد
پائے حق ہی اس کو مارے گا وہاں	غیر حق کھینچیگا کون اس کی کماں
در کماں ننہند الا تیر راست	این کماں را باژگوں کژ تیر ہاست
تیر ہوں سیدھے کماں کے واسطے	ہیں کماں میں تیر کج رکھے ہوئے
راست شو چوں تیر و وارہ از کماں	کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
راست ہو کر تو کماں سے چھوٹ جا	راست جو ہے ۔ وہ کماں سے چل دیا
چونکہ وا گشتم ز پیکارِ بروں	روئے آوردم بہ پیکارِ دروں
کر چکا ہوں جنگِ ظاہر کا میں ذکر	مجھ کو اب پیکارِ باطن کی ہے فکر
قَدْ رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِ ہم	با نبیّ اندر جہادِ اکبر ہم
ختم کر آئے جہادِ اصغری	ایک بت سے ہے جہادِ اکبری

قوت از حق خواہم و دریا شگاف ۔۔۔ تا بسوزن بر کنم این کوہ قاف

چاہتا ہوں قوت دریا شگاف ۔۔۔ تا اکھاڑ دوں سوئی سے یہ کوہ قاف

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند ۔۔۔ شیر آن ست آنکہ خود را بشکند

شیر کو آساں ہے صف سے چھیڑ چھاڑ ۔۔۔ شیر وہ ہے اپنے کو ڈالے جو پھاڑ

تا شود شیرِ خدا از عونِ او ۔۔۔ وارہد از نفس و از فرعونِ او

شیر ہو جائے جو حق کی عون سے ۔۔۔ چھوٹ جائے نفس کے فرعون سے

قیصرِ رُوم کا سفیر حضرت عمرؓ کی خدمت میں

در بیان این شنو یک قصۂ ۔۔۔ تا بری از سرّ گفتم حصۂ

کہتے ہیں سن ایک قصہ خوش گوار ۔۔۔ تاکہ حصہ بھید کا ہو آشکار

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول ۔۔۔ در مدینہ از بیابانِ نغول

بھیجا شاہِ روم نے نزدِ عمرؓ ۔۔۔ دور کے جنگل سے اک پیغامبر

گفت کو قصرِ خلیفہ اے حشم ۔۔۔ تا من اسپ و رخت را آنجا کشم

پوچھا ایواں ہے خلیفہ کا کہاں ۔۔۔ گھوڑے اور اسباب پہنچا دوں جہاں

قوم گفتندش کہ او را قصر نیست ۔۔۔ مر عمرؓ را قصرِ جانِ روشنے ست

قوم بولی قصر تو اُن کا نہیں ۔۔۔ قصرِ جاں پُر ضیا ہیں ہیں مکیں

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست ۔۔۔ ہمچو درویشاں مر او را کازہ ایست

گو امیری ہی اُن کی ہے مشہور سی ۔۔۔ ہے فقیروں کی طرح اک جھونپڑی

اے برادر چوں بہ بینی قصرِ او ۔۔۔ چونکہ در چشمِ دلت رُستست مو

قصرِ جاں آئے نظر کیونکر تجھے ۔۔۔ تیرے دل کی آنکھ میں تو بال ہے

چشم و دل از موئے علت پاک دار ۔۔۔ وانگہاں دیدار قصرش چشم دار

چشم دل سے بال علت کے نکال ۔۔۔ اور پھر ایواں پہ اُن کے آنکھ ڈال

هر کرا هست از هوسها جانِ پاک ۔۔۔ زود بیند حضرت و ایوانِ پاک

روح جس کی ہے ہوس سے پاک و صاف ۔۔۔ قصر وہ دیکھیگا ان کا صاف صاف

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود ۔۔۔ هر کجا رو کرد وجه الله بود

پاک نار و دُود سے تھے مصطفیٰؐ ۔۔۔ جس طرف دیکھا خدا موجود تھا

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را ۔۔۔ کے بہ بینی ثَمَّ وَجْهُ اللهِ را[1]

وسوسہ بدخواہ ہے ساتھی تیرا ۔۔۔ کیا تو دیکھے نور وجہ اللہ کا

هر کرا باشد زِ سینه فتحِ باب ۔۔۔ او زِ هر ذره به بیند آفتاب

کشف سے حاصل ہو جس کو فتحِ باب ۔۔۔ وہ ہر اک ذرے میں دیکھے آفتاب

حق پدیدا ست از میانِ دیگراں ۔۔۔ همچو ماه اندر میانِ اختراں

دوسروں میں حق ہے یوں دیدار ریز ۔۔۔ جیسے تاروں میں ہو چاند انوار ریز

دو سرِ انگشت بر دو چشم نِه ۔۔۔ هیچ بینی از جهاں انصاف دِه

رکھ کے دو آنکھوں پہ دونوں انگلیاں ۔۔۔ پھر بتا انصاف سے کیا ہے عیاں

ورنہ بینی ایں جہاں معدوم نیست ۔۔۔ عیب جز انگشتِ نفسِ شوم نیست

تو نہ دیکھے تو جہاں معدوم کیوں ۔۔۔ کیا نہیں یہ عیبِ نفسِ شوم کیوں؟

تو ز چشم انگشت را بردار هیں ۔۔۔ وانگہانے هرچه می خواهی ببیں

انگلیاں پہلے ہٹا لے آنکھ سے ۔۔۔ اور پھر تو چاہتا ہے دیکھ لے

نوحؑ را گفتند اُمت کو ثواب ۔۔۔ گفت او زانسوئے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَاب[2]

نوحؑ سے پوچھی گئی راہِ ثواب ۔۔۔ بولے حق کی سمت وَاسْتَغْشَوْا ثِيَاب

[1] قولہ تعالیٰ:۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (سورۂ بقرہ) یعنی مشرق اور مغرب صرف خدا کیلئے ہیں۔ پس جدھر رخ کرو خدا کی صورت درخشاں ہے"+

[2] قولہ تعالیٰ: وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ (سورۂ نوحؑ) یعنی

رو و سر در جامہا پیچیدہ اید — لاجرم با دیدہ و نادیدہ اید

کپڑے سے سب ڈھک لئے منہ اور سر — آنکھیں ہیں اور کچھ نہیں آتا نظر

آدمی دیدست باقی پوستست — دید آنست آنکہ دید دوستست

آدمی ہے دید باقی پوست ہے — دید بس وہ ہے جو دید دوست ہے

چونکہ دید دوست نبود کور بہ — دوست کو باقی نباشد گور بہ

ہو نہ دید دوست تو اندھا بھلا — دوست جو باقی نہو ہاے فنا

چوں رسول روم ایں الفاظ تر — در سماع آوردہ شد مشتاق تر

جب سنا یہ کچھ سفیر روم نے — اور تڑپا اشتیاق دید سے

دیدہ را بر جستن عمرؓ گماشت — رخت را و اسپ را ضائع گذاشت

کی عمرؓ کے دیکھنے کی آرزو — چھوڑے اسباب اور گھوڑے موبمو

ہر طرف اندر پئے آں مرد کار — می شدے پرسان او دیوانہ وار

ہر طرف اُن کے لئے وہ مرد کار — پوچھنا پھرنے لگا دیوانہ وار

کایں چنیں مردے بود اندر جہاں — وز جہاں مانند جاں باشد نہاں

ہائے ایسا مرد مقبول جہاں — ہو مثال روح دنیا سے نہاں

سفیر قیصر روم کا حضرت عمرؓ کو پا لینا

جست او را تاش چوں بندہ بود — لاجرم جویندہ یابندہ شود

ڈھونڈ پایا تا بنے خادم بجاں — ہے مثل "جن ڈھونڈیاں تن پائیاں"

دید اعرابی زنے او را دخیل — گفت عمر اینک بزیر آں نخیل

اک عرب عورت یہ بولی دیکھ کر — سو رہے ہیں وہ کھجوروں میں عمرؓ

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶۹) میں نے جسقدر قوم کو دعوت دی کہ تو اُسکو بخش دے انہوں نے اپنی انگلیوں کو کان میں دے لیا اور اپنے کپڑوں کو پردہ بنا لیا اور اصرار کفر اور سرکشی کرنے لگے +

زیرِ خرما بُن ز خلقاں او جدا — زیرِ سایہ خفتہ بیں سایہ خدا

سایۂ خرما میں لوگوں سے جدا — سو رہا ہے دیکھ وہ ظلِّ خدا

آمد آنجا و ازو دُور ایستاد — مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد

پہنچا۔ اور کچھ دُور ٹھہرا با خدا — وہ عمرؓ کو دیکھ کر لرزاں ہُوا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول — حالتے خوش کرد بر جانش نزول

سونے والے سے وہ قاصد ڈر گیا — وجد سا اک روح میں پیدا ہُوا

مہر و ہیبت ہست ضدِّ یکدگر — ایں دو ضد را دید جمع اندر جگر

مہر و ہیبت دو ضدیں ہیں بالیقیں — دونوں ضدیں جمع اسکے دل میں تھیں

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام — پیشِ سلطاناں خوش و بگزیدہ ام

بولا دیکھے ہیں ہزاروں بادشا — اُن کی صحبت میں رہا ہوں بارہا

از شہانم ہیبتے ترسے نبود — ہیبت ایں مرد ہوشم در ربود

بادشاہوں سے نہ تھا کچھ ڈر مجھے — اِسکی ہیبت سے ہیں میرے ہوش اُڑے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ — روئے من زایشاں نگرداند رنگ

شیروں اور چیتوں میں ہوں برسوں رہا — رنگ چہرے کا نہ تھا میرے اُڑا

بس شدستم در مصاف و کارزار — ہمچو شیر آں دم کہ باشد کارزار

میں رہا ہوں مردِ جنگ و کارزار — شیر کی مانند جب برہم ہو کار

بسکہ خوردم بس زدم زخمِ گراں — دل قوی تر بودہ ام از دیگراں

کھائے زخم اکثر تو اکثر ہی دیئے — دل قوی تر دوسروں سے تھا مرے

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں — من بہفت اندام لرزاں چیست ایں

ہے یہ بے ہتھیار سوتا خاک پر — میں ہوں ہفت[1] اندام سے لرزاں مگر

[1] سات عضو۔ (ظاہری) سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں + (باطنی) دماغ۔ دل۔ جگر۔ تلی۔ پھیپھڑا۔ پتا۔ معدہ +

ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست	ہیبت آں مردِ صاحب دلق نیست
رعب حق ہے ۔ سطوتِ خلقت نہیں	گدڑی والے کی یہ کچھ ہیبت نہیں
ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید	ترسد از وے جن و انس ہر کہ دید
حق سے ڈر کر جو ہوا پرہیزگار	اُس سے لرزاں انس و جن ہیں باربار
اندریں فکرت بخدمت دست بست	بعد یک ساعت عمرؓ از جائے جست
ہاتھ باندھے وہ رہا آخر کھڑا	نیند سے اُٹھے عمرؓ ۔ کلمہ پڑھا
کرد خدمت مر عمرؓ را و سلام	گفت پیغمبر سلام آنگہ کلام
جب عمرؓ اُٹھے ۔ کہا اُس نے سلام	ہے روا پہلے سلام اور پھر کلام
پس علیکش گفت و او را پیش خواند	ایمنش کرد و بنزدِ خود نشاند
دیکے حضرت نے جواب بے ہراس	بیٹھنے کو دی جگہ بھی اپنے پاس
ہر کہ ترسد مر ورا ایمن کنند	مر دلِ ترسندہ را ساکن کنند
جو کوئی ہوتا ہے ڈر سے مضمحل	دیتے ہیں تسکین اُس کو مردِ دل
لَا تَخَافُوْا[1] ہست نزلِ خائفاں	ہست در خور از برائے خائف آں
مت ڈرو جو حکم ہے قرآن میں	ہے یہ ڈر والوں کی آیا شان میں
آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس	درس چہ دہی نیست او محتاج درس
کیوں تُو اُس کو کہہ رہا ہے ۔ تو نہ ڈر	درس کس کو دے رہا ہے بے خبر!

[1] قولہ تبارک و تعالیٰ: ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ (حٰمٓ سجدہ) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے اور اُس پر قائم رہتے ہیں، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں نہ ڈرو اور نہ رنج کرو۔ تمھیں بہشت کا مژدہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے ❊

خاطرِ ویرانش را آباد کرد آں دل از جا رفتہ را دل شاد کرد
اُس کا دل آباد حضرتؓ نے کیا دی تسلی شاد اُس کو کر دیا

حضرت عمرؓ اور سفیرِ قیصرِ روم کی گفتگو

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
پھر سنائیں کچھ اُسے باتیں دقیق حمد خالق کی جو ہے بہتر رفیق
وز نوازشہائے حق ابدال را تا بداند او مقام و حال را
پھر جتایا حالتِ ابدال کو تاکہ وہ سمجھے مقام و حال کو
حال چوں جلوہ ست زاں زیبا عروس ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
حال جلوہ ہے عروسِ ناز کا اور مقام اک پردہ ہے ہمراز کا
جلوہ بیند شاہ و غیرِ شاہ نیز وقتِ خلوت نیست جز شاہِ عزیز
دیکھتا ہے جلوہ شاہ و غیرِ شاہ شاہ کو خلوت میں بھی ہے دستگاہ
جلوہ کردہ عام و خاصاں را عروس خلوت اندر شاہ باشد با عروس
جلوہ اُس کا دیکھتے ہیں عام و خاص شاہ سے خلوت میں ہے اک اختصاص
ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں نادر ست اہلِ مقام اندر میاں
صوفیوں میں ہیں بہت سے اہلِ حال چند ہیں اہلِ مقام اے خوش مقال
از منازلہائے جانش یاد داد وز سفرہائے روانش یاد داد
روح کی اُس کو بتائیں منزلیں کیا ہیں درجے رہگذارِ روح میں
وز زمانے کز زماں خالی بدست وز مقامِ قدسِ اجلالی شدست
وقت سے خالی کبھی تھا یہ جہاں پھر مقامِ قدس کا چھیڑا بیاں
وز ہوائے کاندرو سیمرغِ روح پیش ازیں دیدست پرواز فتوح
اُس ہوا کا ذکر جس میں مرغِ روح پا رہا تھا پہلے اُڑ کر فتوح

ہر یکے پروازش از آفاق بیش ۔۔۔ ور امید و ہمّت مشتاق بیش

تھی ہر اک پرواز دنیا سے فزوں ۔۔۔ اور اُمید و تمنا سے فزوں

چوں عمرؓ اغیار رو را یار یافت ۔۔۔ جان او را طالب اسرار یافت

اجنبی پایا عمرؓ نے راز دار ۔۔۔ رُوح دیکھی طالب اسرارِ یار

شیخ کامل بود و طالب مشتہی ۔۔۔ مرد چابک بود و مرکب درگہی

شیخ تھا کامل تو طالب مشتہی[۱] ۔۔۔ مرد تھا چابک گھوڑا درگہی[۲]

دید آں مرشد کہ او ادراک داشت ۔۔۔ تخم پاک اندر زمین پاک داشت

دیکھا مرشد نے کہ با ادراک ہے ۔۔۔ اس کے آب و گل میں تخم پاک ہے

مرد گفتش کاے امیر المومنیں ۔۔۔ جاں ز بالا چوں در آمد در زمیں

پوچھا حضرتؓ! کیجیئے آگہ مجھے ۔۔۔ رُوح کیوں آئی زمیں پہ چرخ سے

مرغ بے اندازہ چوں شد در قفص ۔۔۔ گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص

کیوں قفس میں ہیں یہ طائر بے شمار ۔۔۔ بولے ہیں مسحور حکم کردگار

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش ۔۔۔ چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش

وہ عدم پر جو نہیں با چشم و گوش ۔۔۔ جب فسوں پڑھتا ہے آجاتا ہے جوش

از فسون او عدمہا زود زود ۔۔۔ خوش معلّق می زند سوئے وجود

اُس کے افسوں سے عدم آگے بڑھا ۔۔۔ سوئے ہستی لو تی کھاتا ہوا

باز بر موجود افسونے چو خواند ۔۔۔ زود او را در عدم دو اسپہ اند

پھر جو اک افسوں پڑھا موجود پر ۔۔۔ چل دیا سوئے عدم وہ زود تر

گفت با جسم آیتے تا جاں شد او ۔۔۔ گفت با خورشید تا رخشاں شد او

جسم سے جب کچھ کہا جاں ہو گیا ۔۔۔ کچھ کہا سورج سے تاباں ہو گیا

۱ے صاحب ذوق ۔ خواہشمند ۔

۲ے وہ گھوڑا جو دربار سلطانی کے قابل ہو ۔

باز در گوشش دمد نکتۂ مخوف	در رخِ خورشید افتد صد کسوف
ڈال کر کانوں میں پھر رازِ[1] مخوف	چہرے پر سورج کے ڈالے سو کسوف
گفت در گوشِ گل و خندانش کرد	گفت با لعل و خوش و تابانش کرد
پھول کو کچھ کہہ کے خنداں کر دیا	لعل کو کچھ کہہ کے رخشاں کر دیا
تا بگوشِ خاک حق چہ خوانده است	کو مراقب گشت و خامش مانده است
خاک سے کیا جانے کیا ہے کہہ دیا	وہ مراقب اور چپ ہے دیکھنا
تا بگوشِ ابر آں گویا چہ خواند	کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
جانے کہہ دی ابر سے کیا بات تیز	مشک کی صورت ہوا وہ آب ریز
در تردد ہر کہ او آشفتہ است	حق بگوشِ او معمّا گفتہ است
فکر سے جو کوئی ہو آشفتہ حال	اس سے کہتا ہے معمّا ذو الجلال
تا کند محبوسش اندر دو گماں	آں کنم کو گفت یا خود ضدِّ آں
دو گمانوں میں پھنسا رہتا ہے وہ	یہ کروں یا وہ کروں کہتا ہے وہ
ہم ز حق ترجیح یابد یک طرف	زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
بنتی ہے ترجیح حق از حسنِ امل	ایک پر دونوں سے کرتا ہے عمل
گر نخواہی در تردد ہوشِ جاں	کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
گر تردد سے ہے رنج اے خوش خصال	گوشِ جاں سے روئی کا پھویا نکال
پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
پنبۂ وسواس کانوں سے نکال	تا سنائی دے خدا کی بول چال
تا کنی فہم آں معمّاہاش را	تا کنی ادراک رمزِ فاش را
تا کہ تو سمجھے سنتے صاف صاف	راز کا ادراک پر ہو انکشاف
پس محلِّ وحی گردد گوشِ جاں	وحی چہ بود گفتن از حسِّ نہاں
وحی آنے کی جگہ ہے گوشِ جاں	وحی کیا ہے؟ خطبۂ حسِّ نہاں

[1] خوفناک ؛

گوش جان و چشم جان جز این حس است گوش عقل و چشم ظن زین مفلس است

بہرہ ور اس حس سے گوش و چشم جاں عقل و ظن کا اس میں حصہ ہے کہاں

لفظ جبرم عشق را بے صبر کرد وانکہ عاشق نیست حبس جبر کرد

لے گیا ہے میرا جبر عشق صبر جو نہیں عاشق تو وہ ہے محبوس جبر

این معیت با حق است و جبر نیست این تجلی مہ است این ابر نیست

جبر کب ہے یہ ہے قرب ایزدی ابر ہے کب۔ ہے تجلی چاند کی

ور بود این جبر جبر عامہ نیست جبر آن امارۂ خود کامہ نیست

جبر ہے تو غیر جبر عام ہے کب یہ جبر نفس نا فرجام ہے

جبر را ایشان شناسند اے پسر کہ خدا بکشاد شان در دل بصر

جبر کو پہچانتے ہیں وہ پسر! جن کو دیتا ہے خدا دل کی نظر

غیب و آیندہ برایشان گشت فاش ذکر ماضی پیش ایشان گشت لاش

غیب و مستقبل ہے ان پر آشکار ذکر ماضی ہیچ ہے از رفتہ کار

اختیار و جبر ایشان دیگر است قطرہا اندر صدفہا گوہر است

اختیار و جبر ان کا ہے جدا سیپ میں قطرے ہیں گوہر بر ملا

ہست بیرون قطرۂ خرد و بزرگ در صدف آن در خرد است و سترگ

قطرے باہر جتنے تھے چھوٹے بڑے سیپ میں چھوٹے بڑے موتی بنے

طبع ناف آہو است آن قوم را از برون خون و زدرون شان مشکہا

طبع عارف ناف آہو ہو بہو مشک ہے اندر سے باہر سے لہو

تو مگو کاین نافہ بیرون خون بود چون رود در ناف مشکے چون شود

تو نہ کہہ نافہ ہے یہ باہر سے خوں ناف میں جا کر بنیگا مشک کیوں

تو نگو کایں مس بروں شد محتقر	در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ تانبا تھا جنسِ محتقر[1]	ہو گیا اکسیر میں کس طرح زر
اختیار و جبر در تو بُد خیال	چوں دُرِ ایشاں رفت شد نورِ جلال
اختیار و جبر دونوں تھے خیال	ان میں جا کر بن گئے نورِ جلال
نان چو در سفرہ ست او باشد جماد	در تنِ مردم شود او روحِ شاد
خوان پر روٹی ہے اک بے جان شے	جسم میں جا کر سرورِ رُوح ہے
در دلِ سفرہ نگردد مستحیل	مستحیلش جان کند از سلسبیل
خوان کی تقسیم ناممکن ۔ وہ لے	رُوح کرتی ہے وہاں تقسیم آ سے
قوتِ جانست ایں اے راست خواں	تا چہ باشد قوتِ آں جانِ جاں
جان میں قوت ہے جب ایسی نہاں	ہو گا قادر کس قدر وہ جانِ جاں
نان ست قوتِ تن ولیکن در نگر	تا چہ قوتِ جانش باشد اے پسر
جسم کی روٹی غذا ہے اے پسر	جان کی ہے کیا غذا کچھ غور کر
گوشت پارہ آدمی با عقل و جاں	می شگافد کوہ را با بحر و کاں
لوتھڑا ہے گوشت کا یہ آدمی	کھودتا ہے کان دریا کوہ بھی
زورِ جانِ کوہ کن شق الحجر	زورِ جانِ جانِ دراں شق القمر
کوہ کن کے زور نے توڑے حجر[2]	زورِ جانِ جاں سے ٹکڑے تھا قمر
گر گشاید دل سرِ انبانِ راز	جاں بسوئے عرش سازد ترک و تاز
دل جو کھل کر کھول دے زنبیل راز	عرش پر ہو جان صرفِ ترک و تاز
گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں	آتش افروزد بسوزد ایں جہاں
گر زباں کھولے وہ اسرارِ نہاں	آگ لگ جائے ہو خاکستر جہاں

[1] بے حد حقیر ۔

[2] پتھر ۔

قولِ آدمؑ اور قولِ ابلیس

فعلِ حق و فعلِ ما ہر دو ببیں / فعلِ ما را ہست دان پیداست ایں
اپنے اور خالق کے کر فعلوں پہ دھیان / فعل کو بندوں کے پھر تو ہست مان

گر نباشد فعلِ خلق اندر میاں / پس مگو کس را چرا کردی چناں
کچھ نہیں گر دخل فعلِ خلق کا / پھر نہ کہہ یہ کیوں کیا وہ کیوں کیا

خلقِ حق افعالِ ما را موجد ست / فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزد ست
ہے تمام افعال کا فاعل وہی / ہیں یہ فعل آثارِ خلقِ ایزدی

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما / زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما
لیکن اپنے فعل پر ہے اختیار / اس لئے ہے ہم پہ بدلے کا مدار

زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض / کے شود یکدم محیطِ دو عرض
حرف[1] کو دیکھے گا ناطق یا غرض / ہو نہیں سکتا محیطِ دو عرض

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف / پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف
حرف سے غافل گیا معنی میں گھر / پیش و پس دیکھے کسی جانب نہ پھر

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں / تو پسِ خود کے ببینی ایں بداں
سامنے تیری نظر ہوگی اگر / پیچھے جا سکتی ہے پھر کیونکر نظر

چوں محیطِ حرف و معنی نیست جاں / چوں بود جاں خالقِ ایں ہر دواں
حرف و معنی پر نہیں حاوی جو جاں / جان کو دونوں پہ پھر قابو کہاں

[1] یعنی جس طرح بولنے یا پڑھنے والا آدمی یا تو حرف کو دیکھے گا، یا معنی کو۔ ایک ہی وقت میں دونوں چیزوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ عرض اُسے کہتے ہیں۔ جو دوسری چیز کے سبب قائم ہو ۔

حق محیط جملہ آمد اے پسر	واندر آرد کارشس از کارِ دگر
حق محیط ان سب پہ ہے اے بے خبر	کرتا ہے اک کام میں کارِ دگر
گفت ایزد جان ما را مست کرد[1]	چوں نداند آں کرا خود مست کرد
مست ہم کو قولِ ایزد نے کیا	رُوح دی جس نے نہ وہ کیوں جانتا
گفت شیطاں کہ بما اغویتنی[2]	کرد فعل خود نہاں دیوِ دَنی
بولا شیطاں تو نے گمرہ کر دیا!	اُسنے فعل اپنے لیئے اسمیں چھپا
گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا[3]	اوز فعلِ حق نبُد غافل چو ما
بولے آدم ظلم مجھ سے ہو گیا	کیونکہ فعلِ حق سے تھے وہ آشنا
در گنہ او از ادب پنہانش کرد	زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد
جرم میں اسکو ادب سے چھوڑ کر	پایا پھل لے کر گنہ کو دوش پر
بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من	آفریدم در تو آں جرم و محن
بعدِ توبہ حق نے آدمؑ سے کہا	میں نے کیا ڈالی نہ تھی تجھ پہ بلا
نے کہ تقدیر و قضائے من بُداں	چوں بوقت عذر کردی آں نہاں
کیا نہ تقدیر و قضا تھی وہ مری	جو بوقت عذر پنہاں تو نے کی
گفت ترسیدم ادب نگذاشتم	گفت من ہم پاس آنت داشتم
بولے میں کانپا۔ نہ پر یہ چھوڑا ادب	حکم آیا۔ ہے یہ رحمت کا سبب

؎۱ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ۔ ؎۲ قولہ تعالیٰ عزّ و جل و تبارک شانہٗ۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (اعراف) یعنی (شیطان نے کہا) اے خدا چونکہ تو نے مجھ کو بہکایا ہے اس سبب میں فرزندانِ آدم کے راستے میں بیٹھتا ہوں تاکہ اُنہیں گمراہ کروں ۔ ؎۳ قولہ تعالیٰ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ (بقرہ) یعنی (آدم علیہ السلام نے کہا) یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پہ خود ظلم کیا ہے پس اگر تو ہمیں نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو ہم زیاں کار ثابت ہونگے ۔

ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد ۔ ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد

جو کرے حرمت ملے عزت اسے ۔ قند جو لائے وہ حلوا کیوں نہ لے

طیبات از بہر کہ للطیبین ۔ یار را خوش کن مرنجاں و ببیں

اچھی چیزیں ہیں بھلوں کے واسطے ۔ یار کو خوش رکھ پھر اُن کو دیکھ لے

مثال

یک مثال اے دل پئے فرقے بیار ۔ تا بدانی جبر را از اختیار

دے مثال اے دل کہ ہو فرق آشکار ۔ تاکہ ہو تمیز جبر و اختیار

دست کو لرزاں بود از ارتعاش ۔ وانکہ دستے را تو لرزانی ز جاش

ہاتھ اک جو رعشہ سے کانپے ہلے ۔ ایک کو تو خود ہلا دے ہاتھ سے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس ۔ لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس

جنبشیں دونوں ہیں مخلوق خدا ۔ ہے مگر پھر فرق دونوں میں بڑا

زیں پشیمانی کہ لرزانیدیش ۔ چوں پشیماں نیست مرد مرتعش

تو ہے یوں نادم کہ خود لرزا دیا ۔ رعشہ والا کچھ نہیں نادم ذرا

مرتعش را کے پشیماں دیدۂ ۔ بر چنیں جبرے چہ بر چسپیدۂ

رعشہ والے کو نہ دیکھو گے خجل ۔ جبر سے ناحق ہے پھر تو منفعل

بحث عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر ۔ تا ضعیفے راہ برد آں جا مگر

عقل کی ہے بحث عقل ایسی مگر ۔ جو ضعیفوں کو بھی کر دے باخبر

بحث عقلی گر دُر و مرجاں بود ۔ آں دگر باشد کہ بحث جاں بود

بحث عقلی گو ہو دُر و مرجاں سہی ۔ اور ہی ہے بحث لیکن جان کی

بحث جاں اندر مقامے دیگرست ۔ بادۂ جاں را قوامے دیگرست

بحث جاں کا دوسرا ہے اک مقام ۔ بادۂ جاں کا انوکھا ہے قوام

آں زماں کہ بحثِ عقلی ساز بود — ایں عمرؓ با بوالحکم ہمراز بود

جب وہ بحث عقل سے ممتاز تھا — یہ عمرؓ بوجہل کا ہمراز تھا

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں — بوالحکم بوجہل شد در بحثِ آں

عقل سے آئے عمرؓ جب سوئے جاں — بوالحکم بوجہل ٹھہرا بیگماں

سوئے عقل و سوئے حس او کامل ست — گرچہ خود نسبت بجاں او جاہل ست

عقل و حس میں گو بہت کامل تھا وہ — جان کی نسبت مگر جاہل تھا وہ

بحثِ عقل و حس اثر داں یا سبب — بحثِ جانی یا عجب یا بوالعجب

بحثِ عقل و حس اثر ہے یا سبب — بحثِ جاں لیکن ہے ان سب سے عجب

ضوءِ جاں آمد نماند ایں مستضی — لازم و ملزوم و نافی مقتضی

روشنی میں روح کی گم ہیں سبھی — لازم و ملزوم نافی[1] مقتضی[2]

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست — از عصا و از عصاکش فارغ ست

جس کی دو آنکھیں ہوں روشن نور سے — وہ عصاکش اور عصا کو کیا کرے

تم جہاں ہو حق تمہارے ساتھ ہے

بارِ دیگر ما بقصہ آمدیم — ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم

آ گئے پھر ہم اسی قصے پہ لے — خود ہم اس قصے سے باہر کب گئے

گر بجہل آئیم آں زندانِ اوست — ور بعلم آئیم آں ایوانِ اوست

جہل ہو ہم میں تو ہے زندانِ حق — علم ہو تو ہے وہی ایوانِ حق

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم — ور بہ بیداری بدستانِ وئیم

خواب میں ہیں ہم اسی کے مستِ جام — اور بیداری میں ذکر اس کا مدام

[1] مٹانے والا۔

[2] سبب پیدا کرنے والا۔

ور بگرییم ابر پُر زرق ویم ۔ ور بخندیم آں زماں برق ویم

ہم اگر روئیں تو ابرِ زرق ہیں ۔ اور اگر ہنس دیں تو اس کی برق ہیں

ور بخشم و جنگ عکسِ قہرِ اوست ۔ ور بصلح و عذر عکسِ مہرِ اوست

خشم و جنگ اک عکس اس کے قہر کا ۔ صلح و عذر اک عکس اس کی مہر کا

ما کہ ایم اندر جہاں پیچ پیچ ۔ چوں الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ

ہم ہیں کیا نزدِ جہانِ پیچ پیچ ۔ ایک الف ہیں جو ہے خود ہی ہیچ ہیچ

چوں الف گر تو مجرد می شوی ۔ اندریں رہ مرد مفرد می شوی

تو الف کی طرح گر تنہا رہے ۔ تو ہی اس رستے میں پھر یکتا رہے

جہد کن تا ترکِ غیرِ حق کنی ۔ دل ازیں دنیائے فانی بر کنی

جہد کر تا ترک ہو غیرِ خدا ۔ دل کو اس دنیائے فانی سے اٹھا

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر ۔ از رسولِ روم برگو وز عمرؓ

ختم یہ باتیں نہ ہوں گی بے گماں ۔ کہہ عمرؓ کا حال و قاصد کا بیاں

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید ۔ روشنیٔ در دلش آمد پدید

جب عمرؓ سے اس نے یہ باتیں سنیں ۔ ہو گیا دل نور سے روشن وہیں

محو شد پیشش سوال و ہم جواب ۔ گشت فارغ از خطا و از صواب

مٹ گئے دل سے سوال اور سب جواب ۔ تھی خطا کی دھن نہ تھا فکرِ صواب

اصل را دریافت بگذشت از فروع ۔ بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع

اصل پر پہنچا کیا ترکِ فروع ۔ اس نے کی حکمت کی پرسش اب شروع

با عمرؓ گفت او چہ حکمت بود و سر ۔ حبسِ آں صافی دریں خاک کدر

پوچھا اس میں کیا تھی حکمت اے امام ۔ روحِ پاک اور اس قدر میلا مقام

۱؎ صاف پانی ۔

آب صافی در گلے پنہاں شدہ	جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ
آب صاف اس طرح مٹی میں نہاں	روح صافی بستۂ جسم زباں
فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود	مرغ را اندر قفس کردن چہ شود
کیا ہے اس میں فائدہ حکمت ہے کیا؟	کیوں قفس میں بند یہ طائر کیا؟
گفت تو بحث شگرفے می کنی	معنیے را بند حرفے می کنی
بولے حضرتؒ بحث ہے تیری عجیب	قید حرفوں میں ہوں کیوں معنی غریب
حبس کردی معنیِ آزاد را	بند حرفے کردۂ تو باد را
قید کرنا معنی آزاد کا !	بند حرفوں میں ہے کرنا باد کا
از برائے فائدہ ایں کردۂ	تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
فائدہ اپنا تجھے مقصود ہے	فائدہ تجھ سے مگر مفقود ہے
آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد	چوں نہ بیند آنچہ مارا دیدہ شد
وہ ہے جس سے فائدہ پیدا ہوا	جس کو ہم دیکھیں اُسے دیکھے نہ کیا!
صد ہزاراں فائدہ ست و ہر یکے	صد ہزاراں پیشِ آں یک اندکے
گو ہیں لاکھوں اس کے اندر فائدے	پھر بھی تھوڑے سے ہیں اس کے سامنے
آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست	چوں بود خالی زمعنی گوئی راست
نطق تیرا جو ہے سب جانوں کی جاں	ہو گا کیوں معنی سے خالی بے گماں
آں دمِ نطقت کہ جزو جزو ہاست	فائدہ شد کل کل خالی چراست
نطق تیرا جزو ہے اک جزو کا	کل سے پھر ہو دور کیوں کر فائدا
تو کہ جزوی کارِ تو با فائدہ است	پس چرا در طعنِ کل آری تو دست
جزو ہے تو فائدے سے تجھ کو کام	کل پہ کیوں پھر طعن کرتا ہے مدام
گفت را گر فائدہ نبود مگو	ور بود ہل اعتراض و شکر گو
ہیں عبث باتیں تو ان سے درگذر	چھوڑ ورنہ اعتراض اور شکر کر

شکرِ حق چوں طوق ہر گردن بود — نے جدال و رو ترش کردن بود
شکر ہر گردن میں ہے طوقِ کمال — شکر کب ہے غصہ و جنگ و جدال
گر ترش رو بودن آمد شکر و بس — ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس
ترش رُو ہونا نہیں ہے شکر بس — ورنہ تھا سرکہ بڑا شاکر نفس
سرکہ را گر راہ باید در جگر — گو برو سرکنگبیں شو از شکر
سرکہ کو رہنا جگر میں ہو اگر — تو بنے سرکنگبیں سے کر شکر
معنی اندر شعر جز با خبط نیست — چوں فلاسنگ ست آں را ضبط نیست
شعر میں معنی سمائیں۔ ہے یہ خبط — جیسے پتھر دشت کے بے حد و ضبط

قرب الٰہی قربِ صوفیہ سے حاصل ہوتا ہے

آں رسول ایں جا رسید و شاہ شد — والہ اندر قدرتِ اللہ شد
وہ پیامی آکے شاہ اس جا ہوا — قدرتِ اللہ کا شیدا ہوا
آں رسول از خود بشد زیں یک دو جام — نے رسالت یاد ماندش نے پیام
پی کے اک دو جام بے خود ہو گیا — نامہ و پیغام کیا۔ خود کھو گیا
سیل چوں آمد بدریا بحر گشت — دانہ چوں آمد بمزرع گشت کشت
سیل دریا سے ملا دریا بنا — کھیت میں دانہ پڑا۔ مزرع ہوا
چوں تعلق یافت ناں با بو البشر — نانِ مردہ زندہ گشت و با خبر
پایا آدم سے تعلق جس گھڑی — نانِ مردہ نے بھی پائی زندگی
موم و ہیزم چوں فدائے نار شد — ذاتِ ظلمانی او انوار شد
موم لکڑی آگ سے جس دم ملے — ہو بنیں وہ تاریکیاں انوار سے
سنگِ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں — گشت بینائی ایں جا دیدہ باں
سنگِ سرمہ جبکہ آنکھوں میں پڑا — ہو گیا وہ آکے بینائی فزا

۵۷ سکنجبین ''

اے خنک آں مردہ کز خود رستہ شد	در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
اے خوشا وہ مردہ جو ہو کر رہا	پھر وجودِ زندہ میں داخل ہوا
وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست	مردہ گشت و زندگی از وے بجست
ہائے وہ زندہ جو پا کر مُردنی	مر گیا اور زندگی اس سے گئی
چوں تو در قرآنِ حق بگریختی	با روانِ انبیا آمیختی
غور کر کے تو نے گر قرآں پڑھا	انبیا کی رُوح سے مل جائے گا
ہست قرآں حالہائے انبیا	ماہیانِ بحرِ پاکِ کبریا
حال نبیوں کا ہے قرآں میں بیاں	جو ہیں دریائے خدا کی مچھلیاں
ور بخوانی و نۂ قرآں پذیر	انبیا و اولیا را دیدہ گیر
پڑھنا اس قرآں کا بے سمجھے ہوئے	دیکھنا ہے انبیا کا دُور سے
ور پذیرائی چو برخوانی قصص	مرغِ جانت تنگ آید در قفص
ہو معانی پر جو تجھ کو دسترس	مرغِ جاں پر تنگ ہو جائے قفص
مرغ کو اندر قفص زندانی ست	می نجوید رستن از نادانی ست
مرغ جو وقفِ قفس ہر آن ہے	گر نہ ڈھونڈے راہ تو نادان ہے
روحہائے کز قفسہا رستہ اند	انبیا و رہبرِ شائستہ اند
اس قفس سے ہیں جو روحیں رستگار	انبیا و اولیا ہیں با وقار
از بروں آوازِ شاں آید ز دیں	کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
آتی ہیں اُن کی صدائیں پُر صفات	آ یہاں آ ہے اِدھر راہِ نجات
ما بدیں رستیم زیں تنگیں قفص	غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
ہم نے بھی لی ہے اسی رستے پناہ	اس قفس کی ہے یہی صرف ایک راہ
خویش را رنجور سازد زار زار	تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اپنے کو رنجور کر دے اور نڈھال	تا تجھے دیں اشتہاروں سے نکال

کاشتہارِ خلق بندے محکم است — در رہِ این انہ بند آہن کے کم ست
شہرتِ خلقت ہے بندِ آہنیں — لوہے کی کڑیوں سے ہرگز کم نہیں

بشنو اے زیبا رفیق یک حکایت — تا بدانی شرطِ این بحرِ عمیق
ایک قصہ اور سُن مردِ خدا — سمجھے تا اس بحر کی آب و ہوا

ایک تاجر اور اُس کا طوطی

بود بازرگانے اورا طوطیے — در قفس محبوس زیبا طوطیے
پاس اک تاجر کے طوطی ایک تھا — قید تھا پنجرے میں لیکن خوش ادا

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد — سوئے ہندستاں شدن آغاز کرد
باندھی سوداگر نے جب اپنی کمر — سوئے ہندستاں کیا عزمِ سفر

ہر غلام و ہر کنیزک را ز جود — گفت بہرِ تو چہ آرم گوئی زود
ہر غلام اور ہر کنیزک سے کہا — لاؤں کیا تیرے لئے جلدی بتا

ہر یکے از وے مرادے خواست کرد — جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
سب نے اس سے کچھ نہ کچھ درخواست کی — سب سے وعدہ کر لیا تاجر نے بھی

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں — کارمت از خطۂ ہندوستاں
پوچھا پھر طوطی سے ہاں تو بھی بتا — ہند سے تیرے لئے لاؤں میں کیا

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں — چوں ببینی کن ز حالِ من بیاں
یہ کہا طوطے نے جب طوطے وہاں — کچھ ملیں تو حال کر دینا بیاں

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست — از قضائے آسماں در حبسِ ماست
ایک طوطا یاد کرتا تھا تمہیں — پر قضا سے ہے وہ میری قید میں

بر شما کرد او سلام و داد خواست — وز شما چارہ و رہ ارشاد خواست
اُس نے بھیجا ہے سلام و داد خواہ — اور پوچھی ہے رہا ہونے کی راہ

گفت می شاید کہ من در اشتیاق	جان دہم این جا بمیرم در فراق
پوچھتا ہے وہ کہ با این اشتیاق	کیا میں کردوں جان ہی نذرِ فراق
این روا باشد کہ من در بندِ سخت	گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
کیا روا ہے یہ کہ میں اور قیدِ سخت	اور تم شاداب سبزہ اور درخت؟
این چنین باشد وفائے دوستاں	من درین حبس و شما در بوستاں
اس کو کہتے ہیں وفائے دوستاں	میرا گھر پنجرا - تمہارا بوستاں ؟
یاد آرید اے مہاں این مرغ زار	یک صبوحی درمیانِ مرغزار
یاد رکھنا دوستو یہ مرغِ زار	اک صبوحی[1] درمیانِ مرغزار
یاد یاراں یار را میموں بود	خاصہ کاں لیلی و این مجنوں بود
یاد یاروں کی ہے خوشتر یار کو	جبکہ وہ لیلا ہو اور مجنوں یہ ہو
اے حریفاں بابت موزونِ خود	من قدحہا می خورم از خونِ خود
تم ہو آزادی کے بت سے شاد کام	اور میں اپنے خون کے پیتا ہوں جام
یک قدح مے نوش کن بر یادِ من	گر ہمی خواہی کہ بدہی دادِ من
ہاں پیو اک جام میری یاد میں	دل جو ہو پُر شوق میری داد میں
یا بیادِ این فتادہ خاک بیز	چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز
یا ہماری یاد میں با چشمِ تر	چند بوندیں ہی گرا دو خاک پر
اے عجب آں عہد آں سوگند کو	وعدہائے آں لبِ چوں قند کو
وہ قرار و قول اگلے کیا ہوئے	وہ لبِ شیریں کے وعدے کیا ہوئے
ور فراق بندہ از بد بندگی ست	چوں تو با بد بد کنی پس فرق چیست
پھر اگر بد بندگی کا ہے صلا	تو نے بد سے کی بدی - پھر فرق کیا
اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ	با طرب تر از سماع و بانگِ چنگ
جنگ میں بھی تو بدی کرتا ہے گر	ہے سماعِ چنگ سے پُر لطف تر

[1] صبح کے وقت شراب پینا +

اے جفائے تو ز راحت خوبتر	وانتقام تو ز جاں محبوب تر
ہے جفا تیری وفا سے خوب تر	اور بدلہ جان سے محبوب تر
نارِ تو ایں ست نورت چوں بود	ماتم ایں تا خود سرورت چوں بود
نار یہ ہے کیسا ہوگا تیرا نور	سوگ جب یہ ہے تو کیا ہوگا سرور
از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو	وز لطافت کس نیابد غورِ تو
جو مزہ پنہاں ہے تیرے جور میں	آئے کیونکر وہ لطافت غور میں
فی المثل جورت اگر عریاں شود	عالم ار گریاں بود خنداں شود
فی المثل گر ہو جفا عریاں تیری	ہو جہاں نالاں تو آجائے ہنسی
یاد آور از محبتہائے ما	حق مجلسہا و صحبتہائے ما
یاد کر میری محبت یاد کر	حق مجلس اور صحبت یاد کر
نالم و ترسم کہ او باور کند	وز ترحم جور را کمتر کند
ڈر رہا ہوں وہ گلہ باور کرے	رحم کرکے ظلم کو کمتر کرے
عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد	اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد
اس کے لطف و قہر کا شیدا ہوں میں	دو ضدوں پر لوٹ ہوں کیسا ہوں میں
عشق من بر مصدرِ ایں ہر دو شد	چوں نباشد عشق گر زینیست بلد
ہوں میں ان دونوں پہ عاشق بالیقیں	کیوں نہ ہووے عشق کے چارہ نہیں
واللہ ار زیں خار در بستاں شوم	ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
جاؤں اس صحرا سے گر سوئے چمن	مثل بلبل کے رہوں میں نالہ زن
ایں عجب بلبل کہ بگشاید دہاں	تا خورد او خار را با گلستاں
ہے عجب عاشق کہ جب منہ کھول دے	خار کو بھی ساتھ کھائے باغ کے
ایں بلبل ایں نہنگ آتشی ست	جملہ ناخوشہائے عشق او را خوشی ست
کب ہے بلبل یہ نہنگ آتشی	عشق کا غم ہے اسے گویا خوشی

عاشقِ کُل است و خود کُل است او ۔۔۔ عاشقِ خویش است و عشقِ خویش جو
خود ہے کُل اور خود ہے کُل کی آرزو ۔۔۔ عاشق اپنا اور اپنا عشق جو

طیورِ عقولِ الٰہی کی تعریف

قصۂ طوطیٔ جاں زیں ساں بود ۔۔۔ کو کسے کو محرمِ مرغاں بود
طوطیِ جاں کا بھی ہے ایسا ہی حال ۔۔۔ کون جانے بھید ان کے ہے مجال

کو یکے مرغے ضعیفے بے گناہ ۔۔۔ و اندرونِ او سلیماں با سپاہ
مرغ اک کمزور ہے اور بے گناہ ۔۔۔ اور باطن میں سلیماں با سپاہ

چوں بنالد زار بے شکر و گلہ ۔۔۔ افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
جب کرے نالہ وہ بے شکر و گلہ ۔۔۔ ڈال دے سات آسماں میں غلغلہ

ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا ۔۔۔ یاربے زو شصت لبیک از خدا
آتے ہیں پیغام اس کو بارہا ۔۔۔ ایک[ف] یارب ساٹھ لبیکِ خدا

زلتِ او بہ ز طاعت پیشِ حق ۔۔۔ نزدِ کفرش جملہ ایمانہا خلق
اس کی لغزش بندگی سے بھی سوا ۔۔۔ کفر ایمانوں سے بھی اس کا بڑا

ہر دمے او را یکے معراجِ خاص ۔۔۔ بر سرِ فرقش نہد حق تاجِ خاص
اس کو ہر لحظہ ہے اک معراج خاص ۔۔۔ اس کے سر پر ہے خدا کا تاج خاص

صورتش بر خاک و جاں در لامکاں ۔۔۔ لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
لامکاں میں جان صورت خاک پر ۔۔۔ سالکوں کے وہم سے ہے فوق تر

لامکانے نے کہ در وہم آیدت ۔۔۔ ہر دمے در وے خیالے زایدت
لامکاں کا وہم میں آنا محال ۔۔۔ گو تجھے ہر دم نیا ہو اک خیال

ف یعنی اگر وہ ایک مرتبہ "یارب" کہتا ہے تو خدا ساٹھ مرتبہ "لبیک" کہتا ہے یعنی اے بندے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں ۔

بل مکان و لامکاں در حکمِ او	ہمچو در حکمِ بہشتی چار جو
حکم میں اس کے مکان و لامکاں	جیسے نہریں تابعِ اہلِ جناں
شرح ایں کوتہ کن و رخ زیں بتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
شرح کو تہ کر کر اس سے اجتناب	دم نہ مار اللہ اعلم بالصواب

تاجر کا طوطیوں کو اپنے طوطی کا پیغام پہنچانا

باز می گردیم ازیں اے دوستاں	سوئے مرغ و تاجرِ ہندوستاں
پھر سناتے ہیں وہی ہم داستاں	طوطی و سوداگرِ ہندوستاں
مرد بازرگاں پذیرفت آں پیام	کو رساند سوئے جنس از وے سلام
سن لیا تاجر نے اس کا وہ پیام	یعنی ہم جنسوں کو پہنچائے سلام
چونکہ تا اقصائے ہندستاں رسید	در بیاباں طوطیے چندے بدید
جب وہ ہندستان پہنچا اے پسر	چند طوطی دشت میں آئے نظر
مرکب استانید و پس آواز داد	آں سلام و آں امانت باز داد
گھوڑا ٹھہرا کر صدا دی لاکلام	پھر سنایا وہ سلام اور وہ پیام
طوطیے زاں طوطیاں لرزید و پس	اوفتاد و مُرد و بگسستش نفس
ایک طوطی اُن میں سے لرزاں ہوا	سانس ٹوٹی گر پڑا اور مر گیا
شد پشیماں خواجہ از گفتِ خبر	گفت رفتم در ہلاکِ جانور
تھا بہت نادم سنا کر یہ خبر	بولا کیوں لی میں نے جانِ جانور
ایں مگر خویش ست با آں طوطیک	ایں مگر دو جسم بود و روح یک
شاید اس طوطی کا تھا یہ خویش نیک	جسم دو تھے اور ان میں جان ایک
ایں چرا کردم چرا دادم پیام	سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام[۱]
کیوں کیا ایسا سنایا کیوں پیام	جل گیا بیچارہ سن کر گفتِ خام

۱؎ کچی اور بے اصل بات ۔

این زبان چوں سنگ و ہم آہن وش ست ‖ وانچہ بجہد از زبان چوں آتش ست

منہ۔ زباں ہیں سنگ و آہن کی ہے لاگ ‖ ان سے جو کچھ نکلے۔ وہ بنتا ہے آگ

سنگ و آہن را مزن بر ہم گزاف ‖ گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف

سنگ پر آہن نہ مارو دوستو ‖ خواہ کوئی نقل ہو۔ یا لاف ہو

زانکہ تاریک ست و ہر سو پنبہ زار ‖ درمیان پنبہ چوں باشد شرار

ہے اندھیرا اور جہاں ہے پنبہ زار ‖ پھر روئی کے ڈھیر میں کیسا شرار

ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند ‖ ز سخنہا عالمے را سوختند

وہ ہے ظالم قوم۔ کیں بند آنکھیں یاں ‖ اور باتوں سے جلا ڈالا جہاں

عالمے را یک سخن ویراں کند ‖ روبہان مردہ را شیراں کند

ساری دنیا کو کرے اک بات ڈھیر ‖ لومڑی مردہ کو کر دیتی ہے شیر

جانہا در اصل خود عیسیٰ دمند ‖ یک زماں زخم اند و دیگر مرہم اند

جانوں میں در اصل ہے عیسیٰ دمی ‖ جو کبھی ہیں زخم اور مرہم کبھی

گر حجاب از جانہا برخاستے ‖ گفت ہر جانے مسیح آساستے

پس اگر جانوں سے اٹھ جاتا حجاب ‖ بات کو ملتا مسیحا کا خطاب

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر ‖ صبر کن از حرص و ایں حلوا مخور

بات کرنی ہو اگر مثل شکر ‖ حرص کا حلوا نہ کھا اور صبر کر

صبر باشد مشتہائے زیرکاں ‖ ہست حلوا از برائے کودکاں

صبر سے رکھتے ہیں رغبت عقلمند ‖ اور حلوا چھوٹے بچوں کو پسند

ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود ‖ ہر کہ حلوا خورد واپس تر شود

صبر کرنے والا پہنچا چرخ پر
کھائے جو حلوا وہی ہو پست تر

تشریح قولِ شیخ فرید الدین عطارؒ

"تو صاحب نفسی اے غافل میانِ خاک خوں می خور
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد"

تو صاحب دل ہے اے غافل! پیا کر خون دنیا میں
کہ صاحب دل پئے گر زہر بھی تو شہد ہو جائے!

صاحبِ دل را ندارد آں زیاں	گر خورد او زہرِ قاتل را عیاں
صاحب دل کو نہیں نقصاں ذرا	چاہے کھالے زہرِ قاتل بر ملا
آنکہ صحت یافت از پرہیز رست	طالبِ مسکیں میانِ تب درست
ہوگئی صحت تو پھر پرہیز کیا	طالبِ مسکیں ہے تپ میں مبتلا
گفت پیغمبرؐ کہ اے طالب جری	ہاں مکن با ہیچ مطلوبے مری
ہے نبیؐ کا قول اے طالب جری!	ہاں نہ کر مطلوب سے تو ہمسری
در تو نمرودیست آتش در مرو	رفت خواہی اوّل ابراہیمؑ شو
تجھ میں نمرودی ہے آتش میں نہ جا	پہلے ابراہیمؑ تو بن کر دکھا
چوں نۂ سباح سنے دریائیے	در میفگن خویش از خود رائیے
جب نہیں تیراک دریا میں نہ ڈوب	ایسی خود رائی کہاں ہے کارِ خوب
او ز قعرِ بحر گوہر آورد	از زیانہا سود بر سر آورد
وہ تہِ دریا سے لائے درِ ناب	اور رہو نقصاں اٹھا کر کامیاب
کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص ار زر برد خاکستر شود
خاک اگر کامل اٹھائے زر بنے	لے جو زر ناقص تو خاکستر بنے

چوں قبولِ حق بود آں مرد راست ... دستِ او در کارہا دستِ خداست

ہے قبولِ حق یہ مردِ بے ریا ... کام میں ہاتھ اس کا ہے دستِ خدا

دستِ ناقص دستِ شیطانست و دیو ... زانکہ اندر دامِ تلبیس ست و ریو

دستِ ناقص ہاتھ ہے شیطان کا ... کیونکہ وہ ہے بندۂ حرص و ہوا

جہل آید پیشِ او دانش شود ... جہل شد علمے کہ در ناقص رود

پیشِ کامل جہل بھی دانش بنے ... پیشِ ناقص علم بدلے جہل سے

ہرچہ گیرد علتی علت شود ... کفر گیرد کاملے ملت شود

وہ ہو علت علتی جو کچھ بھی لے ... کفر بھی مذہب ہے کامل کے لیے

اے مری کردہ پیادہ با سوار ... سر نخواہی برد اکنوں پائدار

اے پیادہ! ہمسری اسوار سے؟ ... یوں سلامت تیرا سر کیونکر رہے

جادوگر اور حضرت موسیٰؑ

ساحراں در عہدِ فرعونِ لعیں ... چوں مری کردند با موسیٰؑ زکیں

عہدِ فرعونی کے ساحر من چلے ... ہمسری موسیٰؑ سے جب کرنے لگے

لیک موسیٰؑ را مقدم داشتند ... ساحراں او را مکرّم داشتند

رکھا بس تقدیمِ موسیٰؑ کا خیال ... ساحروں کو تکرمت کا تھا خیال

زانکہ گفتندش کہ فرمان آنِ تست ... گر تو می خواہی عصا بفگن نخست

کہ رہے تھے سب کہ ہے حکم آپ کا ... ہے جو خواہش پہلے ڈالیں تو عصا

گفت نے اوّل شما اے ساحراں ... افگنید آں مکرہا را در میاں

بولے موسیٰؑ پہلے تم اے ساحرو ... مکر کو میداں میں اپنے پھینک دو

ایں قدر تعظیم دینشاں را خرید ... ز مری آں دست و پاہاشاں برید

اس ادب سے گو وہ اعلیٰ ہو گئے ... ہمسری سے دست و پا لیکن کٹے

ساحراں چوں قدر او نشناختند	دست و پا در جرم آں در باختند
قدرِ موسیٰ کو وہ نہیں تھے جانتے	اس خطا میں ان کے دست و پا کٹے
لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال	تو نۂ کامل مخور مے باش لال
لقمہ اور نکتہ ہے کامل کو حلال	تو نہیں کامل نہ کھا اے خوش خصال!
تو چو گوشی او زباں نے جنس تو	گوشہا را حق بفرمود انصتوا
وہ زبان اور کان ہے بے جنس تو	حکم کانوں کے لئے ہے انصتوا [1]
کودک اول چوں بزاید شیر نوش	مدتے خامش بود او جملہ گوش
ہوتا ہے پیدا جو بچہ شیر نوش	مدتوں رہتا ہے چپ وہ بنکے گوش
مدتے می بایدش لب دوختن	از سخن گویاں سخن آموختن
چاہیئے وہ مدتوں تک چپ رہے	اور سُنے باتیں سخن آراؤں سے
تا نیاموزد نگوید صد یکے	ور بگوید حشو گوید بے شکے
کوئی بے سیکھے کرے کیا گفتگو	اور کرے تو ہو وہ مہمل مو بمو
ور نباشد گوش تی تی می کند	خویشتن را گنگ گیتی می کند
"تی تی" کرتا ہے وہ بہرا مدتوں	اور بنا رہتا ہے گونگا مدتوں
کر اصلی کش نبود آغاز گوش	لال باشد کے کند در نطق جوش
اصلی بہرا وہ نہیں رکھتا جو کان	بولے کیا جب گنگ ہو جائے زبان
زانکہ اول سمع باید نطق را	سوئے منطق از رہِ سمع اندرآ
ہے سماعت نطق کو لازم ضرور	بولنا سننے سے ہے اے ذی شعور
اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِہَا	وَاطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِہَا
گھر کو دروازوں میں ہو کر جائیے	اور سبب سے سعیِ روزی چاہیئے

[1] قولہ تعالیٰ: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اعراف)
یعنی جب قرآن شریف پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو شاید تم پر رحم کیا جائے +

نطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست	جز کہ نطقِ خالقِ بے طمع نیست
نطق وہ جو بے نیازِ سمع ہے	صرف نطقِ خالقِ بے طمع ہے
مبدع ست و تابعِ استاد نے	مسندِ جملہ ورا اسناد نے
موجد اور تابع نہیں استاد کا	مسند اور بندہ نہیں اسناد کا
باقیاں در حرفت و ہم در مقال	تابعِ استاد و محتاجِ مثال
اور جو باقی ہیں سب بے قیل و قال	وہ ہیں بس محتاجِ استاد و مثال
زیں سخن گر نیستی بیگانۂ	دلق و اشکے گیر در ویرانۂ
تو اگر ہے اس سخن سے آشنا	لے کے دلق و اشک سوئے دشت جا
زانکہ آدمؑ زاں عتاب از اشک رست	اشکِ تر باشد دمِ توبہ پرست
اشک سے آدمؑ ہوئے تھے شادماں	اشک تائب کے ہیں گویا اک زباں
بہرِ گریہ آدمؑ آمد بر زمیں	تا بود گریان و نالان و حزیں
رونے کو آدمؑ زمیں پر آئے تھے	غمزدہ گریان و مضطر آئے تھے
آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت	پائے ماچاں از برائے عذر رفت
آدمؑ آئے آسمان و خلد سے	اس جہاں میں عذر کرنے کے لئے
گر ز پشتِ آدمی وز صلبِ او	در طلب می باش ہم در طلبِ او
تو جو ہے آدم کی پشت و صلب سے	اُن کا طالب بنکے رہنا چاہیے
ز آتشِ دل و آبِ دیدہ نقل ساز	بوستاں از ابر و خورشیدست تاز
قلبِ سوزاں چاہیے چشمِ پُر آب	رونق گلشن ہیں ابر و آفتاب
تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں	عاشقِ نانی تو چوں نادیدگاں
کیا تو جانے اشکباری کا مزہ	تو ندیدہ اور رسیا نان کا

لہ گدڑی اور آنسو یعنی بوریا بدھنا +

گر تو ایں انباں ز ناں خالی کنی — پُر ز گوہرہائے اجلالی کنی
ناں سے جھولی جو تو خالی کرے — گوہرِ عرفاں سے وہ اک دم بھرے

طفلِ جاں از شیرِ شیطاں باز کن — بعد ازآنش با ملک انباز کن
طفلِ جاں کو شیرِ شیطاں سے بچا — اور پھر اس کو فرشتوں سے ملا

تا تو تاریک و ملول و تیرۂ — داں کہ با دیوِ لعیں ہمشیرۂ
ہے اگر تاریک و غمگیں دل ترا — تو رضاعی بھائی ہے شیطان کا

لقمۂ کاں نور افزود و کمال — آں بود آوردہ از کسبِ حلال
جس نوالے سے بڑھے نور و کمال — ہے ذریعہ اُس کا بس کسبِ حلال

روغنے کاید چراغ ما کشد — آب خوانش چوں چراغے را کشد
تیل جو آئے بجھانے کو چراغ — پانی جان اُس کو کرے گُل جو چراغ

علم و حکمت زاید از لقمہ حلال — عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
علم و حکمت لقمۂ حلت سے ہے — عشق و رقت لقمۂ حلت سے ہے

چوں ز لقمہ تو حسد بینی و دام — جہل و غفلت زاید آں را داں حرام
جہل و غفلت اور حسد جس کا ہو کام — جان اُس لقمے کو تو بالکل حرام

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد — دیدۂ اسپے کہ کرہ خر دہد
گیہوں بو کر آسرا جو کا ہو کب — بچۂ خر اسپ سے پیدا ہو کب

لقمہ تخم است و برش اندیشہا — لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ ہے تخم اور اندیشے ثمر — لقمہ دریا اور اندیشے گہر

زاید از لقمہ حلال اندر دہاں — میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
پاک لقمے سے ملیگا عاقبت — بندگی کا شوق — عزمِ آخرت

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور — در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور
ہوگا حاصل پاک لقمے سے حضور — تیرے دل کو اور تیری آنکھوں کو نور

این سخن پایاں ندارد اے کیا	بحثِ بازرگان و طوطی کن بیا
اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا	طوطی و تاجر کا قصہ پھر سنا

تاجر کی واپسی

کرد بازرگاں تجارت را تمام	باز آمد سوئے منزل شاد کام
کرکے وہ تاجر تجارت کو تمام	اپنے گھر پھر لوٹ آیا شاد کام
ہر غلامے را بیاورد ارمغاں	ہر کنیزک را ببخشید او نشاں
سب غلاموں کو دئے تحفے نئے	ہر کنیزک کو کئی ہدیے دئے
گفت طوطی ارمغانِ بندہ کو	آنچہ دیدی آنچہ گفتی بازگو
بولا طوطی میرا تحفہ ہے کہاں؟	جو کہا اور جو سنا کر دو بیاں
گفت نے من خود پشیمانم ازاں	دست خود خایان و انگشتاں گزاں
بولا تاجر۔ ہے پشیمانی مجھے	کاٹتا ہوں انگلیاں افسوس سے
کہ چرا پیغام خامے از گزاف	بردم از بیدانشی و از نشاف
کیوں ترا پیغام جو پُر درد تھا	از رہِ دیوانگی میں لے گیا
گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست	چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی ست
بولا طوطی، وہ پشیمانی ہے کیا!	غصہ و غم سے پریشانی ہے کیا!
گفت گفتم آں شکایتہائے تو	باگروہِ طوطیاں ہمتائے تو
بولا میں نے جب گلے شکوے کئے	طوطیوں سے جو ترے ہم جنس تھے
آں یکے طوطی ز دردت بوئے برد	زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
ایک طوطا درد کی بُو پا گیا	پھٹ گیا پتا، تو کانپا اور مرا
من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود	لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
یہ پشیماں تھا کہ ایسا کیوں کہا	کہہ چکا۔ تو تھی ندامت ناروا

نکتہ کاں جست ناگہ از زباں — ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں
بات وہ جو منہ سے نکلی ناگہاں — تیر جان اس کو کہ چھوٹ آیا کماں

وانگردد از رہ آں تیر اے پسر — بند باید کرد سیلے را ز سر
تیر اب وہ واپس آ سکتا نہیں — سیل کو پہلے ہی باندھ اے ہمنشیں

چوں گذشت از سر جہانے را گرفت — گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
سر سے جب گذرا، ٹھکانا پھر کہاں — کیا عجب کر دے اگر ویراں جہاں

فعل را در غیب اثرہا زادنیست — واں موالیدش بحکم خلق نیست
غیب میں ہر فعل جنتا ہے اثر — وہ نہیں خلقت کے فرماں میں مگر

بے شریکے جملہ مخلوق خداست — آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
وہ نتائج سب ہیں مخلوق خدا — گرچہ ہیں منسوب ہم سے اے فتا

زید پرّانید تیرے سوئے عمرو — عمرو را بگرفت تیرش ہمچو نمر
زید نے اک تیر مارا عمرو کے — بن کے چیتا تیر نے پکڑا اسے

مدت سالے ہمی زائید درد — دردہا را آفریند حق نہ مرد
سال بھر وہ درد سے تڑپا کیا — بندہ کیا ہے درد کا خالق خدا

عمرو دائم ماند در درد و وجل — دردہا می زایدش آں جا تا اجل
مبتلائے درد وہ دائم رہا — درد وقت مرگ تک قائم رہا

زاں موالید وجع چوں مرد او — زید را ز اوّل سبب قتال گو
عمرو گو اس کے نتیجے سے مرا — فی الحقیقت زید ہی قاتل رہا

آں وجعہا را بدو منسوب دار — گرچہ ہست آں جملہ صنع کردگار
زید سے منسوب ہوگا یہ سبب — گرچہ جو کچھ ہے وہ ہے سب فعل رب

ہمچنیں کسب و دم و دام و جماع — آں موالیدست حق را مستطاع
کام ہو یا دام — دم ہو یا جماع — سب نتائج ہیں یہ حق کے مستطاع

بستہ درہائے موالید از سبب	چوں پشیماں شد ولی از دستِ رب
بند کرتا ہے درِ اسباب بھی	جب پشیماں رب سے ہوتا ہے ولی
اولیارا ہست قدرت از اِلٰہ	تیرِ جستہ باز آرندش براہ
اولیا کو زور دیتا ہے خدا	تیر لوٹے راہ سے چھوٹا ہوا
گفتہ ناگفتہ کند از فتحِ باب	تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
گفتہ ناگفتہ ہو۔ یہ ہے فتحِ باب	سیخ جلتی ہے نہ پھر اس سے کباب
از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید	آں سخن را کرد محو و ناپدید
سب دلوں سے جب یہ نکتہ سُن لیا	اس سخن کو محو دل سے کر دیا
گرت برہاں باید و حجت مہا	از بخواں آیہ اَوْ نُنْسِهَا
چاہتا ہے گر دلیلِ مدعا	غور سے پڑھ آیۂ اَوْ نُنْسِهَا
آیۂ انسوکم ذکری بخواں	قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
آیۂ انسوکم ذکری بھی دیکھ	بھولنے کی قوتِ یکتا بھی دیکھ
چوں بتذکیر و بہ نسیاں قادرند	بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
یاد اور نسیاں پہ جب قادر ہیں وہ	ہر دلِ مخلوق پر قاہر ہیں وہ
چوں بہ نسیاں بست او راہِ نظر	کار نتواں کرد ور باشد ہنر
بھول پر جب اُن کی جا پہنچی نظر	کر نہیں سکتے وہ کچھ گو ہو ہنر
خذ تموا سخریۃً اہل السمو	از بخوانید تا انسوکمو
تم نے کی ان سے ہنسی اہلِ علو	دیکھو تو قرآن میں انسوکمو

لہ قولہ تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا۔
یعنی ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یا نہیں بھلا دیتے۔ مگر یہ کہ اُس
اُس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کر دیتے ہیں ۔

ملہ قولہ تبارک و تعالیٰ :۔ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا

صاحبِ دہ پادشاہِ جسمہاست　　صاحبِ دل شاہِ دلہائے شماست

ملک والا تو ہے جسموں کی پناہ　　صاحبِ دل ہے دلوں کا بادشاہ

فرعِ دید آمد عمل بے ہیچ شک　　پس نباشد مردم الا مردمک

فرعِ بینش ہے عمل بے ریب و شک　　اس لئے مردم ہے گویا مردمک

مردمش چوں مردمک دیدند خرد　　در بزرگی مردمک کس پے نبرد

سمجھے مثلِ مردمک وہ بد تریں　　اور پتلی سے بڑا کوئی نہیں

من تمام ایں را نیارم گفت زاں　　منع می آید ز صاحب مرکزاں

راز کر سکتا نہیں پورا میں عام　　منع کرتے ہیں مجھے اہلِ مقام

چوں فراموشیِ خلق و یادِ شاں　　با ویست و می رسد فریادِ شاں

بھول اسی سے ہے، اسی سے یادِ خلق　　اس لئے سنتا ہے وہ فریادِ خلق

صد ہزاراں نیک و بد را آں بہی　　می کند ہر دم ز دلہاشاں تہی

لاکھوں ہی نیکی بدی سے وہ ولی　　ہر دم اُن کے دل کو رکھتا ہے تہی

روز دلہا را ازاں پُر می کند　　آں صدفہا را پُر از دُر می کند

روز کرتا ہے دلوں کو ان سے پُر　　سیپیوں کو بخشتا ہے روز دُر

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا　　می شناسد از ہدایت جانہا

جسقدر افعال آنے کو ہیں پیش　　روح ہے پہچان لیتی بیش بیش

پیشہ و فرہنگ تو آید بہ تو　　تا در اسباب بکشاید بہ تو

پیشہ و علم و ہنر پیش آئیں گے　　تا کہ کھولیں تجھ پہ درِ اسباب کے

پیشۂ زرگر بآہنگر نشد　　خوئے ایں خوشخو بداں منکر نشد

پیشۂ زرگر کو پہنچے کب لہار　　نیک خوئی کو نہ پائے بد شعار

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۹۹) فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ، فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰی اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ وَکُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَکُوْنَ" (مؤمنون) یعنی بیشک میرے بندوں کا

پیشہا و خلقہا ہمچو جہیز | سوئے خصم آیند روزِ رستخیز

پیشے اور عادات روزِ رستخیز | پیش مالک آئینگے مثلِ جہیز

صورتے کاں بر نہادت غالب است | ہم براں تصویر حشرت واجب است

جو تری حالت پہ غالب آئیگی | ہوگا اس صورت پہ تیرا حشر بھی

پیشہا و خلقہا از بعدِ خواب | واپس آید ہم بہ خصمِ خود شتاب

عادتیں اور سارے پیشے بعدِ خواب | سامنے آتے ہیں مالک کے شتاب

پیشہا و اندیشہا در وقتِ صبح | ہم بداں جا شد کہ بود آں حسن و قبح

پیشے اور اندیشے ہنگامِ سحر | پہنچے سب اپنی جگہ اے بے خبر

چوں کبوترہائے پیک از شہرہا | سوئے شہرِ خویش آرد بہرہا

جس طرح قاصد کبوتر شہر سے | لے کے حصے آتے ہیں گھر لوٹ کے

ہر چہ بینی سوئے اصل خود رود | جزو سوئے کُل خود راجع شود

ہیں یہاں سب اصل کی جانب رواں | کُل کی جانب جزو رہتا ہے رواں

طوطی کی موت اور تاجر کا ماتم

چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد | ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد

طوطی نے جب حال طوطی کا سُنا | دفعۃً کانپا، گرا، ٹھنڈا ہوا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ہمچنیں | بر جہید و زد کلہ را بر زمیں

دیکھا جب تاجر نے طوطی کا یہ حال | پھینک دی ٹوپی زمیں پر با ملال

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید | خواجہ بر جست و گریباں را درید

دیکھ کر یہ رنگ و حالِ دردناک | کر لیا اس نے گریباں اپنا چاک

ایک گروہ کہتا تھا۔ کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے۔ پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی بہترین رحم کرنے والا ہے۔ پس تم نے انکو ایک مضحکہ بنا لیا۔ یہانتک کہ انہوں نے تمکو اپنا ذکر بھلا دیا۔ اور تم ان سے دل لگی کر رہے تھے +

گفت اے طوطی خوب خوش حنین	ہیں چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
بولا اے طوطیٔ خوب و خوش نوا	کیا ہوا تو، یہ تجھے کیا ہو گیا؟
اے دریغا مرغ خوش آواز من	اے دریغا ہمدم و ہمراز من
ہائے میرے مرغِ خوش آواز ہائے	ہائے میرے ہمدم و ہم راز ہائے
اے دریغا مرغِ خوش الحان من	راحِ روح و روضۂ رضوان من
آہ! اف! اے مرغِ خوش الحاں مرے	راحتِ جاں! روضۂ رضواں مرے
گر سلیماں را چنیں مرغے بُدے	کے دگر مشغولِ آں مرغاں شدے
گر سلیمانؑ مرغ ایسا دیکھتے	کب پسند آتے پرندے دوسرے
اے دریغا مرغ کارزاں یافتم	زود رُو از روئے او برتافتم
مفت ایسا مرغ تھا ہاتھ آ گیا	پھیر کر منہ ہائے مجھ سے چل دیا
اے زباں تو بس زیانی مر مرا	چوں توئی گویا چہ گویم مر ترا
اے زباں تو ہے زیاں میرے لئے	تو ہے گویا کیا کہوں میں اب تجھے
اے زباں ہم آتش و ہم خرمنی	چند ایں آتش دریں خرمن زنی
آگ بھی ہے اور خرمن بھی ہے تو	پھونکے گی خرمن کو کب تک شعلہ رُو!
در نہاں جاں از تو افغاں می کند	گرچہ ہر چہ گوئیش آں می کند
رُوح تجھ سے ہو گئی ہے مشتعل	گو ترے کہنے پہ کرتی ہے عمل
اے زباں ہم گنجِ بے پایاں توئی	اے زباں ہم رنجِ بے درماں توئی
اے زباں تو گنجِ بے پایاں بھی ہے	ساتھ ہی پھر رنجِ بے درماں بھی ہے
ہم صفیر خدعۂ مرغاں توئی	ہم بلیس و ظلمتِ کفراں توئی

تو صدائے طائرانِ ناشکیب
ظلمتِ ناشکری و مکر و فریب

هم خفیر و رهبر مرغان توئی — هم انیس وحشت هجران توئی
پاسبان و رہبر مرغاں ہے تو — غمگسار وحشت ہجراں ہے تو

چند امانم می‌دهی ای بی‌امان — ای تو زه کرده بکین من کمان
کیا مجھے دیگی اماں اے بے اماں! — میرے کینے پر جو کھینچی ہے کماں

نک بپرّانیدهٔ مرغ مرا — در چراگاه ستم کم کن چرا
تو نے وہ طوطی اڑایا ہے ابھی — کر نہ اتنی سیر دشت ظلم کی

یا جواب من بگو یا داد ده — یا مرا اسباب شادی یاد ده
یا تو مجھ کو داد دے یا دے جواب — یا بتا - تو کیوں ہے خوش اور کامیاب

ای دریغا نورِ ظلمت سوز من — ای دریغا صبح روز افروزِ من
ہائے میرا نورِ ظلمت سوز وہ — ہائے میری صبح روز افروز وہ

ای دریغا مرغ خوش پروازِ من — ز انتها پریده تا آغاز من
ہائے خوش پروانہ وہ چڑیا مری — اب ہمیشہ کے لئے ہے اڑ گئی

عاشق رنج ست نادان تا ابد — خیز لا اقسم بخوان تا فی کبد
رنج کا عاشق ہے ناداں تا ابد — پڑھ ذرا لا اقسم سے تا کبد

از کبد فارغ شدم با روئے تو — وز زبد صافی بدم در جوئے تو
رنج بھولا تھا میں تجھ کو دیکھ کے — جھاگ تیری نہر میں تھے ڈھل گئے

ای دریغا ها خیال دیدن ست — در وجود نقد خود ببریدن ست
ہائے مجھ کو ہے خیال دید یار — کاش ہو ہستی کا جامہ تار تار

غیرت حق بود و با حق چاره نیست — کو دلی کز حکم حق صد پاره نیست
غیرت حق سے کوئی چارہ نہیں — کون سا دل ہے جو صد پارہ نہیں

ـہ قولہ تعالیٰ: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (پ ۳۰) یعنی ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے ۔

غیرت آں باشد کہ آں غیر ہمہ ست
آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
غیر وہ سب کا ہے غیرت دیکھئے
جو فزوں تر ہے بیان و حمد سے

اے دریغا اشک من دریا بُدے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
کاش دریا ہوتے میرے اشک تر
یوں بہا تا دلبر و محبوب پر

طوطی من مرغ زیرک سارِ من
ترجمانِ فکرت و اسرارِ من
میری مینا! طوطی دانا مرے!
ترجماں میرے خیال و راز کے

ہر چہ روزی داد و نا داد آیدم
روزِ اوّل گفت تا یاد آیدم
اس نے جو روزی بھی دی ہیں خوش ہوا
قولِ روزِ اولیں یاد آگیا

طوطیے کاید ز وحی آوازِ او
پیش از آغازِ وجود آغازِ او
ایسا طوطی وحی ہے جسکی صدا
ہے ازل سے پہلے جسکی ابتدا

اندرونِ تست آں طوطی نہاں
عکسِ او را دیدہ تو بر این و آں
جسم میں تیرے وہ طوطی ہے نہاں
اس پہ اُس پر عکس سے اُسکا عیاں

می برد شادیت را تو شاد ازو
می پذیری ظلم را چوں داد ازو
وہ تری راحت مٹائے تو نہال
ظلم کو تو داد کرتا ہے خیال

اے کہ جاں از بہرِ تن می سوختی
سوختی جاں را و تن افروختی
جان بہرِ جسم دی تو نے جلا
جی جلا کر جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
تا ز من آتش زند اندر خسے
جل رہا ہوں آگ کوئی مجھ سے لے
اور خس و خاشاک سارے پھونک دے

سوختہ چوں قابلِ آتش بود
سوختہ بستاں کہ آتش کش بود
سوختہ سے کوئی شئے کیونکر جلے
سوختہ ڈھونڈ آگ کو جو کھینچ لے

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
کاں چناں ماہے نہاں شد زیرِ میغ
ہائے واویلا و ریغا حسرتا
ابر میں اک چاند ایسا چھپ گیا

چوں زنم دم کآتشِ دل تیز شد ‌ ‌ شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد

سانس کیا لوں؟ آتشِ دل تیز ہے ‌ ‌ شیرِ ہجر آشفتہ و خوں ریز ہے

آنکہ او ہشیار خود تند است و مست ‌ ‌ چوں بود چوں او قدح گیرد بدست

ہوش کی حالت میں ہو جو تند و مست ‌ ‌ کیا کرے گا ہو کے وہ ساغر بدست

شیر مستے کز صفت بیروں بود ‌ ‌ از بسیطِ مرغزار افزوں بود

مست شیر اصلی صفت سے ہے بروں ‌ ‌ اور جنگل کی فضاؤں سے فزوں

قافیہ اندیشم و دلدارِ من ‌ ‌ گویدم مندیش جز دیدارِ من

مجھکو فکرِ قافیہ ہے اور یار ‌ ‌ کہہ رہا ہے دیکھ مجھ کو بار بار

خوش نشیں اے قافیہ اندیشِ من ‌ ‌ قافیہ دولت توئی در پیشِ من

قافیہ اندیش ہو دل شاد تو ‌ ‌ قافیہ ہے ہیچ۔ تو ہے روبرو

حرف چہ بود تا تو اندیشی ازاں ‌ ‌ صوت چہ بود خارِ دیوارِ رزاں

حرف کیا ہے، جس کا ہے اندیشہ دار ‌ ‌ صوت ہے دیوارِ انگوری پہ خار

حرف و صوت و گفت را برہم زنم ‌ ‌ تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم

حرف و صوت اور گفتگو سب کو سلام ‌ ‌ تا بغیر ان کے کروں تجھ سے کلام

آں دمے کز آدمش کردم نہاں ‌ ‌ با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں

بھید جو آدم سے رکھا تھا نہاں ‌ ‌ کہہ دیا ہے تجھ سے اے جانِ جہاں

آں دمے را کہ نہ گفتم با خلیلؑ ‌ ‌ واں دمے را کہ نداند جبرئیل

بھید وہ جس سے نہیں واقف خلیلؑ ‌ ‌ اور نہیں آگاہ جس سے جبرئیل

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد ‌ ‌ حق ز غیرت نیز بے ما دم نزد

بھید وہ جس سے مسیحا ہے خموش
کب ملا بے نفی کے اے اہلِ ہوش

مَا چہ باشد در لغت اثبات نفی	من نہ اثباتم منم بے ذات نفی
سنئے لغت میں لفظ "ما" اثبات نفی	میں نہیں اثبات ہوں بے ذات نفی
من کسے در ناکسی دریافتم	پس کسے در ناکسی در تافتم
ناکسی میں مجھ کو اہلیت ملی	اہلیت وہ ناکسی میں صرف کی
جملہ شاہاں پست پست خویش را	جملہ مستاں مست مست خویش را
پستیوں سے بنے ہیں سلطان پست	اپنے مستوں سے ہیں سارے مست مست
جملہ شاہاں بردۂ بردہ خودند	جملہ خلقاں مردۂ مردہ خودند
شاہ ہیں اپنے غلاموں کے غلام	مرنے والوں پر ہیں مرتے خاص و عام
می شود صیاد مرغاں را شکار	تا کند ناگاہ ایشاں را شکار
بنتا ہے صیاد چڑیوں کا شکار	تا کرے انکو شکار اے ہوشیار
دلبراں بر بیدلاں فتنہ سجاں	جملہ معشوقاں شکار عاشقاں
سب یہ دلبر بیدلوں پر ہیں نثار	اور ہر معشوق عاشق کا شکار
ہر کہ عاشق دیدیش معشوق داں	کو بنسبت ہست ہم این و ہم آں
جان تو عاشق کو بھی معشوق ہاں	ہے فقط نسبت میں یہ اور وہ نہاں
تشنگاں گر آب جویند از جہاں	آب ہم جوید بعالم تشنگاں
کرتے ہیں پانی کی پیاسے جستجو	پانی اُن کو ڈھونڈتا ہے چار سو
چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش	او چو گوشت می کشد تو گوش باش
چونکہ وہ عاشق ہے تو خاموش رہ	وہ ہے سامع بس تو یکسر گوش رہ

؎۱ "اثبات نفی" میں اضافت مقلوب ہے۔ یعنی "نفی اثبات"۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لفظ "ما" عربی میں نفی اثبات کے لئے آتا ہے، لیکن میں تو اثبات ہی نہیں۔ جو میری نفی کی جائے۔ میں تو بے ذات نفی یعنی نفی ہی نفی ہوں۔ گویا اپنے آپ کو نسبت و نفی کر کے محو کر چکا اور مٹا دیا ؎

بند کن چوں سیل سیلانی کند	ورنہ رسوائی و ویرانی کند
بند کر، جب سیل طغیانی کرے	ورنہ رسوائی و ویرانی کرے
من چہ غم دارم کہ ویرانی بود	زیر ویراں گنج سلطانی بود
مجھکو ویرانی کا اندیشہ کہاں؟	زیر ویرانہ خزانہ ہے نہاں
غرق حق خواہد کہ باشد غرق تر	ہمچو موج بحر جاں زیر و زبر
چاہتا ہے غرقِ حق - ہوں غرق تر	جاں مثل موج ہو زیر و زبر
زیرِ دریا خوشتر آید یا زبر	تیر او دلکش تر آید یا سپر
ہو تہِ دریا کہ سطح آب ہو!	تیر ہو یا ڈھال ہر دم خوش رہو
پس زبون وسوسہ باشی دلا	گر طرب را باز دانی از بلا
وسوسوں میں ہو گا اے دل مبتلا	گر کریگا غم سے راحت کو جدا
گر مرادت را مذاق شکر ست	بے مرادی نے مراد دلبر ست
فی المثل شکر ہے گر تیری مراد	بے مرادی کب ہے دلبر کی مراد
ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال	خونِ عالم ریختن اورا حلال
ہر تجلی خوں بہائے صد ہلال	خونِ عالم ہے اُسے بالکل حلال
ما بہا و خوں بہا را یافتیم	جانب جاں باختن بشتافتیم
جب بہا و خوں بہا حاصل ہوئے	ہم بھی دوڑے جان نثاری کے لئے
اے حیاتِ عاشقاں در مردگی	دل نیابی جز کہ در دلبردگی
زندگیِ عشق ہے مرنا ترا	بیدلی میں پائیگا دل کا پتا
من دلش جستہ بصد ناز و دلال	او بہانہ کردہ با من از ملال
دل ٹٹولا میں نے اس کا وہ بناز	اک بہانہ کر گیا اور احتراز

لہ جوش۔

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جاں — گفت در رو بر من ایں افسوں مخواں

عرض کی، ہیں غرق تجھ میں دل جگر — بولا، چل، چل، مجھ پہ یہ جادو نہ کر

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ — اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ

کیا خبر ہے، تو نے کچھ سوچا بھی ہے — اے دوئی بیں دوست کو دیکھا بھی ہے!

اے گراں جاں خوار دیدستی مرا — زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

اے گرانجاں، تو نے سمجھا مجھ کو خوار — کیونکہ ارزاں مل گیا یہ بے قرار

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد — گوہرے طفلے بقرص ناں دہد

چیز جو ارزاں ہو۔ ارزاں جائے گی — طفل موتی دے جو روٹی دے کوئی

غرق عشقے شو کہ غرق ست اندریں — عشقہائے اولین و آخریں

ڈوب جا اس عشق میں اے مہرباں! — غرق ہیں عشق اگلے پچھلوں کے جہاں

مجملش گفتم نکردم من بیاں — ورنہ ہم لبہا بسوزد ہم زباں

مختصر میں نے یہ باتیں کہیں بیاں — ورنہ جل جاتے مرے لب اور زباں

من چو لب گویم لب دریا بود — من چو لا گویم مراد اِلّا بود

لب کہوں تو ہو لب دریا مراد — اور ہو "لا" کہ دوں تو ہو "اِلّا" مراد

من ز شیرینی نشستم رو ترش — من ز بسیاری گفتارم خمش

میں ہوں شیرینی سے بیٹھا ترش رو — چپ ہوا ہوں کر کے زائد گفتگو

تا کہ شیرینی ما از دو جہاں — در حجاب رو ترش باشد نہاں

تا کہ شیرینی رہے اے جانِ جاں — ترش روئی کے حجابوں میں نہاں

تا کہ در ہر گوش ناید ایں سخن — یک ہمی گویم ز صد سرِّ لدن

تا نہ کوئی سن سکے گوشِ مجاز

اک سخن یہ سو حقیقت کا ہے راز

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بہر چہ از راہ وا مانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں
بہر چہ از دوست دُور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

یعنی جس حرف کے سبب تو راستے سے بھٹک جائے، وہ حرفِ کفر ہو یا حرفِ ایمان ہو، برابر ہے۔ اور جس کے ذریعے سے تو اپنے دوست سے بچھڑ جائے۔ نقش برا ہو یا اچھا، برابر ہے۔

اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے قولِ ذیل کی تفسیر

"اِنَّ سَعْدَ الْغَیُوْرُ وَ اَنَا اَغْیَرُ مِنْہُ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَ مِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ"

فرمایا: بیشک سعدؓ بڑا غیرت والا ہے اور میں اُس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔ یہ اُسکی غیرت ہی کا مقتضا ہے کہ اُس نے تمام ظاہری و باطنی بُری باتوں کو حرام کر دیا ہے ۔

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق	برد در غیرت بریں عالم سبق
سارا عالم ہے غیور۔ اور خود خدا	سب سے غیرت میں ہے سبقت لے گیا

او چو جانست و جہاں چوں کالبد کالبد از جاں پذیرد نیک و بد

جان ہے وہ جسم ہے سارا جہاں جسم کا ہے نیک و بد تاثیرِ جاں

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین سوئے ایماں رفتنش می‌داں تو شین

جس کی محراب نظر ہے ذاتِ عیب اُس کا جانا جانبِ ایماں ہے عیب

ہر کہ شد مر شاہ را او جامہ دار ہست خسراں بہر شاہش اتجار

شاہ کا جو بن گیا ہو جامہ دار ہے تجارت اس کو بیشک ننگ و عار

ہر کہ با سلطاں شود او ہمنشیں بر درش شستن بود حیف و غبیں

جو کوئی سلطان کا ہو ہم نشیں ؟ بیٹھنا در پر اُسے واجب نہیں

دست بوسش چوں رسید از بادشاہ گر گزیند بوس پا باشد گناہ

ہاتھ جس کے چومتا ہو بادشاہ وہ جو چومے پاؤں ہے ظاہر گناہ

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت است پیش آں خدمت خطا و زلت است

پاؤں پر سر رکھنا خدمت ہے مگر ایسے موقع پر خطا ہے بے خبر

شاہ را غیرت بود بر ہر کہ او بو گزیند بعد ازاں کہ دید رو

کیوں نہ آئے اس پہ غیرت شاہ کو دیکھ کر اسکو جو ڈھونڈے غیر کو

غیرتِ حق بر مثل گندم بود کاہ خرمن غیرتِ مردم بود

غیرتِ حق کی ہے گیہوں سے مثال اور بھُس ہے غیرتِ انساں کا حال

اصلِ غیرتہا بدانید از الٰہ آنِ خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ

اصلِ غیرت غیرتِ اللہ ہے فرعِ شرمِ خلقت افتد ہے

شرح ایں بگذارم و گیرم گلہ از جفائے آں نگارِ دہ دلہ

شرح میں اس بات کی اب چھوڑ دوں شکوہ کچھ اس کی جفاؤں کا کروں

نالم ایرا نالہا خوش آیدش از دو عالم نالہ و غم بایدش

اس لئے روتا ہوں میں اے دردمند ہے غم و نالہ بہت اس کو پسند!

چون ننالم تلخ از دستان او　　چون نیم در حلقهٔ مستان او
کیوں نہ اس کی بات سے گریاں رہوں　　دور اُس کے مستوں کے حلقے سے ہوں

چون نباشم ہمچو شب بے روز او　　بے وصال روئے روز افروز او
کیوں نہ بن جاؤں شب بے روز میں　　بے وصال روئے روز افروز ہیں

ناخوش او خوش بود در جان من　　جاں فدائے یار دل رنجان من
ناخوشی اُس کی، خوشی ہے سر بسر　　جان صدقے یار دل آزار پر

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش　　بہر خوشنودیِ شاہِ فرد خویش
اپنے رنج و درد پہ میں ہوں فدا　　ہوں رضا جو اپنے یکتا شاہ کا

خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم　　تا ز گوہر پُر شود دو بحر چشم
خاک غم کو سرمہ کر لوں بے خطر　　دونوں دریا آنکھ کے ہوں پُر گہر

اشک کان از بہر او بارند خلق　　گوہرست و اشک پندارند خلق
روتا ہے سارا جہاں اُس کے لئے　　وہ ہے موتی، اشک کہتے ہیں جسے

من ز جان جان شکایت می کنم　　من نیم شاکی روایت می کنم
جانِ جاں سے اک شکایت ہے مری　　یہ نہیں شکوہ، حکایت ہے مری

دل ہمی گوید کزو رنجیدہ ام　　وز نفاق سست من خندیدہ ام
دل یہ کہتا ہے کہ رنجیدہ ہوں میں　　اس شکر رنجی پہ ہنس دیتا ہوں میں

راستی کن اے تو فخر راستاں　　اے تو صدر و من درت را آستاں
اے خدا کر سیدھے رستے پر رواں　　صدر ہے تو میں ہوں تیرا آستاں

آستان و صدر در معنی کجاست　　ما و من کو آں طرف کاں یار ماست
صدر کیسا اور کیسا آستاں　　جس طرف ہے یار، ما و من کہاں

اے رہیدہ جان تو از ما و من　　اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
اے کہ ما و من سے تیری جاں رہا　　مرد و زن میں ہے لطیفہ روح کا

مرد و زن چوں یک شوند آں یک توئی — چونکہ یکہا محو شد آنک توئی

مرد و زن ہوں ایک، تو ہے تو ہی تو — جب ہوئی وحدت، ہو تو ہی چار سُو

ایں من و ما بہر آں بر ساختی — تا تو با خود نردِ خدمت باختی

ما و من یہ اس لئے پیدا ہوئی — نردِ خدمت تھی تجھے خود کھیلنی

تا تو با ما و تو یک جوہر شوی — عاقبت محو چناں دلبر شوی

تاکہ مل کر جوہرِ یکتا بنے — آپ اپنا دلبرِ رعنا بنے

تا من و توہا ہمہ یک جاں شوند — عاقبت مستغرق جاناں شوند

یہ من و تو تاکہ سب یک جان ہوں — محو ہو کر یار پر قربان ہوں

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن — اے منزّہ از بیان و از سخن

سچ ہے یہ، لیکن تو آ اے امرِ کن[۱] — اے بیاں سے پاک، بالائے سخن

چشم جسمانہ تواند دیدنت — در خیال آرد غم و خندیدنت

تجھ کو دیکھے آنکھ جسمانی کہاں — اور غم و خندہ ترا پائے کہاں

دل کہ او بستہ غم و خندیدن ست — تو مگو کے لائق ایں دیدن ست

دل ہے جو شادی و غم میں مبتلا — تو ہی کہہ، پائیگا اسکی دید کیا!

آنکہ او بستہ غم و خندہ بود — او بدیں دو عاریت زندہ بود

جو ہے پابندِ غم و خندہ یہاں — زندہ ہے ان عارضی چیزوں پہ ہاں

باغِ سبزِ عشق کو بے منتہاست — جز غم و شادی درو بس میوہاست

باغِ سبزِ عشق ہے بے منتہا — پُر ثمر ہے شادی و غم کے سوا

عشق ازیں ہر دو حالت برترست — بے بہار و بے خزاں سبز و ترست

عشق ان حالوں سے برتر ہے مگر — بے بہار و بے خزاں اور سبز و تر

---

[۱] یعنی اے حکمِ خدا - اسے خدا ۔

دہ زکوٰۃِ روئے خوب اے خوبرو	شرح جان شرحہ شرحہ بازگو
ہاں زکوٰۃِ حسن دے اے خوش لقا	شرحِ جانِ پارہ پارہ پھر سنا
کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ	بر دلم بنہاد داغِ تازۂ
دیکھ تیرے غمزۂ غماز نے	میرے دل پر داغ تازہ دے دئے
من حلالش کردم ار خونم بریخت	من ہمی گفتم حلال او می گریخت
میں نے خون اپنا حلال اس کو کیا	سن کے لفظِ تحلل پر وہ اٹھ گیا
چوں گریزانی زنالۂ خاکیاں	غم چہ ریزی بر دلِ غمناکیاں
نالۂ خاکی سے دامن کش نہ ہو	غم نہ دے اس خاطرِ غمناک کو
اے کہ ہر صبحے کہ از مشرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
صبح نکلی مشرق کی آغوش میں	نور کے چشمے کو پایا جوش میں
چہ بہانہ می دہی مشتاق را	اے بہانہ شکر لبہات را
کیوں بہانہ تو نے عاشق سے کیا	ایکہ تیرے شکریں لب بے بہا
اے جہانِ کہنہ را تو جانِ نو	از تنِ بے جان و دل افغاں شنو
تو جہانِ کہنہ کی ہے تازہ جاں	اس تنِ بے جان و دل کی سن فغاں
شرحِ گل بگذار از بہرِ خدا	شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
شرحِ گل کو چھوڑ دے بہرِ خدا	شرحِ بلبل کر جو ہے گل سے جدا
از غم و شادی نباشد جوشِ ما	با خیال و وہم نبود ہوشِ ما
شادی و غم سے ہمیں کیا آئے جوش	ہے خیال و وہم سے دور اپنا ہوش
حالتے دیگر بود کاں نادر است	تو مشو منکر کہ حق بس قادر است
اس سے نادر حال ہے اک دوسرا	تو نہ ہو منکر کہ ہے قادر خدا
تو قیاس از حالتِ انساں مکن	منزل اندر جور و در احساں مکن
حالِ انساں کا قیاس اس پر نہ کر	منزلِ ظلم و کرم سے در گذر

جور و احساں رنج و شادی حادث است　　حادثاں میرند و حق شاں وارث است
ہیں یہ فانی شادی و رنج و عطا　　فانی مرتے ہیں تو وارث ہے خدا

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ　　عذر مخدومی حسام الدیں بخواہ
اے پناہِ صبح وہ آئی سحر　　عذر مخدومی حسام الدیں سے کر

عذر خواہ عقل کل و جاں توئی　　جانِ جاں و تابشِ مرجاں توئی
عذر خواہِ عقلِ کل و جاں ہے تو　　جانِ جاں اور تابشِ مرجاں ہے تو

تافت نورِ صبح ما از نورِ تو　　در صبوحی با مئے منصورِ تو
صبح کی تابش ہے تیرے نور سے　　ہے صبوحی بادۂ منصورؒ سے

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا　　بادہ کہ بود تا طرب دارد مرا
مست کردے جب شرابِ فضلِ ربّ　　بادہ سے حاصل ہو گیا مجھ کو طرب

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست　　چرخ در گردش گدائے ہوشِ ماست
جوشِ بادہ خود گدائے جوش ہے　　چرخ خود گرداں برائے ہوش ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو　　عالم از ما ہست شد نے ما ازو
مے ہے ہم سے مست ہم اُس سے نہیں　　ہم سے بود و ہست ہم اس سے نہیں

ما چو زنبوریم و قالبہا چو موم　　خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
ہم ہیں زنبور اور قالب موم سا　　خانہ خانہ جسم کو ہے کر دیا

بس دراز است ایں حدیثِ خواجہ گو　　تا چہ شد احوالِ آں مردِ نکو
یہ کہانی ہے بڑی اب یہ بتا　　حال کیا اُس نیک تاجر کا ہوا

قصۂ تاجر کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں　　صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ کے سینے میں غم کی آگ تھی　　تھا پریشاں اور کہتا تھا یہی

گہ نقص گاہ نازو گہ نیاز ۔۔۔ گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
تھا کبھی ناز اور کبھی اس میں نیاز ۔۔۔ گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز

مرد غرقہ گشتہ جانے می کند ۔۔۔ دست را در ہر گیاہے می زند
جیسے کوئی ڈوبتا جی چھوڑ کر ۔۔۔ مارتا ہو ہاتھ ہر دم گھاس پر

تاکدامیں دست گیرد در خطر ۔۔۔ دست و پائے می زند از بیم سر
ہاتھ اس خطرے میں کوئی تھام لے ۔۔۔ مارتا ہے دست و پا اس خوف سے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ۔۔۔ کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
ہے پسندِ دوست یہ آشفتگی ۔۔۔ کوشش بیکار سونے سے بھلی

آنکہ او شاہ ست او بیکار نیست ۔۔۔ نالہ از وے طرفہ کو بیمار نیست
جو ہے سلطان وہ کہاں بیکار ہے ۔۔۔ جو نہیں بیمار وہ کیوں زار ہے

بہر ایں فرمود رحمان اے پسر ۔۔۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ اے پسر
اس لئے اللہ کا فرمان ہے ۔۔۔ اس کی ہر دن دوسری ہی شان ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔۔۔ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
کانٹ چھانٹ اس راستے میں ہے نکو ۔۔۔ آخری دم تک کبھی غافل نہ ہو

تا دمِ آخر دمے آخر بود ۔۔۔ کہ عنایت با تو صاحب سِر بود
تا دمِ آخر، دم آخر ہو یار ۔۔۔ فضل سے اُس کے بنے تو ماہیہ دار

ہر کہ می کوشد اگر مرد و زن ست ۔۔۔ گوش و چشم شاہ جاں بر روزن ست
مرد و زن کوئی ہو کوشاں بے گماں ۔۔۔ ہے لگی روزن پہ چشم شاہِ جاں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ۔۔۔ قصۂ طوطی و خواجہ باز گو!
اس سخن کی حد نہیں کچھ اے جواں ۔۔۔ طوطی و خواجہ کا قصہ کر بیاں

مُردہ طوطی کا اُڑ جانا ۴

بعد از آنش از قفس بیرون فگند	طوطیک پرید تا شاخ بلند
پھینکا تا جسکو پنجرے سے اٹھا	شاخ اک اونچی پہ طوطی جا اڑکا!
طوطیٔ مُردہ چناں پرواز کرد	کآفتاب از شرق ترکی تاز کرد
طوطیٔ مُردہ نے یوں پرواز کی	جیسے سورج نے ہو ترکتاز کی
خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ	بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مرغ
خواجہ کو حیرت تھی کارِ مُرغ سے	بے خبر تھا وہ شعارِ مرغ سے
روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب	از بیانِ حال خودماں دہ نصیب
سر اٹھایا اور کہا اے عندلیب	کہہ مجھے اپنے بیاں سے خوش نصیب
او چہ کرد آنجا کہ تو آموختی	چشم ما از مکرِ خود بردوختی
جو کیا تھا اس نے، سیکھا تونے کیا	مکر سے دیدہ ہمارا سی دیا
ساختی مکرے و مارا سوختی	سوختی مارا و خود افروختی
مکر کرکے دل دیا تونے جلا	دل جلا کر تونے خود پائی ضیا
گفت طوطی کہ بہ فعلم پند داد	کہ رہا کن نطق و آواز گشاد
بولا طوطی اس کی یہ تحریک تھی	بند کر دے نطق بھی آواز بھی
زانکہ آوازت ترا در بند کرد	خویش او مُردہ پئے ایں پند کرد
تو ہوا ہے اپنی خوش گوئی سے بند	اس کے مرجانے میں پنہاں تھی یہ پند
یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص	مُردہ شو چوں من کہ تا یابی خلاص
تو ہے عام و خاص کا مطرب بنا	مردہ بن میری طرح ہو جا رہا
دانہ باشی مرغکانت بر چنند	غنچہ باشی کودکانت بر کنند
دانہ ہوگا۔ مرغ چن لینگے تجھے	غنچہ ہوگا۔ توڑینگے لڑکے تجھے
دانہ پنہاں کن بکلی دام شو	غنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو
بس چھپا کر دانہ بن جا دام تو	بند کر منہ بن گیاہِ بام تو

ہر کہ داد او حسن خود را در مزاد   صد قضائے بد سوئے او رو نہاد
حسن جس کا ہو گا عالم آشکار   سو بلاؤں کا رہیگا وہ شکار

چشمہا و خشمہا و رشکہا   بر سرش بارد چو آب از مشکہا
یوں پڑینگی اس پہ نظریں رشک سے   جیسے پانی مشک سے سر پہ بہے

دشمناں او را ز غیرت می درند   دوستاں ہم روزگارش می برند
دشمن اس پر کرتے ہیں غیرت سے وار   دوست لینا چاہتے ہیں روزگار

آنکہ غافل باشد از کشت بہار   او چہ داند قیمت ایں روزگار
جو کوئی ہو غافل سیر بہار   اس کو کیا معلوم قدر روزگار

در پناہ لطف حق باید گریخت   کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت
لے پناہ احسان میں اللہ کے   شادماں روحیں ہیں جسکے لطف سے

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ   آب و آتش مر ترا گردد سپاہ
تاکہ تو پائے پناہ - ایسی پناہ   آگ پانی ہو تیرے حق میں سپاہ

نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد   نے بر اعداشان بکین قہار شد
نوحؑ و موسیٰؑ کا نہ کیا دریا تھا یار   ان کے دشمن کیا نہ تھے زار و نزار؟

آتش ابراہیمؑ را نے قلعہ بود   تا برآورد از دل نمرود دود
آگ ابراہیمؑ پر تھی قلعہ سا   اور دل نمرود سے نکلا دھواں

کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند   قاصدانش را بزخم سنگ راند
کیا نہ یحییٰؑ کو اماں دی کوہ نے   قاصدوں پر کیا نہ پتھر تھے گرے

گفت اے یحییٰؑ بیا در من گریز   تا پناہت باشم از شمشیر تیز
بولا یحییٰؑ بھاگ کر آ جا یہاں
تا بنوں شمشیر سے تیری اماں

طوطی کا سوداگر کو وداع کرکے اُڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق — بعد ازاں گفتش سلام والفراق
دے کے دو اک پند مرغ بے نفاق — بولا تاجر سے سلام اور الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت — کردی آزادم ز قیدِ مظلمت
الوداع اے خواجہ کی اچھی یہ بات — قید بیداد و جفا سے دی نجات

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن — ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
الوداع اے خواجہ جاتی ہوں وطن — تو بھی اک دن ہوگا آزادِ من

خواجہ گفتش فی امان اللہ برو — مر مرا اکنوں نمودی راہِ نو
بولا تاجر فی امان اللہ جا — اک نیا رستہ دیا تو نے دکھا

سوئے ہندستان اصلی رو نہاد — بعد شدت از فرح دل گشتہ شاد
سوئے ہندستاں وہ طوطی اڑ گیا — غم اٹھا کر شاد دل اس کا ہوا

خواجہ با خود گفتہ ایں پندِ من است — راہِ او گیرم کہ ایں رہ روشن است
خواجہ بولا پند ہے میرے لئے — یہ ہے روشن راہ چلنے کے لئے

جانِ من کمتر ز طوطی کے بود — جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود
کب ہے میری جان اس طوطی سے کم — جان کو لازم ہے ہو فرخ قدم

تعظیمِ خلق اور انگشت نمائی

تن قفس شکل است زاں شد خارِ جاں — در فریب داخلان و خارجاں
تن قفس کی شکل ہے خارِ حیات — آنے جانے والوں سے کب ہے نجات

اینش گوید من شوم ہمرازِ تو — وانش گوید نے منم انبازِ تو
ایک کہتا ہے کہ میں ہمراز ہوں — دوسرا کہتا ہے میں دمساز ہوں

این یکش گوید نیست چون تو در وجود — در کمال و فضل و در احسان و جود

ایک کہتا ہے نہیں تیرا جواب — ہے کمال و فضل تیرا انتخاب

آن یکش گوید هر دو عالم آنِ تست — جمله جانها مان طفیلِ جانِ تست

ایک کہتا ہے ترے ہیں دو جہاں — ہیں ترے صدقے میں سب جانیں یہاں

آن یکش خواند گاهِ عیش و خرمی — این یکش گوید گاهِ نوش و همدمی

ایک کہتا ہے یہ ہے وقتِ سرور — ایک کہتا ہے میں ہمدم ہوں حضور

او چو بیند خلق را سرمستِ خویش — از تکبر می رود از دستِ خویش

دیکھ کر سرمست اپنا خلق کو — ہوتا ہے مغرور یہ انساں سنو

او نداند که هزاران را چو او — دیو افگندست اندر آبِ جُو

یہ نہیں معلوم کتنے با غلو — کر دیئے شیطاں نے غرقِ آب جو

لطف و سالوسِ جهان خوش لقمه ایست — کمترش خور کان پر آتش لقمه ایست

ہے خوشامد کا یہ لقمہ با مزا — پر نہ کھا یہ ہے نوالہ آگ کا

آتشش پنهان و ذوقش آشکار — دُودِ او ظاهر شود پایانِ کار

آگ پنہاں ذوق اس کا ہے عیاں — آخر کار اس سے نکلیگا دھواں

تو مگو آن مدح را من کی خورم — از طمع می گوید او من پی برم

یوں نہ کہہ میں کب ہوں طالب مدح کا — طمع سے کہتا ہے میں ہوں جانتا"

مادحت گر هجو گوید بر ملا — روزها سوزد دلت زان سوزها

ہجو اگر مداح یوں منہ پر کرے — مدتوں سینہ ترا سلگا رہے

گرچه دانی کو ز حرمان گفت آن — کان طمع که داشت از تو شد زیان

گرچہ ہے معلوم باعث ہجو کا — تھا جو لالچ اس کو وہ جاتا رہا

آن اثر می ماندت در اندرون — در مدیح این حالتت هست آزمون

دل میں رہ جاتا ہے لیکن اس کا اثر — مدح کی حالت بھی ایسی ہے پسر!

آں اثر ہم روزہا باقی بود ۔۔ مایۂ کبر و خداع جاں شود

مدتوں رہتا ہے باقی وہ اثر ۔۔ باعث مکر و فریب اے بے خبر

نیک بنماید چو شیریں ست طرح ۔۔ بد نماید زانکہ تلخ افتاد قدح

طرح شیریں ہے نہیں ہوتی جو بار ۔۔ ہجو ہے کڑوی دلوں کو ناگوار

ہمچو مطبوخ ست و حب کاں را خوری ۔۔ تا بدیدے شورش و رنج اندری

حب مسہل کی طرح جو کھائیگا ۔۔ کشمکش اور رنج میں پڑ جائیگا

در خوری حلوا بود ذوقش دمے ۔۔ ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے

ہے مزہ حلوے کا بھی بس ایکدم ۔۔ ہے اثر اس کا بھی ویسا کالعدم

چوں نمی ماند ہمے ماند نہاں ۔۔ ہر ضدے را تو بضد آں بداں

جب نہیں رہتا، تو رہتا ہے نہاں ۔۔ ایک کو کر دوسری ضد سے گماں

چوں شکر ماند نہاں تا نیش او ۔۔ بعد چندے دمل آرد نیش جو

ہے اثر اس کا نہاں مثل شکر ۔۔ پھر نکل آتے ہیں پھوڑے سربسر

ور حب مطبوخ خوردی اے ظریف ۔۔ اندروں شد پاک زاخلاط کثیف

حب مسہل تو نے گر کھالی ظریف ۔۔ پاک ہو جائینگے اخلاط کثیف

نفس از بس مدحہا فرعون شد ۔۔ کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

مدح سے فرعون ہے نفس بدن ۔۔ کر ذلیل اس نفس کو سید نہ بن

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش ۔۔ زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش

ہو سکے تو بندہ بن سلطاں نہ بن ۔۔ زخم کھائے گیند بن چوگاں نہ بن

ورنہ چوں لطفت نماند واں جمال ۔۔ از تو آید آں حریفاں را ملال

ورنہ جب رخصت ہوا لطف و جمال ۔۔ تجھ کو ہوگا ان حریفوں سے ملال

آں جماعت کت ہمی دادند ریو ۔۔ چوں ببینندت بگویندت کہ دیو

جو جماعت دھوکا دیتی تھی تجھے ۔۔ دیکھ کر وہ دیو کہہ دیگی تجھے

جملہ بینندت چو گویندت بدر — مردۂ از گورِ خود بر کردہ سر
دیکھ کر تجھ کو کہینگے ہٹ ادھر — مردہ ہے۔ نکلا کفن کو پھاڑ کر

ہمچو امرد کہ خدا نامش کنند — تا بدیں سالوس در دامش کنند
جس طرح امرد کو کہتے ہیں خدا — مکر سے کرتے ہیں اس کو مبتلا

چوں بہ بدنامی بر آید ریش او — دیو را ننگ آید از تفتیش او
جب ہو بدنامی میں ڈاڑھی آشکار — ڈھونڈنے سے اُس کے ہو شیطاں کو عار

دیو سوئے آدمی شد بہرِ شر — سوئے تو ناید کہ از دیوے بتر
آتا ہے جن سوئے انساں بہرِ شر — تو ہے بدتر دیو سے۔ کیا تجھ کو ڈر

تا تو بودی آدمی دیو از پئیت — می دوید و می چشانید از مئیت
تھا تو جب تک آدمی ۔ دیو خراب — دوڑتا تھا اور پلاتا تھا شراب

چوں شدی در خوئے دیوے استوار — می گریزد از تو دیو اے نابکار
شیطنت میں ۔ جب ہوا تو استوار — بھاگتا ہے تجھ سے دیو اے نابکار

آنکہ اندر دامنت آویخت او — چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او
تیرے دامن سے جو تھا اُلجھا رہا — تو بنا شیطاں، تو وہ چھپت ہوا

ہے وہی ہوتا جو ہو منظورِ حق

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ — بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ
یوں تو ہم نے سب کچھ اوپر کہ دیا — ہیچ لیکن ہم ہیں بے لطفِ خدا

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق — گر ملک باشد سیاہستش ورق
گر نہ ہو لطفِ نبیؐ فضلِ الٰہ — ہے فرشتہ بھی، تو ہے نامہ سیاہ

اے خدا اے قادرِ بے چند و چوں — واقفی بر حالِ بیرون و دروں
اے خدا اے قادرِ بے چند و چوں — تجھ پہ ظاہر حالِ بیرون و دروں

اے خدا اے فضل تو حاجت روا
با تو یاد ہیچ کس نبود روا
ایک تیرا فضل ہے حاجت روا
تیرے ہوتے ہو کسی کی یاد کب

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
تا بدیں بس عیب ما پوشیدۂ
رہنمائی کرکے اپنے لطف سے
عیب تونے میرے سارے ڈھک لئے

قطرۂ دانش کہ بخشیدی ز پیش
متصل گرداں بدریاہائے خویش
قطرۂ دانش جو پہلے تھا دیا
اپنے دریاؤں سے اس کو لے ملا

قطرۂ علم ست اندر جان من
وا رہانش از ہوا وز خاک تن
روح میں ہے علم کا قطرہ ترا
اسکو حرص اور خاک تن سے کر رہا

پیش ازاں کیں خاکہا خسفش کنند
پیش ازاں کیں بادہا نسفش کنند
پیشتر اس سے کہ نگلے خاک اسے
بے نشاں باد مخالف یا کرے

گرچہ چوں نسفش کند تو قادری
کز ازیشاں وا ستانی وا خری
گرچہ ہوگا جب بھی تجھ کو اختیار
پھیر دے یا مول لے لے اسکو یار

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
از خزینہ قدرت تو کے گریخت
قطرہ بکھرا یا ہوا میں کھو گیا
کب تیری قدرت سے باہر ہو گیا؟

گر در آید در عدم یا صد عدم
چوں بخوانیش او کند از سر قدم
اک عدم کیا اس پہ سو گذریں عدم
جب پکارے تو ہو پیدا ایک دم

صد ہزاراں ضد ضد را می کشد
باز شاں فضل تو بیروں میکشد
بیشتر کرتی ہے ضد کو ضد ہلاک
پھر اسے تو بخشتا ہے جان پاک

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہست یارب کارواں در کارواں
جانب ہستی عدم سے ہر زماں
آرہے ہیں کارواں پر کارواں

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
نیست گردد غرق در بحر نغول
رات کو فکر و خرد کی وسعتیں
غرق ہو جاتی ہیں عمق بحر میں

باز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں | بر زند از بحر سر چوں ماہیاں
صبح پھر اللہ والوں کی مثال | مثلِ ماہی بحر سے دیں سر نکال

در خزاں بیں صد ہزاراں شاخ و برگ | از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
جب خزاں آتی ہے - لاکھوں شاخ و برگ | ٹوٹتے ہیں جانبِ دریائے مرگ

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر | در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
ماتمی کپڑوں میں زاغ نوحہ گر | باغ میں کرتا ہے نوحہ سبزے پر

باز فرماں آید از سالارِ دہ | مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
پھر عدم کو حکم دیتا ہے خدا | کھایا ہے جو کچھ اُگل دے پھر ذرا

آنچہ خوردی وا دہ اے مرگِ سیاہ | از نبات و دارو و از برگ و گیاہ
جو کیا ہے ہضم اے مرگِ سیاہ | لا دہ بودے پھول اور برگ و گیاہ

اے برادر یک دم از خود دور شو | با خود آ و غرقِ بحرِ نور شو
بھائی! اک دم تو خودی سے دور ہو | ہوش میں آ - غرقِ بحرِ نور ہو

اے برادر عقل یک دم با خود آر | دمبدم در تو خزان ست و بہار
اے برادر سوچ اگر ہے ہوشیار | دمبدم تجھ میں خزاں ہے اور بہار

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں | پر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمیں
باغِ دل کو دیکھ اس میں بالیقیں | پھول غنچے سرو ہیں اور یاسمیں

ز انبہیِ برگ پنہاں کردہ شاخ | ز انبہیِ گل نہاں صحرا و کاخ
پتوں کی کثرت سے پوشیدہ ہے شاخ | کثرتِ گل سے نہاں صحرا و کاخ

ایں سخنہائیکہ از عقلِ کل ست | بوئے آں گلزار و صحن و سنبل ست
جتنی یہ باتیں ہیں عقلِ کل سے ہیں | عنبریں اُس باغ اور سنبل سے ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود | جوشِ مُل دیدی کہ آں جا مُل نبود
گل کی خوشبو سونگھی جس جا گل نہ تھا | بوئے مئے چکھی گو نہ مے تھی برملا!

بو قلاوزست و رہبر مر ترا ‏ ‏ می برد تا خلد و کوثر مر ترا

ہے یہی بُو بالیقیں رہبر تری ‏ ‏ خلد و کوثر تک تجھے لے جائیگی

بو دوائے چشم باشد نور ساز ‏ ‏ شد ز بوئے دیدۂ یعقوبؑ باز

بُو سے ہے آنکھوں کو حاصل روشنی ‏ ‏ بُو سے آنکھیں پھر کھلیں یعقوبؑ کی

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند ‏ ‏ بوئے یوسفؑ دیدہ را یاری کند

بوئے بد ظلمت ہے بیشک آنکھ کی ‏ ‏ بوئے یوسفؑ آنکھ کو دے روشنی

تو کہ یوسفؑ نیستی یعقوبؑ باش ‏ ‏ ہمچو او با گریہ و آشوب باش

تو نہیں یوسفؑ تو پھر یعقوبؑ بن ‏ ‏ اس طرح گریان و پُر آشوب بن

تو چو شیریں نیستی فرہاد باش ‏ ‏ چوں نۂ لیلیٰ چو مجنوں گرد فاش

گر نہیں شیریں تو بن فرہاد ہی ‏ ‏ گر نہیں لیلا تو مجنوں ہی سہی

حکیم سنائیؒ کے قول کی تفسیر

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی ‏ ‏ تا بیابی در تن کہنہ نوی

سُن ذرا پند حکیم غزنوی ‏ ‏ تاکہ حاصل جسم کو ہو تازگی

ایں رباعی را شنو از جان و دل ‏ ‏ تا بروں آئی بکلی ز آب و گل

چار مصرع جان و دل سے سُن ذرا ‏ ‏ تا ہو قید آب و گل سے تو رہا

پند او را از دل و جاں گوش کن ‏ ‏ ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن

پند ان کی جان و دل سے گوش کر ‏ ‏ ہوش کو جان اور جاں کو ہوش کر

(وہ چار مصرعے یہ ہیں)

ناز را روئے بباید ہمچو ورد ‏ ‏ چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

عیب باشد چشم نابینا و باز ‏ ‏ زشت باشد روئے نازیبا و ناز

ہے برائے ناز لازم گُل رخی ۲۲۲ | یہ نہیں تو پھر ہے بدخوئی بُری

عیب ہے گر چشم نابینا ہو باز | روئے نازیبا کو نازیبا ہے ناز

پیشِ یوسفؑ نازشِ خوبی مکن | جز نیاز و آہ یعقوبیؑ مکن

پیشِ یوسفؑ نازشِ خوبی نہ کر | کچھ بھی تو جز آہ یعقوبیؑ نہ کر

معنیِ مُردن ز طوطی بُد نیاز | در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز

طوطی کے مرنے میں تھا عجز و نیاز | کر نیاز و فقر کو ہستی گداز

تا دمِ عیسیٰؑ ترا زندہ کند | ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند

تا دمِ عیسیٰؑ کرے زندہ تجھے | مثل اپنے خوب و فرخندہ کرے

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ | خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ

فصلِ گُل میں سبز کب ہوتا ہے سنگ | خاک ہو تا پھول نکلیں رنگ رنگ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش | آزموں را یک زمانے خاک باش

مدتوں پتھر رہا تو نام کو | امتحاناً اک گھڑی تو خاک ہو

در بیانِ ایں شنو یک داستاں | تا بدانی اعتقادِ راستاں

اس بیاں میں اور سن اک داستاں | تا کہ سمجھے اعتقادِ راستاں

ایک بوڑھے چنگ بجانے والے کی داستاں

آں شنیدستی کہ در عہدِ عمرؓ | بود چنگی مطربے با کرّ و فر

آسنا ہوگا قصۂ عہدِ عمرؓ | مطرب اک چنگی تھا با صد کرّ و فر

بلبل از آوازِ او بیخود شدے | یک طرب ز آوازِ خوبش صد شدے

تھی نوا سے اس کی بلبل بند لب | سو گنا تھی ہر صدا سے اک طرب

مجلس و مجمع دمش آراستے | وز نوائے او قیامت خاستے

محفل و مجلس کا تھا اس سے سنگار | ہر نوا سے اک قیامت آشکار

ہمچو اسرافیلؑ کآوازش بفن مُردگاں را جاں در آرد در بدن

صورِ اسرافیلؑ کی تھی اس میں شان مُردوں کے جسموں میں پڑ جاتی تھی جان

یا رسائل بود اسرافیلؑ را کز سماعش پر برستے فیل را

یا وہ تھے پیغام اسرافیلؑ کے جن کو سن کر پر نکلتے فیل کے

سازد اسرافیلؑ روزے نالہ را جاں دہد پوسیدۂ صد سالہ را

صور پھونکیں گے جب اسرافیلؑ ہاں مردۂ صد سالہ میں ڈالینگے جاں

یا چو داؤدؑ از خوشی نغمہا جاں برانیدے سوئے بستانِ خدا

یا وہ جوں داؤدؑ جوشِ نغمہ سے جاں کو دوڑاتا طرف اللہ کے

اولیا را در دروں ہم نغمہاست طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست

اولیا کے دل میں ہیں نغماتِ ذات طالبوں کو جن سے حاصل ہے حیات

نشنود آں نغمہا را گوشِ حس کز سخنہا گوشِ حس باشد نجس

سن نہیں سکتا وہ نغمے گوشِ حس گوشِ حس باتوں سے رہتا ہے نجس

نشنود نغمہ پری را آدمی کو بود ز اسرارِ پریاں اعجمی

آدمی پریوں کے نغمے کیا سنے دور ہے پریوں کے وہ اسرار سے

گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم ست نغمۂ دل برتر از ہر دو دمست

گو ہیں اس عالم سے نغمات پری نغمۂ دل کو ہے لیکن برتری !

کہ پری و آدمی زندانیند ہر دو در زندانِ ایں نادانیند

یہ پری و آدمی ہیں مثلِ صید دونوں نادانی کے زنداں میں ہیں قید

مَعْشَرَ الْجِنّ سورۂ رحمٰن بخواں تَسْتَطِیْعُوْا تَنْفُذُوْا را باز داں

لہ مَعْشَرَ الْجِنّ سورۂ رحماں میں پڑھ تَسْتَطِیْعُوْا تَنْفُذُوْا قرآں میں پڑھ

لہ قولہ تعالیٰ: یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورۃ الرحمٰن) یبی لہ

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی	تا شوی بر سرِ پریاں مہتدی
سورۂ رحمٰن کو پڑھ اے مبتدی	راز سے پریوں کے تا ہو آگہی
نغمہائے اندرونِ اولیا	اوّلا گوید کہ اے اجزائے لا
نغمہ ہائے قلبِ پاکِ اولیا	پہلے کہتے ہیں کہ اے اجزائے لا
ہیں ز لائے نفی سرہا بر زنید	ویں خیال و وہم یکسو افگنید
سر نکالو اپنے لائے نفی سے	دائرے چھوڑو خیال و وہم کے
کارِ ایشان ست زاں سوئے بری	گر دوت روشن چو جوئی رہبری
معرفت ہے کام سے اِن کے بری	تجھ پہ یہ روشن کرے گی رہبری
ایں ہمہ پوشیدہ در کون و فساد	جانِ باقی تاں نروئید و نزاد
یہ ہیں سب پوشیدہ کون و فساد	روح باقی سے نہیں تم بامراد
گر بگویم شمۂ زاں نغمہا	جانہا سر بر زنند از دخمہا
جزوِ نغمہ بھی اگر ہو جائے عام	مُردے قبروں سے نکل آئیں تمام
گوش را نزدیک کن کاں دور نیست	لیک نقلِ آں بتو دستور نیست
سن وہ دور اتنی نہیں ہے بایقیں	لیک دستور اس کے کہنے کا نہیں
ہیں کہ اسرافیلِؑ وقت اند اولیا	مُردہ را زایشاں حیات ست و نما
ہیں سرافیلؑ اولیائے پاک بھی	اُن سے مُردوں کو نمود زندگی
جانہائے مُردہ اندر گورِ تن	بر جہد ز آوازشاں اندر کفن
مردہ جانیں ہیں جو زیرِ گورِ تن	باہر آئیں پھاڑ کر اپنے کفن
گوید ایں آواز ز آواہا جداست	زندہ کردن کارِ آوازِ خداست
اور کہیں سب سے الگ ہے یہ صدا	زندہ کرنا ہے فقط کارِ خدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶) گروہ جنّ و انساں اگر تم زمینوں اور آسمانوں کے کناروں سے باہر نکل جانے کی قوت رکھتے ہو تو نکل جاؤ، لیکن لطف و تائیدِ خدا کے بغیر تم ہرگز نہیں نکل سکتے ۔

ما بمردیم و بکلی کاستیم ‖ بانگِ حق آمد ہمہ برخاستیم

ہم فسردہ اور مردہ تھے پڑے ‖ بانگِ حق آئی تو پھر سب جی اٹھے

بانگِ حق اندر حجاب و بے حجیب ‖ آں دہد کو داد مریمؑ را ز جیب

بانگِ حق در پردہ ہو یا برملا ‖ دیتی ہے جو کچھ کہ مریمؑ کو دیا

اے فناتاں نیست کردہ زیر پوست ‖ باز گردید از عدم ز آواز دوست

پوست کے نیچے فنا تم ہو گئے ‖ جی اٹھو پھر دوست کی آواز سے

مطلق آں آواز خود از شہ بود ‖ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

وہ صدا مطلق ہے گویا شاہ سے ‖ گو کہ آئے حلق عبد اللہ سے

گفت اورا من زبان و چشمِ تو ‖ من حواس و من رضا و خشمِ تو

کہتا ہے میں ہوں تری چشم و زباں ‖ ہوں حواس اور رنج و راحت بیگماں

رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی ‖ سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

تو ہے بی یسمع بھی بی یبصر بھی تو ‖ سر کا ہے کیا ذکر صاحب سر بھی تو

جو خدا کا ہو جائے ۔ خدا اُس کا ہو جاتا ہے

چوں شدی من کان للہ از ولہ ‖ حق ترا باشد کہ کان اللہ لہ

گر تو ہو جائے خدا کا سربسر ‖ حق بھی ہو جاتا ہے تیرا چشم و سر

۱ اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے: لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل حتی احبیتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ بی یسمع و بی یبصر و بی یمشی و بی یبطش و بی ینطق ٭

۲ حدیث قدسی: الانسان سری من اسراری یعنی انسان میرے اسرار میں سے ایک بھید ہے ٭

۳ من کان للہ کان اللہ لہ ٭

گر توئی گویم ترا گاہے منم … ہر چہ گویم آفتابے روشنم

تجھ کو "تو" سے یا کروں "من" سے خطاب … جو کہوں زیبا۔ کہ ہوں اک آفتاب

ہر کجا تابم ز مشکات دمے … حل شد آنجا مشکلات عالمے

جس دریچے سے کبھی میں چمکا کہیں … مشکلیں دنیا کی سب حل ہو گئیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا … از فروغ ما شود شمس الضحیٰ

جس جگہ تاریکیاں ہوں ناسزا … ہوں ہمارے نور سے شمس الضحیٰ

ظلمتے را کافتابش بر نداشت … از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت

جس اندھیرے سے ہو سورج ناصبور … وہ اندھیرا ہو ہمارے دم سے نور

آدمے را او بخویش اسما نمود … دیگراں را ز آدمؑ اسما می گشود

اس نے آدمؑ کو سکھائے اپنے نام … پھر ہوئے آدمؑ سے بہرہ ور تمام

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو … کایں سبو را ہم مدد باشد ز جو

پانی لے ندی سے یا مٹکے سے لے … پانی مٹکے میں بھی ہے ندی ہی سے

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور … نور مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر

چاند سے لے نور یا خورشید سے … چاند بھی ہے پر ضیا خورشید سے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم … گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم[۱]

ان ستاروں سے تو حاصل کر علوم … ہے نبیؐ کا قول اصحابی نجوم

خواہ از آدم گیر نورش خواہ از و … خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو

آدمی سے یا خود اس سے نور لے … یا کدو سے بادہ لے یا مٹکے سے

کیں کدو با خم بہ پیوست ست سخت … نے چو تو شد آں کدوے نیک بخت

یہ کدو پیوستہ بالکل خم سے ہے … یہ کدو تجھ سا نہیں اے نیک بخت

۱ حدیث مشہور ہے: اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے - ہدایت پاؤ گے

گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ[۱] — والذی یبصر لمن وجھی رایٔ

غور سے سن ۔ ہے یہ قول مصطفیٰ[۱] — پڑھ ذرا طوبیٰ سے لے کر تا برایٔ

چوں چراغے نور شمعے را کشید — ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید

کھینچتا ہے جو چراغ انوارِ شمع — دیکھ لینا اس کا ہے دیدارِ شمع

ہمچنیں تا صد چراغ از نقل شد — دیدن آخر لقائے اصل بد

سو چراغ ایسے ہی ہوں گر یکے بہ یکے — دیدِ آخر اصل ہی کی دید ہے

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں — ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں

جس سے چاہے نور لے اے متقی — نورِ آخر شمع ۔ یہ ہیں ایک ہی

خواہ بیں نور از چراغ آخریں — خواہ بیں نورش ز شمع غابریں

نور کو پچھلے چراغوں کا قبول — یا کہ شمع اولیں سے کر حصول

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

گفت پیغمبر کہ نفحتہائے حق[۲] — اندریں ایام می آرد سبق

قول پیغمبر ہے ۔ نفحت ہائے حق — ان دنوں بھی دیتے رہتے ہیں سبق

گوش ہش دارید ایں اوقات را — در ربائید ایں چنیں نفحات را

طے کرو باہوش ان اوقات کو — اور حاصل کرو ان نفحات کو

نفحہ آمد شما را دید و رفت — ہر کرا می خواست جاں بخشید و رفت

نفحہ آیا تم کو دیکھا اور چلا — زندگی دی جس کو چاہا اور چلا

---

۱ حدیث نبوی[۳]: طوبیٰ لمن رانی والذی یبصر لمن وجھی رایٔ ۔ یعنی اُس کے لئے خوشی ہے جس نے مجھے دیکھا اور اُس کے واسطے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا ۔ ۲ نفحت یا نفحہ بمعنی اچھی خوشبو ، ہوا کا چلنا ، نعمت ۔ کیفیت قلب ۔

نفحۂ دیگر رسید آگاہ باش | تا ازیں ہم وا نمانی خواجہ تاش
آیا نفحہ دوسرا ۔ ہو ہوشیار | اے برادر رہ نہ تو محروم کار

جانِ آتش یافت زاں آتش کشے | جانِ مُردہ یافت از وے جنبشے
جانِ آتش اسکے شعلے سے جلی | جانِ مردہ اس سے ہے زندہ ہوئی

جانِ ناری یافت از وے انطفا | مُردہ پوشید از بقائے او قبا
دوزخی جان اس سے بالکل بجھ گئی | مُردے نے پہنی قبائے زندگی

تازگی و جنبش طوبیٰ ست ایں | ہمچو جنبشہائے خلقاں نیست ایں
اس میں طوبیٰ کی ہے جنبش ۔ تازگی | جنبشیں ہرگز نہیں مخلوق سی

گر در افتد در زمین و آسماں | زہرۂ شاں آب گردد در زماں
یہ زمین و چرخ میں پھیلے اگر | آب ہو دونوں کا زہرہ سربسر

خود ز بیم ایں دمِ بے منتہی | باز خواں فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا[1]
خوف سے جس کے بھر جو ان نفحات کا | پڑھ ذرا فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

ورنہ خود أَشْفَقْنَ مِنْهَا چوں بُدے | گرنہ از بیمش دلِ کہ خوں شدے
ہوتا کیوں أَشْفَقْنَ مِنْهَا کا شکوہ | گر نہ ہوتا خوف سے خوں قلب کوہ

دوش دیگر گونہ ایں می اُو دست | لقمۂ چندے درآمد در بست
کھا بیٹھا سب یہ مجھے کل سب مگر | چند لقموں سے ہوا وہ بند در

بہرِ لقمہ گشت لقمانی گرو | وقت لقمانیست اے لقمہ برو
لقمے نے کی رہن لقمانی مری | لقمے جا ۔ ہے وقت لقمانی بھی

[1] قولہ تعالیٰ: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۔ ترجمہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے اپنی امانت پیش کی مگر ان سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے ۔ اور انسان نے اسکو برداشت کر لیا ۔ بیشک انسان ظالم اور جاہل ہے ۔ [2] یعنی نفحۂ الٰہی

از ہوائے لقمۂ این خارخار　　از کف لقمان برون آرید خار

یہ اذیت ہے ہوائے لقمہ سے　　ہاتھ سے لقمان کے کانٹا کھینچیے

در کف او خار و سایش نیز نیست　　لیک تان از حرص آن تمییز نیست

خار کیسا - اس کا سایہ بھی نہیں　　حرص میں اندھا ہوا تو بالیقیں

خار دان آن را کہ خرما دیدۂ　　زانکہ بس نان کور و بس نادیدۂ

جس کو سمجھے ہو چھوہارا وہ ہے خار　　کیونکہ اندھوں نے نہیں دیکھی بہار

جان لقمان کہ گلستان خداست　　پائے جانش خستۂ خارے چراست

جان لقمان ہے گلستان خدا　　پاؤں میں کانٹا ہے کیوں الجھا ہوا

اشتر آمد این وجود خار خوار　　مصطفیٰ زادے برین اشتر سوار

اک شتر ہے یہ وجود زار و خوار　　مصطفیٰ زادہ ہے اک اس پر سوار

اشترا تنگ گلے بر پشت تست　　کز نسیمش در تو صد گلزار رُست

پشت پر خر دار گل کے بار ہیں　　جن کی بو سے تجھ میں سو گلزار ہیں

میل تو سوئے مغیلان ست و ریگ　　تا چہ گل چینی ز خار مُردہ ریگ

ہے ببول اور ریت میں تیرا خیال　　خار سے تو پھول چننا ہے محال

اے بگشتہ زیں طلب بر کو بکو　　چند گوئی آن گلستان کو و کو

بھٹکا پھرتا ہے طلب میں کو بکو　　اس گلستاں کی یہ کب تک جستجو

پیش ازاں کین خار پا بیرون کنی　　چشم تاریکست جولان چون کنی

پاؤں سے کانٹا نہ جب تک ہو رہا　　آنکھ نابینا ہے تو دوڑے گا کیا

آدمی کو می نگنجد در جہاں　　در سر خارے ہمے گردد نہاں

جو نہ دنیا میں سما سکتا ہو ہاں　　ایک کانٹے میں وہ ہوتا ہے نہاں

؎ رد ح مومن - یہ اُس حدیث مشہور کی طرف اشارہ ہے جو حضرت امام حسنؓ کی شان میں وارد ہے کہ "نعم الراکب و نعم الجمل" یعنی سوار بھی اچھا ہے اور اونٹ بھی اچھا +

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی   کلمینی یا حمیرا کلمی

مصطفیٰ ﷺ کرتے تھے جب دم ہمدمی   بول اٹھتے یا حمیرا رضی اللہ عنہا کلمی

اے حمیرا رضی اللہ عنہا آتش اندر نہ تو نعل   تا ز نعل تو شود این کوہ لعل

اے حمیرا! رکھ دے تو آتش میں نعل   تا ہو تیری نعل سے یہ کوہ لعل

این حمیرا لفظ تانیث و جاں   نام تانیثش نہند این تازیاں

یہ حمیرا ہے مؤنث اور لقب   کہتے ہیں عورت اسے اہل عرب

لیک از تانیث جاں را باک نیست   روح را با مرد و زن اشراک نیست

جاں کو تانیث سے ہو باک کیا   مرد و زن سے روح کا اشراک کیا

از مؤنث وز مذکر برتر است   این نہ آں جانست کز خشک و تر است

ہے مذکر اور مؤنث سے بری   یہ نہیں ہے جان خشکی و تری

این نہ آں جانست کافزاید ز ناں   یا گہے باشد چنیں گاہے چناں

یہ نہیں وہ جاں جو کھانے سے بڑھے   یا کبھی ایسی کبھی ویسی رہے

خوش کنندست و خوش و عین خوشی   بے خوشی نبود خوشی اے مرتشی

خوش ہے خود خوش ساز ہے اور خود خوشی   بے خوشی کب ہو خوشی اے مدعی

چوں تو شیریں از شکر باشی بود   کاں شکر گاہے ز تو غائب شود

گر شکر ہے تیری شیریں زندگی   یہ ہے ممکن ہو شکر غائب کبھی

چوں شکر گردی ز تاثیر وفا   پس شکر کے از شکر گردد جدا

گر شکر کر دے تجھے ذوق وفا   پھر شکر سے ہو شکر کیونکر جدا

سلہ حمیرا۔ زن سرخ رنگ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آزردہ ہوتے تھے تو حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! باتیں کرو" ۔

سلہ کوہ وجود ۔

زہر محض ست آنکہ باشد بے وفا ۔ ھَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَفَا

بے وفا ہے زہر بالکل اے فتا ۔ اُس سے بہتر دے ہمیں یارب وفا

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق ۔ عقل آنجا گم شود گم اے رفیق

مے ملے عاشق کو حق سے جب غذا ۔ عقل ہوتی ہے وہاں گم اے فتا

عقل جزوی عشق را منکر بود ۔ گرچہ بنماید کہ صاحب سِر بود

عقل منکر عشق کی ہے سربسر ۔ صاحبِ سِر گرچہ آتی ہے نظر

زیرک و داناست اما نیست نیست ۔ تا فرشتہ لا نشد اہرمنیست

وہ ہے زیرک لیکن اس میں جان ہے ۔ گر نہیں فانی ۔ ملک شیطان ہے

او بقول و فعل یارِ ما بود ۔ چوں بحکم حال آئی لا بود

قول میں اور فعل میں گو یار ہے ۔ اعتبارِ حال سے ہے ہیچ شے

لا بود چوں او نشد از نیست نیست ۔ زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست

جو نہیں ہے نیست وہ طبعاً ہے لا ۔ جو نہیں طوعاً فنا کرہاً ہے لا

جاں کمال ست و ندائے او کمال ۔ مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلال

جاں ہے کامل اور ندا اس کی کمال ۔ کہتے تھے حضرت ارحنا یا بلالؓ

اے بلالؓ افراز بانگ سلسلت ۔ زاں دمے کاندر دمیدم در دلت

ہاں سُنا دے وہ صدا اے خوش مقال ۔ میں نے جو پھونکی ہے تجھ میں اے بلالؓ

اے بلالؓ ایں گلبنت را جاں سپار ۔ خیز بلبل وار جاں می کن نثار

اے بلالؓ اس باغ کو دے جان زار ۔ مثلِ بلبل اُٹھ کے جاں کر دے نثار

زاں دمے کادم ازو مدہوش شد ۔ ہوش اہل آسماں بیہوش شد

اس صدا سے جس سے آدمؑ مست تھا ۔ ہوشِ اہلِ آسماں جاتا رہا

ل بخوشی ۔ ۲ مجبوراً ۔ ۳ یعنی اے بلالؓ ہمیں اپنی اذان اور آواز سنا کر فرحت پہنچا ۔

مصطفیٰ بیخویش شد زان خوب صوت　　شد نمازش از شب تعریس فوت
ہو گئے بے خود صدا سے مصطفیٰؐ　　ہو گئی اس شب نماز ان کی قضا

سر ازاں خواب مبارک برنداشت　　تا نماز صبحدم آمد بچاشت
محو خواب پاک تھے خیرالوریٰؐ　　اور نماز صبح کو دن چڑھ گیا

در شب تعریس پیش آں عروس　　یافت جانِ پاکِ ایشاں دستبوس
تھی شب تعریس کرتی یہ عروس　　اُن کی روح باصفا سے دست بوس

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر　　گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
عشق و جاں دونوں ہیں پنہاں دیکھنا　　عیب کیا ہے گر عروس اس کو کہا

از ملال یار خامش کردمے　　گر ہم او مہلت بدادے یکدمے
بس تو چپ ہوتا ملال یار سے　　گر وہ دیتا مہلت اک دم کی مجھے

لیک میگوید بگو ہیں عیب نیست　　جز تقاضائے قضائے غیب نیست
وہ تو کہتا ہے کہو ہے عیب کیا　　ہے یہی ہاں ہاں تقاضا غیب کا

عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب　　عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عیب ہے آئے نظر گر حریف عیب　　عیب کیوں دیکھےگی جانِ پاک غیب

عیب شد نسبت بمخلوق جہول　　نے بہ نسبت با خداوند قبول
عیب کو نسبت ہے جاہل خلق سے　　کب خدا سے کوئی نسبت ہے اسے

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست　　چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست
اُس سے نسبت ہو تو حکمت کفر ہے　　ہم سے نسبت ہو تو آفت کفر ہے

ور یکے عیبے بود با صد صفات　　بر مثال چوب باشد در نبات
ہوں کسی میں ایک عیب اور سو صفات　　ایسا ہے جیسا کہ تنکا اور نبات

۱ شب تعریس یعنی وہ رات جب آنحضرتؐ خیبر سے واپس تشریف لائے۔ ۲ یعنی جیسے مصری میں تنکا جسے عیب نہیں سمجھا جاتا اور جو اکثر مصری کے کوزوں میں لگایا جاتا ہے۔

در ترازو ہر دو را یکساں کشند — زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند

تلتے ہیں کانٹے میں دونوں ایک ساں — کیونکہ دونوں ہو گئے ہیں جسم و جاں

پس بزرگاں ایں نگفتند از گزاف — جسمِ پاکاں ہمچو جاں افتاد صاف

کچھ نہیں قولِ بزرگاں میں گزاف — جسم ہے پاکوں کا مثلِ روح صاف

گفتِ شاں و فعلِ شاں و ذکرِ شاں — جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں

ان کا ذکر اور انکا فعل اور گفتگو — جانِ مطلق ہے سراسر مو بمو

جانِ دشمن دارِ شاں جسمیست صرف — چوں زیاد[1] از نرد او اسمیست صرف

جسم ہے صرف ان کی جانوں سے مراد — نرد میں ہے نام کو جیسے زیاد

آں بخاک اندر شد و کل خاک شد — ایں نمک اندر شد و کل پاک شد

خاک میں جب مل گئی گل خاک ہے — اس نمک میں جب ملی کل پاک ہے

آں نمک کز وے محمدؐ املح ست — زاں حدیثِ با نمک او افصح ست

وہ نمک جس سے محمدؐ ہیں ملیح — اس لئے ان کی حدیثیں ہیں فصیح

ایں نمک باقی ست از میراثِ او — با تو اند آں وارثانِ او بجو

ہے نمک باقی اسی میراث سے — وارث اس کے ہیں تجھی میں ڈھونڈ لے

پیش تو بنشستہ ترا خود پیش کو — پیش ہستت جانِ پیش اندیشِ او

دیکھ وہ بیٹھے ہیں تیرے رو برو — ہے مگر کب تجھ میں حسِ جستجو

گر تو خود را پیش و پس گیری گماں — بستۂ جسمی و محرومی ز جاں

پیش و پس کا گر کیا تو نے گماں — قید ہی جسم اور ہے محروم جاں

زیر و بالا پیش و پس وصفِ تن ست — بے جہتہا زاں جہانے روشن ست

نیچے اوپر پیش و پس ہے وصفِ تن — بے جہت ہے جانِ روشن جانِ من

[1] نرد کی سات بازیوں میں سے ایک بازی کا نام ہے۔

برگشا از نورِ پاکِ شہ نظر	تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
نورِ پاکِ شاہ پر کر اک نظر	تا نہ سمجھے صورت کو تہ نظر
گر ہمینی در غم و شادی و بس	اے عدم کو مر عدم را پیش و پس
ہیں غم و شادی کا اک پیکر ہوں بس	اے عدم کیا ہے عدم کی پیش و پس
از وجود و از عدم گر بگذری	از حیاتِ جاودانی بر خوری
نیستی ہستی سے تو گزرے اگر	ہو حیاتِ دائمی سے بہرہ ور
روز باران ست می رو تا بہ شب	نے ازیں باراں ازاں بارانِ رب
دن ہے بارش کا چلا چل تا بہ شب	یہ نہیں مینہ بلکہ وہ بارانِ رب
ہست باراں ہا جزایں باراں بداں	کہ نمی بیند ورا جز چشمِ جاں
اور باراں بھی ہیں اس مینہ کے سوا	روح جن کو دیکھتی ہے برملا
چشمِ جاں را پاک کن نیکو نگر	تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
چشمِ جاں کو پاک کرکے غور کر	سبزہ اُس باراں سے تا لگے نظر

حضرت عائشہؓ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

مصطفیٰؐ روزے بگورستاں برفت	با جنازہ مردے از یاراں برفت
پہنچے قبرستان اک دن مصطفیٰؐ	تھا جنازہ اک رفیقِ خاص کا
خاک را در گورِ او آگندہ کرد	زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
قبر کو مٹی سے ان کی بھر دیا	زیرِ خاک اس دانے کو زندہ کیا
ایں درختانند ہمچو خاکیاں	دستہا بر کردہ اند از خاکداں
خاکیوں سے پیڑ ہیں ہلتے ہوئے	خاکداں سے ہاتھ پھیلائے ہوئے
سوئے خلقاں صد اشارت می کنند	وانکہ گوشستش عبارت می کنند
سو اشارے کر رہے ہیں خلق سے	سنتے ہیں وہ کان ہیں جن کو ملے

تیز گوشاں از ایشاں بشنوند | غافلاں آواز ایشاں نشنوند
سننے والے سنتے ہیں ان کی نوا | اور غافل سن نہیں سکتے صدا

با زبان سبز و با دست دراز | از ضمیر خاک می گویند راز
ہے زباں سبز اور ہاتھ ان کے دراز | خاک کے دل کا بیاں کرتے ہیں راز

ہمچو بطاں سر فرو بردہ بآب | گشتہ طاؤساں و بودہ چوں غراب
مثل بط رہ رہ کے پانی سے نکلے | بن گئے طاؤس وہ کوے جو تھے

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد | آں غراباں را خدا طاؤس کرد
گو انہیں جاڑوں میں قیدی سا رکھا | اور کووں کو خدا نے کر دیا

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ | زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
گو کہ جاڑوں میں انہیں اک موت دی | پھر بہاروں میں عطا کی زندگی

منکراں گویند ہست ایں خود قدیم | ایں چرا بندیم بر رب کریم
کہتے ہیں منکر کہ یہ خود ہیں قدیم | یہ نہیں وابستۂ رب کریم

جملہ پندارند ایں خود دائم ست | وز قدم ایں جملہ عالم قائم است
سب یہ کہتے ہیں کہ یہ ہے جاوداں | اور قائم ہے قدم سے کل جہاں

کوری ایشاں درون دوستاں | حق برویانید باغ و بوستاں
وہ ہیں اندھے اور قلب دوستاں | فضل خالق سے ہیں باغ و بوستاں

ہر گلے کاندر درون بویا بود | آں گل از اسرار کل گویا بود
پھول جو کھلتا ہے اندر قلب کے | وہ اٹھا دیتا ہے پردے راز سے

بوئے ایشاں رغم انف منکراں | گرد عالم می رود پردہ دراں
انکی بو برعکس قول منکراں | پھر رہی ہے پردہ در گرد جہاں

منکراں ہمچوں جعل زاں بوئے گل | یا چو نازک مغز از بانگ دہل
مثل کیڑے کے جو ہے بیزار باغ | یا ہو برہم ڈھول سے نازک دماغ

خویشتن مشغول میسازند و غرق ۔ چشم می دوزند از لمعانِ برق

اپنے کو رکھتے ہیں وہ مشغول و غرق ۔ دیکھ سکتے ہی نہیں لمعانِ برق

چشم می دوزند و آنجا چشم نے ۔ چشم آں باشد کہ بیند ماھنے

بند آنکھیں کرتے ہیں آنکھیں کہاں ۔ وہ ہیں آنکھیں جو ہوں جویائے اماں

چوں زگورستان پیمبرؐ بازگشت ۔ سوئے صدیقہؓ شد و ہمراز گشت

جب پیمبرؐ لوٹے قبرستان سے ۔ عائشہ صدیقہؓ کی جانب گئے

چشم صدیقہؓ چو بر رویش فتاد ۔ پیش آمد دست بر وے می نہاد

دیکھا صدیقہؓ نے روئے مصطفیٰؐ ۔ آگے آئیں ہاتھ چہرے پر رکھا

بر عمامہ و روئے او و موئے او ۔ بر گریبان و برو بازوئے او

دیکھ پھر عمامہ کو اور بال بھی ۔ اور گریباں اور بازوئے نبیؐ

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب ۔ گفت باراں آمد امروز از سحاب

پوچھا ہے یہ جستجو کس بات کی ۔ بولیں مینہ برسا تھا یا حضرتؐ ابھی

جامہایت می بجویم در طلب ۔ تر نمی بینم ز باراں اے عجب

دیکھ کر کپڑوں کو سرگرداں ہوں میں ۔ مینہ سے کیوں بھیگے نہیں حیراں ہوں میں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار ۔ گفت کردم آں ردائے تو خمار

پوچھا کیا ڈالا تھا سر پر عائشہؓ ۔ بولیں حضرتؐ آپ کی تھی اک ردا

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب ۔ چشم پاکت را خدا باران غیب

بس یہی تھی وجہ بولے مصطفیٰؐ ۔ غیب کا مینہ تجھ پہ ظاہر ہو گیا

نیست آں باراں ازیں ابر شما ۔ ہست ابرِ دیگر و دیگر سما

یہ تمہارے بادلوں کا مینہ کہاں ۔ ابر ہے اور اور ہے وہ آسماں

اینچنیں باراں ز ابر دیگر ست ۔ رحمت حق در نزولش مضمر ست

ابرِ دیگر سے وہ باراں ہے عیاں ۔ رحمتِ حق اُس کی بارش میں نہاں

حکیم سنائیؒ کے کلام کی تفسیر

آسمانہاست در ولایتِ جاں کار فرمائے آسمانِ جہاں

در رہِ روح پست و بالاہاست کوہہائے بلند و صحراہاست

ترجمہ :- روح کی ولایت میں کچھ ایسے آسمان ہیں جو اس دنیا کے آسمان پر حکمراں ہیں۔ روح کے راستے میں پستی، بلندی، بلند پہاڑ اور جنگل سب کچھ ہیں ✣

بشنو از قولِ سنائیؒ در رموز	معنیے تا واقف آئی بر کنوز
سن ذرا قولِ سنائیؒ غور سے	تاکہ معنی کا خزانہ کھول دے
گر تو بکشائی ز باطن دیدہ	زود یابی سرمۂ بگزیدہ
کھول دے باطن کی تو آنکھیں اگر	سرمۂ نایاب ہے ہو بہرہ ور
پیرِ دانا اندریں رمزے کہ گفت	در حقیقت زیں صدف درے بسفت
پیرِ دانا نے جو کچھ رمزاً کہا	فی الحقیقت گوہر اس سیپی کا تھا
غیب را ابرے و آبے دیگرست	آسمان و آفتابے دیگرست
غیب کے کچھ اور ہی ہیں ابر و آب	آسماں کچھ اور ہے کچھ اور آفتاب
ناید آں الا کہ بر خاصاں پدید	باقیاں فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْد
خاص لوگوں کو ہوا کرتی ہے دید	باقی سب فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْد

لہ قولہ تبارک و تعالیٰ عز و جل: اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ" (سورہ ق) ترجمہ: کیا ہم مخلوق کو بار اول پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں؟ ہرگز نہیں تھکے! تو پھر مخلوقِ جدید پیدا کرنے سے بھی نہیں تھک سکتے ✣

ہست باراں از پئے پروردگی ہست باراں از پئے پژمردگی
بارشیں ہیں تازگی کے واسطے اور رہی پژمردگی کے واسطے

نفع باران بہارے بوالعجب باغ را باران پائیزی چو تب
نفع ہے ابر بہاری کا عجب اور خزاں ہیں باعث رنج و تعب

آں بہارے ناز پروردش کند ویں خزانی ناخوش و زردش کند
ناز پرور بارش ابر بہار اور خزاں رکھتی ہے زرد و ناگوار

ہمچنیں سرما و باد و آفتاب بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
ایسے ہی سردی ہو، سورج یا ہوا سب میں ہے فرق و تفاوت برملا

ہمچنیں در غیب انواع ست ایں در زیان و سود در رنج و غبیں
ایسے ہی انواع ہیں کچھ غیب کے نفع و نقصان رنج و راحت کے لیے

ایں دم ابدال باشد زاں بہار در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
ہیں نفس ابدال کے فصل بہار جان و دل میں پھولتا ہے سبزہ زار

فعل باران بہاری با درخت آید از انفاس شاں با نیک بخت
فیض جو پیڑوں کو دے فصل بہار ان کے وہ انفاس سے ہے آشکار

گر درخت خشک باشد در مکاں عیب آں از باد جاں افزا مداں
ہو مکاں میں خشک اگر کوئی درخت وہ رہا غائب ہوا سے کور بخت

باد کار خویش کرد و بر وزید آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
کر گئی کام اپنے کرنے کا ہوا جس میں تھی کچھ جاں اثر اس پر کیا

و آنکہ جامد بود خود واقف نشد وائے آں جانے کہ او عارف نشد

جو فسردہ تھا رہا وہ بے اثر
ہائے افسوس اس پہ جو ہے بے خبر

بہار کی سردی اور خزاں کی ٹھنڈک

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من	دور کن از خویشتن انکار و ظن
قولِ پیغمبر کا سُن اے جانِ من	دور کر دے خدشۂ انکار و ظن
گفت پیغمبر ز سرمائے بہار	تن مپوشانید یاراں زینہار
ہے نشاطِ روح سرمائے بہار	تن نہ ڈھانکو اس سے، یارو زینہار
زانکہ با جانِ شما آں می کند	کاں بہاراں با درختاں می کند
یہ وہی کرتی ہے سب جانوں کے ساتھ	جو بہاریں کرتی ہیں پیڑوں کے ساتھ
پس غنیمت باشد آں سرمائے او	در جہاں بر عارفانِ وقت جو
بس غنیمت ہے یہ سرمائے بہار	عارفوں کے واسطے ہے ہوشیار
در بہاراں جامہ از تن برکنید	تن برہنہ جانبِ گلشن روید
ان بہاروں میں برہنہ تن رہو	تن برہنہ جانبِ گلشن چلو
لیک بگریزید از بادِ خزاں	کاں کند کاں کرد با باغ و رزاں
اور بچو اس سے کہ ہے فصلِ خزاں	باغ اور انگور کو نقصاں رساں
راویاں ایں را بظاہر بردہ اند	ہم براں صورت قناعت کردہ اند
راویوں نے اس کے ظاہر کو لیا	بات جو ظاہر تھی حصر اس پہ کیا
بے خبر بودند از سرّ آں گروہ	کوہ را دیدہ ندیدہ کانِ کوہ
بھید سے نا آشنا تھا وہ گروہ	کوہ دیکھا اور نہ دیکھی کانِ کوہ
آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست	عقل و جاں ہمچوں بہارست و بقاست
ہے خزاں نزدِ خدا نفس و ہوا	عقل و جاں مثلِ بہار و بقا
گر ترا عقلیست جزوی در نہاں	کاملُ العقلے بجو اندر جہاں
تجھ میں کچھ بھی ہے اگر عقل نہاں	ڈھونڈ کامل عقل والے کو یہاں

جزوِ تو از کُلِ او کُلّے شود ۔۔۔ عقلِ کل بر نفس چوں غُلّے[۱] شود
جزو تیرا کل سے اس کے کل بنے ۔۔۔ عقل تیرے نفس کو اک غُل بنے

پس تاویل این بود کانفاس پاک ۔۔۔ چوں بہارست و حیات برگ و تاک
ہے یہی تاویل جو ہیں نفس پاک ۔۔۔ ہیں بہار اور زندگی اور برگ تاک

از حدیثِ اولیا نرم و درشت ۔۔۔ تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت
قول نرم و گرم سے ولیوں کے آہ ۔۔۔ تن نہ ڈھک وہ بہر ایماں ہیں پناہ

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر ۔۔۔ تا ز گرم و سرد بجہی وز سعیر
جان گرم و سرد اُن کا خوشگوار ۔۔۔ تا ہو گرم و سرد سے آزادِ نار

گرم و سردش نو بہارِ زندگی ست ۔۔۔ مایۂ صدق و یقین بندگی ست
گرم و سرد ان کا ہے لطف زندگی ۔۔۔ مایۂ صدق اور یقین بندگی

زانکہ زاں بستان جانہا زندہ ست ۔۔۔ زاں جواہر بحرِ دل آگندہ ست
کیونکہ اُن باغوں سے جانیں زندہ ہیں ۔۔۔ موتیوں سے بحرِ دل رخشندہ ہیں

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود ۔۔۔ گر ز باغِ دل خلالے کم شود
عاقلوں کے دل پہ گذریں لاکھ غم ۔۔۔ باغِ دل سے ہو جو اک تنکا بھی کم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضہ کا سوال

پس سوالش کرد صدیقہ رضہ ز صدق ۔۔۔ با خشوع و با ادب از جوشِ عشق
پھر یہ صدیقہ رضہ نے پوچھا با طرب ۔۔۔ جوشِ الفت سے بصد عجز و ادب

کاے خلاصہ ہستی و زبدہ وجود ۔۔۔ حکمتِ بارانِ امروزی چہ بود
اے مرادِ کائنات و شش جہت ۔۔۔ آج کی بارش میں تھی کیا مصلحت

---

[۱] طوق گلو ۔

ایں زبارانہائے رحمتہاست یا — بہر تہدیدات و عدل کبریا
آج کی بارش تھی رحمت آشنا — یا برائے خوف و انصاف خدا

ایں ازاں لطفِ بہاریات بود — یا ز پائیزی پر آفات بود
اس میں پوشیدہ تھے الطاف بہار — یا خزاں کی آفتیں تھیں آشکار

گفت ایں از بہر تسکین غمست — کز مصیبت بر نژادِ آدم است
بولے حضرتؐ اس میں تھی تسکین غم — کیونکہ آدمؑ زاد ہے وقفِ الم

گر براں آتش بماندے آدمی — بس خرابی او فتادے و کمی
گر اسی آتش میں رہتا آدمی — پس بہت ہوتی خرابی اور کمی

ایں جہاں ویراں شدے اندر زماں — حرصہا بیروں شدے از مردماں
یہ جہاں ویران ہوتا دفعتاً — حرص دل سے دور ہوتی جان من

استنِ ایں عالم اے جاں غفلت ست — ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست
ہے ستوں پر کاہلی کے یہ جہاں — مستعدی اک بلا ہے بیگماں

ہوشیاری زاں جہانست و چو آں — غالب آید پست گردد ایں جہاں
مستعدی اس جہاں کی ہے کہ جو — پست کر دیتی ہے غفلت زار کو

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ — ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ
حرص ہے یخ مستعدی آفتاب — میل دنیا مستعدی مثل آب

زاں جہاں اندک ترشح می رسد — تا نخیزد در جہاں حرص و حسد
اک ترشح اس جہاں سے ہو کے یاں — سب بٹھا دیتا ہے حرص اور خفگیاں

گر ترشح بیشتر گردد ز غیب — نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب
ہو ترشح غیب سے گر بیشتر — عیب ہو باقی نہ دنیا میں ہنر

ایں ندارد حد سوئے آغاز رو — سوئے قصہ مرد چنگی باز رو
حد نہیں اس کی سوئے آغاز جا — داستان مرد چنگی سن ذرا

مطرب چنگی کی داستان

مطربی کز وی جہان شد پر طرب — رستہ ز آوازش خیالات عجب
وہ طرب افروز مطرب خوش لقب — جس سے پیدا اٹھتے خیالات عجب

از نوایش مرغ دل پرّاں شدے — وز صدایش ہوش جاں حیراں شدے
مرغ دل اڑتا تھا سن کر وہ نوا — جان کو حیران کرتی تھی صدا

چوں برآمد روزگار و پیر شد — باز جانش از عجز پشہ گیر شد
وقت گذرا جب ہوا کمزور و پیر — ہو گیا باز اس کی جاں کا پشہ گیر[۱]

باز چہ گر پیل باشد بے گماں — پشہ اش سازد ضعیف و ناتواں
باز کیا ہاتھی بھی ہو گر بے گماں — ایک مچھر کر دے اس کو ناتواں

پشت او خم گشت ہمچوں پشت خم — ابرواں بر چشم ہمچوں پاردم
مثل خم خم ہو گئی اس کی کمر — اور بھویں دمچی بنیں جھک گھوم کر

گشت آواز لطیف جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
ہو گئی اس کی لطیف آواز بھی — بے اثر مکروہ نازیبا بُری

آں نوا کہ رشک زہرہ آمدہ — ہمچو آواز خر پیرے شدہ
جو صدا زہرہ سے بھی تھی خوش گوار — پیر خر جیسی ہوئی زشت اور خوار

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد
کون سا خوش دل تھا جو ناخوش نہیں — تھی جو چھت اک دن بنی فرش زمیں

غیر آواز عزیزاں در صدور — کہ بود از عکس دمشاں نفخ صور
ہیں صدائیں عارفوں کی اس سے دور — عکس ہے جن کی صدا کا نفخ صور

۱؎ مچھر پکڑنے والا۔ یعنی ایسا عاجز ہوا کہ بڑے بڑے شکار مارنے بھول گیا۔

۲؎ یعنی تغیر سے۔

آں درونے کایں رونہاست ازو　　نیستے کایں ہستہا ہست ازو
وہ دل ایسے جن سے سب دل ست ہیں　　نیست ایسے جن سے ہم سب ہست ہیں

کہربائے[۱] فکر دہر آواز او　　لذت الہام و وحی و ساز او
کہربائے فکر دہر آواز ہے　　لذت الہام و وحی و ساز ہے

چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف　　شد ز بے کسبی رہین یک رغیف
پیر مطرب جب ہوا یوں ناتواں　　ہو گیا افلاس سے محتاج ناں

گفت عمر و مہلتم دادی بسے　　لطفہا کردی خدایا با خسے
یوں لگا کہنے۔ کہ اے میرے خدا　　عمر اتنی دی کرم تو نے کیا

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال　　باز نگرفتی زمن روزے نوال
میں رہا گمراہ ستر سال تک　　اور تو دیتا رہا نان و نمک

نیست کسب امروز مہمان توام　　چنگ بہر تو زنم کان توام
مفلسی میں اب ترا مہماں ہوں　　چنگ زن تیرے لئے ہر آن ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جو　　سوئے گورستان یثرب آہ گو
چنگ اٹھایا آسرا حق پر کیا　　سوئے قبرستان یثرب چل دیا

گفت خواہم از حق ابریشم[۲] بہا　　کو بہ نیکوئی پذیرد قلبہا
اور کہا ریشم کی قیمت دے خدا　　تو نوازش دل پہ کرتا ہے سدا

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد　　چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
پھر بجا کر چنگ وہ با چشم تر　　چنگ زیر سر گرا اک قبر پر

خواب بردش مرغ جانش از حبس رست　　چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
مرغ جاں پر خواب نے غلبہ کیا　　چھوڑ کر چنگ اور چنگی کو چلا

۱؎ یعنی خیال و فکر کو کھینچنے والی ۔

۲؎ چنگ نوازی سے مراد ہے ۔

گشت آزاد از تن و رنج جہاں ۔۔۔ در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
رنج و غم سے گر ہوا اس کا گذر ۔۔۔ سادہ دنیا اور دشتِ روح پر

جانِ او آنجا سرایاں ماجرا ۔۔۔ کاندریں جا گر بماندندے مرا
روح اس کی اس جگہ تھی نغمہ زا ۔۔۔ مجھ کو رکھتا گر یہاں تو اے خدا

خوش بدے جانم ازیں باغ و بہار ۔۔۔ مست ایں صحرائے غیب لالہ زار
خوش میں رہتی دیکھ کر باغ و بہار ۔۔۔ مست رکھتا غیب کا یہ لالہ زار

بے پر و بے پا سفر می کردمے ۔۔۔ بے لب و دنداں شکر می خوردمے
بے پر اور بے پاؤں میں کرتی سفر ۔۔۔ بے لب و دنداں میں کھا لیتی شکر

ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ ۔۔۔ کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ
رنج کیوں ہوتا دماغ فکر میں ۔۔۔ آسماں والوں سے رہتیں چھیڑیں

چشم بستہ عالمے می دیدمے ۔۔۔ ورد و ریحاں بے کفے می چیدمے
چشم بستہ دیکھتی میں یہ سماں ۔۔۔ میں گل و ریحاں بھی چنتی بے گماں

مرغ آبی غرق دریائے عسل ۔۔۔ عین ایوبی شراب مغتسل[1]
مرغ کھا دہ غرق دریائے عسل ۔۔۔ عینِ ایوبی شراب مغتسل

کہ بدو ایوبؑ را پا تا بفرق ۔۔۔ پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
پاؤں سے سر تک وہ ایوبؑ غیور ۔۔۔ ہو گئے رنجوں سے فارغ مثلِ نور

گر بود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست ۔۔۔ نیست نزد آں جہاں جز تنگ و پست
ہو جو دس حصے بھی اونچا آسماں ۔۔۔ عالمِ ارواح کا ہمسر کہاں

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جل: اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۔ یعنی اے ایوبؑ زمین پر پاؤں مار، یہیں وہ چشمہ نکلیگا، جس میں غسل کرنے سے تجھے شفا ہو جائیگی، اور جس کا پانی گوارا ہوگا۔

مثنوی در حجم اگر بودے چو چرخ | در نگنجیدے درین زاں نیم برخ
مثنوی گر حجم میں ہو آسماں | اس کے اک ٹکڑے کی گنجائش کہاں

کاں زمین و آسمان بس فراخ | کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
وہ زمین و آسماں گو ہیں فراخ | پھر بھی تنگی سے جگر تھا شاخ شاخ

وین جہانے کاندریں خوابم نمود | از گشایش پر و بالم را گشود
یہ جہاں جو خواب میں آیا نظر | کھل گئے ہیں اس سے میرے بال و پر

آں جہان و راہش ار پیدا بُدے | کم کسے یک لحظہ در اینجا بُدے
راستے اس کے جو ہوتے آشکار | کون اک لحظہ یہاں کرتا قرار

حضرت عمرؓ کو خواب میں بشارت ہونا

امر می آمد کہ ہیں طامع مشو | چوں ز پایت خار بیروں شد برو
حکم آیا ہو نہ طامع بے گماں | تیرا نکلا پاؤں سے ہو جا رواں

مول مولی می زد آنجا جان او | در فضائے رحمت و احسان او
تھا قرار اس وقت اس کی جان کو | تھی فضائے رحمت و احساں میں جو

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت | تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت
خواب سے اس دم عمرؓ بے بس ہوئے | نیند کے جھونکے انہیں آنے لگے

در عجب افتاد کایں معہود نیست | ایں ز غیب افتاد بے مقصود نیست
وہ تھے حیراں کیوں یہ بے معہود ہے | حق کو اس سے کچھ نہ کچھ مقصود ہے

سر نہاد و خواب بردش خواب دید | کامدش از حق ندا جانش شنید
خواب اک طاری عمرؓ پر ہو گیا | گوش جاں سے یہ سنی حق کی صدا

لہ خلاف معمول ۔

این ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست — خود ندا آنست و این باقی صداست
وہ ندا ہے اصل ہر بانگ و نوا — وہ ندا ہے اور باقی ہیں صدا

ترک و کرد و پارسی گو و عرب — فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
ترک و کُرد و اہلِ فارس اور عرب — سنتے ہیں سب وہ ندا بے گوش و لب

خود چہ جائے ترک و تاجیک ست و زنگ — فہم کردست آں ندا را چوب و سنگ
کیا عرب کیا ترک کیا تاجیک و زنگ — سب اسے سنتے ہیں اور پھر چوب و سنگ

ہر دمے از وے ہمی آید الست — جوہر و اعراض میگردند ہست
ہر گھڑی آتی ہے آوازِ الست — عرض و جوہر جس سے سب ہوتے ہیں ہست

گر نمی آید بلیٰ زایشاں و لے — آمدن شاں از عدم باشد بلیٰ
گو بلیٰ کہنا نہیں کوئی فتا — ہے عدم سے ان کا آنا ہی بلیٰ

آنچہ گفتم از آشنائی سنگ و چوب — در بیانش قصۂ ہشدار خوب
اور اشارہ ہے جو سنگ و چوب کا — داستاں رکھ قصے میں اس کا برملا

رسول اللہ کے فراق میں ستونِ حنّانہ کا نوحہ کرنا

استن حنّانہ از ہجر رسولؐ — نالہ می زد ہمچو ارباب عقول
ہجرِ پیغمبرؐ میں حنّانہ ستون[1] — مثلِ انساں نالہ زن تھا اور زبون

در میان مجلس وعظ آنچناں — کز وے آگہ گشت ہم پیر و جواں
وعظ کی مجلس میں یوں تھا نوحہ خواں — ہو گئے آگاہ سب پیر و جواں

در تحیر ماندہ اصحاب رسولؐ — کز چہ می نالد ستوں با عرض و طول
سن کے اصحابِ نبیؐ حیراں تھے — روتا ہے بے جاں ستوں یہ کس لئے

[1] وہ ستون جس سے پیٹھ لگا کر آنحضرت صلعم خطبہ و وعظ فرمایا کرتے تھے۔

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں	گفت جانم از فراقت گشت خوں
پوچھا پیغمبر نے کیا ہے لے ستوں	بولا غم سے ہجر کے ہے جان خوں
از فراق تو مرا چوں سوخت جاں	چوں ننالم بے تو اے جان جہاں
ہجر سے تیرے جلی ہے میری جاں	کیوں نہ روؤں بے ترے جان جہاں
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی
آپ کی مسند تھا میں پر چھوڑ کر	آپ منبر کی ہوئے رونق اُدھر
پس رسولش گفت کاے نیکو درخت	اے شدہ با سر تو ہمراز بخت
بولے پیغمبر کہ اے اچھے درخت	آج ہے تجھ سے ترا ہمراز بخت
گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند	شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
تو جو چاہے تجھ کو زور نخل دیں	شرقی و غربی ترا میوہ چنیں ۲۲
یا دراں عالم حقت سروے کند	تا تر و تازہ بمانی تا ابد
پائے اس عالم میں شان سرو تو	تا تر و تازہ رہے بارنگ و بو
گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
بولا ہے فکر بقائے دائمی	کم نہ رہ لکڑی سے غافل آدمی
آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں	تا چو مردم حشر گردد یوم دیں
دفن اس کو کر دیا جانوں کی طرح	حشر میں تا اٹھے انسانوں کی طرح
تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند	از ہمہ کار جہاں بیکار ماند
تا ہو ظاہر جو ہیں مطلوب خدا	رہتے ہیں بیکار کاموں سے جدا
ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار	یافت بار آنجا و بیروں شد ز کار
ہو گیا اللہ سے جس کا حساب	وہ ہوا بے کار ہو کر باریاب
وانکہ او را نبود از اسرار داد	کے کند تصدیق او نالۂ جماد
جس کو باطن میں نہیں کچھ دخل و بار	نالۂ بے جاں کا ہو کیا اعتبار

گوید آرے نے ز دل بہر وفاق ۔ تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق

لب سے "ہاں" کہتا ہے وہ بہر وفاق ۔ تا کہیں اُس کو نہ لوگ اہل نفاق

گر نبودے واقفان امر کُن ۔ در جہاں رد گشتہ بودے ایں سخن

گر نہ ہوتے امر کُن کے رازدار ۔ کون ان باتوں کا کرتا اعتبار

صد ہزاراں ز اہل تقلید و نشاں ۔ افگندشاں نیم وہمے در گماں

لاکھوں ہی ہیں اہل تقلید و نشاں ۔ وہم سے جو ہو رہے ہیں بد گماں

کہ بظن تقلید و استدلال شاں ۔ قائمست و جملہ پرّ و بال شاں

اُن کی تقلید اور استدلال کا ۔ صرف ظن ہی پر ہے قائم سلسلا

شبہ می انگیزد آں شیطان دل ۔ در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں

ڈالتا ہے شبہ وہ شیطان دُوں ۔ اور گر پڑتے ہیں یہ سب سرنگوں

پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

پائے استدلالیاں چوبیں ہیں یار ۔ پائے چوبیں کا نہیں کچھ اعتبار

غیر آں قطب زمان دیدہ ور ۔ کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر

ماسوا قطب زماں کے اے بسیر ۔ کوہ جس کی ذات سے ہیں خیرہ سر

پائے نابینا عصا باشد عصا ۔ تا نیفتد سرنگوں او بر حصا

پاؤں نابینا کا ہوتا ہے عصا ۔ تا نہ پتھر پر گرے وہ برملا

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر ۔ اہل دیں را کیست سلطان بصر

جو ظفر ہے لشکروں کی وہ سوار ۔ کون؟ سلطان بصر ہے ذی وقار

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند ۔ در پناہ خلق روشن دیدہ اند

گر عصا سے پائی ہے اندھوں نے راہ ۔ ہے ضروری آنکھ والوں کی پناہ

سلہ موافقت - دوستی ۔

گر نہ بینایاں بُدندے و شہاں | جملہ کوراں خود بمُردندے عیاں
آنکھ والے گر نہ ہوتے ذی شعور | جتنے اندھے ہیں یہ مرجاتے ضرور

نے ز کوراں کشت آید نے درود | نے عمارت نے تجارتہا و سود
اندھے کر سکتے ہیں کیا کشت و درو | کارِ تعمیر و تجارت نفع و سود

گر نکردے رحمت و افضالِ شاں | در شکستے چوبِ استدلالِ شاں
گر نہ کرتا فضل خالق بند و بست | چوبِ استدلال کو ہوتی شکست

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل | آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل
یہ عصا کیا ہے قیاسات اور دلیل | ان کو دیتا ہے عصا ربِّ جلیل

چوں عصا شد آلتِ جنگ و نفیر | آں عصا را خرد بشکن اے ضریر
جب عصا ہے آلۂ جنگ و نفیر | اس عصا کے ٹکڑے کر ڈال اے ضریر

او عصاتاں داد تا پیش آمدید | آں عصا از خشم ہم بر وے زدید
جب عصا بخشا تو آگے آئے تم | پھر عصا لے کر اسی پہ چھاپے تم

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید | دیدہ باں را در میانہ آورید
اندھوں کے حلقے ہیں کیوں ہو رائگاں | ایک بینا لاؤ اپنے درمیاں

دامنِ او گیر کو دادت عصا | در نگر کادمؑ چہا دید از عصیٰ
اس کا دامن تھام جو ہے با عصا | حالِ آدمؑ دیکھ اور پڑھ لے عصیٰ

چوں عصا شد مار و استن با خبر | معجزۂ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
تھا عصا سانپ اور اُستنؑ نوحہ کن | معجزے یہ موسیٰؑ و احمدؐ کے سُن

از عصا مارے و از استن حنین | پنج نوبت می زنند از بہرِ دیں
وہ عصائے موسوی اور یہ حنین | پنج نوبت ہیں بجاتے بہرِ دیں

۱ بونا اور کاٹنا ۔ ۲ نابینا ۔ ۳ قولہ تعالیٰ:۔ وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ یعنی حضرت آدمؑ نے پروردگار کی نافرمانی کی۔ پس بے بہرہ رہے ۔ ۴ استن حنّانہ

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ — کے بدے حاجت بچندیں معجزہ

گر نہ نامعقول ہوتا یہ مزہ — کیا ضرورت تھی دکھانا معجزہ

ہرچہ معقول ست عقلت می خرد — بے بیان معجزہ بے جزر و مد

ہے ہر اک معقول مقبول خرد — بے بیان معجزہ بے رد و کد

ایں طریق نکر نامعقول بیں — در دل ہر مقبلے مقبول بیں

منکروں کا طرز نامعقول دیکھ — مقبلوں کے دل میں ہے مقبول دیکھ

آنچناں کز بیم آدم دیو و دد — در جزائر در رمیدند از حسد

جس طرح انساں کے ڈر سے دیو و دد — ہیں جزیروں میں نہاں کرکے حسد

ہم ز بیم معجزات انبیا — سر کشیدہ منکراں زیر گیا

انبیا کے معجزوں سے بھی یونہی — گھاس میں چھپتے ہیں منکر واقعی

تا بناموس مسلمانی زیند — در تسلس تا ندانی کہ کیند

تا رہے اس مکر میں مذہب نہاں — تا کسی پر ہو نہ بھید ان کا عیاں

ہمچو قلاباں بر آں نقد تباہ — نقرہ میمالند و نام پادشاہ

مثل کھوٹوں کے ہے نقد ان کا تباہ — لکھتے ہیں چاندی چڑھا کر نام شاہ

ظاہر الفاظ شاں توحید و شرع — باطن آں ہمچو در ناں تخم صرع

ظاہراً ان کے لفظ ہیں توحید و شرع — باطناً روٹی میں جیسے تخم صرع

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند — دم زند دین حقش برہم زند

فلسفی کی تاب کیا مارے جو دم — دم اگر مارے تو کھوئے حق بھرم

دست و پائے او جماد و جان او — ہرچہ گوید آں دو در فرمان او

دست و پا اس کے ہیں بے جاں اور جان — جو کہے بس دونوں وہ لیتے ہیں مان

؎ بدمزہ اور تلخ گھاس ۔

باز باں گرچہ کہ تہمت می نہند	دست و پا ہاشاں گواہی می دہند
یہ زباں کیسی ہے تہمت برملا	شاہد عادل ہیں ان کے دست و پا

رسول اللہ صلعم کا معجزہ سنگریزوں کا بولنا

سنگہا اندر کف بوجہل بود	گفت اے احمدؐ بگو ایں چیست زود
سنگریزے تھے کف بوجہل میں	بولا کیا ہے آپ بتلائیں ہمیں
گر رسولی چیست در دستم نہاں	چوں خبر داری ز راز آسماں
جانتے ہو تم جو رازِ آسماں	تو بتاؤ ہاتھ میں ہے کیا نہاں
گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست	یا بگویند آں کہ ما حقیم و راست
بولے حضرت میں کروں ان کا بیاں	یا وہ خود کہہ دیں کہ ہیں حق پر ہوں ہاں
گفت بوجہل آں دوم نادرترست	گفت حق آرے ازاں قادرترست
بولا بوجہل اب ہے نادر دوسرا	بولے پیغمبر ہے قادر تر خدا
گفت شش پارہ حجر در دست تست	بشنو از ہر یک تو تسبیحے درست
بولے ہیں چھ سنگ ریزے ہاتھ میں	سن تو ہر اک سے خدا کی مدح میں
از میان مشت او ہر پارہ سنگ	در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اس کی مٹھی میں وہ ٹکڑے سنگ کے	یوں گواہی برملا دینے لگے :
لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت	گوہر احمدؐ رسول اللہ سفت
لا الٰہ کہنے لگے الا اللہ کہا	اور کہا احمدؐ رسول اللہ کا
چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں	زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
ان سے جب بوجہل نے باتیں سنیں	غصّے سے پھینکا انہیں سوئے زمیں
گفت نبود مثل تو ساحر دگر	ساحراں را سر توئی و تاج سر
پھر لگا کہنے تو ساحر ہے بڑا	بلکہ سب جادوگروں کا پیشوا

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت ۔۔۔ گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
دیکھ کر بوجہل اتنا معجزہ ۔۔۔ مشتعل غصے سے اپنے گھر گیا
رہ گرفت و رفت از پیش رسولؐ ۔۔۔ او فتاد اندر چہ آں زشت فضول
سامنے سے مصطفیٰؐ کے چل دیا ۔۔۔ اور وہ دوں فطرت کنوئیں میں گر پڑا
معجزہ او دید و شد بدبخت و زفت ۔۔۔ سوئے کفر و زندقہ سر تیز رفت
معجزہ دیکھا مگر بدبخت تھا ۔۔۔ کفر اور الحاد کی جانب گیا
خاک بر فرقش کہ بد کور و لعین ۔۔۔ چشم او ابلیس آمد خاک بیں
خاک اس کے سر پہ تھا کور و لعین ۔۔۔ مثل ابلیس آنکھ اس کی خاک بیں
ایں سخن را نیست پایاں اے عمو ۔۔۔ قصۂ آں پیر چنگی باز گو
اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا ۔۔۔ داستاں اس پیر چنگی کی سنا

بوڑھے چنگی کی داستاں

باز گرد و حال مطرب گوش دار ۔۔۔ زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
لوٹ اور سن حال مطرب نامدار ۔۔۔ کیونکہ اس عاجز کو ہوگا انتظار
بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ ۔۔۔ بندۂ ما را ز حاجت باز خر
اک ندا آئی عمرؓ اٹھ اور جا ۔۔۔ کر ہمارے بندے کی حاجت روا
بندۂ داریم خاص و محترم ۔۔۔ سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
خاص بندہ ہے ہمارا محترم ۔۔۔ سوئے قبرستاں ذرا رکھو قدم
اے عمرؓ برجہ ز بیت المال عام ۔۔۔ ہفت صد دینار در کف نہ تمام
ڈال بیت المال میں اس وقت ہاتھ ۔۔۔ سات سو دینار لے جا اپنے ساتھ
پیش او بر کاے تو ما را اختیار ۔۔۔ ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
دے کے کہہ دے تو ہے مقبول خدا ۔۔۔ پھر تو لے معذور رکھ اب یارا

این قدر از بهرِ ابریشم بها　　خرج کن چوں خرج شد اینجا بیا

یہ ترے فن کی ہے قیمت خرچ کر　　خرچ جب ہو جائے پھر آجا اِدھر

پس عمرؓ زاں هیبتِ آواز جست　　تا میاں را بهرِ ایں خدمت ببست

سن کے یہ آواز چونک اٹھے عمرؓ　　اور باندھی جلد خدمت پر کمر

سوئے گورستاں عمرؓ بنهاد رو　　در بغل همیاں دواں در جستجو

راہ لی تیزی سے قبرستاں کی　　اور اک تھیلی بغل میں تھی دبی

گردِ گورستاں دواں شد او بسے　　غیرِ آں پیر او ندید آنجا کسے

ہر طرف دوڑے وہ قبرستان میں　　صرف وہ بڈھا نظر آیا انہیں

گفت ایں نبود دگر باره دوید　　مانده گشت و غیرِ آں پیر او ندید

"یہ نہیں"، گو کہ وہ دوڑے تیز تر　　تھک گئے لیکن وہی آیا نظر

گفت حق فرمود ما را بنده ایست　　صافی و شائسته و فرخنده ایست

بولے۔ وہ تو خاص حق کا بندہ ہے　　صافی و شائستہ و فرخندہ ہے

پیرِ چنگی کے بود خاصِ خدا　　حبذا اے سرِّ پنهاں حبذا

پیر چنگی کب ہوا خاص خدا　　مرحبا اے رازِ پنہاں مرحبا

بارِ دیگر گردِ گورستاں بگشت　　همچو آں شیرِ شکاری گردِ دشت

پھر لگایا ایک گورستاں کا گشت　　شیر جیسے گھومتا ہو گردِ دشت

چوں یقیں گشتش که غیرِ پیر نیست　　گفت در ظلمت دلِ روشن بسے ست

جب ملا کوئی نہ بڈھے کے سوا　　بولے ظلمت میں ہے قلب پُر ضیا

آمد و با صد ادب آنجا نشست　　بر عمرؓ عطسه فتاد و پیر جست

پاس آئے با ادب بیٹھے ذرا　　جب عمرؓ چھینکے تو بڈھا جاگ اٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت　　عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت

وہ عمرؓ کو دیکھ کر حیران ہوا　　جسم کانپا اٹھ کے پھر جانے لگا

گفت در باطن خدایا از تو داد — محتسب بر پیرکی چنگی فتاد

اے خدا فریاد ہے دل میں کہا — محتسب نے پیر چنگی کو لیا

چون نظر اندر رخ آں پیر کرد — دید او را شرمسار و روئے زرد

جب عمرؓ نے شکل دیکھی پیر کی — تھی عیاں زردی بھی اور شرمندگی

پس عمرؓ گفتش مترس از من مرم — کت بشارتہا ز حق آوردہ ام

پھر عمرؓ بولے نہ کر اتنا ہراس — مژدے لایا ہوں خدا کے تیرے پاس

چند یزداں مدحت خوئے تو کرد — تا عمرؓ را عاشق روئے تو کرد

کی خدا نے تیری تعریف اس قدر — تیری صورت کا ہوا عاشق عمرؓ

پیش من بنشین و مہجوری مساز — تا بگوشت گویم از اقبال راز

لے نہ رستہ بیٹھ میرے سامنے — راز اقبالی آ سناؤں میں تجھے

حق سلامت میکند می پرسدت — چونی از رنج و غمان بے حدت

حق نے پوچھا ہے تجھے بعد سلام — کیا ہے تیرا حال غم سے نیک نام

نک قراضہ چند ابریشم بہا — خرج کن ایں را و باز اینجا بیا

لو یہ درہم اپنے ریشم کے لئے — خرچ ہو جائیں تو پھر آ جائیے

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید — دست می خائید و بر خود می طپید

کانپ اٹھا سن کر یہ باتیں پیر زار — کاٹتا تھا ہاتھ اور تھا بے قرار

بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر — بس کہ از شرم آب شد بیچارہ پیر

چیختا تھا اے خدا بے نظیر — شرم سے پانی ہے یہ بیچارہ پیر

چوں بسے بگریست و ز حد رفت درد — چنگ را زد بر زمین و خورد کرد

خوب رویا۔ درد سے بے کل ہوئے — چنگ یوں پٹکا کہ ٹکڑے ہو گئے

گفت اے بودہ حجابم از الٰہ — اے مرا تو راہ زن از شاہراہ

ہو گیا تو تھا حائل وصل اللہ — تو نے رہزن بن کے لوٹی شاہراہ

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال	اے ز تو رویم سیہ پیشِ کمال
تو نے ستر سال میرا خوں پیا	تیرے ہاتھوں منہ میرا کالا ہوا
اے خدائے با عطائے با وفا	رحم کن بر عمرِ رفتہ بر جفا
اے خدائے با عطا و با وفا	عمرِ رفتہ پر کرم کر دے ذرا
داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں	کس نداند قیمت آں در جہاں
تو نے مجھ کو عمر وہ دی اے خدا	جس کا اک اک دن تھا بیشک بے بہا
خرج کردم عمرِ خود را دمبدم	در دمیدم جملہ را در زیر و بم
عمر میں نے خرچ کر دی دمبدم	ہو گئی افسوس صرفِ زیر و بم
آہ کز یادِ رہ و پردۂ عراق	رفت از یادم دمِ تلخِ فراق
ہو کے وقفِ پردۂ راہ[1] و عراق	اُف بھلا دی ساعتِ تلخِ فراق
وائے کز تری زیر افگند خورد	خشک شد کشتِ دلِ من دل بمرد
اور رہا مصروف زیر[2] افگند خورد	کشتِ دل سوکھی ہوا دل خورد و مُرد
وائے کز آوازِ ایں بست و چہار	کارواں بگذشت و بیگہ شد نہار
مبتلا چوبیس[3] کی دھن میں رہا	دن گئے اور قافلہ چلتا ہوا
اے خدا فریاد زیں فریاد خواہ	داد خواہم نے ز کس زیں داد خواہ
اے خدا ہوں نفس کا فریاد خواہ	دوسرے کا کیوں بنوں میں داد خواہ
داد کس چوں من ندادم در جہاں	عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
میں نے کس کی اس جہاں میں داد دی	عمر ستر سال کی برباد کی

۱؎ علمِ موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے دو مقام راہ اور عراق ہیں۔

۲؎ ایک پردۂ موسیقی کا نام ہے۔

۳؎ موسیقی کے چوبیس مقامات۔

دادِ خود از کس نیابم جز مگر — زانکہ ہست از من بمن نزدیکتر
داد کس سے اپنی میں چاہوں مگر — ہاں رہی جو مجھ سے ہے نزدیک تر

کایں منی از وے رسد دم دم مرا — پس ورا بینم چو ایں شد کم مرا
بیخودی اس سے ملی ہے دمبدم — اُس کو دیکھوں ہیں جو یہ ہو جائے کم

ہمچو آں کو باتو باشد زر شمر — سوئے او داری نہ سوئے خود نظر
جیسے جب کوئی تجھے دے گن کے زر — ہو گی بس تیری اسی جانب نظر

ہمچنیں در گریہ و در نالہ او — می شمردے جرم چندیں سالہ او
گریہ و نالہ میں بس وہ بھی یونہی — گن رہا تھا اتنے برسوں کی بدی

پیر چنگی کا محوِ حق ہونا

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاری تو — ہست ہم آثار ہشیاری تو
پس عمرؓ بولے کہ یہ زاری تری — ایک صورت سے ہے بیداری تری

بعد ازاں اورا ازاں حالت براند — زاعتذارش سوئے استغراق خواند
حالتِ موجودہ سے للکار کے — محویت کی سمت دعوت دی اُسے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگر است — زانکہ ہشیاری گناہِ دیگر ست
ہے فنا والوں کی تو اک اور راہ — ہوش میں ہونا تو ہے خود اک گناہ

ہست ہشیاری زیادِ ما مضیٰ — ماضی و مستقبلت پردہ خدا
ہوشیاری عہدِ ماضی کا ہے خواب — حق کا ہے ماضی و مستقبل حجاب

آتشے برزن بہر دو تا بکے — پُر گرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
آگ دونوں میں لگا دے تا بکے — پُر گرہ دونوں سے ہوگا مثلِ نے

تا گرہ باقی بود ہمراز نیست — ہمنشین آں لب و آواز نیست
ہے گرہ جب تک نہ ہو گا رازداں — تو سنیگا وہ لب و لہجہ کہاں

چوں بطوفِ خود بطوفے مرتدی	چوں بکعبہ آمدی ہم با خودی
تو ہے مرتد۔ جب کرے اپنا طواف	کعبہ میں بھی ہے خودی سے تجھکو [illegible]
اے خبرہات از خبرہ بے خبر	توبۂ تو از گناہِ تو بتر
تو خدا سے بے خبر ہے مدعی!	تیری توبہ ہے گنہ سے بدتر تری
اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
توبہ کرتا ہے گناہِ رفتہ سے	تجھکو اس توبہ سے توبہ چاہیئے
گاہ بانگِ زیر را قبلہ کنی	گاہ گریہ زار را قبلہ زنی
کبھی صدائے چنگ کی قبلہ کبھی	اور اب رونا طبیعت ہے تری
چونکہ فاروقؓ آئینہ اسرار شد	جانِ پیر از اندروں بیدار شد
جب عمرؓ نے کھولے اسرارِ نہاں	پھر تو روشن ہو گئی بوڑھے کی جان
ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد	جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
مثلِ جاں بے گریہ و بے خندہ تھا	مرچکا تھا اور پھر بھی زندہ تھا
حیرتے آمد درونش آں زماں	کہ بروں شد از زمین و آسماں
دل میں کچھ حیرت سمائی اس قدر	وہ زمین و آسماں سے تھا بدر
جستجوئے ماورائے جستجو	من نمی دانم تو می دانی بگو
جستجو تھی ماورائے جستجو	کہہ نہیں سکتا میں اس میں گفتگو
حال و قالے از ورائے حال و قال	غرق گشتہ در جمالِ ذی الجلال
بسکہ تھا کچھ اور اس کا حال و قال	ہو گیا غرقِ جمالِ ذی الجلال
غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش	یا بجز دریا کسے بشناسدش
غرق ایسا جو نہ ابھرے ڈوب کے	یا بجز دریا کوئی پہچان لے
عقلِ جزو از کل پذیرا نیستے	گر تقاضا بر تقاضا نیستے
جزو عقل اب کیوں نہ ہوتا کل پذیر	تھا تقاضے پر تقاضا ناگزیر

چوں تقاضا بر تقاضا می رسد
موج آں دریا بدیں جا می رسد

جب تقاضے پر تقاضا یوں بڑھے
موج دریا آپ اس کو کھینچ لے

چونکہ قصہ حال پیر اینجا رسید
پیر و جانش روئے در دریا کشید

حال جب پہنچا یہاں تک پیر کا
ہو گیا وہ غرق دریائے فنا

پیر دامن را از گفت و گو فشاند
نیم گفتہ در دہان او بماند

پیر نے وہ گفتگو سب چھوڑ دی
بات آدھی منہ میں اس کے رہ گئی

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
صد ہزاراں جاں بشاید باختن

سچ ہے ایسی عشرتوں کی فکر میں
لاکھوں جانیں چھوڑ دینی چاہئیں

در شکار بیشۂ جاں باز باش
ہمچو خورشید جہاں جانباز باش

بیشۂ جاں کے لئے تو باز بن
مثل خورشید جہاں جانباز بن

جاں فشاں افتاد خورشید بلند
ہر دمے تن می شود پر می کنند

جاں فدا کرتا ہے خورشید بلند
ہوتا ہے ہو ہو کے خالی بہرہ مند

جاں فشاں اے آفتاب معنوی!
مر جہان کہنہ را بنما نوی

جاں دے اے آفتاب معنوی
اس جہاں کو بخشدے پھر زندگی

در وجود آدمی جان و رواں
می رسد از غیب چون آب روال

آدمی کے جسم میں یہ روح و جاں
غیب سے آتی ہے جوں آب رواں

ہر زماں از غیب نو نو می رسد
وز جہان تن بروں شو می رسد

غیب سے آتی ہے آواز یقیں
چل جہان تن سے باہر ہو کہیں

ہر روز منادی کرنے والے فرشتوں کی دعا

گفت پیغمبر ﷺ کہ دائم بہر پند
دو فرشتہ خوش منادی می کنند

بہر پند ارشاد حضرت نے کیا
دو فرشتے روز دیتے ہیں ندا

کاے خدایا منفقاں را سیر دار ‏ ‏ ہر درم شاں را عوض ده صد ہزار
کر کریموں کو الٰہی مال دار ‏ ‏ دے عوض میں اک درم کے سو ہزار

اے خدایا ممسکاں را در جہاں ‏ ‏ تو مده الا زیاں اندر زیاں
اور جو ممسک ہوں عادی بخل کے ‏ ‏ اُن کو تو نقصان پہ نقصان دے

اے خدایا منفقاں را ده خلف ‏ ‏ اے خدایا ممسکاں را ده تلف
دے کریموں کو الٰہی تو خلف ‏ ‏ ممسکوں کے نفع کو کر دے تلف

منفق و ممسک محل بیں تا بود ‏ ‏ چوں محلّ باشد مؤثر می شود
خاص موقع ہیں سخاؤ بخل کے ‏ ‏ ہیں مؤثر اپنے اپنے ڈھنگ سے

اے بسا امساک کز انفاق بہ ‏ ‏ مال حق را جز بامر حق مده
بخل اکثر خوب ہے اسراف سے ‏ ‏ مالِ حق کو غیرِ حکمِ حق نہ دے

تا عوض یابی تو مال بیکراں ‏ ‏ تا نباشی از عداد کافراں
تا ملے بدلے میں مال بیکراں ‏ ‏ کافروں میں تو گنا جائے نہ ہاں

کاشتراں قرباں ہمی کردند تا ‏ ‏ چیرہ گردد تیغ شاں بر مصطفٰی
ذبح کرتے تھے شتر اہلِ ستیز ‏ ‏ مصطفٰی پر تا کہ ہو تلوار تیز [1]

امر حق را باز داں از واصلے ‏ ‏ امر حق را در نیابد ہر دلے
حکمِ حق واصل سے کر تو اعتبار ‏ ‏ امرِ حق ہر دل پہ کب ہے آشکار

چوں غلامے باغیے کو عدل کرد ‏ ‏ مال شاں بر باغیاں او بذل کرد
جیسے اک باغی غلامِ بے وفا ‏ ‏ مالِ سلطاں باغیوں کو دے لٹا

طرفہ ترکاں ہمی پنداشت عدل ‏ ‏ کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل
عدل سمجھے پھر - ہے طرفہ جرا ‏ ‏ یوں کہے ایثار ہے یہ میں نے کیا

[1] یعنی حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غلبہ پانے کی منت مانتے تھے اور اونٹ ذبح کیا کرتے تھے +

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ	چہ فزاید دوری در روئے سیاہ
عدل اس باغی کا ہو جب پیشِ شاہ	بر طرف کر کے کرے گا روسیاہ
لہ در بنی انذار اہلِ غفلت ست	کاں ہمہ انفاقہا شاں حسرت ست
اہلِ غفلت کا ہے قرآں میں یہ حال	اُن کے سارے خرچ ہیں حسرت مآل

سردارانِ عرب کا قربانی دینا

سروران مکہ در حربِ رسول	بود شاں قرباں بامید قبول
مکہ والے مائلِ جنگِ رسول	کرتے تھے قربانیاں بہرِ قبول
بہرِ ایں مومن ہمی گوید ز بیم	در نماز اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
اس لئے کہتے ہیں مومن کر کے بیم	پیشِ حق اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم
نان و رم دادن سخی را لائق ست	جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
نان و زر دینا سزا اور سخی	جان دینا ہے سخاوت عشق کی
نان دہی از بہرِ حق نانت دہند	جاں دہی از بہرِ حق جانت دہند
بہرِ حق تو نان دے اور نان لے	بہرِ حق گر جان دے تو جان لے
گر بریزد برگہائے ایں چنار	برگ بے برگیش بخشد کردگار
گر پڑیں گر مطلقاً برگِ چنار	بخشتا ہے برگ و ساماں کردگار

لہ قولہ تعالیٰ عزوجل اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ۔ (ترجمہ) کافر اس لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کے راستے سے روکے رکھیں۔ یہ لوگ عنقریب اپنا تمام مال خرچ کر ڈالیں گے اور انجام کار یہ انھیں کے لئے باعث حسرت ہوگا۔ اور وہ عاجز و مغلوب کئے جائیں گے۔

گر نماند از جود در دست تو مال
کے کند فضلِ الٰہت پائمال

گر سخاوت سے رہے باقی نہ مال
ہونے دیگا فضلِ حق کب پائمال

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی
لیکش اندر مزرعہ باشد بہی

تخم دانہ گرچہ بونے میں ہوا
کھیت پر سرسبز اس سے ہوگیا

وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد
اشپش و موش و حوادثہاش خورد

صرفہ کر کے جس نے ڈھیری جمع کی
کھا گئے چوہے اسے اور سُرسُری

ایں جہاں نفیست در اثبات جو
صورتت صفرست در معنات جو

یہ جہاں ہے نفی ڈھونڈ اثبات کو
صفر ہے تو راز جُو معنی کا ہو

جان شور و تلخ پیش تیغ بر
جان چوں دریائے شیریں را بخر

جان شور و تلخ نذرِ تیغ کر
جانِ شیریں سے ہو اک دن بہرہ ور

ور نمیتانی شدن زیں آستاں
گوش کن بارے من ایں داستاں

چھوڑ سکتا گر نہیں یہ آستاں
لے تو پھر تو مجھ سے سُن یہ داستاں

ایک حاتم سے زیادہ سخی خلیفے کا قصہ

یک خلیفہ بود در ایامِ پیش
کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش

اگلے وقتوں میں خلیفہ کوئی تھا
حاتم اس کی بخششوں کا تھا گدا

رایت اکرام و جود افراشتہ
فقر و حاجت از جہاں برداشتہ

اسنے بخشش کا علم کر کے بلند
فقر کے در کر دئے دنیا پہ بند

بحر و کان از بخششش صاف آمدہ
داد او از قاف تا قاف آمدہ

کان و بحر اس کی سخاوت سے تھے صاف
داد کا تھا اس کی شہرہ تا بہ قاف

در جہانِ خاک ابر و آب بود
مظہرِ بخشائش وہاب بود

خاک کی دنیا میں ابر و آب تھا
مظہرِ بخشائش وہاب تھا

از عطائش بحر و کاں در زلزلہ | سوئے جودش قافلہ در قافلہ
تھا عطا سے بحر و کاں میں زلزلہ | لوگ آتے قافلہ در قافلہ

قبلۂ حاجت در و دروازہ اش | رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
قبلۂ جود اس کا ہر دروازہ تھا | اس کی بخشش کا بلند آوازہ تھا

ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب | ماندہ از جود و سخائش در عجب
کیا عجم کیا روم کیا ترک و عرب | کرتے تھے اس کی سخاوت پر عجب

آب حیواں بود دریائے کرم | زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
آب حیواں اور دریائے کرم | اس سے زندہ تھا عرب اور کل عجم

اندر ایامش چنیں سلطان داد | بشنو اکنوں داستانے با کشاد
عہد میں اپنے سخی سلطان کے | سن یہ اور اک داستاں تفصیل سے

ایک اعرابی درویش اور اس کی عورت

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را | گفت و از حد برد گفت و گوئے را
ایک اعرابی کی بیوی ایک رات | اپنے شوہر سے یہی کرتی تھی بات

کیں ہمہ فقر و جفا ما می کشیم | جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم
کتنی سختی ہے مفلسی کا کیا ستم | ساری دنیا خوش ہے اور ناخوش ہیں ہم

نان ما را نیست نان خورش ما درد و رشک | کوزہ ما نے آب ما از دیدہ اشک
روٹی ہے نہ سالن ہمیں ہے درد و رشک | کوزہ خالی اور رواں آنکھوں سے اشک

جامۂ ما روز تاب آفتاب | شب نہالین و لحاف از ماہتاب
دھوپ ہے اپنا لباس گرمی صاف | چاندنی ہے بستر شب کا لحاف

قرص مہ را قرص نان پنداشتہ | دست سوئے آسماں برداشتہ
قرص مہ اپنے لئے ہے قرص ناں | ہاتھ اٹھے رکھتے ہیں سوئے آسماں

ننگِ درویشاں ز درویشیؒ ما | روز و شب از روزی اندیشیؒ ما
ننگِ درویشاں ہے درویشی کا رنگ | رات دن ہیں تنگیٔ روزی سے تنگ

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں | بر مثال سامریؔ از مردماں
خویش و بیگانہ مثالِ سامریؔ | بھاگتے ہیں ہم سے۔ ہیں بیزار بھی

گر بخواہم از کسے یک مشت نسک | مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک
مانگتی ہوں جس سے اک مٹھی مسور | وہ مجھے کہتا ہے چپ مردار۔ دُور!

ہر عرب را فخر و عزت و عطا | در عرب ما ہمچو خط اندر خطاؔ
گر عرب والوں کو ہے فخرِ عطا | ہم ہیں ایسے جس طرح خطِّ خطا

چہ غزا ما بے غذا خود گشتہ ایم | ما بشمشیرِ عدم سر گشتہ ایم
جنگ کیا خود بے غذا ابتر ہیں ہم | فقر کی تلوار سے بے سر ہیں ہم

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم | چہ نوا ما درد و غم را مفرشیم
کیا خطا ہم بے خطا ہیں آگ پر | کیا نوا ہم درد و غم ہیں بستر بسر

چہ عطا ما بر گدائی می تنیم | ہر مگس را در ہوا رگ می زنیم
کیا عطا ہے فقر میں نخوت کا قصد | لیتے ہیں اڑتی ہوئی مکھی کی فصد

گر کسے مہماں رسد گر من منم | شب بخسپد دلقش از تن بر کنم
گر کوئی مہماں آئے ذی وقار | رات کو گدڑی بھی لیں اس کی اُتار

زیں نمط زیں ماجرا و گفتگو | بُرد از حدِ عبارت پیش شو
یہ شکایت اور حکایت دمبدم! | کر رہی تھی شوہر سے اپنے بیش و کم

لہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے سامری کیلئے بد دعا کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو اُسے چھو لیتا تھا وہ خود بھی مبتلائے بخار ہو جاتا تھا اور سامری بھی۔ اسلئے سامری "لامساس لامساس" یعنی مجھے نہ چھوؤ" کہتا ہوا آدمیوں سے بھاگتا تھا۔

سلہ غلطی کی لکیر یعنی مردود۔

کز غنا و فقر ما گشتیم خوار — سوختیم از اضطراب و اضطرار
یعنی ہم ہیں فقر کی تنگی سے خوار — جل گئے اس غم سے ہم اُف اضطرار
تا یکے ما ایں چنیں خواری کشیم — غرقہ اندر بحر ژرف آتشیم
تا کجا یوں خوار دنیا میں رہیں — غرق اس آتش کے دریا میں رہیں
تا گر از روزے در آید میہماں — شرمسار یہا بریم از وے بجاں
آگیا مہماں اگر گھر میں کوئی — اس سے ہو گی کس قدر شرمندگی
لیک مہماں گر در آید بے ثبوت — وانکہ کفش میہماں سازیم قوت
بے خبر مہماں کو گر پائیں گے — اس کے جوتے بیچ کر کھا جائیں گے

محتاج مُریدوں کا مکار پیروں کو واصل خدا جاننا

بہر ایں گفتند دانایانِ فن — میہمانِ محسناں باید شدن
اس لئے کہتے ہیں دانایانِ فن — ہو جو محسن اس کا تو مہمان بن
تو مرید و میہمانِ آں کسی — کو ستاند حاصلت را از خسی
اس کا کیوں ہوتا ہے مہمان و مرید — لوٹ لے جو تیری پونجی بھی پلید
نیست چیرہ[1] چوں ترا چیرہ کند — نور ندہد مر ترا تیرہ کند
خود نہیں چیرہ تو دے کیا چیرگی — نور کے بدلے وہ دے گا تیرگی
چوں ورا نورے نبُد اندر قراں — نور کے یابند از وے دیگراں
نور جب خود اس کی قسمت میں نہیں — دوسروں کو کیا ملے نور یقیں
ہمچو اعمش[2] کو کند دار وئے چشم — چہ کشد در چشمہا الّا کہ یشم[3]
ہو جو اعمش کیا کرے دار وئے چشم — اور تو کیا آنکھ میں بھر دے گا یشم

۱؎ غالب۔ کشادہ دست +
۲؎ ڈھلکے کی بیماری والا + ۳؎ سبزی مائل قیمتی پتھر +

حال ما این ست در فقر و عنا — هیچ مهمانی مبا مغرور ما
فقر کے باعث ہوا اپنا یہ حال — ناز ہو مہمان کو یہ ہے محال

قحط ده سال ار ندیدی در صور — چشمها بگشا و اندر ما نگر
دس برس کا قحط دیکھا ہو نہ گر — کھول آنکھیں اور کیجیے ہم پر نظر

ظاهر ما چون درون مدعی[۱] — در دلش ظلمت زبانش شعشعی
ظاہر اپنا ہے درون مدعی — دل میں ظلمت اور زباں پر روشنی

از خدا نے بوئے او را نے اثر — دعوئ‌اش افزون ز شیث و بوالبشر
خود بوئے حق سے خالی اندرون — اور دعویٰ شیث و آدم سے فزوں

دیو ننموده ورا هم نقش خویش — او همی گوید ز ابدالیم بیش
دیو ہے ایسے لعیں سے بھاگتا — جو کہے ابدال سے ہیں ہم سوا

حرف درویشان بدزدیده بسے — تا گمان آید کہ ہست او خود کسے
جو فقیروں کی چرا لیتا ہو بات — تا کہ سمجھیں لوگ اسے بھی ذی صفات

حرف درویشان بدزدد مرد دون — تا بخواند بر سلیمی این فسون
لفظ درویشاں چرا کر مرد دوں — سانپ کے کاٹے پہ پڑھتا ہے فسوں

خرده گیرد در سخن بر بایزید رح — ننگ دارد از درون او یزید
نکتہ چیں ہو بر طریق بایزید رح — پر ہو اس کے دل سے شرمندہ یزید

ہر کہ داند مرد را چوں بایزید رح — روز محشر حشر گردد با یزید
جو کوئی اپنوں کو سمجھے بایزید رح — حشر ہو سکتا اس کا ہمراہ یزید

بی‌نوا از نان و خوان آسمان — پیش او ننداخت حق یک استخوان
بند اس پر نان و خوان آسمان — اس کی قسمت میں نہیں اک استخواں

[۱] یہاں سے جھوٹے فقیری کے جھوٹے دعوے کرنیوالوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ جسے سگ درویش نے اپنے اوپر منطبق کر لیا ہے ۔

او ندا کردہ کہ خوان بنہادہ ام ‏— نائب حقم خلیفہ زادہ ام

شور کرتا ہے کہ خوان بکشادہ ہوں ‏— نائب حق ہوں خلیفہ زادہ ہوں

الصلا سادہ دلان پیچ پیچ ‏— تا خورید از خوان جودم ہیچ ہیچ

آؤ اے سادہ دلان مبتلا ‏— کھاؤ اس خوان کرم سے کچھ غذا

سالہا بر وعدۂ فردا کسان ‏— گردہ آں در گشتہ فردا نا رسان

کل کا وعدہ سب سے ہو۔ پر نہیں کل ‏— خوار بے سود ہوں ہوں مگر آئے نہ کل

دیر باید تا کہ سر آدمی ‏— آشکارا گردد از بیش و کمی

چاہیئے مدت تا کہ بھید انسان کا ‏— بیش و کم سے ہو آشکارا بر ملا

زیر دیوار بدن گنجے ست یا ‏— خانۂ مور ست و مار و اژدہا

زیر دیوار بدن ہے گنج یا ‏— چیونٹیوں کا گھر ہے کوئی بل سانپ کا

چونکہ پیدا گشت کاں چیزے نبود ‏— عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود

جب کھلا کچھ بھی نہ تھا وہ بے گماں ‏— عمر طالب کی گئی بس رائیگاں

خوش نصیب مرید

لیک نادر طالب آید کز فروغ ‏— در حق او نافع آید آں دروغ

لیکن ایسے کم ہیں طالب با فروغ ‏— نفع دے جائے جنہیں ایسا دروغ

او بقصد نیک خود جائے رسد ‏— گرچہ جاں پنداشت آں آید جسد

وہ رسا ہوتا ہے اپنے قصد سے ‏— جسم نکلا جان سمجھا تھا جسے

چوں تحری در دل شب قبلہ را ‏— قبلہ نے و آں نماز او را روا

جیسے ڈھونڈھے کوئی قبلہ رات کو ‏— ہو نماز اور چاہے قبلہ ہاتھ نہ ہو

مدعی را قحط جاں اندر سرست ‏— لیک ما را قحط ناں بر ظاہرست

قحط جاں ہے مدعی کا پردہ دار ‏— ہم کو لیکن قحط ناں ہے آشکار

ما چرا چوں مدعی پنہاں کنیم | بہر ناموسے مزور جاں کنیم
کیوں چھپائیں مدعی کی طرح ہم | جھوٹی عزت پہ مریں کیوں دمبدم

مرد را رو می نماید حالہا | کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا
دیکھتا ہے مرد کامل ایسے حال | پیر نے بھی جو نہ پایا ہو کمال

اعرابی کا اپنی عورت کو تلقین صبر کرنا

شوے گفتش چند جوئی دخل و کشت | خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
بولا شوہر فکر دخل و کشت کیا | عمر گذری اب ہے کیا باقی رہا

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد | زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
نفع و نقصاں پر نہیں عاقل کو میل | ہیں گزرنے والے دونوں مثل سیل

خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو | چوں نمی پاید دمے از وے مگو
سیل صاف اور سیل تیرہ کا بھلا | ذکر کیا جب دونوں ٹھہرے بے بقا

اندریں عالم ہزاراں جانور | می زید خوش عیش بے زیر و زبر
اس جہاں میں اب بھی لاکھوں جانور | زندگی کرتے ہیں خوشیوں میں بسر

شکر می گوید خدا را فاختہ | بر درخت و برگ شب نا ساختہ
شکر کرتی ہے خدا کا فاختہ | پیڑ پر بے فکر شب بے ساختہ

حمد می گوید خدا را عندلیب | کاعتماد رزق بر تست اے مجیب
حمد کرتی ہے خدا کی عندلیب | آسرا روزی کا تو ہے یا مجیب

باز دست شاہ را کردہ نوید | از ہمہ مردار ببریدہ امید
باز قانع ہاتھ پر ہے شاہ کے | ہو کے ناامید ہر مردار سے

ہمچنیں از پشہ گیری تا بفیل | شد عیال اللہ و حق نعم المعیل
بس یونہی مچھر سے لے کر تا بہ فیل | سب عیال حق ہیں اور وہ ہے کفیل

این ہمہ غمہا کہ اندر سینہاست ۔۔۔ از غبارِ گرد بادِ بودِ ماست

جتنے غم سینے کے اندر ہیں نہاں ۔۔۔ گرد بادِ کبر سے ہیں بے گماں

این غمان بیخ کن چوں داس ماست ۔۔۔ اینچنیں شد و آنچناں وسواس ماست

ہے درانتی رنج جانوں کے لئے ۔۔۔ یہ ہو وہ ہو یہ ہیں سارے وسوسے

دانکہ ہر رنجے ز مُردن پارہ ایست ۔۔۔ جزو مرگ از خود بران گر چارہ ایست

موت کا اک جزو ہے غم۔ بے خبر! ۔۔۔ دُور کر اس جزو کو ممکن ہو گر

چوں ز جزوِ مرگ نتوانی گریخت ۔۔۔ دانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت

جب نہیں اس جزو سے ممکن اماں ۔۔۔ کل ترے سر پہ پڑے گا ناگہاں

جزو مرگ ار گشت شیریں مر ترا ۔۔۔ دانکہ شیریں می کند کُل را خدا

جزو مرگ آخر ہوا جب سازگار ۔۔۔ کُل کو بھی کر دے گا خالق خوش گوار

دردہا از مرگ می آید رسول ۔۔۔ از رسولش رو مگرداں اے فضول

درد و غم ہیں موت کے گویا رسول ۔۔۔ قاصدوں سے پھیرنا ہے منہ فضول

ہر کہ شیریں می زید او تلخ مرد ۔۔۔ ہر کہ او تن را پرستد جاں نبرد

جو جیا سُکھ میں وہی دُکھ میں مرا ۔۔۔ تن پرستی جس نے کی مارا گیا

گوسفنداں را ز صحرا می کشند ۔۔۔ آنکہ فربہ تر مر او را می کشند

بکریوں کو گھیرتے ہیں دشت سے ۔۔۔ جو ہو فربہ ذبح کرتے ہیں اُسے

شب گذشت و صبح آمد اے قمر ۔۔۔ چند ایں افسانہ را گیری ز سر

رات گذری اور آئی صبح بھی ۔۔۔ کب تک اس افسانے کو دُہرائے گی

تو جواں بودی و قانع تر بُدی ۔۔۔ زر طلب گشتی خود اوّل زر بُدی

تو جوانی میں کتنی قانع ہے خبر ۔۔۔ زر طلب اب ہو گئی کتنی پہلے زر

لہ یہ اعرابی کا اپنی عورت سے خطاب ہے +

زر بدی پر میوه چون کاسد شدی — وقت میوه پختنت فاسد شدی
تھی تو انگور اب مگر کھٹی ہے داکھ — میوہ پکنے وقت کیا مستی ہے راکھ[1]

میوه ات باید که شیرین تر شود — چون رسن تابان واپس تر رود
چاہیے تھا میوہ شیریں تر ترا — رسی بٹنے والوں کی طرح پیچھے ہوا[2]

جفت ما بی جفت باید هم صفت — تا برآید کارها با مصلحت
ہے مری زوجہ ہو میری ہم صفت — تاکہ پورے کام ہوں با مصلحت

جفت باید بر مثال همدگر — در دو جفت کفش و موزه در نگر
جوڑے ہیں دونوں رہیں لازم ایک سے — جوتے اور موزوں کے جوڑے دیکھ لے

گر یکی کفش از دو تنگ آید بپا — هر دو جفتش کار ناید مر ترا
دونوں جوتوں میں جو اک جوتا ہو تنگ — دونوں جوتے ہوں گے بیکار اور تنگ

جفت در یک خرد و آن دیگر بزرگ — جفت شیر بیشه دیدی هیچ گرگ
کیا بنے گر اک ہو خرد اور اک بزرگ — شیر کا جوڑا کہاں ہوتا ہے گرگ

راست ناید بر شتر جفت جوال — آن یکی خالی و آن یک پر ز مال
اونٹ پر دو گونیں ٹھیک کیسے مگر لدیں — گر ہو اک خالی۔ تو ہو مال ایک میں

من روم سوی قناعت دل قوی — تو چرا سوی شناعت می روی
دل قناعت کے لئے میرا قوی — تو برائی کی طرف پھر کیوں چلی

مرد قانع از سر اخلاص و سوز — زین نسق می گفت با زن تا بروز
مرد قانع نے بہ اخلاص — صبح تک کی اس سے ایسی گفتگو

[1] آخری عمر میں بے صبر اور ناشکر گزار کیوں ہو رہی ہے۔
[2] رسی بٹنے والے رسی بٹ کر آگے کی طرف سے پھر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

عورت کا اپنے شوہر کو نصیحت کرنا

زن بروزد بانگ کاے ناموس کیش ۔ من فسون تو نخواہم خورد بیش
بولی پھر عورت کہ اے عزت طلب ۔ تیرے داؤں میں نہ آؤں گی میں اب

ترہات از دعوی و دعوت مگو ۔ رو سخن از کبر و از نخوت مگو
جھوٹی باتیں اور دعوی ترک کر ۔ کبر اور نخوت سے تو کر در گزر

چند حرف طمطراق کار و بار ۔ کار و حال خود ببین و شرم دار
کب تک ایسی گفتگو بہ کرّ و فر ۔ اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعوی و کبر و ترہات ۔ دور کن از دل کہ تا یابی نجات
نخوت و دعوی تکبّر جھوٹ بات ۔ دور کر دے سب کو تا پائے نجات

کبر زشت و از گدایاں زشت تر ۔ روز سرد و برف وانگہ جامہ تر
ہے گداؤں کا تکبر زشت تر ۔ جیسے جاڑا ۔ برف اور کپڑے ہوں تر

چند آخر دعوی باد و بروت ۔ اے ترا خانہ چو بیت العنکبوت
ہیں غلط دعوے غلط بہ کرّ و فر ۔ ہے فقط مکڑی کا جالا تیرا گھر

از قناعت کے تو جاں افروختی ۔ از قناعتہا تو نام آموختی
تو قناعت سے ہوا کب بہرہ ور ۔ نام سیکھا ہے قناعت کا مگر

گفت پیغمبر قناعت چیست گنج ۔ گنج را تو وانمی دانی ز رنج
قول حضرت ہے قناعت کیا ہے گنج ۔ گنج سے تجھ کو نہیں تمیز رنج

ایں قناعت نیست جز گنج رواں ۔ تو مزن لاف اے غم و رنج رواں
یہ قناعت کیا ہے اک گنج رواں ۔ جھوٹ مت کہ تو ہے خود رنج رواں

تو مخوانم جفت و کمتر زن بغل ۔ جفت انصافم نیم جفت دغل
کہ نہ بیوی اور نہ یوں بغلیں بجا ۔ مکر کیسا میں ہوں جوڑا عدل کا

چوں قدم باشاہ و بابگ می زنی	چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
شاہ کا ہمراہ تو کیونکر ہوا	جب کہ گھر ہیں مکھیاں مارا کیا
باسگاں بر استخواں در چالشی	چوں نے اشکم تہی در نالشی
ہڈیوں کی تاک میں کتا ہے تو	اور تہی نے کی طرح روتا ہے تو
سوئے ما منگر بخواری سست	تا نگوئیم آنچہ در رگہائے تست
دیکھ ذلت سے نہ مجھ کو تو کبھی	کھول دوں گی جو رگوں میں ہے تری
عقل خود را از من افزوں دیدہ	تو من کم عقل را چوں دیدہ
عقل ہے مجھ سے زیادہ مجھ میں کیا	تو مجھے ناداں سمجھا۔ واہ وا
ہمچو گرگ زشت اندر ما مجہ	اے زننگ عقل تو بے عقل بہ
حملہ کیوں کرتا ہے ہم پر بھیڑیئے	بے وقوف اچھے ہیں تیری عقل سے
چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست	آں نہ عقل ست آنکہ مار و کژدم است
عقل تیری دام ہے انسان کا	عقل کیسی سانپ بچھو۔ بے حیا
خصم ظلم و مکر تو اللہ باد	دست عقل تو زما کوتاہ باد
دشمن ایسے مکر کا اللہ ہو	ہاتھ تیری عقل کا کوتاہ ہو
ہم تو ماری ہم فسونگر اے عجب	مار گیر و ماری اے ننگ عرب
سانپ بھی ہے تو فسوں گر بھی عجب	مار گیر و مار اے ننگ عرب
زاغ اگر زشتی خود بشناختے	ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
زاغ اگر اپنی بدی پہچانتا	برف کی مانند گھلتا بر ملا
مرد افسوں گر بخواند چوں عدو	او فسوں بر مار و مار افسوں برو
مرد افسوں خواں کو دیکھ اے فتنہ گر	سانپ اس پر تیز ہے وہ سانپ پر
گر نبودے دام او افسون مار	کے فسون مار را گشتے شکار
دام اس کا گر نہ ہو افسون مار	وہ فسون مار کا کیوں ہو شکار

مرد افسونگر ز حرص کسب کار — در نیابد آن زمان افسون مار
ہے جو افسوں گر کو حرص کاروبار — بھولتا ہے اس گھڑی افسونِ مار

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں — آن خود دیدی فسون ما ببیں
سانپ کہتا ہے فسوں گر ہو شیار! — کر چکا وار۔ اب مرا بھی سہہ یہ وار

تو بنامِ حق فریبی مر مرا — تا کنی رسوائے شور و شر مرا
ہیں خدا کے نام سے دھوکے ترے — تا کرے رسوائے شور و شر مجھے

نامِ حقم بست نے آں رائے تو — نامِ حق را دام کردی وائے تو
رائے تیری کیا میں ہوں حق کی غلام — آہ! نامِ حق بنایا تو نے دام

نامِ حق بستاند از تو دادِ من — من بنامِ حق سپردم جان و تن
تجھ سے میری داد لے گا حق کا نام — نامِ حق پر جان و تن سونپے تمام

تا بزخمِ من رگِ جانت برد — یا ترا چوں من بزندانے برد
تا وہ میرے غم میں تیری جان لے — یا تجھے میری طرح قیدی کرے

زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا — خواند بر شوئے خود او طومار ہا
سخت باتیں کر کے عورت نے فتا! — کھولا یوں شوہر پر اک طومار سا

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا

مرد چوں ایں طعنہا از زن شنفت — مستمع شد بعد ازاں ہیں تا چہ گفت
مرد نے طعنے جو عورت کے سنے — یوں کہا اس زوجۂ ذی فہم سے

گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن[1] — فقر فخر[2] آمد مرا طعنہ مزن
جانے تو عورت ہے یا ہے بوالحزن — فقر تو ہے فخر کیوں ہے طعنہ زن

[1] صاحب رنج والم۔

[2] آنحضرت صلعم نے فرمایا: الفقر فخری والفقر منی یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ	کل بود آں کز کلہ سازد پناہ
مال و زر سر کے لئے ہیں اک کلاہ	وہ ہے گنجا لے جو ٹوپی سے پناہ
آنکہ زلف و جعد رعنا باشدش	چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش
زلف اور چوٹی جسے رعنا ملے	ہو نہ ٹوپی تو ہے راحت اس کے لئے
مرد حق باشد بمانند بصر	پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ نظر
مرد حق ہوتا ہے مانند بصر	ہے برہنہ اچھی کہ پوشیدہ نظر؟
وقت عرضہ کردن آں بردہ فروش	برکند از بندہ جامہ عیب پوش
بیچنے کے وقت اک بردہ فروش	دور کر دیتا ہے کپڑے عیب پوش
ور بود عیبے برہنش کے کند	بل بجامہ خدعۂ با وے کند
عیب اگر ہو تو کب ننگا کرے	کپڑے پہنا کر اسے حیلا کرے
گوید ایں شرمندہ است از نیک و بد	از برہنہ کردن او از تو رمد
یوں کہے یہ نیک و بد سے ہے خجل	برہنہ کرنے سے ہوگا منفعل ۲۲
خواجہ در عیب ست غرقہ تا بگوش	خواجہ از مال ست مالش عیب پوش
عیب میں ہے غرق خواجہ تا بگوش	یعنے ہے وہ مال اس کا عیب پوش
کز طمع عیبش نبیند طامعے	گشت دلہا را طمعہا جامعے
عیب طامع کو نظر آتا نہیں	ہے دلوں میں جمع طمع آن دا ہیں
ور گدا گوید سخن چوں زر کان	رہ نیابد کالۂ او در دکان
ہو زر خالص بھی گر قول گدا	ہو دکانوں میں نہ گنجائش ذرا
کار درویشی ورائے فہم تست	سوئے درویشاں بمنگر سست سست
فہم سے ہے تیرے درویشی سوا	سست سست نظریں تو نہ ڈال ان پہ ذرا
زانکہ درویشی ورائے کارہاست	دمبدم از حق مر ایشاں را عطاست
کار درویشی ہے کاموں سے جدا	دمبدم ہے ان پہ خالق کی عطا

بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال | روزیئے دارند ژرف از ذوالجلال
پاتے ہیں درویش دولت سے سوا | ان کو ابھی روزی دیتا ہے خدا

حق تعالیٰ عادلست و عادلاں | کے کنند استمگری بابے دلاں
عدل والا ہے خدا اور عدل گر | ظلم کرتے ہی نہیں بے چاروں پر

آں یکے را نعمت و کالا دہند | واں دگر را بر سر آتش نہند
ایک کو دے نعمت و مال و منال | دوسرے کو آگ پر کرتے ہیں لال

آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں | بر خدائے خالق ہر دو جہاں
دوزخی ہو وہ جو یہ رکھے گماں | اس سے بالا ہے خدائے دو جہاں

فقر فخری نے گزافست و مجاز | صد ہزاراں عز پنہاں ست و ناز
در فقر فخری کا گپ نہیں اے جلد باز | اس میں ہیں پوشیدہ ہیں لاکھوں عز و ناز

از غضب بر من لقبہا راندہ | مار خوی و مار گیرم خواندہ
تو نے غصے میں لقب مجھ کو دیئے | مار گیر اور مار خونک بھی کہے

گر بگیرم مار و دندانش کنم | تا کشش از سر کوفتن ایمن کنم
توڑ دوں دنداں پکڑ کر مار کو | تا کہ وہ بے خوف سر کوبی سے ہو

زانکہ آں دنداں عدو جان اوست | من عدو را می کنم زیں علم دوست
کیونکہ دشمن دانت ہیں اس کے لئے | دوست دشمن کو بناؤں علم سے

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں | ایں طمع را می کنم من سرنگوں
طمع سے پڑھتا نہیں ہرگز فسوں | طمع کو رکھتا ہوں بلکہ سرنگوں

حاش للہ طمع من از خلق نیست | از قناعت در دل من عالمیست
تو یہ تو بہ خلق سے لالچ نہیں | دل ہے دنیا سے قناعت بالیقیں

از سر امرود بن بینی چناں | زاں فرود آ تا نماند ایں گماں
تو چڑھی ہے پیڑ پر امرود کے | نیچے آ تا یہ گماں جاتا رہے

چونکہ برگردی و سرگشتہ شوی | خانہ را گردندہ بینی آں توئی

پھرنے پھرنے سے ترا چکرا گیا | گھر نہیں جسکو ہیں ہے دورہ ترا

جیسا آئینہ ہوگا، ویسا ہی اُس میں نظر آئیگا

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت | زشت نقشے کز بنی ہاشم شگفت

دیکھکر حضرتؐ کو بوجہل لعیں | کہتا تھا یہ ہاشمی سے بدتریں

گفت احمدؐ مر ورا کہ راستی | راست گفتی گرچہ کار افزاستی

بولے حضرتؐ اُس سے تونے سچ کہا | سچ کہا لیکن بڑھا کر حاشیا

دید صدیقش بگفت اے آفتاب | نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب

اور صدیقؓ اُن کو سمجھے آفتاب | اور کہا ہو شرق ریز و غرب تاب

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز | اے رہیدہ تو ز دنیائے بہ چیز

بولے حضرتؐ سچ کہا ہے اے عزیز | تو رہے دنیائے دوں سے باتمیز

حاضراں گفتند کاے صدر الورا | راست گو گفتی دو ضدرا را چرا

سنتے جو حاضر بول اُٹھے یا مصطفیٰؐ | آپ نے دونوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ ام مصقول دست | ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست

بولے میں آئینہ ہوں اک باصفا | جیسا جو ہوگا نظر آجائے گا!

ہر کرا آئینہ باشد پیش رو | زشت و خوب خویش را بیند درو

ہوگا جس کے سامنے بھی آئینا | دیکھ لے گا اُس میں سب اچھا برا

اے زن از طمّاع می بینی مرا | زیں تحرّی زنانہ برتر آ

بولے اے زن لالچی سمجھا مجھے | ہے زنانہ ضعف اس کو چھوڑ دے

آں طمع را ماند و رحمت بود | کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود

طمع آتا ہے نظر رحمت ہے فقر | طمع ہے اس جا کہاں نعمت ہے فقر

امتحاں کن فقر را روزے دو تو — تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
امتحان فقر دو اک روز کر — فقر میں دہری غنا آئے نظر

صبر کن با فقر و بگذار ایں ملال — زانکہ در فقر ست عزِّ ذی الجلال
صبر کر با فقر یہ غم چھوڑ دے — فقر میں ہیں مرتبے اللہ کے

سرکہ مفروش و ہزاراں جاں بہ بیں — از قناعت غرق بحرِ انگبیں
ہو نہ ترش اور دیکھ لے جانیں ہزار — ہیں قناعت ہی سے غرق افتخار

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر — ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
لاکھوں جانیں تلخ کش ایسی بھی تھیں — گل کی صورت گل شکر میں مل گئیں

اے دریغا مر ترا گنجا بدے — تا ز جانم شرح دل پیدا شدے
کاش تجھ میں ظرف ہوتا متصل — تا کہ میری جان کرتی شرحِ دل

ایں سخن شیر ست در پستانِ جاں — بے کشندہ خوش نمی گردد رواں
دودھ ہے پستانِ جان میں یہ سخن — بن پیئے کیا لطف ہے اے جانِ من!

مستمع چوں تشنہ و جویندہ شد — واعظ ار مردہ بود گویندہ شد
سننے والے میں جو ہو جوشندگی — مردہ ہو واعظ تو پائے زندگی

مستمع را چوں از و آید ملال — صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال
سننے والے کو جو ہو اس سے ملال — صد زبان واعظ بھی ہو گا گنگ و لال[1]

چونکہ نامحرم در آید از درم — پردہ در پنہاں شوند اہلِ حرم
گھر میں نامحرم اگر آئے کوئی — عورتیں پردے میں ہو جائیں سبھی

ور در آید محرمے دور از گزند — برگشایند آں ستیراں روئے بند
لیکن آ جائے اگر محرم کوئی — عورتیں الٹیں نقاب اپنے سبھی

ہر چہ را خوب و خوش و زیبا کنند — از برائے دیدۂ بینا کنند
خوبی و زیبائش و آراستگی — چشمِ بینا کے لئے خالق نے دی

[1] گونگا۔

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم — از برائے گوشِ بے حسِ اصم
چنگ اور اس کی زیر و بم اے ذی شعور — کب ہو بہرے کے لیئے وجہ سرور

نشتنکسا را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر تیم کرد و پئے اخشم نکرد
نشتنک کی خوشبو نہیں ناقص مگر — سونگھنے والے پہ کرتی ہے اثر

نائے حق را بیہدہ خوشدم نکرد — بہر انس آمد پئے اہرمن نکرد
خوش نوائے ہے تو انساں کے لیئے — اور نہیں کچھ دیو و شیطاں کے لیئے

حق زمین و آسماں بر ساختہ است — در میاں بس نار و نور افراختہ است
ہے زمین و چرخ کا حق سے ظہور — روشنی ہیں ان کے درمیاں ہیں نار و نور

ایں زمیں از برائے خاکیاں — آسماں را مسکنِ افلاکیاں
ہے زمیں بہرِ قیامِ خاکیاں — اور فرشتوں کے لیئے ہے آسماں

مردِ سفلی دشمنِ بالا بود — مشتری ہر مکاں پیدا بود
پست انساں کو فلک سے دشمنی — ہر مکاں کا بھی ہے اک مشتری

اے ستیزہ ہیچ تو برخاستی — خویشتن را بہر کور آراستی
تو کبھی اٹھتی سنورنے کے لیئے — بہرے والی ایک اندھے کے لیئے

گر جہاں را پُر دُرِ مکنوں کنم — روزیِ تو چوں نباشد چوں کنم
میں جہاں کو موتیوں سے بھر تو دوں — تیری قسمت میں نہ ہو تو کیا کروں

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو — ورنمی گوئی بترکِ من بگو
رہزنی و جنگ اے زن چھوڑ دے — اور نہیں تو میرا دامن چھوڑ دے

مرمرا چہ جائے جنگِ نیک و بد — کایں دلم از صلحہا ہم می رمد
تابِ جنگِ نیک و بد مجھ کو نہیں — صلح سے بھی بھاگتا ہوں بالیقیں

بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن — زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن
میرے زخموں پر نہ یوں تو ڈنک مار — دے نہ تازہ زخم دل کو زینہار

گر خمش کردی وگرنہ آں کنم　　　　کہ ہمیں دم ترک خان و ماں کنم

یا تو ہو خاموش اور تکرار چھوڑ　　　　ورنہ جاتا ہوں ابھی گھر بار چھوڑ

پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ　　　　رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ

پاؤں خالی تنگ جوتے سے بھلا　　　　رنج غربت گھر کے جھگڑے سے بھلا

عورت کا شوہر کے ساتھ نرمی سے پیش آنا

زن چو دید او را کہ تند و توسن است　　　　گشت گریاں گریہ خود دام زن است

اس کو عورت نے جو دیکھا نا شکیب　　　　روئی اور رونا ہے عورت کا فریب

گفت از تو کے چنیں پنداشتم　　　　از تو من امید دیگر داشتم

بولی ایسا کب تجھے سمجھی تھی　　　　تجھ سے مجھ کو اور کچھ امید تھی

زن درآمد از طریق نیستی　　　　گفت من خاک شمایم نے ستی

پھر وہ عورت عاجزی کرنے لگی　　　　اور بولی خاک پا ہوں آپ کی

جسم و جان و ہر چہ ہستم آن تست　　　　حکم و فرماں جملگی فرمان تست

جسم و جاں جو کچھ ہے تیرا ہی تو ہے　　　　حکم و فرماں تیرا ایسا ہی تو ہے

گر ز درویشی دلم از صبر جست　　　　بہر خویشم نیست ایں از بہر تست

میں جو درویشی سے یوں بے حال ہو گئی　　　　بہتری اس میں بھی تیری ہی تو تھی

تو مرا در دردہا بودی دوا　　　　من نمی خواہم کہ باشی بے نوا

تو مرے درد اور دکھ میں تھا دوا　　　　چاہتی کب ہوں کہ تو ہو بے نوا

جان تو کز بہر خویشم نیست ایں　　　　از برائے تست ایں بانگ و حنیں

مجھ کو غرض اپنی نہیں تیری قسم　　　　ہے فقط تیرے لئے فریاد و غم

خویش من واللہ کہ بہر خویش تو　　　　ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو

میری جاں ہے تیری جاں کے واسطے　　　　چاہتی ہے تیری خدمت میں مرے

کاش جانت کش روان من فدے	از ضمیر جان من واقف شدے
کاش تو اے میں تیری جاں پر فدا	جو مرے دل میں ہے وہ بھی جانتا
چوں تو با من اینچنیں بودی بظن	ہم ز جاں بیزار گشتم ہم ز تن
سن کے بدظنی تیری اس بار میں	جان و تن سے ہو گئی بیزار میں
خاک بر سیم و زر کردیم چوں	تو چنینی با من اے جاں را سکوں
خاک میں تو نے سیم و زر پر ڈال دی	ہے جو یہ بات اے مرے دل کے سکوں
تو کہ در جان و دلم جا می کنی	زیں قدر از من تبرا می کنی
تو دل و جاں کا مری مختار ہے	مجھ سے پھر کیوں اس قدر بیزار ہے
تو تبرا کن کہ ہستت دستگاہ	اے تبرائے تو جاں را عذر خواہ
ہو خفا۔ تجھ کو ہے اس پر دستگاہ	میری جاں لیکن ہے تجھ سے عذر خواہ
یاد می کن آں زمانے را کہ من	چوں صنم بودم تو بودی چوں شمن
وہ زمانہ یاد کر غم خوار من	میں صنم تھی اور تو تھا پاسمن
بندہ بر وفق تو دل افروختست	ہر چہ گوئی پخت گویم سوختست
تجھ سے بالکل ہے موافق دل مرا	تو کہے پختہ۔ کہوں میں جل گیا
من سپاناخ توام ہر چہ پزی	یا ترش با یا کہ شیریں می سزی
میں ہوں پالک خوش تری ہر بات پر	چاہے تو شیریں پکا یا ترش کر
کفر گفتم نک بایماں آمدم	پیش حکمت از سر جاں آمدم
کفر بک کر لائی پھر ایمان میں	حکم پر تیرے دونگی تیرے جان میں
خوئے شاہانہ ترا نشناختم	پیش تو گستاخ خود در باختم
تھی نہ اس شاہانہ عادت کی خبر	میری گستاخی خدا را عفو کر
چوں ز عفو تو چراغے ساختم	توبہ کردم اعتراض انداختم
عفو کو تیرے بنا کر روشنی	اب نہ چھیڑوں گی یہ میں نے توبہ کی

می نہم پیش تو شمشیر و کفن
می کشم پیش تو گردن را بزن
سامنے رکھے ہیں شمشیر و کفن
کاٹ لے گردن مری اے تیغ زن

از فراق تلخ می گوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
ہجر کی کرتا ہے باتیں تلخ تر
اور جو کچھ چاہے کر پر یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہی ہست سر
با تو بے من او شفیعے مستمر
عذر خواہی میری تجھ میں ہے نہاں
کرتی ہے میری سفارش ہر زماں

عذر خواہم در درونت خلق تست
ز اعتماد او دل من جرم جست
ہے ترا اخلاق میرا عذر خواہ
بھول کر میں اس پہ کر بیٹھی گناہ

رحم کن پنہاں ز خود اے خشمگیں
اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں
رحم میری معذرت پر چاہئے
میٹھا تیرا خلق سو من شہد سے

زیں نسق می گفت با لطف و گشاد
در میان گریہ بر روے اوفتاد
تھی مفصل گفتگو اس قسم کی
باتیں کرتے کرتے وہ رونے لگی

گریہ چوں از حد گذشت و ہاے ہاے
زاں حنینش مرد را دل شد ز جاے
سن کے اس کی ہائے ہو وہ مرد کار
اس کے غم سے ہو گیا بے اختیار

چوں قرارش ماند و صبرش بجا
زانکہ بے گریہ بُد او خود دلربا
کس طرح وہ صبر کر سکتا بھلا
جبکہ بے روئے بھی تھی وہ دلربا

شد ازاں باراں یکے برقے پدید
زد شرارے بر دل مرد وحید
یوں ہوئی اس مینہ سے بجلی آشکار
جس سے کوندا مرد کے دل پر شرار

زانکہ بندہ روئے خوبش بود مرد
چوں بود چوں بندگی آغاز کرد
مرد جس کی خوبیوں کا خود ہو رام
کیا ہے ہو جائے جب دل سے غلام

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود
چوں شوی چوں پیش تو گریاں شود
دل ترا ہل جائے جس کے کبر سے
کیا ہو جب وہ سامنے رونے لگے

آنکه از نازش دل و جاں خوں بود ۔ چونکه آید در نیاز او چوں بود

ناز جس کا جان و دل کا خوں کرے ۔ ہو نیاز آگیں تو پھر کیونکر بنے

آنکه در جور و جفااش دام است ۔ عذر او چه بود چو او در عذر خاست

جس کے جور و ظلم خود ہوں بے پناہ ۔ عذر کیا ہو وہ اگر ہو عذر خواہ

آنکه جز خونریزیش کارے نبود ۔ چوں نهد گردن زہے سودا و سود

صرف خوں ریزی ہی جس کا کام ہو ۔ وہ جھکائے سر تو کیا انجام ہو

آنکه جز گردن کشی ناید ازو ۔ سر نهد پیشش تو چوں باشد بگو

جو رہے ہر وقت ہی گردن فراز ۔ کیا ہو جب سر خم کرے وہ با نیاز

[1] زُیِّنَ لِلنَّاس حق آراسته است ۔ زانچه حق آراست چوں تانند رست

زُیِّنَ لِلنَّاس ہے عورت کی ذات ۔ جو سجایا حق نے اس سے کب نجات

چوں پئے یَسْکُنْ اِلَیْهَاش آفرید ۔ کے تواند آدم از حوّا برید

جب کہے یَسْکُنَ [2] اِلَیْهَا خود خدا ۔ کس طرح آدم ہو حوّا سے جدا

رستم زال ار بود وز حمزه بیش ۔ هست در فرمان اسیر زال خویش

خواہ رستم ہو کہ حمزہ پہلواں ۔ سامنے بیوی کے سب ہیں ناتواں

آنکه عالم مست گفتش آمدے ۔ کلمینی یا حمیرا می زدے

وہ کہ عالم مست ہے جس قول کا ۔ یا حمیرا بات کر فرما گیا!

[1] قولہ تعالیٰ عزّوجل: زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَ الْبَنِیْنَ ۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی خواہشوں کی محبّت کو مردوں کیلئے آراستہ کر دیا ہے ۔

[2] قولہ تعالیٰ عزّوجلّ: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا " یعنی وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہیں نفسِ واحد (آدمؑ) سے پیدا کیا اور پھر اُس سے (حوّا کا) جوڑا بنایا، تاکہ وہ آرام کرے اور اُس کے ساتھ محبّت کرے ۔

آب غالب شد بر آتش از نہیب	ز آتش او جوش شد کہ باشد در حجیب
غضبوں سے آگ پر غالب ہے آب	جوش کھاتا ہے اگر ہو کچھ حجاب
چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را	نیست کرد آں آب را کردش ہوا
ظرف ان دونوں میں جب حائل ہوا	کر دیا آتش نے پانی کو ہوا
ظاہرا بر زن چو آب ار غالبی	باطناً مغلوب و زن را طالبی
ظاہراً عورت پر گر غالب ہے تو	باطناً مغلوب اور طالب ہے تو
اینچنیں خاصیتے در آدمی ست	مہر حیواں را کمست آں از کمی ست
آدمی میں تو ہے خاصیت یہی	جانور میں ہے محبت کی کمی

عورتیں عاقلوں پر غالب اور جاہلوں سے مغلوب ہیں

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں	غالب آید سخت بر صاحبدلاں
ہے نبیؐ کا قول عورت خاص کر	غالب آجاتی ہے اہل عقل پر
باز بر زن جاہلاں غالب شوند	زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند
جاہل اکثر کرتے ہیں مغلوب انہیں	ہوتے ہیں جو تند پھر کر جہل میں
کم بودشاں رقت و لطف و وداد	زانکہ حیوانیست غالب بر نہاد
ان میں کم ہے رقت و لطف و ودادؔ	اُن پہ تو غالب ہے حیوانی نہاد
مہر و رقت وصف انسانی بود	خشم و شہوت وصف حیوانی بود
مہر و رقت وصف ہیں انسان کے	خشم و شہوت طور ہیں حیوان کے
پرتوِ حقست آں معشوق نیست	خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست
پرتوِ حق ہے نہیں معشوق یہ	یعنی خالق ہے نہیں مخلوق یہ

۱؎ مہربانی۔ محبت + ۲؎ یعنی جب عورت کو خدا کا پرتوِ اتم مشاہدہ کیا جائے تو اس کو مخلوق کس طرح نیاں کیا جا سکتا ہے + یہ قول مولٰنا نے زن مریدوں کا نقل کیا ہے

مرد کا عورت کی بات مان لینا

بنزدِ عقل ہر دانندہ ہست　　کہ با گردندہ گردانندہ ہست
ازاں چرخہ کہ گرداند ورا پیر　　قیاسِ چرخِ گردوں را ہمی گیر

ترجمہ: اسے ہر عقلمند سمجھتا اور جانتا ہے کہ ہر پھرنے اور گھومنے والی چیز کا کوئی پھرانے اور گھمانے والا ضرور ہے۔ اُس چرخے سے جس کو بُڑھیا عورت چلاتی ہے۔ آسمان کو پھرانے والے (خدا) کا قیاس کرنا چاہیئے +

مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں　　کز عوانے ساعتِ مُردن عواں
بول پشیماں مرد تھا وہ بیش و کم　　ظلم سے جس طرح ظالم مرتے دَم
گفت خصمِ جانِ جاں چوں آمدم　　بر سرِ جانِ من لگدہا چوں زدم
بولا کیوں کی جانِ جاں سے دشمنی　　کر لی پامالی خود اپنی جان کی
چوں قضا آید نماند فہم و رائے　　کس نمیداند قضا را جز خدائے
جب قضا آئے رہے پھر عقل کیا　　اور قضا کو کون جانے جز خدا
چوں قضا آید فرو پوشد بصر　　تا نداند عقلِ ما پا را ز سر
موت کر دیتی ہے اندھا اے عزیز　　کچھ سر و پا میں نہیں رہتی تمیز
زاں امام المتقین رضؓ داد ایں خبر　　گفت اِذَا جَآءَ الْقَضٰی اَعْمَی الْبَصَرَ
قول یہ شیرِ خدا کا ہے سنو　　اندھا کرتی ہے قضا انسان کو
چوں قضا بگذشت خود را می خورد　　پردہ بدریدہ گریباں می درد
جب قضا گذری تو شرمندہ ہوا　　پھاڑتا ہے وہ گریباں برملا
مرد گفت اے زن پشیماں میشوم　　گر بُدم کافر مسلماں میشوم
بولا شوہر میں پشیماں تجھ سے ہوں　　تھا میں کافر اب مسلماں تجھ سے ہوں

من گنہگارِ توام رحمے بکن — بر مکن یکبارگی از بیخ و بن

رحم کر میں ہوں گنہگار و شقی — یوں نہ اب جڑ سے اکھاڑ اکبارگی

کافر پیر ار پشیماں میشود — چونکہ عذر آرد مسلماں میشود

پیر کافر جب پشیماں ہو گیا — عذر کرنے سے مسلماں ہو گیا

من گنہگارِ توام رحمے بکن — عذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن

میں ترا مجرم ہوں مجھ پر رحم کر — عذر سن میرا خدا را سربسر

حضرت پُر رحمت ست و پُر کرم — عاشق او ہم وجود و ہم عدم

بارگاہِ حق ہے پُر رحم و کرم — ہے وجود اس سے مستحق اور عدم

کفر و ایماں عاشق آں کبریا — مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا

کفر و ایمان مبتلائے کبریا — تانبا اور چاندی غلام کیمیا

حضرت موسیٰؑ اور فرعون دونو تابعِ معنی ہیں

موسیٰؑ و فرعون معنی را رہی — ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی

تابع معنی ہیں فرعون و کلیمؑ — وہ ہے گمرہ ان کا رستہ مستقیم

روز موسیٰؑ پیش حق نالاں شدہ — نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ

دن کو زاری کرتے تھے موسیٰ بسنو — روتا تھا فرعون آدھی رات کو

کایں چہ غل ست اے خدا بر گردنم — ورنہ غل باشد کہ گوید من منم

اے خدا گردن میں یہ کیسا ہے طوق — کیوں انانیت کا ہوتا ورنہ شوق

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رو کردۂ — ماہِ جانم را سیہ رو کردۂ

جس سے موسیٰ کو منوّر کر دیا — اُس سے کیوں مجھ کو مکدّر کر دیا

بہتر از ماہے نبود استارہ ام — چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام

چاند سے بہتر نہ تھا تارا مرا ؟ — جب کہ وہ گہنا گیا۔ چارہ ہے کیا!

قومم گر رب و سلطاں می زنند	مہ گرفت و خلق پنگاں می زنند
رب و سلطاں کہتے ہیں نا حق شناس	یا گہن کے وقت یہ بجتا ہے طاس[١]
می زنند آں طاس و غوغا می کنند	ماہ را زاں زمرہ رسوا می کنند
پیٹتے ہیں طاس غل کرتے ہوئے	چاند کو کرتے ہیں رسوا ان کے
من کہ فرعونم ز خلق اے وائے من	زخم طاس ربی الاعلاے من[٢]
ہیں کہ ہوں فرعون مغرور الناس	ربی الاعلیٰ ہے مجھ کو زخم طاس
خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات	می شکافد شاخ را در بیشہ ات
ایک سے بندے ہیں دونوں اے خدا	چیرتا ہے شاخ کو تیشہ ترا
باز شاخے را موصل می کنی	شاخ دیگر را معطل می کنی
کرتا ہے اک شاخ کو پیوند تو	اور معطل دوسری کو [illegible]
شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے	ہیچ شاخ از دست تیشہ رست نے
شاخ کو تیشے پہ کچھ قدرت نہیں	جز رہے اس تیشے کے مہلت نہیں
حق آں قدرت کہ آں تیشہ تراست	از کرم کن ایں کژیہا را تو راست
اپنی قدرت سے جو تیشہ ہے ترا	راست کر میری کجی کو اے خدا
باز با خود گفتہ فرعون اے عجب	من نہ در یا ربنا ام جملہ شب
پھر کہا فرعون نے دل میں عجب	"ربنا" کہتا نہیں ہیں ساری شب؟

ؐ۱ ؎ تانبے کا کٹورہ۔ یعنی لوگ جو مجھے رب اور سلطان کہہ کر مشہور کرتے ہیں تو اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے گہن کے وقت ٹوٹکے کے لئے تانبے کا کٹورہ بجاتے ہیں۔ جس کے بجنے سے چاند گہن سے کیا نکلتا ہے۔ البتہ اس واقعہ کی اطلاع سب کو ہو جاتی ہے ۔

ؐ۲ ؎ فرعون کی طرف سے "رَبِّیَ الْاَعْلٰی" (یعنی میں تمہارا خدا ہوں) کی منادی ہوا کرتی تھی ۔

در نہاں خاکی و موزوں می شوم　　چوں بہ موسیٰؑ می رسم چوں می شوم
رہتا ہوں خلوت میں با اُمید و بیم　　مجھ کو ہو جاتا ہے کیا پیشِ کلیمؑ

رنگ زرّ قلب دہ تو می شود　　پیشِ آتش چوں سیہ رو می شود
دس تہیں ہوں کھوٹے سونے پر اگر　　آگ کے آگے ہوں کالی سر بسر

نے کہ قلب و قالبم در حکمِ اوست　　لحظۂ مغزم کند یک لحظہ پوست
کیا نہیں محکوم اُس کے جسم و جان　　گاہ بنتا ہے مغز گاہے استخواں-

لحظۂ ماہم کند یک دم سیاہ　　خود چہ باشد غیر ایں کار اِلٰہ
چاند کو کرتا ہے دم بھر میں سیاہ　　کون کر سکتا ہے یہ غیر از اِلٰہ

سبز گردم چونکہ گوید کشت باش　　زرد گردم چونکہ گوید زشت باش
سبز ہو جاؤں اگر دے حکم کشت　　زرد ہو جاؤں اگر کہہ دے وہ زشت

پیش چوگانہائے حکمِ کن فکاں　　می دویم اندر مکان و لامکاں
ہم تو حکمِ کن فکاں کے سامنے　　ہیں مکان و لامکاں میں دوڑتے

چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد　　موسیے با موسیے در جنگ شد
چونکہ بے رنگی اسیر رنگ ہو　　موسیٰؑ و موسیٰؑ میں باہم جنگ ہو

چوں بہ بیرنگی رسی کو داشتی　　موسیٰؑ و فرعون کردند آشتی
پہنچی بیرنگی جو ہے اصل نہاد　　موسیٰؑ و فرعون کا ہو اتحاد

گر ترا آید بریں نکتہ سوال　　رنگ کے خالی بود از قیل و قال
اعتراض اس پر تجھے ہو گر کہیں　　رنگ قیل و قال سے خالی نہیں

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست　　رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست

رنگ بے رنگی سے جب پیدا ہوا
رنگ و بیرنگی میں پھر جھگڑا ہے کیا-

اصل روغن ز آب افزوں می شود ‏ ‏ عاقبت با آب ضد چوں می شود

اصل[1] روغن بھی ہے پانی ہی سے صاف ‏ ‏ پھر وہ کیوں ہوتا ہے پانی کے خلاف

چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند ‏ ‏ آب با روغن چرا ضد گشتہ اند

جب کہ ہے پانی ہی روغن کا خمیر ‏ ‏ آب در روغن میں ہے کیوں ضد کثیر

چوں گل از خارست و خار از گل چرا ‏ ‏ ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا

خار سے گل اور گل سے خار ہے ‏ ‏ ان میں پھر کیوں باہمی تکرار ہے

یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست ‏ ‏ ہمچو جنگ خرفروشاں صنعت ست

یا کوئی حکمت ہے ایسی جنگ بھی ‏ ‏ ہے گدھے[2] والوں کی جنگ زرگری

یا نہ اینست و نہ آں حیرانی ست ‏ ‏ گنج باید گنج در ویرانی ست

راز یا دونوں کا حیرانی میں ہے ‏ ‏ گنج اگر چاہیے تو ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہم می کنی ‏ ‏ زاں توہم گنج را گم می کنی

وہم نے تیرے جسے سمجھا ہے گنج - ‏ ‏ تیرے ان وہموں سے گم ہوتا ہے گنج

چوں عمارت داں تو وہم و رائہا ‏ ‏ گنج نبود در عمارت جائہا

ہے عمارت رائے اور وہم اے جواں ‏ ‏ گنج لیکن ہے عمارت میں کہاں

در عمارت ہستی و جنگے بود ‏ ‏ نیست را از ہستہا ننگے بود

ہے عمارت میں فقط ہستی و جنگ ‏ ‏ نیستی کو ہست سے ہے عار و ننگ

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد ‏ ‏ نیست خود آں ہست را داد کرد

ہست نے کب نیست سے فریاد کی ‏ ‏ نیست نے کی ہے رہائی ہست کی

---

[1] یعنی سرسوں وغیرہ کے پودے پانی ہی سے سرسبز ہوتے ہیں ٭

[2] گدھے بیچنے والے آپس میں مصنوعی جنگ کیا کرتے ہیں تاکہ اُن کی آواز دوسرے سُنیں۔ اور ادھر متوجہ ہوں ٭

تو مگو کہ من گریزانم ز نیست — بلکہ او از تو گریزان ست ایست

تو نہ کہہ میں ہوں گریزاں نیست سے — تجھ سے وہ خود بھاگتی ہے جان لے

ظاہرا می خواندت او سوئے خود — وز دروں می راندت با چوب رد

ظاہرا تجھ کو بلاتی ہے مگر — اصل میں رد کر رہی ہے اے پسر!

قومے اندر آتش سوزاں چو ورد — قومے اندر گلستاں با رنج و درد

اک جماعت آگ میں آسودہ ہے — ایک گلشن میں بھی غم آلودہ ہے

نعلہائے باز گونہ ست اے سلیم — نفرت فرعون را داں از کلیم

الٹی جوتی کی طرح ہے اے سلیم! — نفرت فرعون اور حال کلیمؑ

بدوں کے دونوں جہان سے محروم رہنے کا سبب

چوں حکیمک اعتقادے کردہ است — کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است

فلسفی کو اس پہ تھا پورا یقین — آسماں انڈا۔ تو زردی ہے زمین

گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں — در میان ایں محیط آسماں

پوچھا سائل نے تھا کیونکر یہ جہاں — اس محیط آسماں کے درمیاں

ہمچو قندیلے معلق در ہوا — نے بر اسفل می رود نے بر علا

یہ زمیں لٹکی ہے جوں قندیل یوں — نیچے اور اوپر نہیں جاتی۔ تو کیوں

آں حکیمش گفت کز جذب سما — از جہات شش بماند اندر ہوا

فلسفی بولا یہ ہے جذب سما — شش جہت کو ہے ہوا میں کھینچتا

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ

مثل مقناطیس قبہ بن گیا — بیچ میں لوہا رہا لٹکا ہوا

آں دگر گفت آسمان با صفا — کے کشد در خود زمین تیرہ را

اس نے پوچھا آسمان باصفا — کب زمین تیرہ کو کھینچے بھلا

بلکہ دفعش می کند از شش جہات	تا بماند درمیانِ عاصفات
بلکہ چھ طرفوں سے اُس کو چھوڑ کر	ڈال دیتا ہے ہوا کے دوش پر
پس زد دفعِ خاطرِ اہلِ کمال	جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال
پس برائے خاطرِ اہلِ کمال	سرکشوں کا دل ہے پا بندِ ضلال[۱]
پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں	ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں
دفع کرتے ہیں اُنہیں دونوں جہاں	یعنی دونوں جا نہیں ان کو اماں
سرکشی از بندگانِ ذی الجلال	دانکہ دارند از وجودِ تو ملال
اولیا سے تو ہے سرکش بدخیال	وہ تو خود ہی تجھ سے رکھتے ہیں ملال
کہربا دارند و چوں پیدا کنند	کاہِ ہستی ترا شیدا کنند
کہربا رکھتے ہیں، گر پیدا کریں	کاہِ ہستی کو ترے شیدا کریں
کہربائے خویش چوں پنہاں کنند	زود تسلیم ترا طغیاں کنند
کہربا اپنا چھپالیں گر ابھی	تیرے ایماں کو بنا دیں سرکشی
آنچناں کہ مرتبہ حیوانی است	کو اسیر و سخرۂ انسانی ست
جس طرح رتبہ ہر اک حیوان کا	ہے مطیع رتبۂ انساں ہوا
مرتبہ انساں بدستِ اولیا	سخرہ چوں حیواں تشناسش اے کیا!
رتبۂ انساں ہے تحتِ اولیا	جذبۂ حیواں سمجھ اس کو ذرا
بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد	جملہ عالم را بخواں قُل یا عباد
حق نے احمدؐ کی زباں سے شاد شاد	جملہ عالم کو کہا قل یا عباد[۲]

[۱] گمراہی + [۲] قولہ تعالیٰ: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (زمر) یعنی اے محمدؐ! اپنے نفس پر زیادتی کرنے والوں سے کہدے کہ اے میرے بندو! خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خدا تمام گناہوں کو معاف کردیگا +

عقلِ تو ہمچو شتربان تو شتر — می کشاند ہر طرف در حکمِ مر
ہے شتربان عقل اور تو ہے شتر — تجھ کو لے جاتی ہے اپنی راہ پر

عقلِ عقلند اولیا و عقلہا — بر مثالِ اشتران تا انتہا
یہ ہیں عقلِ محض جملہ اولیا — عقلِ انسانی شتر تا انتہا

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار — یک قلاوز ست جانِ صد ہزار
دیکھ تو اُن کو بہ چشمِ اعتبار — ایک رہبر ہے۔ تو جانیں صد ہزار

چہ قلاوز و چہ اشتربان بیاب — دیدگان دیدہ ببیند آفتاب
ہے شتربان کون اور رہبر ہے کیا — آنکھ والا دیکھے جو سورج کی ضیا

نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز — منتظر موقوف خورشید ست روز
دیکھ شب کو بند ہیں سب کاروبار — صبح کا خورشید پر ہے انحصار

اینت خورشیدے نہاں در ذرۂ — شیرِ نر در پوستینِ برۂ
ذرے میں خورشید یوں ہے مستتر[له] — کھال میں بکرے کی جیسے شیر نر

اینت دریائے نہاں در زیرِ کاہ — پا بریں کہ ہین منہ با اشتباہ
دیکھ لے دریا نہاں ہے زیرِ کاہ — پاؤں تو اس پر نہ رکھ با اشتباہ

اشتباہے و گمانے در دروں — رحمتِ حق ست بہرِ رہنموں
یہ گماں اور شبہ جو دل میں اٹھے — وہ ہے رحمت رہنمائی کے لئے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں — فرد بود و صد جہانش در نہاں
ہر پیمبر فرد آیا تھا یہاں — لیکن اس کے قلب میں تھے سو جہاں

عالمِ کبریٰ بقدرت سحر کرد — کرد خود را در کہیں نقشے نورد
عالمِ کبریٰ کو تابع کر لیا — نام اپنا نقش ادنیٰ میں بھرا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف — کے ضعیف ست آنکہ با شہ شد حریف
سمجھے ناداں اس کو تنہا اور ضعیف — ناتواں کب ہے جو ہو شہ کا حریف

[له] پوشیدہ ۔

ابلہاں گفتند مردے بینش نیست ۔۔۔ وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
احمقوں نے اس کو تنہا کہہ دیا ۔۔۔ بات کی تہ کو نہ پہنچے وہ ذرا

عاقبت دیدن بود از کاہلی ۔۔۔ دور بودن ہر نفس از جاہلی
عاقبت بینی ہے بیشک کاہلی ۔۔۔ اور ہر دم ترک کرنا جاہلی

حضرت صالحؑ کے دشمنوں کا اُنکے ناقہ کو حقیر جاننا

بشنو اکنوں قصۂ صالح رواں ۔۔۔ بگذر از صورت طلب معنیٔ آں
روح صالح کے بھی سن اذکار اب ۔۔۔ چھوڑ صورت اور معنی کر طلب

زانکہ صورت بیں نبیند عاقبت ۔۔۔ عاقبت بینی بیابی عافیت
کیونکہ صورت بیں نہ دیکھے عاقبت ۔۔۔ عاقبت بینی ہے رازِ عافیت

ناقۂ صالحؑ بصورت بد شتر ۔۔۔ پے بریدندش ز جہل آں قوم مر
ناقۂ صالحؑ تھا صورت میں شتر ۔۔۔ کاٹ بیٹھی جسکو قوم خیرہ سر

از برائے آب چو خصمش شدند ۔۔۔ آب کور و نان کور ایشاں بدند
دشمنی تھی صرف پانی کے لئے ۔۔۔ روٹی اور پانی کے تھے اندھے ہوئے

ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے میغ ۔۔۔ آب حق را داشتند از حق دریغ
جوئے باراں تھی بلاتی اسکو آب ۔۔۔ آب حق کو روک لے اُسے عذاب

ناقۂ صالحؑ چو جسم صالحاں ۔۔۔ شد کمینے در ہلاک طالحاں
ناقۂ صالحؑ جو جسم نیک تھا ۔۔۔ بن گیا حیلہ ہلاک قوم کا

تا بر آں امت ز حکم مرگ و درد ۔۔۔ نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيَاهَا چہ کرد
ان کی امت پر قضا و درد سے ۔۔۔ کیا کیا ناقے نے تو بھی دیکھ لے

شحنۂ قہر خدا ز ایشاں بجست ۔۔۔ خونبہائے اشترے شہرے درست
جب کہ اٹھا شحنۂ قہر خدا ۔۔۔ خوں بہا اک اونٹ کا اک شہر تھا

؎ بادل ٭

روح صالح بر مثال اشترے ست ۔ نفس گمرہ مردرا چوں پے بریست

روح صالح کیا ہے اک اشتر سوار ۔ نفس کو چے کاٹتا ہے اس کے یار

روح ہمچوں صالحؑ و تن ناقہ است ۔ روح اندر وصل و تن در فاقہ است

روح صالحؑ اور یہ تن ناقہ ہے ۔ وصل میں ہے روح تن کو فاقہ ہے

روح صالح قابلِ آفات نیست ۔ زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست

روح صالح قابلِ آفت نہیں ۔ زخم تن سے ذات کی ذلت نہیں

روح صالح قابلِ آزار نیست ۔ نورِ یزداں سغبۂ کفار نیست

روح صالح کو ملا آزار کب ۔ نورِ یزداں تابعِ کفار کب

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں ۔ تاش آزارند و بینند امتحاں

جسم میں تھا راز حقانی نہاں ۔ تا ستائیں اور یہ دیکھے امتحاں

بیخبر کآزارِ ایں آزارِ اوست ۔ آبِ ایں خم متصل با آبِ جوست

یہ ستانا ہے خدا کا ہو بہو ۔ خم کا پانی ہے قریبِ آبِ جو

زاں تعلق کرد با جسمش الٰہ ۔ تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ

جسم سے اس کا تعلق یوں رکھا ۔ وہ پناہِ دو جہاں ہو بر ملا

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر ۔ بر صدف آید ضرر نے بر گہر

کون ان کے دل پہ پائے گا ظفر ۔ سیپی ٹوٹے پر سلامت ہو گہر

ناقۂ جسمِ ولی را بندہ باش ۔ تا شوی با روحِ صالح خواجہ تاش

ناقۂ جسمِ ولی کا ہو غلام ۔ تا کہ روحِ نیک سے ہو ہم مقام

گفت صالح چونکہ کردید ایں حسد ۔ بعد سہ روز از خدا نقمت رسد

بولے صالح یہ نہ تھا کارِ ثواب ۔ تین دن کے بعد آئے گا عذاب

بعد سہ روز دگر از جاں ستاں ۔ آفتے آید کہ دارد سہ نشاں

آئے گی بن کر بلائے جاں ستاں ۔ ایک آفت ہونگے تین اسکے نشاں

رنگِ روئے جملہ تاں گردد دگر	رنگ رنگ مختلف اندر نظر
رنگ ہو جائے گا چہروں کا دگر	مختلف کچھ رنگ آئینگے نظر
روز اوّل روئے تاں چوں زعفراں	در دوم رو سرخ ہمچوں ارغواں
پہلے دن ہو رنگ مثل زعفراں	دوسرے دن سرخ مثل ارغواں
در سوم گردد ہمہ روہا سیاہ	بعد ازاں اندر رسد قہر الٰہ
تیسرے دن سب کا منہ ہوگا سیاہ	اس کے بعد اک آئے گا قہر الٰہ
گر نشاں خواہید از من زیں وعید	کرّۂ ناقہ بسوئے کُہ دوید
دیکھ لو یہ ہے نشانِ آشکار	بچہ بھاگا اس کا سوئے کوہسار
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست	ورنہ خود مرغ امید از دام جست
اس کو پکڑو ہے یہی چارہ مزید	ورنہ چھوٹا دام سے مرغ امید
چوں شنیدند ایں از و جملہ بتگ	در پئے اشتر دویدندے چو سگ
سن کے یہ باتیں ہوئے وہ سب دواں	بچے کے پیچھے مثالِ سگ رواں
کس نتانست اندراں کرّہ رسید	رفت در کہسار ہا شد ناپدید
کوئی بھی پہنچا نہ اس کا کر سکا	کوہ میں جا کر وہ غائب ہو گیا
ہمچو روحِ پاک کو از ننگِ تن	می گریزد جانبِ ربّ المنن
مثل روحِ پاک جو چھوڑے بدن	اور جائے سوئے ربّ ذی المنن
گفت دیدید ایں قضا مبرم شدست	صورتِ امید را گردن زدست
بولے صالح اب اٹل ہے یہ قضا	صورت امید ہے قطعاً فنا
کرّۂ ناقہ چہ باشد خاطرش	کہ بجا آرید ز احسان و برش
بچۂ ناقہ ہے اس کا دل سنو	نیکی و احساں سے بس راضی کرو
گر بجا آید دلش رستید ازاں	ورنہ نومیدید و ساعدہا گزاں
گر کرو راضی - تو پاؤگے نجات	ورنہ نومیدی ہے - کاٹو اپنے ہات

چوں شنیدند آں وعیدِ منکدر ۔۔۔ چشم بنہادند آں را منتظر
جب سنا ایسا جواب منکدر [1] ۔۔۔ کھول کر آنکھیں ہوئے سب منتظر

روزِ اوّل روئے خود دیدند زرد ۔۔۔ می زدند از ناامیدی آہ سرد
پہلے دن دیکھا کہ سب کے منہ ہیں زرد ۔۔۔ ہو کے ناامید کھینچی آہِ سرد

سُرخ شد روئے ہمہ روزِ دوم ۔۔۔ نوبت امید و توبہ گشت گم
دوسرے دن سب کے چہرے سرخ تھے ۔۔۔ حوصلے امید و توبہ کے ہٹے

شد سیہ روزِ سوم روئے ہمہ ۔۔۔ حکم صالحؑ راست شد بے ملحمہ
تیسرے دن سب کا منہ کالا ہوا ۔۔۔ حضرت صالحؑ نے سچ سچ تھا کہا

چوں ہمہ در ناامیدی سر زدند ۔۔۔ ہمچو اشتر در دو زانو آمدند
جب ہوئے مایوس وہ سب بدعمل ۔۔۔ اونٹ کی صورت گرے زانو کے بل

در نبی آورد جبریلِ امیں ۔۔۔ شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
لائے ہیں قرآں میں جبریلؑ امیں ۔۔۔ شرح جھک کر بیٹھنے کی "جاثمین" [2]

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند ۔۔۔ وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
تو دمِ تعلیم ہو زانو نشیں ۔۔۔ جب ڈرائیں ظلم اس سے اربابِ یقیں۔ [3]

منتظر گشتند زخمِ قہر را ۔۔۔ قہر آمد نیست کرد آں شہر را
منتظر تھے دیکھیں کیا آتا ہے قہر ۔۔۔ قہر آیا ہو گیا ویران شہر

[1] مکدّر کرنے والا ۔

[2] قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل ۔ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۔ پس انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے مر کر رہ گئے ۔

[3] یعنی ایسے دو زانو بیٹھنے سے ڈرائیں، جیسا کہ قوم ثمود حضرت صالحؑ کی نافرمانی کر کے خوف اور ہلاکت کی وجہ سے دو زانو ہوئی تھی ۔

صالح از خلوت بسوئے شہر رفت	شہر دید اندر میان دود تفت
جب گئے خلوت سے صالح سوئے شہر	شہر کو دیکھا کہ ہے برباد قہر
نالہ از اجزائے ایشاں می شنید	نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید
ان کے اک اک عضو سے نوحے سنے	نوحہ ظاہر نوحہ گر ناپید تھے
گریہ چوں از حد گذشت و ہائہائے	گریہ ہائے جاں گزائے دلربائے
حد سے گذرا گریہ و آہ و بکا	کیسا گریہ دل خراش و جاں گزا
ز استخوانہاشاں شنید او نالہا	اشک خوں از جان شاں چوں ژالہا
نالہ زن تھیں ان کی ساری ہڈیاں	مثل اولوں کے تھے اشک خوں رواں
صالح آں بشنید و گریہ ساز کرد	نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
دیکھ کر صالح ہوئے گریہ کناں	ہو گئے نوحہ گروں پر نوحہ خواں
گفت اے قوم بباطل زیستہ	وز شما من پیش حق بگریستہ
بولے کیوں اے قوم باطل آشنا	میں تمہارے واسطے کڑھتا رہا
حق بگفتہ صبر کن بر جور شاں	پند شاں دہ بس نماند از دور شاں
کہتا تھا حق صبر صالح صبر کر	کر نصیحت اب ہیں عمریں مختصر
من بگفتہ پند شد بند از جفا	شیر پند از مہر جوشد و ز صفا
میں یہ کہتا تھا کہ اب ہے پند بند	مہر سے ہوتا ہے حاصل شیر پند
بسکہ کردید از جفا بر جائے من	شیر پند افسردہ در رگہائے من
چونکہ مجھ پر قوم کرتی تھی جفا	خشک شیر پند ہر رگ میں ہوا
حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم	بر سر آں زخمہا مرہم نہم
حق یہ کہتا تھا کہ دونگا لطف دل	تیرے زخموں کو کرو نگا مندمل
صاف کردہ حق دلم را چوں سما	روفتہ از خاطرم جور شما
صاف دل حق نے کیا جوں آسماں	دل سے سب جاتے رہے جور و زیاں

در نصیحت من شده بارِ دگر	**گفته امثال و سخنها چوں شکر**
پھر نصیحت میں نے کی بارِ دگر	دیں مثل ہر بات کی مثلِ شکر
شیر تازه از شکر انگیخته	**شیر و شهدے با شکر آمیخته**
شیرِ تازہ میں شکر کے تھے مزے	شیر و شہد آپس میں تھے بھینٹے ہوئے
در شما چوں زہر گشته آں سخن	**زانکه زہرستاں بُدید از بیخ و بن**
زہر دہ فقرے تمہیں ہونے لگے	کیونکہ تم تو خود ہی زہرستان تھے
چوں شوم غمگیں که غم شد سرنگوں	**غم شما بودید اے قوم حرزدل**
کیوں رہوں غمگیں کہ غم ہے سرنگوں	تو ہی وجہ غم تھی اے قوم زبوں
ہیچ کس بر مرگِ غم نوحه کند	**ریش سر چوں شد کسے مو برکند**
مرگِ غم پر نوحہ کرتا ہے کوئی؟	زخم بھر جائیں تو پھر کیا مو کنی!
رو بخود کردو بگفت اے نوحه گر	**نوحه ات را مے نیرزند ایں نفر**
دل سے پھر کہنے لگے اے نوحہ گر	نوحہ کے لائق نہیں ہیں یہ نفر
کژ مخواں اے راست خواننده مبیں	**کیف آسی خلف قوم کافریں**
راستی سے پڑھ تو قرآن مبیں ۔	کیفَ لے آسی خلف قوم کافریں
باز اندر چشم دل او گریه یافت	**رحمتے بے علتے بر وے بتافت**
چشم دل میں گریہ پھر پیدا ہوا	بے سبب رحمت کی پھیلی اک ضیا
قطره می بارید و حیراں گشته بود	**قطرۂ بے علت از دریائے جود**
قطرۂ اشک ان کو حیراں کر گیا	بے سبب قطرہ ہے بحرِ جُود کا
عقل می گفتش که ایں گریه ز چیست	**بر چناں افسوسیاں شاید گریست**
عقل کہتی تھی کہ یہ گریہ ہے کیوں	ظالموں پر اس قدر نوحہ ہے کیوں

لے کفر کرنے والی قوم کے بعد آدمی کس قدر غمگین ہوتا ہے ٭

برچہ می گرئی بگو بر فعل شاں ۔۔ بر سپاہِ کینۂ بد فعل شاں
کیا تم ان کے فعل پر ہو نوحہ زن ۔۔ جن پہ فوج کینہ ہے خود نوحہ زن

بر دلِ تاریکِ پُر زنگارِ شاں ۔۔ بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں
یا دل تاریک پُر زنگار پر ۔۔ یا زبان زہر ڈسنی یار پر

بر دم و دندانِ سگسارانہ شاں ۔۔ بر دہان و چشمِ کژدم خانہ شاں
یا دُم و دنداں پہ ۔ جو تھے سگ نشاں ۔۔ وہ جو تھے بچھو کے گھر چشم و دہاں

بر ستیز و تسخر و افسوس شاں ۔۔ شکر کن چوں کرد حق محبوس شاں
رونا اب یا دستیز و طنز ہیں ۔۔ شکر کر حق نے کیا محبوس انہیں

دستِ شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ ۔۔ مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ
ہاتھ کج تھے پاؤں کج تھے چشم کج ۔۔ مہر کج تھی، صلح کج تھی، خشم کج

از پئے تقلید و از رایات نقل ۔۔ پا نہادہ بر جمالِ پیرِ عقل
کرکے تقلید اور پھر اگلوں کی نقل ۔۔ کر دیا پامال حسن پیرِ عقل

پیر خر[1] نے جملہ گشتہ پیر خر[2] ۔۔ از زبان و چشم و گوش ہمدگر
پیر خر کا ہیکو تھے، تھے پیر خر ۔۔ کان آنکھوں اور زبان سے سربسر

آیۂ مرج البحرین کی تفسیر

از بہشت آورد یزداں بندگاں ۔۔ تا نماید شاں سقر پروردگاں
خلد سے بندوں کو لے آیا خدا ۔۔ تا دکھائے حال اہلِ نار کا

اہلِ نار و خلد را بیں ہم دکاں ۔۔ درمیاں شاں برزخ لا یبغیاں[3]
دوزخی اور خلد والے ہم عناں ۔۔ برزخ میں ہے تفرقہ رخ لا یبغیاں

[1] بزرگ خریدار حضرت صالحؑ کی نوازش کرنے والے ۔ [2] بوڑھے گدھے ۔
[3] پردہ سے اور ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتا ۔

اہل نار و اہل نور آمیختہ | درمیاں شاں کوہ قاف آمیختہ

مل گئے ہیں اہل نار و اہل نور | بیچ میں ہے کوہِ قاف اے ذی شعور

اہل نار و نور باہم درمیاں | درمیاں شاں بحرِ ژرفے بیکراں

اہل نار و نور باہم ہیں۔ مگر | بیچ میں حائل ہے دریا پُرخطر

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط | درمیاں شاں صد بیابان و رباط

کان میں جس طرح باہم خاک و زر | سو بیاباں بیچ میں ہیں غور کر

ہمچناں کہ عقد در دُر و شبہ | مختلط چوں میہمانِ یک شبہ

اک لڑی میں جس طرح پوتھ اور گہر | اک جگہ مہماں ہو جیسے رات بھر

صالح و طالح بصورت مشتبہ | دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ

نیک و بد ہیں ایک صورت میں مگر | آنکھ کھول اچھی طرح اور غور کر

بحر را نیمیش شیریں چوں شکر | طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر

نصف ہے دریا کا شیریں جوں شکر | مزہ میٹھا، رنگ چاندی سا گہر

نیم دیگر تلخ ہمچوں زہرِ مار | طعم تلخ و رنگ مظلم قیروار

نصف دیگر تلخ مثلِ زہر مار | مزہ کڑوا اور رنگت ناگوار

ہر دو برہم می زنند از تحت و اوج | بر مثالِ آبِ دریا موج موج

جزر و مد سے دونوں آپس میں رواں | ہیں مثال آب دریا بے گماں

صورت برہم زدن از چشمِ تنگ | اختلاطِ جانہا در صلح و جنگ

دیکھ سکتی ہی نہیں یوں آنکھ انہیں | اختلاط جاں ہے صلح و جنگ میں

موجہائے صلح برہم می زنند | کینہ ہا از سینہ ہا برمی کنند

صلح کی موجوں میں ہے وہ جوش صفا | کرتی ہیں سینوں کو وہ کینوں سے صاف

لہ یعنی بڑا فرق ہے ۔

موجہائے جنگ بر شکلِ دگر مہرہا را می کند زیر و زبر

جنگ کی موجیں بہ اندازِ دگر مہر کو ہیں کر رہی زیر و زبر

مہر تلخاں را بشیریں می کشد زانکہ اصلِ مہرہا باشد رشد

مہر کرتی تلخ کو ہے خوشگوار ہے ہدایت جس کی اصل استوار

قہر شیریں را بہ تلخی میبرد تلخ با شیریں کجا اندر خورد

تلخ کر دیتا ہے شیرینی کو قہر کس طرح یکجا ہوں شیرینی و زہر

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید از دریچہ عاقبت تانند دید

تلخ و شیریں یوں نظر کب آئینگے عاقبت کی کھڑکیوں سے دیکھئے

چشمِ آخر بیں تواند دید راست چشمِ اول بیں غرورست و خطاست

دیکھ لیگی چشمِ آخر بیں ضرور چشمِ اول بیں خطا ہے اور غرور

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود لیک زہر اندر شکر مضمر بود

ہیں بہت شیرینیاں مثلِ شکر زہر لیکن ان میں دیکھا مستتر

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش چونکہ دید از دور رخش اندر کشمکش

جو ہو دانا تر وہ پہچانے اسے کشمکش کو دیکھتے ہی دور سے

واں دگر بشناسدش تا بو کند واں دگر چوں لب بدنداں زند

کوئی تو پہچانتا ہے سونگھ کر کوئی لب سے اور دانتوں سے مگر

واں دگر در پیش رو بوئے برد واں دگر چوں دست بنہد گرد رد

کوئی پہچانے جو آئے سامنے ہاتھ سے چھوتے ہی کوئی رد کرے

پس لبش رد ش کند پیشش از گلو گرچہ نعرہ می زند شیطاں کلوا[1]

پھینکتے ہی ہو تھو اسے پیش از گلو اور شیطاں شور کرتا ہے کلوا[1]

---

[1] کھا باؤ ؏

واں دگر را در گلو پیدا کند ‏ ‏ واں دگر را در بدن رسوا کند

ایک پاتا ہے گلے میں کچھ اثر ‏ ‏ دوسرے کا جسم دیتا ہے خبر

واں دگر را در حدث سوزش دہد ‏ ‏ خرج آں در دخل آموزش دہد

ایک کے فضلے میں ہوتی ہے جلن ‏ ‏ دخل کا خارج سے کھلتا ہے چلن

واں دگر را بعد ایام و شہور ‏ ‏ واں دگر را بعد مرگ از قعر گور

ایک کو کچھ دن بسر کرنے کے بعد ‏ ‏ دوسرے کو قبر میں مرنے کے بعد

ور دہندش مہلت اندر قعر گور ‏ ‏ لابد آں پیدا شود یوم النشور

قبر میں بھی کچھ اگر مہلت ملے ‏ ‏ بالیقیں محشر میں راز اس کا کھلے

ہر نبات و شکوفے را در جہاں ‏ ‏ مہلتے پیدا است از دور زماں

ہر شگوفہ اور ہر مصری کو ہاں ‏ ‏ مہلتیں دیتا ہے کچھ دورِ زماں

سالہا باید کہ تا از آفتاب ‏ ‏ لعل یابد رنگ رخشانی و تاب

چاہئیں برسوں کہ تاپے آفتاب ‏ ‏ لعل کو دے رنگ و رخشانی و تاب

پنج سال و ہفت باید تا درخت ‏ ‏ یابد از میوہ رسانی فر بخت

چاہئیں اک پیڑ کو چھ سات سال ‏ ‏ تا کہ ہو میوے کی برکت سے نہال

باز ترہ در دو ماہ اندر رسد ‏ ‏ باز تا سالے گل احمر رسد

دو مہینے ساگ کو اے خوش خصال ‏ ‏ اور گل احمر کو پورا ایک سال

بہر ایں فرمود حق عز و جل ‏ ‏ سورۃ الانعام در ذکر اجل

اس لئے کرتا ہے حق عز و جل ‏ ‏ سورۂ انعام میں ذکرِ اجل

لہ قولہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جلّ: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۔ یعنی اے لوگو! اُس خدا نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر موت مقرر کی۔ اور ہر چیز کی مہلت خدا کے نزدیک مقرر ہو چکی ہے ۔

این شنیدی مو بمویت گوش باد	آب حیوان ست خوردی نوش باد
ہو قبول گوش جو کچھ ہے سنا	نوش ہو جو آب حیواں ہے پیا
آب حیواں خواں مخواں ایں را سخن	جان نو بیں در تن حرف کہن
آب حیواں جان انہیں باتیں نہ جان	ہے پرانے لفظ میں اک تازہ جان
نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق	ہمچو جاں او سخت پیدا و دقیق
دوسرا نکتہ بھی سن لے اے رفیق	مثل جاں ہے آشکارا اور دقیق
در مقامے ہست ایں ہم زہر مار	از تصاریف خدائی خوشگوار
اک جگہ ہو جاتا ہے یہ زہر مار	اور تصرف سے خدا کے خوشگوار
در مقامے زہر و در جائے دوا	در مقامے کفر و در جائے روا
اک جگہ ہے زہر اور اک جا دوا	اک جگہ ہے کفر اور اک جا روا
در مقامے خار و در جائے چو گل	در مقامے سرکہ در جائے چو مُل
اک جگہ کانٹا ہے اور اک جا گلاب	اک جگہ سرکہ ہے اور اک جا شراب
در مقامے خوف در جائے رجا	در مقامے بخل و در جائے سخا
اک جگہ ہے خوف اور اک جا رجا	اک جگہ ہے بخل اور اک جا سخا
در مقامے فقر و در جائے غنا	در مقامے قہر و در جائے رضا
اک جگہ ہے فقر اور اک جا غنا	اک جگہ ہے قہر اور اک جا رضا
در مقامے جور و در جائے وفا	در مقامے منع و در جائے عطا
اک جگہ ہے ظلم اور اک جا وفا	اک جگہ انکار اور اک جا عطا
در مقامے دُرد و در جائے صفا	در مقامے خاک و در جائے گیا
اک جگہ تلچھٹ ہے اور اک جا صفا	اک جگہ مٹی ہے اور گھاس ایک جا
در مقامے عیب و در جائے ہنر	در مقامے سنگ و در جائے گہر
اک جگہ ہے عیب اور اک جا ہنر	اک جگہ پتھر ہے اور اک جا گہر

درمقامے حنظل و جائے شکر　　درمقامے خشکی و جائے مطر
اک جگہ حنظل ہے اک جا ہے شکر　　اک جگہ ہے خشک اور اک جا ہی تر

درمقامے ظلم و جائے محض عدل　　درمقامے جہل و جائے عین عقل
اک جگہ ہے ظلم اور اک جا ہے عدل　　اک جگہ ہے جہل اک جا عین عقل

گرچہ ایں جا او گزندِ جاں بود　　چوں بدانجا در رسد درماں بود
گر یہاں آکر گزندِ جاں بنے　　جا کے اس جا مرض کا درماں بنے

آب در غورہ ترش باید و لیک　　چوں بانگورے رسد شیریں و نیک
کچے انگوروں کا پانی ترش تر　　پکے انگوروں میں شیریں ہے مگر

باز در خُم او شود تلخ و حرام　　در مقام سرکگی نعم الادام
خُم میں جاکر پھر ہوا تلخ و حرام　　پھر بنا سرکہ ہوا جانِ طعام

ایں چنیں باشد تفاوت در امور　　مرد کامل دیں شناسد در ظہور
مختلف بالکل یونہی ہیں کل امور　　مرد کامل اس کا دیکھینگے ظہور

جو کچھ مرشد کرے وہی کچھ مرید کو کرنا گستاخی ہے

گر ولی زہرے خورد نوشے بود　　در خورد طالب تبہ ہوشے بود
زہر بھی کھالے ولی تو نوش ہو　　کھائے گر طالب تو وہ بے ہوش ہے

ربِّ ھَبْ لِیْ از سلیمانؑ آمدست　　کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست
ربِّ ہب لی تھا سلیمانؑ نے کہا　　دے نہ یہ ملک اور کو میرے سوا

سلہ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ بقولِ سلیمان علیہ السلام: رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (ترجمہ) حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ "اے میرے پروردگار! مجھے ایسی بادشاہت عنایت فرما جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو"

تو مکن با غیر من ایں لطف و جود | ایں حسد را مانَد امّا آں نبود

کر نہ یہ لطف اور پر رب العلا | یہ حسد ہے پر ہے مرتبہ دوسرا

نکتۂ لا یَنبَغی می خواں بجاں | سِرّ مِن بَعدِی ز بخلِ او مداں

نکتۂ "لا ینبغی" پڑھ غور سے | طور "من بعدی" میں کب ہیں بخل کے

بلکہ اندر ملک دید او صد خطر | مو بمو ملکِ جہاں بُد بیم سر

بلکہ دیکھے ملک میں جب سو خطر | خوف تھا ملک جہاں میں سربسر

بیم سر با بیم سر با بیم دیں | امتحانے نیست مارا مثل ایں

خوفِ جاں اور خوفِ راز اور خوفِ دیں | امتحاں کوئی ہمیں ان کا نہیں

پس سلیماں ہمتے باید کہ او | بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو

ہو سلیمانؑ کا سا جس میں حوصلہ | وہ ہزاروں رنگ و بو سے ہو جدا

با چناں قوت کہ او را بود ہم | موج آں ملکش فرو می بست دم

باوجود ان قوتوں کے ہو گیا | انتظامِ سلطنت سے جی بُرا !

خواں کہ اَلقَینا علیٰ کُرسِیِّہٖ | چوں بماند از تختِ ملک خود تہی

پڑھ لے القینا علیٰ کرسیہ [1] | رہ گئے تخت و حکومت سے تہی

چوں برو بنشست زیں اندوہ گرد | بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد

گردِ غم بیٹھی جو ان کے قلب پر | رحم سب شاہوں پہ آیا سربسر

شد شفیع و گفت ایں ملک و لوا | با کمالے دہ کہ دادی مر مرا

کی سفارش اے خدا یہ ملک و مال | اس کو دے جو مجھ سا ہو اہلِ کمال

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم | او سلیمان ست و آں کس ہم منم

جس پہ بخشش اور کرم تیرا ہو یا دلی | وہ سلیمانؑ ہے سلیمانؑ میں ہی ہوں

[1] قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمَانَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ تحقیق ہم نے سلیمانؑ کا امتحان کیا اور اُنکے تختِ سلطنت پر ایک جن کو بٹھا دیا، پس وہ پھر لوٹے ۔

او نباشد بعدیؔ و باشد معیؔ	خود معی چہ بود منم بے مدعی
وہ نہیں "بعدی" ۱؎ مگر وہ ہے "معی" ۲؎	اور "معی" کیا میں ہوں خود بے مدعی
شرح ایں فرض است گفتن لیک من	باز می گردم بقصۂ مرد و زن
شرح اس کی فرض ہے مجھ پر مگر	مرد و زن کے قصے پر پھر غور کر

عربی درویش اور اسکی بیوی

ماجرائے مرد و زن را مخلصی	باز می جوید درونِ مخلصی
مرد و زن کا ماجرا تفصیل دار	مجھ سے سننا چاہتا ہے غمگسار
ماجرائے مرد و زن افتاد نقل	ایں مثال نفس خود می دان و عقل
مرد و زن کا ماجرا ہوتا ہے نقل	یہ تو گویا ہے مثال نفس و عقل
ایں زن و مردے کہ نفس است و خرد	نیک پابستست بہر نیک و بد
مرد و زن یہ کون ہیں؟ نفس و خرد	دونوں البتہ ہیں بہر نیک و بد
ویں دو پابستہ دریں خاکی سرا	روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
دونوں پابند آدمی کے رنگ ہیں	روز و شب جھگڑوں میں ہیں اور جنگ میں
زن ہمی جوید حویج خانقاہ	یعنی آبِ رو و نان و خوان و جاہ
مانگتی ہے زن رسوم خانقاہ	یعنی روٹی آبرو اور خوان و جاہ
نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری	گاہ خاکی گاہ جوید سروری
نفس مثل زن پئے چارہ گری	ہے یہاں بے تاب عجز و سروری
عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست	در دماغش جز غم اللہ نیست
عقل ان فکروں سے کب آگاہ ہے	اس کے سر میں اک غم اللہ ہے

۱؎ میرے بعد ۔

۲؎ میرے ساتھ ۔

گرچہ سرِّ قصہ این دانہ است و دام | صورتِ قصہ شنو اکنوں تمام
بھید اِس قصے کا دام و دانہ ہے | اب یہ قصہ سن اگر فرزانہ ہے

گر بیانِ معنوی کامل شدے | خلقِ عالم عاطل و باطل بُدے
ہوتا کامل گر بیانِ معنوی | ہوتی باطل آفرینش خلق کی

گر محبت فکرت و معنیستی | صورتِ صوم و نمازت نیستی
فکر و معنی پر اگر ہے التفات | کیا نہیں تو صورتِ صوم و صلوٰۃ

ہدیہ ہائے دوستاں با یکدگر | نیست اندر دوستی الّا صور
ہدیے تحفے دوستوں کے باہمی | دوستی کے ہیں فقط نقش ظاہری

تا گواہی دادہ باشد ہدیہا | بر محبتہائے مضمر در خفا
تاکہ ہو جائیں یہ سب ہدیے گواہ | اس محبت پر جسے ہے دل میں راہ

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند | بر محبتہا سرائے ارجمند
کیونکہ شاہد ہیں یہ احسان ظاہری | اس محبت پر جو ہے بالکل خفی

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ | مست گاہے از مئے و گاہے ز دوغ[۱]
ہے کبھی سچا کبھی شاہد دروغ | مست مے سے ہے اور کبھی ہے مستِ دوغ

دوغ خوردہ مستیے پیدا کند | ہایہوئے و سرگرانیہا کند
چھاچھ پی کر کرتا ہے وہ مستیاں | ہائے ہو کرتا ہے ہو کر سرگراں

آں مرائی در صلوٰۃ و در صیام | می نماید جد و جہدے بس تمام
ہے ریا اس کی نماز و روزہ یار | کوششیں کرتا ہے گو وہ بے شمار

تا گماں آید کہ او مستِ ولاست | چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست
تا گماں ہو وہ ہے مخمورِ ولا | غور سے دیکھو تو ہے غرقِ ریا

۱ چھاچھ۔ مٹھا

حاصل افعال برونی رہبرست	تا نشان باشد بر آں چہ مضمرست
الغرض ہیں فعل ظاہر راہبر	تا کہ دیں پوشیدہ بھیدوں کی خبر
راہبر گہ حق بود گاہے غلط	گہ گزیدہ باشد و گاہے سقط
حق بھی ہے رہبر غلط بھی بارہا	برگزیدہ اور کبھی ہے لغو سا
یارب آں تمییز دہ ما را بخواست	تا شناسیم آں نشان کژ ز راست
یارب اک ایسی عطا تمییز کر	ہر حق و ناحق سے ہم ہوں باخبر
حس را تمییز دانی چوں شود	آنکہ حس ینظر بنور اللہ بود
میں بتا دوں آ تجھے حس کی تمیز	جو خدا کے نور سے دیکھے عزیز
ور اثر نبود سبب ہم مظہرست	ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
یہ نہ ہو۔ تو ہوتا ہے مظہر سبب	جیسے خویشی میں محبت کا ہے ڈھب
نبود آنکہ نور حقش شد امام	مر اثر را یا سببہا را غلام
ہو چکا ہے جس کا نور حق امام	وہ سبب اسباب و اثر کا کب غلام
چونکہ نور اللہ در آید در مشام	مر اثر را ہیچ کس نبود غلام
نور حق سے جب منور ہو مشام لہ	پھر اثر کا کون ہوتا ہے غلام
تا محبت در درون شعلہ زند	زفت گردد وز اثر فارغ کند
جب محبت دل میں ہو شعلہ فشاں	ہر اثر ہوتا ہے بالکل رائیگاں
حاجتش نبود پئے اعلام مہر	چوں محبت نور خود زد بر سپہر
مہر کے اظہار کی حاجت ہو کیا	جب محبت اپنی پھیلا دے ضیا
ہست تفصیلات تا گردد تمام	ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
ہے بڑی تفصیل کب ہو یہ تمام	تو مگر ان کو طلب کر والسلام
گرچہ شد معنی دریں صورت پدید	صورت از معنی قریبست و بعید
گرچہ اس صورت میں معنی ہیں عیاں	صورت و معنی میں ہیں کچھ دوریاں

لہ دماغ۔

در دلالت ہمچو آب اند و درخت — چوں بماہیت روی دور اند سخت

ہیں بظاہر صورت آب و درخت — اور ماہیت میں دونوں دور سخت

دانہ ہا گر ز آب و خاک و آفتاب — چوں درختے گشت عالی در شباب

مل کے آب و خاک سے اور دھوپ سے — پھر بڑا دانہ بن گیا تو دیکھ لے

در ماہیت بگردانی نظر — دور دور اند ایں ہمہ از یکدگر

اور جو دیکھے اصل کو لے ذی شعور — ہیں یہ سب اک دوسرے سے دور دور

ترک ماہیات و خاصیات گو — شرح کن احوال آں دو رزق جو

ترک ماہیات و خاصیات کر — حال کہہ مرد اور زن کا باخبر

اعرابی کا عورت کی التماس کو تسلیم کرنا

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف — حکم داری تیغ برکش از غلاف

مرد بولا اب نہیں کچھ اختلاف — تو ہے مالک تیغ کر لے بے غلاف

ہرچہ گوئی مر ترا فرماں برم — در بد و نیک آید آں را ننگرم

ہیں وہی مانوں گا جو کچھ تو کہے — نیک و بد سے کچھ نہیں جھگڑا مجھے

در وجود تو شوم من منعدم — چوں محبم حب یعمی و یصم

ہیں تری ہستی میں گم ہو جاؤں گا — الفت اندھی اور بہری ہے بجا

گفت زن آہنگ برم می کنی — یا بحیلت کشف سرم می کنی

بولی عورت یہ ہے اظہار وفا — یا مرا دل لے رہا ہے سچ بتا

گفت واللہ عالم السر الخفی — کآفرید از خاک آدم را صفی

بولا وہ اللہ ہے دانائے راز — جس نے آدم کو کیا تھا سرفراز

در سہ گز قالب کہ دادش وانمود — آنچہ در ارواح و در الواح بود

قالب آدمؑ میں سب کچھ بھر دیا — عالم ارواح و الواح میں جو تھا

یاد داد ش لوحِ محفوظ وجود	تا بدانست آنچہ در الواح بود
سب کرا لی لوحِ محفوظ انکو یاد	تھا جو کچھ الواح میں تھا اُن کو یاد
تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش	درس کرد از عَلَّمَ الْاَسْمَا ئے خویش
بھید اگلی پچھلی ہر اک بات کا	عَلَّمَ الاسماء سے ان پر کھل گیا
تا ملک بیخود شد از تدریس او	قدس دیگر یافت از تقدیس او
تھے فرشتے بیخود انکے علم سے	راز سارے قدس تھے جسمیں کھلے
آں کشادِ شاں کہ آدم وا نمود	در کشادِ آسمانہا شاں نبود
ان پہ آدم نے جو کچھ کھولے تھے راز	آسماں بھی تھے نہ ان سے سرفراز
در فراخی عرصۂ آں پاک جاں	تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
تھی کشادہ اس قدر وہ پاک جاں	تنگ تھے وسعت میں ساتوں آسماں
گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	من نگنجم ہیچ در بالا و پست
ہے خبر میں قولِ ربّ العالمیں	میں دو عالم میں سما سکتا نہیں
در زمین و آسمان و عرش نیز	من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
عرش ہو یا ہوں زمین و آسماں	پھر بھی ان چیزوں میں گنجائش کہاں
در دلِ مومن بگنجم اے عجب	گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
ہے دلِ مومن میں لیکن میری جا	ڈھونڈ لے ان کے دلوں میں برملا
گفت فَادْخُلْ فِیْ عِبَادِیْ تلتقی	جَنَّۃً مِنْ رُّؤْیَتِیْ یَا مُتَّقِیْ
جو مرے بندوں میں داخل ہو گیا	جنتِ دیدار اس کو کی عطا
عرش با آں نور و با پہنائے خویش	چوں بدید او را برفت از جائے خویش
عرش تھا ایسا فراخ و پُر ضیا	دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا

سلھ قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا "ترجمہ" اور ہم نے آدم کو تمام اسمائے حسنیٰ سکھا دیئے۔"

خود بزرگی عرش باشد بس مدید   لیک صورت کیست چوں معنی رسید
عرش اعظم ہے بزرگ اے نکتہ داں   کیا رہے صورت جو معنی ہو عیاں

ہر ملک میگفت مارا پیش ازیں   الفتے می بود با روئے زمیں
ہر ملک کہتا تھا، پہلے بھی مجھے   تھی محبت اس سرائے خاک سے

تخم خدمت در زمیں می کاشتیم   زاں تعلق ما عجب می داشتیم
تخم الفت بوتے تھے ہم خاک میں   اس تعلق سے ہمیں تھیں حیرتیں

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں   چوں سرشت ما بدست از آسماں
کیوں تعلق ہے زمیں سے اس قدر   آسماں سے جب ہے نسبت بیشتر

الفت ایں انوار با ظلمات چیست   چوں تواند نور با ظلمات زیست
نوریوں کو انس کیوں ظلمات سے   نور اور ظلمت بہم کیونکر جیئے

آدما ایں الف از بوئے تو بود   زانکہ جسمت را زمیں بد تار و پود
ہاں یہ اے آدمؑ! کرشمے تھے ترے   کیونکہ تیرا تن بنا تھا خاک سے

جسم خاکت را ازیں جا بافتند   نور پاکت را دریں جا تافتند
تیرا خاکی تن یہیں سے تھا بنا   نور کو تیرے یہیں چمکایا تھا

ایں کہ جان ما ز روحت یافتست   پیش پیش از خاک آں بر تافتست
تجھ سے جو پایا ہماری روح نے   پہلے پہلے تھا وہ چمکا خاک سے

در زمیں بودیم و غافل از زمیں   غافل از گنجے کہ بد دروے دفیں
ہم زمیں پر تھے زمیں سے بے خبر   غافل اس سے تھا جو گنج مستتر

چوں سفر فرمود مارا زاں مقام   تلخ شد مارا ازاں تحویل کام
اس جگہ سے جب ہوا حکم سفر   تلخ گذرا یہ تغیر سر بسر

تا کہ حجتہا ہمی گفتیم ما   کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
حجتیں کرتے تھے اور کہتے تھے ہم   آئیگا اب کون ربّ ذی الکرم

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را ۔۔۔ می فروشی بہرِ قال و قیل را
نور اس تسبیح اس تہلیل کا ۔۔۔ رتبہ کب رکھتا ہے قال و قیل کا

حلمِ حق گسترد بہرِ ما بساط ۔۔۔ کہ بگوئید از طریقِ انبساط
حلمِ حق سے بچھ گئی تھی اک بساط ۔۔۔ حلم تھا بولو براہِ انبساط

ہر چہ آید بر زبانتاں بے حذر ۔۔۔ ہمچو طفلانِ یگانہ با پدر
جو زباں پر آئے کہہ دو بے خطر ۔۔۔ باپ سے جس طرح کہتے ہیں پسر

ما ہمیدانیم خود را از شما ۔۔۔ لیک می خواہیم آواز شما
ہے تمہارا بھید تو ہم پر عیاں ۔۔۔ چاہیئے لیکن تمہارا بھی بیاں

زانکہ ایں دمہا سے نالائق ست ۔۔۔ رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست
گو کہ یہ باتیں بُری ہیں سربسر ۔۔۔ رحم حاوی ہے ہمارے قہر پر

از پئے اظہارِ ایں سبق اے ملک ۔۔۔ در تو بنہم داعیہ اشکال و شک
اے فرشتو ہم نے سبقت کے لئے ۔۔۔ تم میں مشکل اور شک پیدا کئے

تا بگوئی و نگیرم بر تو من ۔۔۔ منکرِ حلمم نیارد دم زدن
تا کہو تم اور کریں پروا نہ ہم ۔۔۔ حلم کا منکر نہ مارے تا کہ دم

صد پدر صد مادر اندر حلمِ ما ۔۔۔ ہر نفس زاید در افتد در فنا
گر ہمارے حلم میں سو باپ ماں ۔۔۔ روز پیدا ہوں تو سب ہیں رائگاں

حلمِ ایشاں کفِ بحرِ حلمِ ماست ۔۔۔ کف رود آید ولی دریا بجاست
جھاگ اُن کا حلم ہیں بحرِ وفا ۔۔۔ جھاگ فانی اور دریا پائدار

خود چہ گویم پیش آں دُر ایں صدف ۔۔۔ نیست الا کفِ کفِ کفِ کف
کیا کہوں موتی کے آگے یہ صدف
کچھ نہیں ۔ ہے کف کے کف[1] کے کف کا کف

[1] خاموشی، سکوت +

حق آں کف حق آں دریائے صاف　　کامتحانے نیست ایں گفت و نہ لاف
؎ ہے قسم اُس جھاگ اور اس بحر کی　　امتحانا بات کب میں نے کہی
از سر مہر و صفا است و خضوع　　حق آں کس کہ بدو آرم رجوع
سب ہے یہ مہر و صفا یا ہے خضوع　　ہے قسم اس کی جدھر ہوں میں رجوع
گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس　　امتحاں را امتحاں کن یک نفس
گر ہوس ہے امتحاں اے پختہ کار　　امتحاں کا امتحاں کر ایک بار
سر مپوشاں تا پدید آید سرم　　امر کن تو ہر چہ بروے قادرم
سر نہ ڈھک تا بھید میرا ہو عیاں　　حکم دے جو کچھ کہے ہو جائے ہاں
دل مپوشاں تا پدید آید دلم　　تا قبول آرد ہر آنچہ قابلم
دل نہ کر پنہاں کہ دل ہو آشکار　　ہوں میں جس قابل کرونگا اے نگار
چہ کنم در دستِ من چہ چارہ است　　در نگر تا جانِ من چہ کارہ است
کیا کروں میں اب نہیں چارہ کوئی　　دیکھ میری جان ہے بے کار سی

عورت کا خاوند کیلئے تلاش روزی کا طریق مقرر کرنا

گفت زن یک آفتابے تافت ست　　عالمے زو روشنائی یافت ست
بولی عورت لو وہ نکلا آفتاب　　پائی اس کے نور سے دنیا نے تاب
نائب رحمان خلیفہ کردگار　　شہر بغداد ست از وے چوں بہار
حق کا نائب جانشین کردگار　　جس سے ہے بغداد پر رنگ بہار
گر بپیوندی بداں شہ شہ شوی　　سوئے ہر ادبار تا کے می روی
بادشہ ہو تو جو اس شہ سے ملے　　اب کوئی ادبار میں کب تک رہے

؎ یہ اعرابی کی گفتگو اپنی عورت سے پھر شروع ہوئی ہے +

دوستیٔ مقبلاں چوں کیمیاست ‌‌ چوں نظرشاں کیمیائے خود کجاست
مقبلوں کی دوستی ہے کیمیا ‌‌ آنکھ ان کی اک نئی ہے کیمیا

چشمِ احمد بر ابوبکرؓ زدہ ‌‌ او زیک تصدیق صدیق آمدہ
پڑتے ہی احمدؐ پہ نظر بوبکرؓ ‌‌ کر گئی تصدیق سے صدیق تر

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم ‌‌ بے بہانہ سوئے او من چوں روم
پھر کہا کیونکر وہاں تک جاؤں میں ‌‌ آہ کیا جانے کا حیلہ لاؤں میں

نسبتے باید مرا یا حیلتے ‌‌ ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی نسبت ہو کوئی حیلہ تو ہو ‌‌ چاہیئے اوزار ہر اک کام کو

ہمچو مجنوں نے کہ بشنید از یکے ‌‌ کہ مرض آمد بہ لیلا اندکے
جیسے مجنوں نے کسی سے یہ سنا ‌‌ تیری لیلا ہے مرض میں مبتلا

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم ‌‌ ور بمانم از عیادت چوں شوم
بولا کیونکر بے بہانہ جاؤں میں ‌‌ بے عیادت چین کیونکر پاؤں میں

لَیْتَنِیْ کُنْتُ طَبِیْبًا حَاذِقًا ‌‌ کُنْتُ اَمْشِیْ نَحْوَ لَیْلٰی سَابِقًا
کاش میں ہوتا کوئی حاذق طبیب ‌‌ سب سے پہلے جاتا لیلا کے قریب

قُلْ تَعَالَوْا گفت حق مارا بداں ‌‌ تا بود شرم اشکنے مارا نشاں
قل تعالوا[1] ہے یہ فرمانِ خدا ‌‌ تا ہو دل سے دور جذبہ شرم کا

شب پراں را گر نظر و آلت بدے ‌‌ روز شاں جولانِ خوشحالت بدے
رکھتی چمگادڑ جو سامانِ نظر ‌‌ دن میں بھی آزاد اڑتی بے خطر

گفت چوں شد در کرم میداں رود ‌‌ عین ہر بے آلتی آلت شود
بولی عورت شاہ جب بخشش کرے ‌‌ خود ہی بے سامانی اک ساماں بنے

[1] قولہ تعالیٰ: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ رَبُّکُمْ یعنی اے محمدؐ! میرے بندوں سے کہہ دے کہ میری طرف آؤ تاکہ میں تم سے وہ باتیں بیان کردوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں

زانکہ آلت دعوی ست و ہستی ست ‌‌ — کار در بے آلتی و پستی ست
ہے یہ ساماں ایک دعوی اور غرور — کام پستی سے نکلتا ہے ضرور

گفت کے بے آلتے سودا کنم — تا نہ من بے آلتے پیدا کنم
بولا کیونکر بے سبب سودا کروں — تا نہ بے سامانیاں پیدا کروں

پس گواہی بایدم بر مفلسی — تا شہم رحمے کند در مفلسی
مفلسی کا میری ہو کوئی گواہ — تا کہ مجھ پر رحم کھائے بادشاہ

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ — وا نما تا رحم آرد شاہ شنگ
ہے کہاں جز گفتگو کوئی گواہ — تا کہ مجھ پر مہرباں ہو بادشاہ

کاین گواہی کز گفت و رنگ بد — نزد آن قاضی القضاۃ آن جرح شد
گفتگو اور رنگ کا ہے جو گواہ — ہے کہاں مقبول پیش بارگاہ

پس گواہی زاندروں میبایدم — نے گواہی بروں میبایدم
چاہیئے مجھ کو گواہ باطنی — کب ضروری ہے گواہ ظاہری

صدق میباید گواہ حال او — تا بتابد نور او بے قال او
صادق اگر ہو گا گواہ رنگ حال — نور چمکائے گا وہ بے قیل و قال

اعرابی کا خلیفہ کے پاس تحفہ لے جانا

گفت زن صدق آن بود کز بود خویش — پاک برخیزی تو از مجہود خویش
بولی عورت صدق تو ہے اسکا نام — ہو نہ تجھ کو ہستی و کوشش سے کام

آب باران ست ما را در سبو — ملکت و سرمایہ و اسباب تو
مینہ کا پانی جو ہے مٹکے میں بھرا — ہے یہی اسباب و سرمایہ ترا

لہ مکر و فریب ۔

ایں سبوئے آب را بردار رو — ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شو

تو یہی پانی کا مٹکا لے کے جا — نذر کر سلطان کو اے با وفا

گوکہ مارا غیر ازیں اسباب نیست — در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست

عرض کرنا کچھ نہیں اس کے سوا — پانی سے بہتر نہ کچھ جنگل میں تھا

گر خزانہ اش پُر ز دُرِ فاخرست — ایں چنیں آبش نباشد نادرست

گو خزانہ موتیوں سے ہو بھرا — ہوگا اِس پانی سے کیا اچھا بھلا

چیست آں کوزہ تنِ محصورِ ما — اندراں آبِ حواسِ شورِ ما

مثلِ کوزہ یہ تنِ محصور ہے — اس میں بھی آبِ حواسِ شور ہے

اے خداوند ایں خم و کوزہ مرا — در پذیر از فضلِ اللہ اشتری[1]

کر قبول اس کوزے کو تو اے خدا — ہے ترا فرمان "اللہ اشتری"

کوزۂ با پنج لولۂ پنج حس — پاک دار ایں آب را از ہر نجس

ٹونٹیاں اس کوزے میں ہیں پانچ حس — کر نہ اس پانی کو تو ہرگز نجس

تا شود زیں کوزہ منفذ سوئے بحر — تا بگیرد کوزۂ ما خوئے بحر

تاکہ کوزے سے ہو رستہ بحر تک — کوزہ خوئے بحر سے ہو مشترک

تا چو ہدیہ پیشِ سلطانش بری — پاک بیند باشدش شہ مشتری

ہدیۃً لے جائے تو سلطاں کے پاس — دیکھ کر پاک اسکو لے وہ نیک ساس

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں — پُر شود از کوزۂ ما صد جہاں

ہو یہ پانی حد سے بے حد بعد ازاں — پُر ہوں کوزے سے ہمارے سو جہاں

[1] قولہ تبارک وتعالےٰ عزوجل : اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کے جان و مال کو جنّت کے بدلے میں خرید لیا ہے +

گفت لہا بربند و برداریش زحشم ۔۔۔ گفت غضوا عن ھوی ابصارکم
ٹونٹیوں کو بند کر کوزے کو بھر ۔۔۔ اور "غضوا عن ھوی" پر غور کر[1]

ریش او پُرباد کایں ہدیہ کراست ۔۔۔ لائق چوناں شہے ایں است راست
مرد نے سمجھا کہ یہ تحفہ ہے خوب ۔۔۔ اس سے بہتر بہر سلطاں کیا ہے خوب

واں نمیدانست کانجا بر گذر ۔۔۔ ہست جاری دجلۂ ہمچوں شکر
لیکن اس کو کچھ نہ تھی اسکی خبر ۔۔۔ دجلہ ہے جاری وہاں مثل شکر

درمیان شہر چوں دریا رواں ۔۔۔ پُر ز کشتیہا و شست ماہیاں
درمیان شہر ہے دریا رواں ۔۔۔ پُر ہیں جس میں مچھلیاں اور کشتیاں

رو بر سلطان و کار و بار بیں ۔۔۔ حسن تجری تحتہا الانہار بیں
جا ذرا سلطاں کے کاروبار دیکھ ۔۔۔ اور "تجری تحتہا الانہار" دیکھ[2]

ایں چنیں حسہا و ادراکات ما ۔۔۔ قطرۂ باشد دراں بحر صفا
یہ ہمارے حس اور ادراکات بھی ۔۔۔ مطلقاً اک بوند ہیں اس بحر کی

باز جوے باز بین و باز یاب ۔۔۔ از کہ از من عندہٗ ام الکتاب
ڈھونڈ توفیق اور ہو جا کامیاب ۔۔۔ اُس سے جو ہے صاحب ام الکتاب

عورت کا مٹکے کو نمدے میں سی دینا

مرد گفت آرے سبو را سر ببند ۔۔۔ ہیں کہ ایں ہدیہ ست ما را سودمند
مرد بولا کر سبو کو جلد بند ۔۔۔ دیکھ ۔ یہ تحفہ ہمیں ہے سودمند

[1] قولہ تبارک وتعالیٰ عز و جل: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ یعنی اے پیغمبر! مومنین سے کہدے کہ اپنی آنکھیں بند رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ۔

[2] جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را	تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را
نمدے میں مٹکے کو سی دے شوق سے	تا کہ اس سے شاہ کا روزہ کھلے
کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست	جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
ساری دنیا میں نہیں اسکا جواب	یہ گوارا ہی ہے اور خالص شراب
زانکہ ایشاں را ابہائے تلخ و شور	دائما پُر علّت اند و نیم کور
کیونکہ وہ پینے سے آب تلخ و شور	ہوگئے ہیں سب مریض اور نیم کور
مرغ کآب شور باشد مسکنش	او چہ داند جائے آب روشنش
کھاری پانی ہو وطن جس مرغ کا	میٹھے پانی کی ہو اس کو قدر کیا
اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات	تو چہ دانی شط و جیحون و فرات
تلخ اک چشمہ ہے تیری کائنات	کیا تو جانے شط[1] و جیحون و فرات
اے تو نارستہ ازیں فانی رباط	تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط
اے اسیر و قیدی فانی رباط[2]	کیا تو جانے ہوش و مستی انبساط[3]
ور بدانی نقلت از اب و جد ست	پیش تو ایں نامہا چوں ابجد ست
ہے اب و جد سے اگر ہے علم خام	مثل ابجد ہیں ترے آگے یہ نام
ابجد و ہوز چہ فاش ست و پدید	بر ہمہ طفلان و معنی بس بعید
ابجد و ہوز ہے بچوں پر عیاں	لیکن اسکا مطلب ان سے ہے نہاں
پس سبو برداشت آں مرد عرب	در سفر شد می کشیدش روز و شب
پس اٹھا کر وہ سبو مرد عرب	لے چلا اس کو سفر میں روز و شب

[1] شط۔ کنارۂ دریا۔ جیحون۔ بلخ کے قریب خراسان اور ماوراء النہر کے مابین ایک بڑی نہر ہے۔ فرات۔ کوفہ کے قریب ایک نہر ہے۔ دجلہ۔ بغداد کی نہر کا نام ہے +

[2] سرائے + [3] یہ تینوں مقام فقر کے ہیں +

بر سبو لرزاں بُد از آفاتِ دہر	ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
تھے گھڑے پر گرچہ سو آفاتِ دہر	کھینچ کر جنگل سے لایا سوئے شہر
زاں مصلّی باز کردہ از نیاز	ربِّ سلّم ورد کردہ در نماز
عاجزی سے کر رہی تھی عورت دعا	وہ سبو رکھنا سلامت اے خدا
کہ نگہدار آبِ ما را از خساں	یا رب ایں گوہر بداں دریا رساں
دشمنوں سے تو اسے محفوظ رکھ	پہنچے اس دریا پہ یا رب یہ گہر
گرچہ شوہم آگہست و پُر فن است	لیک گوہر را ہزاراں دشمن است
گرچہ ہے خاوند پُر فن ہوشیار	موتی کے دشمن ہیں لاکھوں نابکار
خود چہ باشد گوہر آب کوثر ست	قطرۂ زاں آب کاصل گوہر ست
پانی ہے کوثر کا یہ گوہر نہیں ہے	اس کا قطرہ اصلِ گوہر بالیقیں
از دعاہائے زن و زاریِ او	وز غمِ مرد و گرانباریِ او
کچھ دعاؤں سے کسی عورت کی تھی	کچھ گرانباری و محنت مرد کی ہے
سالم از دزداں و از آسیبِ سنگ	بُرد تا دار الخلافہ بے درنگ
چوروں سے محفوظ بے آسیبِ سنگ	پہنچا وہ دار الخلافہ بے درنگ
دید درگاہے پُر از انعامہا	اہلِ حاجت گستریدہ دامہا
دیکھا اک درگاہ پُر انعام ہے	اہلِ حاجت نے بچھایا دام ہے
دمبدم ہر سوئے صاحب حاجتے	یافتہ زاں در عطا و خلعتے
لے کر آتے ہیں جو اپنی حاجتیں	پاتے ہیں اس سے عطا اور خلعتیں
بہر گبر و مومن و زیبا و زشت	ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت
بہر کفر و دیں - برائے خوب و زشت	مہر اور بارش تو کیا تھا وہ بہشت
دید قومے در نظر آراستہ	قومِ دیگر منتظر برخاستہ
قوم اک دیکھی بصد شان و وقار	دوسری کو حکم تھا انتظار

خاص و عامہ از سلیمان تا بمور — زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور

ہے کے چیونٹی سے سلیماں تک تمام — زندہ نفخ صور سے تھے خاص و عام

اہلِ صورت زاں جواہر یافتہ — اہلِ معنی بحرِ نادر یافتہ

اہلِ سورت کو جواہر مل گئے — اہلِ دل کو بحر نادر مل گئے

آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ — وانکہ باہمت چہ با نعمت شدہ

تھا جو بے ہمت وہ باہمت ہوا — تھا جو باہمت وہ با نعمت ہوا

گدا سخی کا اور سخی گدا کا عاشق ہے

بانگ می آید کہ اے طالب بیا — جود محتاجِ گدایاں چوں گدا

آتی ہے آواز اے محتاج آ — جود خود محتاج ہے مثلِ گدا

جود محتاج ست و خواہد طالبے — ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے

جود کو ہے اپنے طالب کی تلاش — جس طرح توبہ کو تائب کی تلاش

جود می جوید گدایان و ضعاف — ہمچو خوباں کائنہ جوید صاف

ہے گداؤں کی کرم کو جستجو — جیسے آئینہ کو ڈھونڈیں خوب رو

روئے خوباں ز آئینہ زیبا شود — روئے احساں از گدا پیدا شود

آئینہ سے روئے خوباں کی نمود — ہے گدا سے روئے احساں کی نمود

چوں گدا آئینہ جود ست ہاں — دم بود بر روئے آئینہ زیاں

جب گدا ہے جود کا اک آئنا — پھونک سے دھندلا نہ کر اس کو ذرا

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ — بانگ کم زن اے محمد[۲] بر گدا

والضحیٰ میں حق نے ہے فرما دیا — رکھ نبیؐ دل پر نہ جھڑکی کو روا

---

[۱] قولہ تعالیٰ عزّوجلّ: وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْہَرْ‌“ یعنی اے پیغمبرؐ! سائل کو ہرگز نہ جھڑک ۔

آں یکے جودش گدا آرد پدید ۔ویں دگر بخشد گدایاں را مزید

اک کرم ظاہر کرے اُس کو گدا ۔ اک فقیروں کو بہت ہے بخشتا

پس گدایاں آینہ جودِ حق اند ۔ وانکہ با حق اند جودِ مطلق اند

جودِ حق کا آئینہ ہیں پس گدا ۔ جودِ مطلق خود ہیں جو ہیں با خدا

وانکہ جز ایں دوست او خود مُردہ ست ۔ او بریں در نیست نقشِ پردہ است

ہے جو ان دونوں سے باہر۔ مُردہ ہے ۔ وہ نہیں اس در پہ، نقشِ پردہ ہے

فقیروں میں فرق و امتیاز

لیک درویشے کہ او تشنہ خدا ست ۔ ہست دائم از خدایش کار راست

ہے مگر تشنہ خدا کا جو فقیر ۔ کام اس کو ہے خدا سے دلپذیر

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد ۔ او حقیر و ابلہ و بے خیر شد

اور جو درویش ہے محتاجِ غیر ۔ وہ حقیر و ابلہ ہے محرومِ خیر

نقشِ درویش ست او نے اہلِ جاں ۔ نقشِ سگ را تو بینداز استخواں

اور وہ اک تصویر ہے محروم جاں ۔ نقشِ سگ ہے۔ تو اسے دے ہڈیاں

فقرِ لقمہ دارد او نے فقرِ حق ۔ پیشِ نقشِ مردۂ کم نہ طبق

کب فقیرِ لقمہ ہیں جویائے حق ۔ رکھ نہ آگے نقشِ مُردہ کے طبق

ماہیِ خاکی بود درویشِ ناں ۔ شکلِ ماہی لیک از دریا رماں

خاک کی مچھلی ہے ہر درویشِ ناں ۔ شکل مچھلی کی۔ پہ دریا سے رماں[1]

نقشِ ماہی کے بود درویشِ آب ۔ آں زبے آبی نمی گردد خراب

نقشِ ماہی کب ہوا محتاجِ آب ۔ اُس کو بے آبی نہیں کرتی خراب

[1] بھاگنے والا ۔

مرغ خانہ ست او نہ سیمرغ ہوا　　لوت نوشد او نہ نوشد از خدا
مرغ خانہ ہے نہ سیمرغ ہوا　　ہے نجاست مطلقاً اُس کی غذا
عاشق حق ست او بہر نوال　　نیست جانش عاشق حسن و جمال
عاشق حق ہے وہ بہر مال و زر　　حسن کا عاشق نہیں ہے وہ بشر
گر توہم میکند او عشق ذات　　ذات نبود وہم اسما و صفات
وہم اگر کرتا ہے عشق ذات کا　　وصف و اسما کب ہے جوہر ذات کا
وہم مخلوقست و مولود آمدست　　حق نزائیدست او لم یولد ست
وہم ہے مخلوق و مولود اے پسر　　اور لم یولد خدا ہے غور کر
عاشق تصویر و وہم خویشتن　　کے بود از عاشقان ذو المنن
عاشق اپنے وہم کی تصویر کا　　کب ہوا ہے عاشق روئے خدا
عاشق آں وہم اگر صادق بود　　آں مجازش تا حقیقت می رود
وہم کا عاشق ہی ہو صادق اگر　　ہو مجازی تا حقیقت راہبر
شرح می خواہد بیان ایں سخن　　لیک می ترسم ز اسرار کہن
شرح تو کردوں مگر اے خوش خصال!　　ہے بُرا ہی عقل والوں کا خیال
فہمہائے کہنۂ کوتہ نظر　　صد خیال بد در آرد در فکر
وہ بُرا اپنے فہم اور کوتہ نظر　　فکر بد لاتے ہیں دل میں بے خبر
بر سماع راست ہر کس چیر نیست　　لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
کب قبول سمع ہر تقریر ہے　　کب غذا ہر مرغ کی انجیر ہے
خاصہ مرغ مردۂ پوسیدۂ　　پُر خیالے اعمیٔ بے دیدۂ
خاص کر وہ مرغ جو پوسیدہ ہو　　بے وقوف و بے بصر بے دیدہ ہو
نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک　　رنگ ہندو را چہ صابون و چہ زاک
خاک و دریا نقش ماہی کو ہیں ایک　　پھٹکری صابون ہیں زنگی کو ایک

نقش اگر غمگین نگاری بر ورق — او ندارد از غم و شادی سبق

نقش غمگیں ہو جو کاغذ پر بنا — شادی و غم سے اسے نسبت ہے کیا

صورتش غمگین و او فارغ از آں — صورتش خنداں و او زاں بے نشاں

شکل غمگیں اور دل میں غم نہیں — شکل شاداں اور دل میں خرمی نہیں

ویں غم و شادی کہ اندر دل خفیست — پیش آں شادی و غم جز نقش نیست

یہ غم و شادی جو دل میں ہیں نہاں — اُس غم و شادی کی صورت ہیں کہاں

صورت خنداں نقش از بہر تست — تا ازاں صورت شود معنی درست

صورت خنداں ہے تیرے واسطے — تاکہ معنی ہوں درست اس شکل سے

صورت غمگیں نقش از بہر ماست — تا کہ ما را یاد آید راہ راست

ہے ہمارے واسطے ہر نقش غم — تاکہ راہ راست سے واقف ہوں ہم

نقشہائے کاندریں حماماہاست — از بروں جامہ کن چوں جامہاست

جس قدر ہیں نقش اس حمام میں — اترے کپڑے ہیں نگاہِ عام میں

تا بروں جامہا بینی و بس — جامہ بیروں کن درا اے ہمنفس

کب تلک باہر سے دیکھیگا لباس — اندر آ، کپڑے اتار اے یار پاس

زانکہ با جامہ دراں سو راہ نیست — تن ز جاں جامہ ز تن آگاہ نیست

کیونکہ کپڑوں کا نہیں اُس جا گذر — جاں سے تن، تن سے ہے جامہ بے خبر

باز می گردم سوئے قصہ عرب — از بیان سرّ راز بو العجب

بوالعجب ہے راز اس کی حد کہاں — قصہ اعرابی کا کرتا ہوں بیاں

اعرابی کا استقبال

آں عرابی از بیابان بعید — بر در دار الخلافہ چوں رسید

وہ عرب صحرا کو طے کرتا ہوا — جب در دار الخلافہ پر گیا -

پس نقیباں پیشِ اعرابی شدند — بس گلابِ لطف بر رُویش زدند

سامنے آئے نقیبِ شہ شتاب — منہ پہ چھڑکا مہربانی کا گلاب

حاجتِ او فہمِ شاں شد بے مقال — کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال

حاجت اس کی بھانپ لی بے قیل و قال — کام تھا اُن کا عطا قبلِ سوال

پس بدو گفتند یا وجہ العرب — از کجائی چونی از راہ و تعب

یوں کہا اس سے کہ اے اصلِ عرب! — آئے کس جا سے اٹھایا کیا تعب[1]

گفت وجہم گر مرا وجہے دہید — بے وجوہم چوں پسِ پشتم نہید

بولا عزت دو تو عزت ہے مری — اور کرو ذلت تو ذلت ہے مری

اے کہ در رُوتاں نشانِ مہتریست — فرّتاں خوشتر ز زرِّ جعفریست

ہے تمہارے رُخ سے سرداری عیاں — ہے زرِ خالص سے بہتر عز و شاں

اے کہ یک دیدارِتاں دیدارہا — اے نثارِ دیدتاں دینارہا

ہے تمہاری دید ہا دیدِ بے شمار — ہوں تمہاری دید پر دینار ہم نثار

اے ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ — از برِ حق بہرِ بخشش آمدہ

دیکھتے ہو تم خدا کے نور سے — حق سے سب آئے ہو بخشش کے لئے

تا زنید آں کیمیاہائے نظر — بر سرِ مسہائے اشخاصِ بشر

کیمیا گو یا تمہاری ہے نظر — تا کہ کندن کر دو اجسامِ بشر

من غریبم از بیاباں آمدم — بر امیدِ لطفِ سلطاں آمدم

ہوں مسافر مردِ صحرائے بعید — اور مجھے ہے لطفِ سلطاں کی امید

بوئے لطفِ او بیاباں ہا گرفت — ذرّہائے ریگ ہم جانہا گرفت

اُس کی بوئے لطف جنگل تک گئی — ریت کے ذرّوں نے پائی زندگی۔

---

[1] رنج۔ تکلیف +

تا بدیں جا بہرِ دینار آمدم	چوں رسیدم مستِ دیدار آمدم
میں یہاں آیا تو ہوں دینار کو	لیکن اب ہوں مست بس دیدار کو
بہرِ ناں شخصے سوئے نانوا دوید	داد جاں چوں حسنِ نانوا را بدید
نان بائی تک گیا اک بہرِ ناں	نان بائی کی ادا نے لی جان
بہرِ فرجہ شد یکے تا گلستاں	فرجۂ او شد جمالِ باغباں
سیر کرنے اک گیا تا گلستاں	ہو گیا محوِ جمالِ باغباں
ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید	آبِ حیواں از رخِ یوسف چشید
چاہ پر پانی کو اعرابی گیا	آبِ حیواں روئے یوسف سے پیا
رفت موسیٰؑ کاتشے آرد بدست	آتشے دید او کہ از آتش برست
آگ لینے کے لئے موسیٰؑ گئے	آگ دیکھی نار دوزخ سے بچے
جست عیسیٰؑ تا رہد از دشمناں	بودش آں جستن بچارم آسماں
دشمنوں سے نکلے عیسیٰؑ بھاگ کر	اور پہنچے وہ چہارم چرخ پر
دامِ آدم دانۂ گندم شدہ	تا وجودش خوشۂ مردم شدہ
دامِ آدمؑ دانۂ گندم ہوا	اُن کا ہونا خوشۂ مردم ہوا
باز آمد سوئے دام از بہرِ خورد	ساعدِ شہ یافت او با صد خطر
باز بہرِ دانہ آیا دام میں	شاہ کا پہنچا ملا انعام میں
طفل شد مکتب پئے کسبِ ہنر	بر امیدِ مرغ با لطفِ پدر
بچہ مکتب کو چلا بہرِ ہنر	چڑیا کے لالچ میں از حکمِ پدر
پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ	ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ
بن گیا مکتب سے صدرِ بارگاہ	کچھ مہینہ دے کے چمکا مثلِ ماہ
آمدہ عباسؓ حرب از بہرِ کیں	بہرِ قمعِ احمدؐ و استیزِ دیں
آئے تھے عباسؓ لڑانے کے لئے	سرورِ دیں سے جھگڑنے کے لئے

گشت دیں را تا قیامت پشت و رو | در خلافت او و فرزندان او
ہو گئے اسلام کے پشت و پناہ | وہ بھی اور فرزند بھی بے اشتباہ

آمدہ عمرؓ بحربِ مصطفٰی | تیغ درکف بستہ بس بیٹھا تھا
آئے تھے لڑنے کو حضرت سے عمرؓ | ہاتھ میں تلوار ہمیاں باندھ کر

گشتہ اندر شرع امیر المومنیں | پیشوا و مقتدائے اہلِ دیں
ہو گئے آخر امیر المومنیں | پیشوا اور مقتدائے اہلِ دیں

آں علف کش سوئے دیرانہا شدہ | بے خبر بر رنج ناگہ بر زدہ
ایک گھسیارا بیاباں کو گیا | اس نے ناگہ پا لیا گنج بے بہا

تشنہ آمد سوئے جوئے آب دیر | دید اندر جوئے خود شمس و قمر
ایک پیاسا جبکہ آیا سوئے نہر | دیکھی اس نے چاند اور سورج کی لہر

من بریں در طالب چیز آمدم | صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں درِ سلطاں پر آیا بہرِ قدر | ہو گیا دہلیز پر آتے ہی صدر

آب آوردم بتحفہ بہرِ ناں | بوئے نانم برد تا صدرِ جہاں
تحفہ میں لایا تھا پانی بہرِ ناں | بوئے ناں لے پہنچی تا صدرِ جہاں

ناں بروں آند آدمی را از بہشت | ناں مرا اندر بہشتے در سرشت
بہرِ ناں جنت سے نکلا آدمی ۲۲ | مجھ کو روٹی سے مگر جنت ملی

رستم از آب و زناں ہمچوں ملک | بےغرض گردم دریں دورِ فلک
فکرِ آب و ناں سے چھٹکر جوں ملک | بےغرض میں ہو گیا زیرِ فلک

بےغرض نبود بگردش در جہاں | غیرِ جسم و غیرِ جانِ عاشقاں
بےغرض گردش میں اب ہے کون یاں | ماسوائے جسم و جانِ عاشقاں

عاشقانِ کُل نہ ایں عشاق جزو | ماند از کُل آنکہ شد مشتاقِ جزو
عاشقانِ کُل نہ یہ عشاق جزو | کُل سے ہیں محروم یہ مشتاقِ جزو

چونکہ جزوے عاشقِ جزوے شود — زود معشوقش بکلِّ خود رود

جزو جب عاشق ہوا اک جزو کا — سوئے کُل معشوق اس کا جائیگا

ریش گاو و بندۂ غیر آمد او — غرقہ شد کف در حشیشے در زد او

غیر کا بندہ ہے اور بے ہست و بود — ڈوبنے والے کو کیا تنکے سے سود

عاشقِ دُنیا کی مثال

نیست حاکم تا کند تیمارِ او — کارِ خواجہ خود کند یا کارِ او

کون اس کا یار ہو اے شاد کام — خود ہی خواجہ کر سکے ہے اسکا کام

فَازْنِ بِالحُرَّة پے ایں شد مَثَل — فَاسْرِقِ الدُّرَّة بدیں شد منتقل

فَازْنِ بِالحُرَّہ سے ہے ضرب المثل [لہ] — فَاسْرِقِ الدُّرَّہ مثل سے مستقل

بندہ سوئے خواجہ شد او ماند زار — بوئے گل شد سوئے گل او ماند خار

بندہ خواجہ سے ملا یہ زار ہے — بوئے گل گل میں گئی یہ خار ہے

ہمچو آں ابلہ کہ تابِ آفتاب — دید بر دیوار حیراں شد شتاب

دھوپ جیسے کوئی ناداں دیکھ کر — عاشقِ دیوار ہو بس وہم پر

عاشقِ دیوار شد کایں با ضیا ست — بیخبر کایں عکسِ خورشید سما ست

نور پر دیوار کے وہ ہو فدا — یہ نہ سمجھے عکس ہے خورشید کا

چوں باصلِ خویش پیوست آں ضیا — دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا

دھوپ نے سورج میں جب جا لی پناہ — رہ گئی ویسی ہی دیوارِ سیاہ

لہ اہلِ عرب میں ایک مثال مشہور ہے کہ "ان تسرق فاسرق بالدّرۃ فان تزن فازن بالحرّۃ" یعنی اگر تو چوری کرے تو کوئی آبدار موتی چرا اور اگر تو زنا کرے تو کسی خوبصورت عورت سے کر۔ مطلب یہ ہے کہ انسان پست حوصلہ نہ ہو بلکہ بلند ہمت رہے۔ ایسی ویسی چیز پر نہ گرے"

او بمانده دور از مطلوبِ خویش ۔ سعی ضائع رنج باطل پائے ریش

رہ گیا مطلوب سے اپنے وہ دُور ۔ جد و جہد اس کی ہوئی باطل ضرور

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ ۔ سایہ کے گردد ورا سرمایۂ

جیسے اک صیاد پکڑے سائے کو ۔ سایہ کب پہنچے بھلا سرمائے کو

سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت ۔ مرغ حیراں گشتہ بر شاخ درخت

سایہ مرغ ایک نے پکڑا ہے سخت ۔ مرغ ہے حیران بالائے درخت

کایں مدمغ بر کہ می خندد عجب ۔ اینت باطل اینت پوسیدہ سبب

خوش ہے یہ کس شئے پہ آخر یوالعجب ۔ کیا ہیں اس سامانِ باطل کے سبب

ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست ۔ خار می خور خار مقرون گل ست

جزو سے مقصود ہے گر قرب کل ۔ خار کھائے خار ہے نزدیک گل

جزو یکر و نیست پیوستہ بکل ۔ ورنہ خود باطل بدے بعثِ رسل

اک سبب سے جزو نہیں نزدیک کل ۔ ورنہ باطل ہوتی تخلیقِ رسل

چوں رسولاں از پئے پیوستن اند ۔ پس چہ پیوندد نشاں چوں یک تن اند

ہیں ملانے کے لئے سارے رسول ۔ اور ملانا واصلوں کا ہے فضول

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام ۔ زانکہ جز سے سخت دارد ایں کلام

یہ سخن بے انتہا ہے اے پسر ۔ شرح کا محتاج ہے یہ سخت تر

شرح کن حال عرب اے با نظام ۔ ورنہ بگذشت حکایت کن تمام

حال اعرابی بیاں کر با نظام ۔ وقت گزرا جلد کر قصہ تمام

لہ پیوستہ - ملا ہوا +

* * *

اعرابی کا ملازمان خلیفہ کو تحفہ پیش کرنا

با نقیباں حالِ خود را آں عرب ۔۔۔ چوں بگفت او دید ہنگام طلب

اُن نقیبوں سے عرب نے اپنا حال ۔۔۔ کہہ دیا دیکھا جو ہنگام سوال

آں سبوئے آب را در پیش داشت ۔۔۔ تخم خدمت را دراں حضرت بکاشت

پانی کا مٹکا تھا اُس کے سامنے ۔۔۔ دے دیا وہ نذر کرنے کے لئے

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید ۔۔۔ سائل شہ را از حاجت وا خرید

بولا دو یہ ہدیہ سلطان کو ۔۔۔ حاجتیں سائل کی اب پوری کرد

آب شیریں و سبوئے سبز نو ۔۔۔ زاب بارانی کہ جمع آمد بہ گو

سبز ہے مٹکا مرا میٹھا ہے آب ۔۔۔ جمع ہے یہ آب باراں بے حساب

خندہ می آمد نقیباں را ازاں ۔۔۔ لیک بپذرفتند آں را ہمچو جاں

ہنستے تھے سُن سُن کے یہ باتیں نقیب ۔۔۔ کر لیا لیکن قبول اسکو بطیب

زانکہ لطف شاہ خوب با خبر ۔۔۔ کردہ بود اندر ہمہ ارکاں اثر

کیونکہ لطف بادشاہ باخبر ۔۔۔ کر چکا تھا ان نقیبوں میں اثر ۲۲

خوئے شاہاں در رعیت جا کند ۔۔۔ چرخ اخضر خاک را خضرا کند

ہے رعایا پر موثر خوئے شاہ ۔۔۔ آسمانی فیض سے اُگتا ہے گاہ

شہ چو حوضے داں حشم چوں لولہا ۔۔۔ آب از لولہ رود در کوزہا

حوض ہے شہ اور لشکر ٹونٹیاں ۔۔۔ ٹونٹیوں سے پانی ہوتا ہے رواں

چونکہ آب جملہ از حوضیست پاک ۔۔۔ ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک

چونکہ ہے ان سب کا مخزن حوض پاک ۔۔۔ سب کا پانی ہوگا عمدہ ذوقناک

ور دراں حوض آب شورست و پلید ۔۔۔ ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید

حوض میں پانی ہے گر تلخ و پلید ۔۔۔ ٹونٹیوں سے بھی وہی ہوگا پدید ۲۲

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض	خوض کن در معنیٔ ایں حرف خوض
کیونکہ ہر ٹونٹی ملی ہے حوض سے	سُن ذرا یہ بات غور و خوض سے
لطفِ شاہنشاہ جانِ بیوطن	چوں اثر کردست اندر کلّ تن
جاں مسافر کی ہے لطفِ بادشا	جس نے کل تن میں اثر اپنا کیا
لطفِ عقلِ خوش نہاد و خوش نسب	چوں ہمہ تن را در آرد در ادب
لطفِ عقلِ خوش نہاد و نیک ذات	جسم کو دیتی ادب ہے ۔ خوش صفات
عشقِ شنگ بیقرار بے سکوں	چوں در آرد کلّ تن را در جنوں
عشق جو ہے بے قرار و بے سکوں	کرتا ہے سارا بدن صرفِ جنوں
لطفِ آبِ بحر کو چوں کوثر ست	سنگریزش جملہ دُرّ و گوہر ست
لطفِ آبِ بحر کوثر ہے اگر	سنگریزے اُس کے ہیں دُرّ و گہر
ہر ہنر کاستا بداں معروف شد	جانِ شاگردش بداں موصوف شد
جو ہنر استاد میں معروف ہیں	اُس سے سب شاگرد بھی موصوف ہیں
پیشِ استاد اصولی ہم اصول	خواند آں شاگردِ چُست با وصول
جانتا ہے اک معلّم گر اُصول	سارے شاگردوں کو ہوتا ہے حصول
پیشِ استادِ فقیہ آں فقہ خواں	فقہ خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ دانوں سے ہیں پڑھتے فقہ خواں	کوئی بھی پڑھتا نہیں علم بیاں
پیشِ استادے کہ او نحوی بود	جانِ شاگردش ازاں نحوی شود
اور اگر استاد نحوی ہو کوئی	نحوی ہو جاتا ہے ہر شاگرد بھی
باز استادے کہ آں محوِ شہ ست	جانِ شاگردش ازاں محوِ رہ ست
اور جو ہو استاد کوئی محوِ شاہ	ہوتا ہے شاگرد بھی کچھ محوِ راہ

۱؎ خدا سے مراد ہے ۔

زیں ہمہ انواع دانش روزِ مرگ | دانش فقر است سازِ راہ و برگ

ساری ان قسموں میں بیکار روزِ مرگ ہے | فقر کی دانش ہے بس سامان و برگ

ایک عالمِ نحو اور کشتیبان

آں یکے نحوی بکشتی در نشست | رو بکشتیباں نمود آں خود پرست

ہو گیا کشتی میں اک نحوی سوار | بولا کشتیبان سے یوں وہ خود شعار

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا | گفت نیم عمرِ تو شد در فنا

نحو کچھ سیکھی ہے؟ وہ بولا نہیں | بولا آدھی عمر کھو دی بالیقیں!

دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب | لیک آں دم گشت خاموش از جواب

دل میں تھے ملاح کے سو پیچ و تاب | کچھ دیا لیکن نہ نحوی کو جواب

باد کشتی را بگردابے فگند | گفت کشتیباں بداں نحوی بلند

لے چلی کشتی کو طوفاں میں ہوا | کشتی والے نے پھر نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو | گفت نے از من تو سباحی مجو

تیرنا آتا ہے تجھ کو یا نہیں | بولا وہ نحوی نہیں بالکل نہیں

گفت کل عمرت اے نحوی فناست | زانکہ کشتی غرق در گرداب ہاست

بولا تو نے عمر سب برباد کی | کیونکہ غرقاب اب تو طوفاں میں ہوئی

محو می باید نہ نحو ایں جا بداں | گر تو محوی بے خطر در آب راں

ہے ضرورت محو کی نہ نحو کی | محو ہے تو کود پانی میں ابھی

آبِ دریا مردہ را بر سر نہد | ور بود زندہ ز دریا کے رہد

مردے کو لیتا ہے سر پر آبِ بحر | اور زندہ ہوتا ہے غرقابِ بحر

چوں بمردی تو ز اوصافِ بشر | بحرِ اسرارت نہد بر فرقِ سر

مار ڈالی تو نے گر خوئے بشر | بحرِ سر تجھ کو کرے گا زیبِ سر

اے کہ خلقاں را تو خر می خواندۂ   ایں زماں چو خر بریں یخ ماندۂ

تھی گدھا تیرے لئے مخلوق سب   برف پر تو ہے گدھے کیطرح اب

گر تو علامہ زمانی در جہاں   نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں

ہم تو علامہ کہیں تجھ کو جبھی   اس جہاں کی گر فنا دیکھے وہی

مرد نحوی را ازاں در دوختیم   تا شما را نحو محو آموختیم

ہمنے نحوی کو لیا ہے یوں ملا   تا کہ نحو محو دیں تم کو سکھا

فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف   در کم آمد یابی اے یار شگرف

فقہ ہو یا نحو ہو یا علم صرف   نیستی میں پائیگا تو اے شگرف

آں سبوئے آب دانشہائے ماست   واں خلیفہ دجلۂ علم خداست

اک سبو ہے علم اپنا اے فتیٰ   اور خلیفہ دجلۂ علم خدا

ما سبوہا پر بدجلہ می رویم   گر نہ خر دانیم ما خود را خریم

ہم سبو بھر کر چلے ہیں بحر پر   گر نہ خوردی کی سمجھ ہو تو ہیں خر

آں عرب بارے بداں معذور بود   کو ز دجلہ غافل و بس دور بود

وہ عرب اس واسطے معذور تھا   کیونکہ وہ دجلہ سے کوسوں دور تھا

گر ز دجلہ با خبر بودے چو ما   او نبردے آں سبو را جا بجا

ہوتی گر دجلہ کی اس کو بھی خبر   کیوں لئے پھرتا وہ مٹکا دربدر

بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے   آں سبو را بر سر سنگے زدے

بلکہ دجلہ سے جو ہوتا آشنا   مار کر پتھر پہ مٹکا توڑتا

آں سبوئے تنگ پر ناموس ننگ   شد حجاب بحر زن او را بسنگ

تو جو نازاں ہے سبوئے تنگ پر
پردہ ہے یہ، مار اس کو سنگ پر

خلیفہ کا ہدیہ قبول کر لینا اور انعام دینا

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید ‏ — ‏ آں سبو را پُر ز زر کرد و مزید

حال جب اس کا خلیفہ نے سنا ‏ — ‏ سونے سے اُس کے سبو کو بھر دیا

داد بخششہا و خلعتہائے خاص ‏ — ‏ آں عرب را کرد از فاقہ خلاص

خاص خلعت اور صلہ اس کو دیا ‏ — ‏ ہو گیا فاقہ سے اعرابی رہا

پس نقیباں را بفرمود آں قباد ‏ — ‏ آں جہانِ بخشش و آں بحرِ داد

پھر نقیبوں سے کہا یوں ہو کے شاد ‏ — ‏ تھا وہ بخشش کا جہاں اور بحرِ داد

کایں سبو پُر زر بدستِ او دہند ‏ — ‏ چونکہ وا گردد سوئے دجلہ اش برند

دے کے وہ سونے کا مٹکا ہاتھ ہیں ‏ — ‏ راہِ دجلہ سے اُسے رخصت کریں

از رہِ خشک آمدست و آں سفر ‏ — ‏ از رہِ دجلہ اش بود نزدیک تر

آ رہا ہے خشکی سے لیکن یہ سفر ‏ — ‏ دجلہ کے رستے سے ہے نزدیک تر

چوں بکشتی در نشیند رنج راہ ‏ — ‏ خود فراموشش شود ایں جایگاہ

جبکہ یہ کشتی میں رکھے گا قدم ‏ — ‏ بھول جائے گا سفر کا رنج و غم

ہمچناں کردند و دادندش سبو ‏ — ‏ پُر ز زر بردند تا دجلہ دو تو

یہ کہا اور دے دیا مٹکا اُسے ‏ — ‏ لے گئے وہ جانبِ دریا اُسے

چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید ‏ — ‏ سجدہ می کرد از حیا و می خمید

بیٹھا جب کشتی ہیں دجلہ دیکھ کر ‏ — ‏ شرم سے کرتا تھا سجدے سر بسر

کاے عجب لطفِ آں شہِ وہاب را ‏ — ‏ ویں عجب تر کو ستد آں آب را

بولا تھا لطفِ عجب وہاب کا ‏ — ‏ کون ہوتا یوں خریدار آب کا

چوں پذیرفت از من آں دریائے جود ‏ — ‏ آں چناں جنسِ دغل را زود زود

جود کے دریا نے لیلی کس طرح ‏ — ‏ میری جنسِ زار و ناقص اسطرح

کل عالم را سبو داں اے پسر ۔ کاں بود از لطف و خوبی تا بسر
ساری دنیا کو سبو جان اے پسر ۔ لطف و خوبی سے جو پُر ہے سربسر

قطرۂ از دجلۂ خوبیٔ اوست ۔ کاں نمی گنجید ز پُری زیر پوست
قطرہ ہے از دجلۂ خوبیِ دوست ۔ جو سما سکتا نہیں ہے زیر پوست

گنج مخفی بُد ز پُری چاک کرد ۔ خاک را تاباں تر از افلاک کرد
گنج مخفی تھا کیا بھر بھر کے چاک ۔ چرخ سے بڑھ کر ہوئی پُر نور خاک

گنج مخفی بد ز پُری جوش کرد ۔ خاک را سلطانِ اطلس پوش کرد
گنج مخفی ہیں جو بھر کر جوش اٹھا ۔ خاک کو اطلس کا خلعت دے دیا

ور بدیدی قطرہ از دجلہ جدا ۔ آں سبو را او فنا کردے فنا
دیکھتا گر قطرہ دجلہ سے جدا ۔ اُس سبو کو اپنے کر دیتا فنا

وانکہ دیدندش ہمیشہ بیخودند ۔ بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
جس نے دیکھا وہ سدا بے خود رہا ۔ بے خودی میں ٹھیکرے مٹکے کو کیا

اے زغیرت بر سبو سنگے زدہ ۔ واں سبو ز اشکست کاملتر شدہ
جب ہوا غیرت سے ٹکڑے یہ سبو ۔ ٹوٹ کر کچھ اور پائی آبرو

خم شکستہ آب ازاں ناریختہ ۔ صد درستی زیں شکست انگیختہ
مٹکا ٹوٹا اور نہ پانی کچھ گرا ۔ ٹوٹنا ہے سو بناؤ کا بہا

جزو جزو خم برقص ست و بحال ۔ عقل جزوی را نموده ایں محال
خم کا ٹکڑہ ٹکڑہ ہے رقصاں حال ۔ گو ہے عقلِ جزو میں بالکل محال

نہ سبو پیدا دریں حالت نہ آب ۔ خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب
ہے نہ اس حالت میں مٹکا اور نہ آب ۔ دیکھ لے، واللہ اعلم بالصواب

چوں درِ معنی زنی بازت کنند ۔ پرِ فکرت زن کہ شہبازت کنند
کھٹ کھٹا معنی کا در۔ تا باز ہو ۔ فکر کا پر مار۔ تا شہباز ہو۔

پرِ فکرت شد گِل آلود و گراں — زانکہ گِل خواری ترا گِل شد چو ناں
فکر کا پر ہے گِل آلود و گراں — کھانا تو گِل خوار، اور گِل ہے تیری ناں

ناں گِلست و گوشت کمتر خور ازیں — تا نمانی ہمچو گِل اندر زمیں
گوشت اور روٹی ہے مٹی کھاؤ کم — تا نہ مٹی کی طرح ہو کالعدم!

چوں گرسنہ می‌شوی سگ می‌شوی — تند و بدپیوند و بدرگ می‌شوی
بھوک جب لگتی ہے سگ ہوتا ہے تو — تند، سرکش، تیز رگ ہوتا ہے تو

چوں شدی تو سیر مردارے شوی — بیخود و بے حس چو دیوارے شوی
جب ہوا تو سیر پھر مردار ہے — بے خود و بے حس ہے جوں دیوار ہے

پس دمے مردار و دیگر دم سگی — چوں کنی در راہِ شیراں خوش تگی
پس ابھی مردار ابھی کتا ہے تو — راہ میں شیروں کی کیا چلتا ہے تو

آلتِ اشکارِ خود جز سگ مداں — کمترک انداز سگ را استخواں
نفس کو سمجھو اپنے تو کتا ہی جہاں — اور اس کتّے کو کم ڈال استخواں

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود — کے سوئے صید و شکارے خوش رود
سیر جو کتا ہوا سرکش بنا — صید کی جانب خوشی سے کب گیا

آں عرب را بینوائی می‌کشید — تا بداں درگاہ و آں دولت رسید
اس عرب کو بے نوائی نے کیا — بارگاہِ دولتِ شہ تک رسا!

در حکایت گفتہ ایم احسانِ شاہ — در حقِ آں بینوائے بے پناہ
ہم نے کچھ اس میں کہے احسانِ شاہ — بے نوا مفلس کو جس نے دی پناہ

ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق — از دہانش می‌جہد در کوئے عشق
جو کہے عاشق ہے اس میں بوئے عشق — اس کے منہ سے ہے مہکتا کوئے عشق

گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ — بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
فقہ ہو گر فقر اس نے کہہ دیا — فقر کی بو اس سے آئے گی ملا

ور بگوید کفر آید بوئے دیں	آید از گفتِ شکش بوئے یقیں
گر کہے وہ کفر آئے بوئے دیں	شک سے اُس کے آئے خوشبوئے یقیں
ور بگوید کژ نماید راستی	اے کژی کہ راست را آراستی
کج کہے وہ تو عیاں ہو راستی	راست کو تو نے سجایا اے کجی
کف کژ کز بحرِ صافی خاستست	اصل صاف آں فرع را آراستہ است
جھاگ جو اٹھا ہے بحرِ صاف سے	اُس کو زینت دی ہے اصل صاف نے
آں کفش را صافی و محقوق داں	ہمچو دشنام لبِ معشوق داں
جھاگ کو تو صافی و مقبول جان	اور دشنامِ لب معشوق مان
گشتہ ایں دشنام نامطلوب او	خوش ز بہرِ عارضِ محبوب او
ہے لبِ معشوق کی گالی عزیز	اُس کے چہرے کے سبب اے باتمیز
از شکر گر شکل نانے می پزی	طعم قند آید نہ ناں چوں می مزی
تو پکائے نان شکر سے اگر	قند ہو گی ذائقہ میں سربسر
گر بتِ زریں بیابد مومنے	کے ہلد او را پئے سجدہ کنے
بت جو سونے کا کبھی مومن کو ملے	کب اُسے چھوڑے برہمن کے لئے
بلکہ گیرد اندر آتش افگند	صورتِ عاریتش را برکند
بلکہ لے کر آگ میں ڈالے گا وہ	شکل صورت محو سب کر دے گا وہ
تا نماند بر ذہب نقشِ وثن	چونکہ صورت مانعست و راہزن
تا نہ سونے پر رہے شکلِ وثن[1]	کیونکہ ہے صورت ہی کافر راہزن
ذاتِ زرّش دادِ ربّانیت ست	نقشِ بت بر نقدِ زر عاریت ست
ذاتِ زر ہے بخششِ ربّانیت	نقشِ بت ہے نقدِ زر پر عاریت
بہرِ کیکے تو گلیمے را مسوز	وز صداعِ ہر مگس مگذار روز
پسوؤں سے تو نہ گدڑی ہی کو جلا	بھنبوؤں کے ڈر سے کیوں چھوڑے غذا

۱ بت

بت پرستی گر کانی در صور — صورتش بگذار و در معنی نگر
بت پرستی ہے یہ سب عشق صور — چھوڑ صورت رکھ تو معنی پر نظر
مرد حجی ہمرہ حاجی طلب — خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
حج کو جاتے ہوئے حاجی کو لے — ترک و ہندی یا عرب جو بھی ملے
منگر اندر نقش و اندر رنگ او — بنگر اندر عزم و در آہنگ او
نقش و رنگ اس کا نہ ہرگز دیکھ تو — عزم اس کا دیکھ اور آہنگ و خو
گر سیاہ ہست ہم آہنگ تو است — تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ تو است
چاہے کالا بھی ہو ہم آہنگ ہے — جان گورا، جب ترا ہمرنگ ہے
ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر — ہمچو فکر عاشقاں بے پا و سر
یہ حکایت لکھی ہے زیر و زبر — جیسے فکر عاشقاں بے پا و سر
سر ندارد کز ازل بودست پیش — پا ندارد با ابد بودست خویش
سر کہاں یہ ہے ازل سے بھی قدیم — پاؤں کیا یہ تو ابد کی ہے ندیم
بلکہ چوں آبست و ہر قطرہ ازاں — ہم سرست و پا و ہم بے ہر دواں
وہ ہے پانی جس کا قطرہ خوش نظر — ہے سر و پا بے سر و پا بھی مگر
حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں — نقد حال ما و تست ایں خوش ببیں
توبہ۔ توبہ اس کو تو قصہ نہ جان — ہے یہ اپنے حال کی تنقید مان
پیش ہر صوفی کہ او با فر بود — ہرچہ آں ماضیست لا یذکر بود
اس کے آگے جو ہے صوفی متقی — ذکر ماضی کا نہیں ہوتا کبھی
چوں بود فکرش ہمہ مشغول حال — ناید اندر ذہن او فکر مآل
جبکہ اس کی فکر ہو مشغول حال — ذہن میں آتی نہیں فکر مآل
ہم عرب ما ہم سبو ما ہم ملک — جملہ ما یوفک عنہ من افک
ہم عرب ہیں ہم سبو ہم بادشاہ — جو پھرے اس سے وہ ہے گم گشتہ راہ

عقل را شو دان و زن ایں نفس و طمع	ایں دو ظلمانی و منکر عقل شمع
عقل شوہر اور عورت نفس و طمع	ظلمتیں یہ دونوں ہیں اور عقل شمع
بشنو اکنوں اصل انکار از چہ خاست	زانکہ کل را گونہ گونہ جزوہا ست
سُن کہ ہے اصلیتِ انکار کیا	پھول کے اجزا ہیں سب بالکل جُدا
جزو کل نے جزوہا نسبت بکل	نے چو بوئے گل کہ باشد جزوِ گل
کل سے نسبت جزو کو ہے جزو کل نہیں	بوئے گل کی طرح جزوِ گل نہیں
لطفِ سبزہ جزوِ لطف گل بود	بانگِ قمری جزوِ آں بلبل بود
جزوِ لطفِ گل ہے لطفِ سبزہ بھی	بانگِ قمری جزو ہے بلبل ہی کی
گر شوم مشغول اشکال و جواب	تشنگاں را کے توانم داد آب
گر رہوں مصروفِ اشکال و جواب	کس طرح پیاسوں کو دے سکتا ہوں آب
ور تو اشکالی بکلی و حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
ہیں اگر درپیش اشکال و حرج	صبر کر ہے صبر مفتاح الفرج[۱]
احتما کن احتما ز اندیشہا	زانکہ شیر انند دریں بیشہا
کر تو اندیشوں سے پرہیز اے دلیر	کیونکہ ان صحراؤں میں رہتے ہیں شیر
احتماہا بر دواہا سرورست	زانکہ خاریدن فزونیٔ گرست
ہے دوا پر سروری پرہیز کی	کان کھجلانے سے بڑھتی ہے گری[۲]
احتما اصل دوا آمد یقیں	احتما کن قوتِ جانت ببیں
ہے فقط پرہیز ہی اصلی دوا	قوتِ جاں نام ہے پرہیز کا
قابل ایں گفتہا شو گوش دار	تاکہ از زر سازمت من گوشوار
سننے کی باتیں ہیں یہ اے ہوشیار	سن کہ سونے کے بناؤں گوشوار

۱؎ کشائش اور آسانی کی کنجی +

۲؎ بہراپن +

گوشوارہ چہ کہ کان زر شوی — تا بماہ و تا ثریا بر شوی
گوشوارہ کیا تو کان زر بنے — چاند تک اور تا ثریا جا سکے

اولاً بشنو کہ خلق مختلف — مختلف جانند از یا تا الف
پہلے یہ سن لے کہ خلق مختلف — مختلف ہے ی سے لے کر تا الف

در حروف مختلف شور و شکیست — گرچہ از یک رو ز سر تا پا یکیست
مختلف حرفوں میں شور و شک ہے بیک — گرچہ اک صورت سے سر تا پا ہیں ایک

از یکے رہ ضد و یک رو متحد — از یکے رو ہزل و از یک روئے جد
اک طرح ضد اک طرح ہیں متحد — اک سبب سے ہزل ہیں اور اک سے جد[1]

پس قیامت روز عرض اکبرست — عرض او خواہد کہ با زیب و فرست
پس قیامت ہے بڑی پیشی کا روز — پیش وہ ہوگا جو ہے زینت فروز

ہر کہ چون ہندوے بد سودائیست — روز عرضش نوبت رسوائیست
جو ہے تیرہ فام وہ سودائی ہے — اس کی روز حشر بھی رسوائی ہے

چون ندارد روئے ہمچون آفتاب — او نخواہد جز شبے ہمچون نقاب
جس کی صورت ہو نہ مثل آفتاب — منہ پہ وہ چاہے گا بس شب کی نقاب

برگ یک گل چون ندارد خار او — شد بہاران دشمن اسرار او
جب نہیں کچھ گل کا ساماں ہے وہ خار — اس کے رازوں کی ہے پھر دشمن بہار

وانکہ سر تا پا گلست و سوسنست — پس بہار او دو چشم روشنست
ہو گل و سوسن سراپا جو نگار — اس کو پھر دو چشم روشن ہیں بہار

خار بے معنی خزان خواہد خزان — تا زند پہلوے خود با گلستان
خار بے معنی ہے مشتاق خزاں — تا کرے وہ ہمسری گلستاں

[1] منبن۔ مذب

تا بپوشد حسن آن و رنگ این	تا نہ بینی رنگ آن در رنگ این
تا چھپا ئے اُس کا حسن اور اس کا رنگ	تا نہ دیکھے ہیں اس کا رنگ اور اس کا رنگ
پس خزان او را بہارست و حیات	یک نماید سنگ و یاقوت زکات
پس خزاں اس کو فضا ہے اور حیات	ہیں برابر سنگ اور یاقوت کات
باغباں ہم داند آن اندر خزان	لیک دید یک بہ از دید جہان
ہے خزاں سے اس کی واقف باغباں	ہے پر بینش بہتر از دید جہاں
خود جہان آں یک کس ست آئینہ ست	ہر ستارہ بر فلک جزو مہ ست
خود ہے چھوٹا یہ جہاں بے اشتباہ	ہر ستارہ ہے فلک پر جزو ماہ
خود جہان آں یک کس ست باقیاں	جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
ہے وہی اک آدمی گویا جہاں	اور باقی ہیں طفیلی اے فلاں
او جہان کامل ست و مفرد ست	نسخۂ کل وجود او را بدست
وہ جہاں کامل ہے۔ مفرد بیک ہے!	کل جہاں کا نسخہ اس کے پاس ہے
پس ہمیگو یند ہر نقش و نگار	مژدہ مژدہ نک ہمی آید بہار
کہتے رہتے ہیں یہی نقش و نگار	مژدہ ہو مژدہ اب آئی ہے بہار
تا بود تاباں شگوفہ چوں زرہ	تا کنند آں میوہا پیدا گرہ
ہر شگوفے چمکیں جب تک جوں زرہ	کس طرح میوے کریں پیدا گرہ
چوں شگوفہ ریخت میوہ سر کند	چونکہ تن بشکست جاں سر بر کند
جب شگوفہ گر پڑے - میوہ لگے	جب مٹے تن - جان کی قوت بڑھے
میوہ معنی و شگوفہ صورتش	آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
میوہ ہے معنی شگوفہ شکل شے	ہے شگوفہ مژدہ - نعمت میوہ ہے

سلہ خراسان کا ایک شہر جہاں کے یاقوت مشہور ہیں ۰

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید — چونکہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ گر گیا میوہ لگا — گھٹ گیا جب وہ تو پھر یہ بڑھ گیا
تا کہ ناں نشکست قوت کے دہد — ناشکستہ خوشہ کے مے دہد
روٹی ٹکڑے ہو کے طاقت دار ہے — خوشہ بے ٹوٹے کہاں دیتا ہے مے
تا ہلیلہ نشکند با ادویہ — کے شود خود صحت افزا در ریہ
ٹوٹ کر ہڑ جب نہ ہو جز دِ دوا — پھیپھڑے ہیں کب ہو وہ صحت فزا

پیر کی صفت اور اُس کی پیروی

اے ضیاء الحق حسام الدیں بگیر — یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
اے حسام الدین ضیائے خاصِ حق — اور وصفِ پیر میں اک دو ورق
گرچہ جسمت نازک است و بس نزار — بر نمی آید جہاں را بے تو کار
جسم تیرا گو ہے نازک اور زار — بے ترے چلتا نہیں دنیا کا کار
گرچہ جسمِ نازکت را زور نیست — لیک بے خورشید مارا نور نیست
زور تیرے جسم نازک میں نہیں — نور بے خورشید ملتا ہے کہیں
گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ — لیک سرخیل دل و سر رشتۂ
ہو گیا ہے گو چراغ و شیشہ تو — اہل دل کا تاج ہے سر رشتہ تو
چوں سر رشتہ بدست و کامِ تست — دُرہائے عقدِ دل ز انعامِ تست
چونکہ سر رشتہ ہے تیرے ہاتھ میں — عقدِ دل کے دُر ہیں تیری بخشش میں
بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں — پیر را بگزین و عینِ راہ داں
لکھ ذرا احوالِ پیرِ راہ داں — پیر کو لے اور عینِ راہ جاں
پیر تابستان و خلقاں تیر ماہ — خلق مانندِ شب اند و پیر ماہ
ہے خزاں مخلوق مرشد ہے بہار — پیر چاند اور لوگ ہیں شبہائے تار

کردہ ام بخت جواں را[1] نام پیر — کو ز حق پیرست نز ایام پیر
رکھا ہے بخت جواں کا نام پیر — پیر حق سے ہے ۔ نہ از ایام[1] پیر

او چناں پیرست کش آغاز نیست — با چناں دُرِّ یتیم انباز نیست
ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر — گو ہر یکتا کی صورت بے نظیر

خود قوی تر می بود خمر کہن — خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدُن[2]
ہے کہن بادہ قوی تر بات سُن — خاص کر دہ بادہ جو ہو من لدن[2]

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پر آفت و خوف و خطر
پیر کو ہمراہ لے لے ۔ یہ سفر — ہے بغیر پیر پُر خوف و خطر

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ — بے قلاؤز اندراں آشفتۂ
تو چلا جس راستے سے بارہا — اُس میں بے رہبر کے جاتا ہے خطا

پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ — ہیں مرو تنہا ز رہبر سر میپیچ
تو کبھی گذرا نہیں جس راہ سے — جا نہ تنہا اُس میں رہبر ساتھ لے

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد — او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
جو کوئی بے پیر یہ رستہ چلا — وہ بھٹک کر بس کنوئیں میں گر پڑا

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول — پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
پیر کا سایہ نہ گر ہو اے فضول — تجھ کو رکھے گی پریشاں بانگ غول[3]

غولت از رہ افگند اندر گزند — از تو داہی تر دریں رہ بس بدند
وہ تجھے بھٹکا کے ایذا دے بہت — پہلے تجھ سے اس راہ میں آئے بہت

از نبی بشنو ضلال رہرواں — کہ چساں کرد آں بلیس بد رواں
رہرووں کی گمرہی قرآں سے سُن — کیا کیا ابلیس نے انساں سے سُن

[1] یعنی باعتبارِ عمر پیر نہیں ۔
[2] عطائے الٰہی سے ۔
[3] چھلاوہ ۔

صد ہزاراں سالہ را از راہ دُور | بردشان وگردشان زاد بار عور
پھینکا لاکھوں سال پیچھے راہ سے | کر دیا ننگا اُنہیں ادبار نے
استخوانہا شاں ببین و موئے شاں | عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
دیکھ اُن کے بال اُن کی ہڈیاں | اُن سے لے عبرت نہ لے جا خر وہاں [۱۵]
گردنِ خر گیر و سوئے راہ کش | سوئے رہبانان و رہدانان خوش
خر کی گردن تھام کر رستے پہ لا | ہیں جو رہبر رہ باں و رہ داں برملا
ہین مہل خر را و دست از وے مدار | زانکہ عشق اوست سوئے سبزہ زار
ہاتھ اُٹھا خر سے نہ تو۔ رہ ہوشیار | خر کا ہے میلان سوئے سبزہ زار
گر یکے دم تو بغفلت وا ہلیش | او رود فرسنگہا سوئے حشیش
تو نے غفلت سے جو چھوڑا ایک دم | گھاس کی جانب کرے گا کوسوں قدم
دشمنِ راہ ست خر مستِ علف | اے بسا خربندہ را کردہ تلف
دشمنِ منزل ہے خر مستِ علف | کر دیئے اکثر غلامِ خر تلف
گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست | عکس آں کن کہ ہست آں راہِ راست
گر نہیں معلوم تجھ کو راہ صاف | جس طرف وہ جائے چل اُس کے خلاف
شَاوِرُوْهُنَّ پس آنگہ خَالِفُوْا | اِنَّ مَنْ لَّمْ يَعْصِهِنَّ تَالِفٌ
مشورہ عورت سے لے اور کر خلاف | جو گرا اس میں ہُوا برباد صاف
با ہوا و آرزو کم باش دوست | چوں يُضِلُّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ اوست
مت بنو یارِ ہوا و آرزو | ورنہ پھر گمراہ ہو جائے گا تو
ایں ہوا را نشکند اندر جہاں | ہیچ چیزے ہمچو سایۂ ہمرہاں
توڑ سکتا کون ہے ایسی ہوا | ہاں مگر سایہ رفیقِ راہ کا

[۱۵] یعنی اپنے خرِ طبیعت کو تو بھی اُسی طرف نہ لے جا جہاں وہ برباد ہوئے ہیں ؂

حضرت علیؓ کو رسولِ خداؐ کی وصیّت

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؑ — شیرِ حقی پہلوانی پُردلی

یوں نبیؐ بولے علیؓ سے اے علیؑ — شیرِ حق تو پہلواں تو اور جری

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید — اندر آ در سایۂ نخلِ امید

اپنی شیری پر نہ کر پر اعتماد — سر پہ لے لے سایۂ نخلِ مراد

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہرِ قربِ حضرتِ بیچون و چند

طاعتیں کرتے ہیں سب سو طرز سے — راحتِ قربِ الٰہی کے لئے

تو تقرّب جو بعقل و سرِّ خویش — نے چو ایشاں بر کمالِ برِّ خویش

تو تقرّب عقل و دل سے کر حصول — ہے کمال اور نیکی پہ غرّہ فضول

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ — بر گزیں تو سایۂ خاصِ الٰہ

اے علیؓ سب چھوڑ کر طاعاتِ راہ — ڈھونڈ بس اک سایۂ خاصِ الٰہ

ہر کسے در طاعتے بگریختند — خویشتن را مخلصی انگیختند

ہر کوئی طاعت کی جانب ہے رواں — دیتا ہے اخلاص کا اپنے نشاں

تو برو در سایۂ عاقل گریز — تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز

عاقلوں کے سائے میں تو لے پناہ — تاکہ پائے دشمنِ جان سے پناہ

از ہمہ طاعات اینت لائق ست — سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست

اک یہی طاعت مطابق تجھ سے ہے — اس سے سبقت کر جو سابق تجھ سے ہے

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو — ہمچو موسیٰؑ زیرِ حکمِ خضر رو

جامۂ تسلیم جب پہنا ندیم! — خضر کے رستے پہ چل مثلِ کلیمؑ

اندر آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند برد از رہ ناقلے

آ نگر سائے میں اس ذی ہوش کے — نقل کر سکتا نہ ہو ناقل جسے

بس تقرّب جو بدو سوئے الٰہ	سر مپیچ از طاعت او ہیچگاہ
قرب حق کو ڈھونڈ اس سے سربسر	حکم سے اُس کے تو سرتابی نہ کر
زانکہ او ہر خار را گلشن کند	دیدۂ ہر کور را روشن کند
کیونکہ وہ ہر خار کو کرتا ہے باغ	اور ہر اندھے کی آنکھوں کو چراغ
ظلِ او اندر زمیں چوں کوہ قاف	روح او سیمرغ بس عالی طواف
اس کا سایہ ہے زمیں پر کوہِ قاف	رُوح ہے سیمرغ اک عالی طواف
دستگیر و بندۂ خاصِ الٰہ	طالباں را می برد تا پیشگاہ
دستگیر اور بندۂ خاصِ آلہ	طالبوں کے حق میں ہے وہ خضرِ راہ
گر بگویم تا قیامت نعت او	ہیچ آں را غایت و مقطع مجو
تا قیامت گر کروں اُس کی ثنا	اس کی ہو سکتی نہیں کچھ انتہا
آفتابِ روح نے آنِ فلک	کہ ز نورش زندہ اند انس و ملک
روح کا سورج نہ خورشیدِ فلک	زندہ اس کے نور سے انس و ملک
در بشر روپوش گشتست آفتاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
آدمی میں چھپ گیا ہے آفتاب	تو سمجھ واللہ اعلم بالصواب
صبر کن بر کارِ خضرے بے نفاق	تا نگوید خضر رو ھٰذا فِراق
صبر کر تو خضر کے ہر کام پر	تا نہ تجھ کو چھوڑ جائے راہبر
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن
توڑ دے وہ کشتی مگر تو دم نہ مار	بچے کو مارے نہ ہو تو سوگوار
دستِ او را حق چو دستِ خویش خواند	تا یَدُ اللہ فَوقَ اَیدِیھِم براند
ہاتھ اس کا دستِ حق ہے جان لے	دھیان آخر فوقَ ایدیھم پہ دے

سلہ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللہَ یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم "(ترجمہ اے محمدؐ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ اُن کے

ہاتھوں کے اوپر ہے)۔

دستِ حق میراندش زندہ کند ۔۔۔ زندہ چہ بود جان پاشندہ کند

مار کر دہ زندہ کرتا ہے اُسے ۔۔۔ زندہ کیا پائندہ کرتا ہے اُسے

یار باید راہ را تنہا مرو ۔۔۔ از سرِ خود اندریں صحرا مرو

یار کوئی ساتھ اے بیانِ جہاں ۔۔۔ تو اکیلا جا نہ اس جنگل میں ہاں

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ۔۔۔ ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

شاذ و نادر جو ہوا تنہا گزیں ۔۔۔ ہمتِ مرداں سے جا پہنچا کہیں

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست ۔۔۔ دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

غائبوں سے کب ہے کوتہ دستِ پیر ۔۔۔ ہاتھ اس کا قبضۂ ربِّ قدیر

غائباں را چوں چنیں خلعت ہند ۔۔۔ حاضراں از غائباں لاشک بہند

غائبوں کو جبکہ یہ خلعت ملے ۔۔۔ غائبوں سے ہیں یہ حاضر تو بھلے

غائباں را چوں نوالہ مید ہند ۔۔۔ پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند

غائبوں کو جب نوالہ مل گیا ۔۔۔ اس کے مہمانوں کا پھر کہنا ہے کیا

کو کسے کہ پیشِ شہ بندد کمر ۔۔۔ تا کسے کہ ہست بیروں سوئے در

وہ کہاں - حاضر رہے جو پیشِ شاہ ۔۔۔ اور کہاں وہ جو رہے باہر تباہ

فرق بسیار ست ناید در حساب ۔۔۔ آں ز اہلِ کشف ویں ز اہلِ حجاب

فرق ہے اس میں بہت اور بے حساب ۔۔۔ ہے وہ اہلِ کشف یہ اہلِ حجاب

جہد میکن تا رسے یابی در دل ۔۔۔ ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں

کر ذرا کوشش کہ اندر آئے تو ۔۔۔ ورنہ باہر حلقہ ساں رہ جائے تو

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش ۔۔۔ سست و ریزیدہ چو آب و گل مباش

جب بنا لے پیر - نازک دل نہ ہو ۔۔۔ سست و ریزیدہ مثلِ آب و گل نہ ہو

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اتنے زخموں سے جو پر کینہ ہو تو ۔۔۔ کس طرح بے صیقل آئینہ ہو تو

ایک قزوینی کا قصہ

این حکایت بشنو از صاحب بیاں — در طریق و عادت قزوینیاں

اس حکایت ہیں کر دوں گا ہیں بیاں — شرح رسم و عادت قزوینیاں

بر تن و دست و کتفہا بید رنگ — می زنند از صورت شیر و پلنگ

ہاتھ پر شانوں پہ تن پر بے درنگ — کھینچتے ہیں صورت شیر و پلنگ

بر چناں صورت پیاپے نے گزند — از سر صورت کبود بیا زنند

اور یہ تصویر بن جاتی ہے جب — سوئی سے بھرتے ہیں اس میں نیل تب

سوئے دلاکے بشد قزوینیے — کہ کبودم زن بکن شیرینیے

بولا اک قزوینی اک دلاک سے — نیل بھر دے جسم میرا گود دے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں — گفت بر زن صورت شیر ژیاں

پوچھا کھینچوں کس کی شکل اے پہلواں — بولا کھینچو صورت شیر ژیاں

طالعم شیر ست و نقش شیر زن — جہد کن رنگ کبودی سیر زن

میرا طالع شیر ہے ہو نقش شیر — بھر کے نیلا رنگ کر دے اس کو سیر

گفت بر چہ موضعت صورت زنم — گفت بر شانہ گہم زن آں رقم

پوچھا کس جا شکل کھینچوں شیر کی — بولا شانے پر مرے تو کھینچ ابھی

تا شود پشتم قوی در رزم و بزم — با چنیں شیر ژیاں در عزم و حزم

تا قوی ہو جاؤں میں رزم و بزم — شیر میرے ساتھ ہو با عزم جزم

لہ قزوین کے رہنے والے ۔ قزوین عراق عجم میں ایران کے ایک شہر کا نام ہے ۔

ٹہ حمامی ۔ یہاں سوئی سے گودنے والا شخص مراد ہے ۔

چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت | درد آں در شانہ گہ مسکن گرفت
جسم میں اُس نے چبھوئی جب سوئی | درد ہے تکلیف شانے میں ہوئی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی | مر مرا کشتی چہ صورت می زنی
پہلواں چلّا اٹھا کہنے لگا | گودتا ہے کس طرح ہیں تو مرا

گفت آخر شیر فرمودی مرا | گفت از چہ عضو کردی ابتدا
بولا آخر شیر ہی تھا کہا تھا | پوچھا کی کس عضو سے ہے ابتدا

گفت از دُمگاہ آغاز بدہ ام | گفت دُم بگذار اے دو دیدہ ام
بولا دُم سے میں نے کی ہے ابتدا | بولا دُم کو چھوڑ اے آنکھوں کی ضیا!

از دُم و دُمگاہ شیرم دم گرفت | دُمگہ او دمگہم محکم گرفت
ہے ایسا دَم دُم نے اور دُم گاہ نے | گھٹ گیا دم نفس سے دم گاہ کے

شیر بے دُم باش گو اے شیر ساز | کہ دلم سستی گرفت از زخم گاز
شیر بے دُم کا بنا اے شیر ساز | سست ہے دل زخم سے آیا میں باز

جانب دیگر گرفت آں شخص زخم | بے محابا بے مواسائی و رحم
جانب دیگر لگایا اُس نے زخم | بے محابا پھر بنایا اُس نے زخم

بانگ زد کایں چہ اندامست از و | گفت ایں گوش ست ایں اے نیک خو
پھر وہ چلّایا کہ یہ کیا عضو ہے | بولا یہ ہے کان اے فرخندہ پے

گفت تا گوشش نباشد اے حکیم | گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
بولا قزوینی کہ بس رہنے دے کان | تو بنا بے کان میری لے زبان

جانب دیگر خلش آغاز کرد | باز قزوینی فغاں را ساز کرد
دوسری جانب خلش آغاز کی | آہ قزوینی نے پھر کھینچی بڑی

کایں سوم جانب چہ اندامست نیز | گفت اینست اشکم شیر اے عزیز
پوچھا یہ اب تیسرا ہے عضو کیا | بولا صاحب یہ شکم ہے شیر کا

۱؎ خطاب

گفت گو اشکم نباشد شیر را	خود چہ اشکم باید ایں ادبیر را
بولا قزدینی۔ شکم ہے کیا ضرور	کیا ہے پیٹ اس نحس کو رکھنا ضرور
درد افزوں گشت کم زن زخمہا	خود چرا اشکم شیر را بہر خدا
بڑھ گیا ہے درد کم کر زخم کو	اب تو بے نقش شکم ہی شیر ہو
خیرہ شد دلاک بس حیراں بماند	تا بدیر انگشت بر دنداں بماند
سُن کے یہ دلاک حیراں رہ گیا۔	انگلیاں دانتوں میں وہ دینے لگا
بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد	گفت در عالم کسے را ایں فتاد
سوئی بھی اپنی زمیں پر پھینک دی	بولا یہ آفت کسی پر بھی پڑی
شیر بے گوش و دُم و اشکم کہ دید	ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید
شیر بے گوش و شکم بے دُم ہو گیا	شیر ایسا رب نے کب پیدا کیا
چوں نداری طاقتِ سوزن زدن	از چنیں شیرِ ژیاں پس دم مزن
جب سوئی کی تاب لا سکتا نہیں	شیر بنتا ہی پھر اچھا نہیں
اے برادر صبر کن بر دردِ نیش	تا رہی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش
صبر دردِ نیش پر کر اے اخی!	نیش سے تا نفس کے ہو مخلصی
کاں گروہے کہ رہیدند از وجود	چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
جتنی تو ہیں نفس سے فارغ ہوئیں	چرخ و مہر و ماہ کی مسجود ہیں
ہر کہ مرد اندر تنِ او نفسِ گبر	مر ورا فرماں برد خورشید و ابر
جس کے تن میں مر گیا نفسِ دنی[1]	اس کی خدمت سورج اور بادل نے کی
چوں دلش آموخت صبر افروختن	آفتاب اورا نیارد سوختن
دل میں روشن جب ہوئی شمعِ یقیں	آفتاب اُس کو جلا سکتا نہیں

[1] کمینہ ۔

گفت حق در آفتاب منتجم ... کہ تزاور ھاکذا عن کہفہم[۱]

ذکر میں سورج کے تو اسے محترم ... پڑھ تزاور ہا اور کذا عن کہفہم

خفتگانے کز خدا بُد کارِ شاں ... میل کردے آفتاب از غارِ شاں

سونے والوں میں جو تھی طلب خدا ... سُورج ان کے غار پر جاتا نہ تھا

خار جملہ لطف چوں گل می شود ... پیش جزوے گوہرِ کُلّ میشود

خار اُس کے حق میں ہو جاتا ہے گل ... پیش جز ہو جاتا ہے وہ دُرِّ کُلّ

چیست تعظیمش خدا افراشتن ... خویشتن را خاک و خارے داشتن

کیا ہے تعظیم خدا اسے کردگار ... اس کو اعلیٰ جاننا۔ اپنے کو خوار

چیست توحیدش خدا آموختن ... خویشتن را پیش واحد سوختن

کیا ہے توحید خدا۔ تو جان لے ... بجھو تکنا ہستی کو اُس کے سامنے

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز ... ہستئے ہمچوں شب خود را بسوز

ہے اگر جوں دن چمکنا چاہتا ... رات کی مثل اپنی ہستی دے جلا

ہستیت در ہست آں ہستی نواز ... ہمچو مس در کیمیا اندر گداز

ہو کے محو ہستئ ہستی نواز ... کیمیا میں مثل مِس کے ہو گداز

در من و ما سخت کردستی تو دست ... ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست

سخت ڈالا ہے مَن و توُ میں جو ہات ... ہے اسی کی یہ خرابی بے ثبات

[۱] قولہ تعالیٰ عز و جل وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ۔ (ترجمہ) جب آفتاب نکلتا ہے تو اُن کے غار سے دائیں جانب کو میلان کرتا ہے۔ تاکہ غار میں دھوپ نہ پہنچے۔ اور جب چھپتا ہے تو اُن کو بچا کر بائیں جانب سے گزر جاتا ہے +

بھیڑیے، لومڑی اور شیر کا باہم شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہی بہر شکار | رفتہ بودند از طلب در کوہسار
لومڑی شیر اور گرگ یے سفلہ دار | ایک دن راہی ہوئے بہر شکار

کاں سہ باہم اندراں صحرائے ژرف | صیدہا گیرند بسیار و شگرف
تا کہ آپس کی مدد سے خوب صید | ہم کریں اور پھر انہیں کرلائیں قید

تا بہ پشت ہمدگر از صیدہا | سخت بر بندند بار و قیدہا
تینوں مل جل کر کسی صحرا میں یار | جائیں کرنے کو شکار خوشگوار

گرچہ زایشاں شیر نر را ننگ بود | لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
گرچہ شیر نر کو ان سے ننگ تھا | لطف سے پر ان کا وہ ہمرہ ہوا

این چنیں شہ را ز لشکر زحمت ست | لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
شاہ کو لشکر سے گو تکلیف ہو | ہے جماعت حق کی رحمت دوستو

این چنیں مہ را ز اختر ننگہاست | او میان اختراں بہر سخاست
چاند کو ہے ننگ گو ان تاروں سے | وہ ہے تاروں میں سخاوت کے لئے

امر شاوِرہُم پیمبر را رسید | گرچہ رائے نیست رائش را ندید
حکم شاورہم کبھی تھا بہر نبی | سب سے برتر اُن کی رائے کو تھی برتری

در ترازو جو رفیق زر شدست | نے از انکہ جو چو زر جوہر شدست
جو ترازو میں رفیق زر ہوا | مثل زر لیکن نہ وہ جوہر ہوا

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست | مدتے سگ[1] حارس درگہ شدست
ساتھ کب لیا روح نے قالب کا رہا | اور نگہباں سگ رہا درگاہ کا

[1] سگ اصحاب کہف سے مراد ہے۔

گاو کوہی و بز و خرگوش زفت ۔۔۔ یافتند و کار ایشاں پیش رفت

گائے خرگوش اور بکرے بیشمار ۔۔۔ مل گئے اور ہو گیا اچھا شکار

ہر کہ باشد در پئے شیر حراب ۔۔۔ کم نیاید روز و شب اورا کباب

لڑنے والے شیر کا جو ساتھ دے ۔۔۔ کب وہ نہ وہ پائے کباب اور کوفتے

چوں ز کہ در بیشہ آوردند شاں ۔۔۔ کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں

کوہ سے جنگل میں جب وہ آ گئے ۔۔۔ زخمیوں کشتوں کو خوں میں کھینچتے

گرگ و روبہ را طمع بود اندر آں ۔۔۔ کہ رود قسمت بعدل خسرواں

لومڑی اور بھیڑیے کو حرص تھی ۔۔۔ پائینگے حصوں میں انصاف شہی

عکس طمع ہر دوشاں بر شیر زد ۔۔۔ شیر دانست آں طمعہا را سند

شیر پر عکس ان کے لالچ کا پڑا ۔۔۔ حرص کو ان کی وہ سمجھا بر ملا

ہر کہ باشد شیر و اسرار را میر ۔۔۔ او بداند ہر چہ اندیشد ضمیر

شیر بھی اور راز کا بھی ہو جو میر ۔۔۔ وہ سمجھ لیتا ہے ہر حال ضمیر

ہاں نگہدار اے دل اندیشہ خو ۔۔۔ دل ز فکرتہائے بد در پیش او

ہاں خبردار اے دل اندیشہ خو ۔۔۔ سامنے اس کے نہ کر اندیشہ تو

داند و خر را ہمی راند خموش ۔۔۔ بر رخت خندد برائے روئے پوش

چھوڑ دیتا ہے گدھا ہو کر خموش ۔۔۔ منہ پہ ہنستا ہے کہ وہ ہے پردہ پوش

شیر چوں دانست آں وسواس شاں ۔۔۔ وا نگفت و داشت آندم پاس شاں

شیر نے سمجھے جب ان کے وسوسے ۔۔۔ کچھ نہ کیا ظاہر ذرا ان کے پاس سے

لیک با خود گفت بنمایم سزا ۔۔۔ مر شمارا اے خسیسان گدا

اور کہا دل میں کہ دوں گا میں سزا ۔۔۔ اے کمینو! اے ذلیلو! دیکھنا

مر شمارا بس نیامد رائے من ۔۔۔ ظنتاں اینست در اعطائے من

رہتے گر پابند میری رائے کے ۔۔۔ کیوں کرم میں میرے کرتے وسوسے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من ۔۔۔ از عطاہائے جہاں آرائے من
ہے تمہاری عقل میری رائے سے ۔۔۔ ہیں جہاں آرا یہ میرے جو عطیے

نقش با نقاش چہ سگالد دگر ۔۔۔ چوں سگالش اوش بخشید و نظر
نقش کیا نقاش کا ہو بدسگال ۔۔۔ جب نظر خود اُس نے دی ہے اور خیال

ایں چنیں ظنِ خسیسانہ بمن ۔۔۔ مر شمارا بود ننگانہ بہ من
مجھ سے اور ایسی کمینہ بدظنی ۔۔۔ ننگ ہے کتنی تمہاری آنکھ بھی

ظانِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ را ۔۔۔ گر نبرم سر بود عین خطا
بدگمانی حق پہ کرنے کی سزا ۔۔۔ گر نہ سر کاٹوں تو ہے میری خطا

وارہانم چرخ را از ننگ تاں ۔۔۔ تا بماند در جہاں ایں داستاں
میں چھڑاؤں چرخ کو اس ننگ سے ۔۔۔ داستاں یہ تا کہ دنیا میں رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش ۔۔۔ از تبسمہائے شیر ایمن مباش
شیر کو اس فکر سے آئی ہنسی ۔۔۔ ہے تبسم شیر کا پُر خوف بھی

مالِ دنیا شد تبسمہائے حق ۔۔۔ کردہ مارا مست و ہم مغرور و دق
یہ ہے قدرت کا تبسم مال و زر ۔۔۔ جس پہ ہم مغرور ہیں با کرّ و فر

فقر و رنجوری بہشت است اے سند ۔۔۔ کاں تبسم دامِ خود را بر کند
فقر و رنجوری ہے گلزار جناں ۔۔۔ اس ہنسی کا دام ہے القط وہاں

لے قولہ تبارک وتعالیٰ عزّ وجلّ : وَيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اُن منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں پر عذاب نازل کریگا جو خدا سے بدگمان ہیں ۔

شیر کا بھیڑیے کو بُلانا

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کن	معدلت را نو کن اے گرگ کہن
بولا شیر اے گرگ آ تقسیم کر	کر نیا انصاف اے کہنہ نظر
نائب من باش در قسمت گری	تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
میرا نائب بن درِ تقسیم ہاں	تاکہ جوہر تیرے مجھ پر ہوں عیاں
گفت اے شہ گاوِ وحشی بخشِ تست	آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست
بولا اے شہ گائے وحشی ہے تری	کیونکہ تو بھی ہے بڑا اور گائے بھی
بز مرا کہ بز میانہ ست و وسط	روبہا خرگوش بستاں بے غلط
درمیانہ ہے یہ بز، مجھ کو ملے	اور ہے خرگوش روبہ کے لئے
شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو	چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
شیر بولا کیا کہا اے بھیڑیے	میرے آگے تیری ہستی کیا رہے
گرگ خود چہ سگ بود کو خویش دید	پیش من چوں شیر بے مثل و ندید
تو ہے کیا کتا، ہوا جو خویش بیں	میرے آگے جس کا ثانی ہی نہیں
گفت پیش آ کس خرے چوں تو ندید	پیشش آمد پنجہ زد او را درید
اور بولا اے گدھے آگے تو آ	آگے آیا، پنجہ مارا۔ مر گیا
چوں ندیدش مغز و تدبیرِ رشید	در سیاست پوستش از سر کشید
مغز و تدبیر اس میں بالکل ہی نہ تھی	دی سزا اور کھال اس کی کھینچ لی
گفت چوں دیدِ منت از خود نبرد	ایں چنیں جاں را بباید زار مُرد
بولا میرے سامنے بھی تھا یہ خودی	موت کے لائق تھی ایسی زندگی
چوں نبودی فانی اندر پیشِ من	فرض آمد مر ترا گردن زدن
کیوں نہ میرے سامنے فانی بنا	فرض تھا پھر تیری گردن مارنا

گرچہ غالب در ارم اندر بذل فضل ‌ ‌ گاہ گاہے ہم کنم از عدل فصل
گو کہ بذل فضل میں یکتا ہوں میں ‌ ‌ گاہ ہے گاہے عدل بھی کرتا ہوں میں

کل شیئ ھالک جز وجہ او ‌ ‌ چوں نہ در وجہ او ہستی مجو
نیست ہے ہر چیز خالق کے سوا ‌ ‌ کیوں نہیں تو اس میں ہوتا پھر فنا

ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا ‌ ‌ کل شیئ ھالک نبود جزا
جو ہماری ذات میں ہوگا فنا ‌ ‌ نیستی ہرگز نہیں اس کی جزا

زانکہ در الا ست او از لا گذشت ‌ ‌ ہر کہ در الا ست او فانی نگشت
جو ہے الا میں گیا "لا" سے گذر ‌ ‌ جو ہوا "الا" میں فنا سے ہے نڈر

ہر کہ بر در او من و ما می زند ‌ ‌ ردِ باب ست او و بر لا می تند
جو ہے اس در پر من و ما میں پڑا ‌ ‌ راندۂ درگاہ ہے مصروف در پئے "لا"

دو دوستوں کا قصہ

آں یکے آمد در یارے بزد ‌ ‌ گفت یارش کیستی اے معتمد
ایک نے در کھٹکھٹایا دوست کا ‌ ‌ دوست بولا کون ہے مرد خدا

گفت من گفتش برو ہنگام نیست ‌ ‌ بر چنیں خوانے مقام خام نیست
بولا وہ میں ہوں۔ کہا اس نے کہ جا ‌ ‌ خام شئے کا کام دسترخواں پہ کیا

خام را جز آتش ہجر و فراق ‌ ‌ کہ پزد کہ وا رہاند از نفاق
خام کو جز آتش ہجر و فراق ‌ ‌ کون کرتا ہے پکا کر بے نفاق

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت ‌ ‌ سوختن باید ترا در نار تفت
جب توئی تیری نہیں تجھ سے گئی ‌ ‌ آگ میں جلنا ہے تیرا لازمی

رفت آں مسکین و سالے در سفر ‌ ‌ در فراق دوست سوزید از شرر
وہ غریب اک سال تک چلتا رہا ‌ ‌ اور ہجر دوست میں جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ پس بازگشت ۔۔ باز گردِ خانۂ انباز گشت
پختہ ہو کر واپس آیا پھر وہاں ۔۔ یعنی نزدِ یارِ نگارِ ہم نشیں

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب ۔۔ تا نجہد بے ادب لفظے ز لب
دستک اس نے دی ادب اور خوف سے ۔۔ تا نہ بے جا لفظ کوئی بول اٹھے

بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں ۔۔ گفت بر در ہم توئی اے دلستاں
دوست بولا کون ہے در پر وہاں ۔۔ بولا در پر ہے تو ہی اے مہرباں

گفت اکنوں چوں منی اے من درآ ۔۔ نیست گنجائی دو من در یک سرا
بولا - اب تو ہے جو میں - تو اندر آ ۔۔ دو کی گنجائش نہیں گھر میں ذرا

چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی ۔۔ ہم منی برخیزد آنجا ہم توئی
ہو گئے جب ایک پھر کیسی دوئی ۔۔ ہے منی باقی نہ باقی ہے توئی

نیست سوزن را سرِ رشتہ دوتا ۔۔ چونکہ یکتائی دریں سوزن درآ
اک سوئی میں کب ہو دو ڈوروں کی جا ۔۔ تو جو یکتا ہے - تو اس سوزن میں آ

رشتہ را با سوزن آمد ارتباط ۔۔ نیست درخور با جمل سمّ الخیاط
سوئی - ڈورے میں ہے رشتہ - تو بجا ۔۔ سوئی کے ناکے میں آئے اونٹ کیا

کے شود باریک ہستی جمل ۔۔ جز بمقراضِ ریاضات و عمل
کب ہو ڈم باریک ہستی اونٹ کی ۔۔ گر نہ قینچی ہو ریاضت کی چلی

دستِ حق باید مر آں را اے فلاں ۔۔ کاں بود بر ہر محالے کن فکاں
دست حق میں ہے یہ قدرت اے فلاں ۔۔ جو ہر اک دشوار پہ ہے کن فکاں

ہر محال از دستِ او ممکن شود ۔۔ ہر حرون از بیم او ساکن شود
اس سے ہو جاتا ہے ممکن ہر محال ۔۔ خوف سے اس کے ہے ہر سرکش نڈھال

اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز ۔۔ زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
کوڑھی اندھا کیا - اگر مردہ بھی ہو ۔۔ زندہ ہو سنتے ہی اس کے حکم کو

واں عدم کز مُردہ مُردہ تر بود	در کفِ ایجادِ او مضطر بود
وہ عدم مُردے سے بھی جو ہو بتر	ہے کفِ ایجاد میں لرزہ بسر
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ بخواں	مردرا بے کار و بے فعلے مداں
وہ ہر اک دن ہے نرالی شان میں	کب ہے وہ بے کار پڑھ قرآن میں
کمتریں کارش بہر روز آں بود	کو سہ لشکر را روانہ می کند
اس کا ادنیٰ کام یہ ہے روز کا	تین لشکر بھیجتا ہے برملا
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات	بہر آں تا در رحم روید نبات
ایک لشکر کو شکم میں پشت سے	تا رحم کی خاک سے پودا اُگے
لشکرے ز ارحام سوئے خاکداں	تا ز نر و مادہ پُر گردد جہاں
اک رِحَم سے جانب کون و مکاں	تا نر و مادہ کی صورت ہو عیاں
لشکرے از خاکداں سوئے اجل	تا ببیند ہر کسے حسنِ عمل
ایک لشکر دہر سے سوئے اجل	ہر کوئی تا دیکھ لے حسنِ عمل
باز بیشک پیش از آنہا می رسد	آنچہ از حق سوئے جانہا می رسد
ان سے بھی پہلے پہنچتا ہے یہاں	جو مقرر حق سے ہے از بہر جاں
وانچہ از جانہا بدلہا می رسد	وانچہ از دلہا بہ گلہا می رسد
جان سے جو کچھ پہنچتا دل کو ہے	اور دلوں سے جو پہنچتا گل کو ہے
اینت لشکرہائے حق بیحد و مر	از پئے ایں گفت ذکریٰ للبشر
یہ ہیں سب لشکر خدا کے سر بسر	اس لئے فرمایا ذکریٰ للبشر

لہ بچہ دان ۔ ؎ قولہ تعالیٰ:۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ ، وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ ۔ (ترجمہ) یعنی خدا کے لشکروں کی تعداد خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔ اور یہ (سورہ) آدمیوں کے لئے نصیحت ہے ۔

این سخن پایان ندارد ہیں بتاز ۔۔۔ سوئے آں دو یار پاک و پاکباز

اس سخن کی تو نہیں کچھ انتہا ۔۔۔ قصہ ان دو دوستوں کا اب سُنا

دوست کا دوست کو گھر میں بُلانا

گفت یارش کاندر آ[1] اے جملہ من ۔۔۔ نے مخالف چوں گل و خارِ چمن

بولا یار اب اندر آ اے جانِ من ۔۔۔ اب جُدا کب ہیں گل و خارِ چمن

رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں ۔۔۔ گر دوتا بینی حروفِ کاف و نوں

ایک دھاگا بن گئے اب کیا خطا ۔۔۔ ہیں اگر دو حرف کاف و نون تو کیا

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب ۔۔۔ تا کشاند مر عدم را در خطوب

ہے کشش میں اک کمندِ کاف و نوں ۔۔۔ راز کھولے تا عدم کے پُر سکوں

پس دوتا باشد کمند اندر صور ۔۔۔ گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر

ظاہرا ہوتی ہے دُہری ہی کمند ۔۔۔ پر اثر میں ایک ہے اے ہوشمند!

گر دو پا گر چار پا رہ را بُرد ۔۔۔ ہمچو مقراض دوتا یکتا شود

ہیں[1] دو پا اور چار پا سب ایک گھاٹ ۔۔۔ صورتِ مقراض دو ہیں ایک کاٹ

آں دو انبازانِ گازر را ببیں ۔۔۔ ہست در ظاہر خلاف آن و این

دھوبیوں کو دیکھ دو ہوتے ہیں سان ۔۔۔ ظاہری ہوتا ہے ان میں اختلاف

آں یکے کرباس در جو می زند ۔۔۔ واں دگر انباز خشکش می کند

ایک ندی میں کرے کپڑے کو تر ۔۔۔ دوسرا کرتا ہے خشک اس کو مگر

باز او آں خشک را تر می کند ۔۔۔ گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند

خشک کپڑوں کو بھی پھر کرتا ہے تر ۔۔۔ دوسرے کی ضد پہ مائل سر بسر

[1] یعنی چلنے والے کے پاؤں دو ہوں یا چار چلنے کے اعتبار سے گویا ایک ہیں جیسے قینچی کے دو پھل ہوتے ہیں مگر کاٹ ایک ہی ہوتا ہے ۔

لیک آں دو ضدّ استیزہ نما	یکدل و یک کار باشند اے فتیٰ
لیکن ان دونوں ضدوں کا اے اخی	فی الحقیقت ہے نتیجہ ایک ہی
ہر نبی و ہر ولی را مسلکے ست	لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
ہر نبی و ہر ولی کا راستا	گو الگ ہو پر ہے ہر اک حق نما

سامعین کی ملامت سے مقرّر کی خاموشی

چونکہ جمع مستمع را خواب بُرد	سنگہائے آسیا را آب برد
سننے والوں پر جو طاری خواب تھا	چکی کے پاٹوں کو پانی لے گیا
رفتن ایں آب فوق آسیاست	رفتنش در آسیا بہر شماست
منبع اس کا آسیا سے فوق تر	ہے تمہارے واسطے چکی میں پر
چوں شمارا حاجت طاحوں نماند	آب را در جوئے اصلی باز راند
جب نہ چکی کی تمہیں حاجت رہی	جوئے اصلی میں جگہ پانی نے لی
ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست	ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
ناطقہ ہے منہ میں تعلیم آشنا	ورنہ اس پانی کی ندّی ہے جدا
می رود بے بانگ و بے تکرارہا	تحتہا الانہار تا گلزارہا
پھر چلا جاتا ہے بے تکرار وہ	نہروں کے نیچے سے تا گلزار وہ
اے خدا جاں را تو بنما آں مقام	کاندروں بے حرف می روید کلام
اے خدا جاں کو دکھا تو وہ مقام	جس جگہ بے حرف اگتا ہے کلام
تا کہ سازد جان پاک از سر قدم	سوئے عرصۂ دور پہنائے عدم
تا بنائے جان اس سر کو قدم	ہو روانہ سوئے صحرائے عدم
عرصۂ بس باکشاد و با فضا	وین خیال و ہست زو یابد نوا
واہ وہ میدان وسیع و پُر فضا	ہیں خیال و ہست جس سے با نوا

تنگ تر آمد خیالات از عدم ॥ زاں سبب باشد خیال اسباب غم
تنگ ہے فکر اور کشادہ ہے عدم ॥ اس سبب سے فکر ہے اسباب غم
باز ہستی تنگ تر بود از خیال ॥ زاں شود دروے قمر ہمچوں ہلال
فکر سے بھی دامن ہستی ہے تنگ ॥ چاند ہیں ہے یوں ہلالیت کا رنگ
باز ہستی جہان حس و رنگ ॥ تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ
پھر یہ ہستی جہان حس و رنگ ॥ تنگ تر ٹھہری کہ اک زنداں ہے تنگ
علت تنگیست ترکیب و عدد ॥ جانب ترکیب حسہا می کشد
باعث تنگی ہے ترکیب و عدد ॥ کھینچتی ہے حس سوئے ترکیب ستد
زاں سوئے حس عالم توحید داں ॥ گر یکے خواہی بداں جانب براں
عالم توحید حس سے ہے جدا ॥ طالب وحدت ہے تو اس پار جا
امر کن یک فعل بود و نون و کاف ॥ در سخن افتاد و معنی بود صاف
امر کن اک فعل تھا اور نون و کاف ॥ درمیاں میں آپڑے مطلب ہے صاف
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ॥ تا چہ شد احوال گرگ اندر نبرد
واپس آجا سن یہ قصہ ہے بڑا ॥ کیا ہوا میداں میں حال اس گرگ کا

شیر کا بھیڑیے کو سزا دینا

گرگ را برکند سر آں سر فراز ॥ تا نماند دو سری و امتیاز
مار بیٹھا گرگ کو وہ سرفراز ॥ تاکہ مٹ جائے یہ فرق و امتیاز
فانتقمنا منہم ست اے گرگ پیر ॥ چوں نبودی مردہ در پیش امیر
ہم نے بدلا لے لیا اے گرگ پیر ॥ تو نہ کیوں مردہ بنا پیش امیر
بعد ازاں رو شیر با روباہ کرد ॥ گفت ایں را بخش کن از بہر خورد
شیر نے پھر لومڑی سے یہ کہا ॥ تو بھی اب تقسیم کر حصہ ذرا

سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین — چاشنت خوردت باشد اے شاہِ امین

سجدہ کر کے بولی - یہ گاوِ سمین[۱] — آپ کا ہے ناشتہ شاہِ امین!

ویں بُز از بہرِ میانہ روز را — یخنیے باشد شہِ فیروز را

اور یہ بکرا دوپہر کے واسطے — شاہِ فیروز اس کی یخنی کھائیے

واں دگر خرگوش بہرِ شام ہم — شبچرہ اے شاہ با لطف و کرم

آپ ہی کے واسطے خرگوش بھی — لذتیں دیگا غذائے شام کی

گفت اے روبہ تو عدل افروختی — ایں چنیں قسمت ز کہ آموختی

شیر بولا - لومڑی! عادل ہے تو — کس سے یہ تقسیم سیکھی خوب رو!

از کجا آموختی ایں اے بزرگ — گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ

کس سے سیکھی ہے بتا تو اے بزرگ! — بولی اے سلطان! معلم ہے یہ گرگ

گفت چوں در عشقِ ما گشتی گرو — ہر سہ را بر گیر و بستان و برو

بولا تجھ کو عشق جب ہم سے ہُوا — تینوں حصے تیرے ہیں لے جا اٹھا

روبہا! چوں جملگی ما را شدی — چونت آزاریم چوں تو ما شدی

لومڑی! جب تو ہماری ہو گئی — کس طرح تکلیف تجھ کو دیں کوئی

ما ترا و جملہ اشکاراں ترا — پائے بر گردونِ ہفتم نہ بر آ

ہم بھی تیرے اور تیرے سب شکار — پاؤں رکھو تو چرخ ہفتم پر نگار

چوں گرفتی عبرت از گرگ دنی — پس تو روبہ نیستی شیرِ منی

بھیڑیے سے جو تجھے عبرت ہوئی — ہو گئی تو شیر جیسی لومڑی

عاقل آں باشد کہ عبرت گیرد از — مرگِ یاران و بلائے محترز

وہ ہے عاقل جو سبق عبرت کا لے — ہر بلا اور دوستوں کی موت سے

روبہ آں دم بر زبان صد شکر راند — کہ مرا شیر از پسِ آں گرگ خواند

لومڑی نے شکر کر کے یوں کہا — بھیڑیے سے پیچھے رہ کر پھل ملا

۱؎ موٹی تازی ۔

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو ۔۔۔ بخش کن ایں را کہ بُردے جاں ازو

پہلے دیتا حکم اگر تقسیم کا ۔۔۔ جان کا بچنا بہت دشوار تھا

آخری زمانے والوں کی فضیلت

پس سپاس او را کہ ما را در جہاں ۔۔۔ کرد پیدا از پس پیشینیاں

شکر اُس کا جس نے اِس سنسار میں ۔۔۔ اگلوں سے پیچھے کیا پیدا ہمیں

تا شنیدم ایں سیاستہائے حق ۔۔۔ بر قرونِ ماضیہ اندر سبق

وہ سزائیں ہم نے سن لیں مطلقاً ۔۔۔ اگلے وقتوں پر ہوئیں جو اولاً

تا کہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش ۔۔۔ ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش

تا کہ اگلے بھیڑیوں کے واقعہ ۔۔۔ صورت روباہ رکھیں سامنے

اُمّتِ مرحومہ زیں رو خواندمان ۔۔۔ آں رسولِ[ل] حق و صادق در بیاں

اُمّتِ مرحومہ کہتے ہیں بجا ۔۔۔ ہم کو وہ صادق رسولِ کبریا

استخوان و پشمِ گرگانِ عیاں ۔۔۔ بنگرید و پند گیرید اے مہاں

یہ ہیں بال اور بھیڑیوں کی ہڈیاں ۔۔۔ دیکھ کر حاصل کرے عبرت جہاں

عاقل از سر بنہد ایں ہستی و باد ۔۔۔ چوں شنید انجامِ فرعونان و عاد

چھوڑا ہر عاقل نے یہ کبر و فساد
جب سنا انجام فرعونان و عاد

ل حدیث شریف: اُمّتی مرحومۃٌ لیس علیہا عذاب فی الآخرۃ عذابہا فی الدنیا، الفتن والزلازل والقتل۔ یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ "میری اُمّت مرحومہ (رحم کردہ شدہ) ہے اسپر آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔ بلکہ اسے فتنوں، زلزلوں اور قتل کی صورت میں دنیا ہی میں عذاب دیدیا جائیگا"۔

ورنہ بنہد دیگراں از حالِ او	عبرتے گیرند از اضلالِ او
گر نہ چھوڑے ۔ غیر اس کے حال سے	لینگے عبرت ۔ جب سنینگے واقعے

حضرت نوحؑ کا اپنی قوم کو ڈرانا

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را	در پذیرید از خدا آخر عطا
نوحؑ نے کی یہ نصیحت قوم کو	تم عطائے کبریا دامن میں لو
بنگرید اے سرکشاں من من نیم	من زجاں مُردم بجاناں می زیم
سرکشو دیکھو ذرا ۔ میں میں نہیں	مردہ ہوں ، اور واصلِ حق بالیقیں
چوں زجاں مُردم بجاناں زندہ ام	نیست مرگم تا ابد پایندہ ام
مر کے پائی زندگی جاناں کے پاس	ہے یہ مرنا زندگی بے قیاس
چوں بمردم از حواسات بشر	حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
مر گئے میرے حواسات بشر	حق بنا ہے کان ادراک اور نظر
چونکہ من من نیستم ایں دم ز ہوست	پیشِ ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
میں نہیں ۔ یہ دم ہے حق کی ذات سے	دم جنہوں نے مارا ۔ کافر ہو گئے
ہست اندر نقشِ ایں روباہ شیر	سوئے ایں رو بہ نشاید شد دلیر
لومڑی کے نقش میں پنہاں ہے شیر	جانب روبہ نہ جا ہو کر دلیر
گر ز روئے صورتش می نگروی	غُرّشِ شیراں از و می نشنوی
اُس کا چہرہ گر نظر سے ہے نہاں	گونج تو ہے شیر کی بالکل عیاں
گر نہ بودے نوحؑ را از حق یدے	پس جہانے را جہاں برہم زدے
گر نہ ہوتا نوحؑ ہاتھ اللہ کا	کس طرح دیتے وہ دنیا کو ہلا
صد ہزاراں شیر بود اندر تنے	ہر دو عالم را ہمید پدار زنے
لاکھوں شیر اک جسم میں پوشیدہ تھے	دو نوں عالم ہیچ تھے ان کے لئے

او بروں رفتہ بُد از ما و منے
او چو آتش بود و عالم خرمنے
ما و من سے کچھ نہ تھیں دلچسپیاں
آگ تھے وہ اور خرمن تھا جہاں

چونکہ خرمن پاس عشر او نداشت
او چناں شعلہ بر آں خرمن گماشت
اُن کے حصے سے نہ تھا خرمن کو پاک
مثل شعلہ کر دیا خرمن کو خاک

ہر کہ او در پیش ایں شیر نہاں
بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
جو کوئی شیر نہاں کے روبرو
بے ادب ہو کر کرے گا گفتگو

ہمچو گرگ آں شیر بر درّاندش
فانتقمنا منہمش[ل] بر خواندش
بھیڑیے کی طرح پھاڑے گا وہ شیر
یہ سزا تیری ہے کہتا ہے دلبر

زخم یابد ہمچو گرگ از دست شیر
پیش شیر ابلہ بود کو شد دلیر
کھائے گا وہ گرگ بیشک زخم شیر
جو بنے گا شیر کے آگے دلیر

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
تا بدے کا یمان و دل سالم بدے
کاش کہ وہ زخم آتا جسم پر
تا دل و ایماں تو بچتے سر بسر

قوتم بشکست چوں اینجا رسید
چوں توانم کردن ایں سر را پدید
میں پہنچ کر اس جگہ کمزور ہوں
کس طرح اس بھید کو ظاہر کروں

لیک ہم رمزے بگویم با شما
بو کہ دریابید و گردید آشنا
خبر میں اک بھید دیتا ہوں تمہا
شاید اس کی بو سے تم ہو آشنا

ہمچو آں روبہ کم اشکم کنید
پیش او روباہ بازی کم کنید
مثل روبہ کم کرد اپنا شکم
چھوڑ دو حیلے خدا سے بیش و کم

جملہ ما و من بہ پیش او نہید
ملک ملک اوست ملک او را دہید
ما و من سب رکھ دو اس کے سامنے
ملک اس کا ہے وہی بس اس کو لے

ل ہم نے اُن سے اپنا بدلہ لے لیا۔

چوں فقیر آید اندر راہ راست ‏ — ‏ شیر و صید شیر خود آن شماست
آ ڈٹے جب ہٹ کے تم اس راہ میں ‏ — ‏ ہیں شکار اور شیر دونوں بس تمہیں

زانکہ او پاکست سبحان وصف اوست ‏ — ‏ بے نیازست او ز مغز نغز و پوست
کیونکہ وہ ہے پاک سبحان کارساز ‏ — ‏ اور مغز و پوست سے ہے بے نیاز

ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست ‏ — ‏ از برائے بندگان آں شہ ست
ہر شکار اور ہر کرامت مان لے ‏ — ‏ سب ہے اُس سلطاں کے بندوں کے لئے

گفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[؎] ‏ — ‏ تا نگردد بندہ ہر سو حیلہ جو
کیا نہیں کافی خدا مخلوق کو ‏ — ‏ تا نہ بندہ حیلہ جو ہو سو بسو

نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت ‏ — ‏ ایں ہمہ دولت خنک آنکو شناخت
اس کو کیا لالچ - یہ دولت ہے بنی ‏ — ‏ واسطے خلقت کے گر سمجھے کوئی

آنکہ دولت آفرید و دو سرا ‏ — ‏ ملک و دولتہا چہ کار آید ورا
جو ہے خالق دولت و کونین کا ‏ — ‏ ملک و دولت سے اُسے کیا واسطا

پیش سلطاں بس نگہدارید دل ‏ — ‏ تا نگردید از گمان بد خجل
اس کے آگے بس رکھو محفوظ دل ‏ — ‏ بدگمانی سے نہ تا تم ہو خجل

کو بہ بیند سر و فکر و جستجو ‏ — ‏ ہمچو اندر شیر خالص تار مو
دیکھتا ہے راز فکر اور جستجو ‏ — ‏ دودھ میں جس طرح بال اے نیک خو

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد ‏ — ‏ نقشہائے غیب را آئینہ شد
جو ہے بے لوث اور سادہ سینہ ہے ‏ — ‏ وہ نقوش غیب کا آئینہ ہے

سرِّ ما را بے گماں موقن شود ‏ — ‏ زانکہ مومن آئینہ مومن شود
وہ ہمارے بھید ہے سب جانتا ‏ — ‏ آئینہ مومن کا مومن ہے بجا

؎ قولہ تعالیٰ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ - یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

مومنے او مومنی تو بے گماں — درمیانِ ہر دو فرقِ بے کراں

تو بھی مومن وہ بھی مومن بیگماں — پر بڑا ہے اک تفاوت درمیاں

چوں زند او نقد ما را بر محک — پس یقیں را باز داند او ز شک

جبکہ نقدِ دہر کسوٹی پر رکھے — پس یقیں اور شک کو وہ پہچان لے

چوں شود جانش محکِ نقدہا — پس بہ بیند نقد را و قلب را

رتبت اُس کی ہے کسوٹی برملا — وہ پرکھ لیتا ہے سب کھوٹا کھرا

پادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا

پادشاہاں را چنیں عادت بود — ایں شنیدہ باشی ار یادت بود

بادشاہوں میں یہ عادت ہے زیاد — تو نے بھی ہوگا سنا شاید ہو یاد

دستِ چپ شاں پہلواناں ایستند — زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند

دست چپ پر رکھتے ہیں وہ پہلواں — کیونکہ ہے بائیں طرف دل کا مکاں

مشرف و اہلِ قلم بر دستِ راست — زانکہ علم ثبت و خط آں دستِ راست

منشی و خطاط سیدھے ہاتھ پر — کیونکہ لکھنے میں سہولت ہے اُدھر

صوفیاں را پیش رو موضع دہند — کآئینہ جانند و ز آئینہ بہند

صوفیوں کو سامنے دیتے ہیں جا — وہ ہیں آئینہ اور اس سے بھی سوا

حاجیاں ایں صوفیانند اے پسر — سادہ و آزادہ افگندہ سر

صورتِ دربان ہیں صوفی اے پسر — سادہ و آزادہ - عاجز سر بسر

سینہا صیقل زدہ از ذکر و فکر — تا پذیرد آئینہ دل نقشِ بکر

سینے ہیں صاف اُن کے ذکرِ دوست سے — دل کے آئینے میں ہیں نقشے بجے

ہر کہ او از صلبِ فطرت خوب زاد — آئنہ در پیشِ او باید نہاد

فطرتاً پیدا ہوا جو خوب رو — آئینہ لازم ہے اس کے روبرو

عاشق آئینہ باشد روئے خوب	صیقل جاں آمد و تقوی القلوب
عاشق آئینہ ہے ہر روئے خوب	صیقل جاں ہے یہ تقوائے قلوب
ہر کہ دارد روئے خوب با نظام	طالب آئینہ باشد والسلام
جس کی صورت خوب ہے اور با نظام	ڈھونڈتا ہے آئینہ وہ والسلام

ایک دوست کا حضرت یوسفؑ کی ملاقات کو آنا

بشنو اکنوں یک مثال معنوی	تا تو دیگر قول صورت نشنوی
سن لے مجھ سے یہ مثال معنوی	تا نہ ہو پیرو دائے قول ظاہری
آمد از آفاق یارے مہرباں	یوسف صدیق را شد میہماں
آیا اک جانب سے یار مہرباں	اور ہوا یوسفؑ کا آکر میہماں
کاشنا بودند وقت کودکی	بر وسادہ آشنائی متکی
تھی لڑکپن میں جو باہم دوستی	مسند اخلاص پر تھے متکی [1]
یاد دادش جور اخوان و حسد	گفت آں زنجیر بود و ما اسد
بھائیوں کا ان سے جب پوچھا حسد	بولے وہ زنجیر تھے ہم ہیں اسد
عار نبود شیر را از سلسلہ	ما نداریم از قضائے حق گلہ
شیر کو زنجیر سے ہو عار کیا	کچھ نہیں حکم الٰہی سے گلا
شیر را بر گردن ار زنجیر بود	بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود
شیر کی گردن میں گو زنجیر تھی	غالب آیا حلقہ سازوں پر وہی
گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ	گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ
بولا کہئے قصۂ زندان چاہ	بولے جیسے ہو زوال اندوز ماہ

[1] تکیہ لگا کر بیٹھنے والا +

در محاق ار ماہِ نو گردد دو تا … نے در آخر بدر گردد در سما

گرچہ ٹیڑھا چاند ہے وقتِ زوال … بدر ہو جاتا ہے پھر پاکر کمال

گرچہ دُر دانہ بہاون کوفتند … نورِ چشم و دل شدہ در فج گرند

کوٹا موتی کو جو ہاون میں تو کیا … پھر بھی آخر نورِ چشم و دل بنا

گندمے را زیرِ خاک انداختند … پس ز خاکش خوشہا بر ساختند

خاک میں ڈالا جو دانہ گیہوں کا … خاک سے پیدا ہوئے خوشے سدا

بارِ دیگر کوفتندش ز آسیا … قیمتش افزود و ناں شد جاں فزا

پھر اسے چکی سے پیسا دیکھنا … اور بھی قیمت بڑھی روٹی بنا

باز ناں را زیرِ دنداں کوفتند … گشت عقل و جان و فہم سود مند

روٹی کو جس دم چبایا دانت سے … عقل و جان و فہم سب اس سے بنے

باز آں جاں چونکہ محوِ عشق گشت … یُعجِبُ الزُّرَّاعَ آمد بعدِ کشت

پھر وہ جاں جب محوِ الفت ہو گئی … بونے والے کو ہوئی حاصل خوشی

باز آں جاں چوں بحق او محو شد … باز ماند از سکر و سوئے صحو[1] شد

پھر وہی جاں جب ہوئی خالق میں محو … نشہ سے بیزار پہنچی سمت صحو[1]

عالمے را زاں صلاح آمد ثمر … قوم دیگر را فلاح منتظر

اک جہاں اس سے ہوا پھر بہرہ ور … قوم کو پہنچی فلاح منتظر

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد … تاکہ با یوسف چہ گفت آں نیک مرد

خیر یہ تو اک بڑی ہے داستاں … یوسف و مہماں کا قصہ کر بیاں

حضرت یوسفؑ کا دوست سے تحفہ طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں … ہیں چہ آوردی تو مارا ارمغاں

بولے یوسف جب یہ قصہ ہو چکا … لائے تم میرے لئے سوغات کیا؟ ۲۱

[1] بیداری ⁂

بر درِ یاراں تہی دست آمدن	ہست بے گندم سوئے طاحون شدن
خالی ہاتھ اور آستانہ دوست کا	جانا بے گندم ہے سوئے آسیہ
حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر	ارمغاں کو از برائے روزِ نشر
حشر کے دن سب سے پوچھیگا خدا	ہے کوئی سوغات دن ہے حشر کا
جِئْتُمُوْنَا وَ فُرَادٰی بے نوا[1]	ہم بداں ساں کہ خَلَقْنَاکُمْ کَذَا
تم تو آئے ہو مثالِ بے نوا	جیسا ہم نے تھا تمہیں پیدا کیا
ہیں چہ آوردید دستاویز را	ارمغانِ روزِ رستاخیز را
لائے ہو تم آج دستاویز کیا	ارمغاں ہے بہرِ رستاخیز کیا
یا امیدِ بازگشتن تاں نہ بود	وعدۂ امروز باطل تاں نمود
لوٹنے کی کیا نہ کچھ امید تھی	آج کے وعدے تھے کیا باطل سبھی
منکری مہمانیش را از خری	پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری
اس کی مہمانی سے جو منکر ہوا	کیوں نہ مطبخ سے تو مٹی کھائیگا
ور نۂ منکر چنیں دستِ تہی	بر درِ آں دوست پا چوں می نہی
اور نہیں منکر، تو بادستِ تہی	پاؤں چوکھٹ پر رکھے گا دوست کی؟
اندکے صرفہ بکن از خواب و خور	ارمغاں بہرِ ملاقاتش ببر
خواب و خور میں تھوڑا تھوڑا صرف کر	تحفہ لے جا اس سے ملنا ہے اگر

[1] قولہ تبارک و تعالیٰ عزوجل ہو لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (ترجمہ) اے لوگو! تم قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا ہو کر اس صورت میں آؤ گے جس صورت میں ہم نے تمہیں ماں کے پیٹ سے پیدا کیا تھا - اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب پسِ پشت ڈال آؤ گے ۔

شو قلیلاً من اللیل ما یہجعون ۔ باش در اسحار از یستغفرون
رات کو کم سو جو ہے خوف خدا ۔ اور سحر ہے وقت استغفار کا

اندکے جنبش بکن ہمچوں جنیں ۔ تا بہ بخشندت حواس نور بیں
کر بہت کم جنبشیں مثل جنیں[1] ۔ تا تجھے بخشیں حواس نور بیں

وز جہانے چوں رحم بیروں روی ۔ از زمیں در عرصۂ واسع شوی
رحم کی سی تنگ دنیا چھوڑ دے ۔ تاکہ اک میدان عالیشان ملے

آنکہ ارض اللہ واسع[2] گفتہ اند ۔ عرصۂ دان کانبیا در رفتہ اند
ہے زمیں حق کی بڑی کہتے جسے ۔ ہے وہ میداں انبیا کے واسطے

دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ ۔ نخل تر آنجا نگردد خشک شاخ
تنگ دل کیوں ہو کہ میداں ہے فراخ ۔ نخل تر اس جا نہ ہوگا خشک شاخ

حاملی تو مر حواست را کنوں ۔ کند و ماندہ می شوی و سرنگوں
اے گراں بار حواسات زبوں ۔ کند و بیمار اور ہے تو سرنگوں

[3] چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب ۔ ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
تو ہے محمول اور نہ حامل وقت خواب ۔ ماندگی جاتی ہی کیسا اضطراب

چاشنیے دان تو حال خواب را ۔ پیش محمولی حال اولیا
چاشنی جان اپنے حال خواب کو ۔ اولیا کے حال کی اے نیک خو

[1] پیٹ کا بچہ +

[2] خدا کی زمین بہت وسیع ہے +

[3] یعنی وقت خواب تو اپنے حواسوں کا حامل نہیں ہوتا۔ اُن کا محمول ہوتا ہے۔ وہ تجھے جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔ اس لیے تیری ماندگی مٹ جاتی ہے اور تیرا رنج و غم سب دور ہو جاتا ہے +

اولیا اصحاب کہف اند اے عنود — در قیام و در تقلب ہم رقود [1]

اولیا اصحاب کہف اے یار ہیں — جن کے سونے میں بھی کچھ اسرار ہیں

می کشد شاں بے تکلف در فعال — بےخبر ذات الیمین ذات الشمال

بے تکلف دیتا ہے حرکت انہیں — دہنے بائیں لیتے ہیں وہ کروٹیں

چیست آں ذات الیمین فعل حسن — چیست آں ذات الشمال اشغال تن

دہنی کروٹ کیا ہے اک اچھا فعل حسن — بائیں کروٹ کیا ہے اک شغل بدن

گر تو بینی شاں بدشواری درول — نیست شاں خوفے ولا ہم یحزنون

دیکھے مشکل میں انہیں تو کر یقیں — اُن کو خوف و رنج ہو سکتا نہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید — بےخبر زیں ہر دو ایشاں در مزید

ہیں عیاں لوگوں پہ یہ دونوں مگر — اولیا ان دونوں سے ہیں بے خبر

می رود ایں ہر دو کار از انبیا — بےخبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا

انبیا دونوں سے ہیں مطلق رہا — بے خبر دونوں سے وہ مثل صدا

گر صدایت بشنواند خیر و شر — ذات کہ باشد زہر دو بے خبر

گو سناتا ہے صدائے خیر و شر — کوہ دونوں سے ہے لیکن بے خبر

گفت یوسف ہیں بیا در ارمغاں — او ز شرم ایں تقاضا در فغاں

بولے یوسف ہاں تو لاؤ ارمغاں — اس تقاضے سے وہ تھا محو فغاں

گفت من چند ارمغاں جستم ترا — ارمغانے در نظر نامد مرا

بولا میں نے ڈھونڈے تھے تحفے کئی — آپ کے لائق نہ کوئی شئے ملی

حبہ را جانب کاں چوں برم — قطرہ را سوئے عماں [2] چوں برم

ریزہ لاتا کان کی جانب میں کیا — قطرے کی عماں کو کیا حاجت بھلا

[1] قولہ تعالیٰ عز و جل۔ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ یعنی تو اصحاب کہف کو بیدار سمجھتا ہوگا مگر وہ تو سو رہے ہیں + [2] دریا کا نام +

زیرہ را من سوئے کرماں آورم	گر بہ پیشِ تو دل و جاں آورم
زیرہ کو کرماں[1] کیا لے جاؤں میں	جان و دل کیا پیش کش کو لاؤں میں
نیست تحفے کاندریں انبار نیست	غیر حسن تو کہ اورا بار نیست
اس خزانے میں ہر اک شے ہے کثیر	حسن ہے صرف آپ کا بس بے نظیر
لائق آں دیدم کہ من آئینۂ	پیشِ تو آرم چو نورِ سینۂ
میں نے سوچا لے چلوں اک آئنا	نورِ دل کی طرح تحفہ بے بہا
تا ببینی روئے خوب خود دراں	اے تو چوں خورشید شمع آسماں
دیکھیں تا آپ اس میں رخ کی آب و تاب	آپ شمع چرخ ہیں جوں آفتاب
آئینہ آوردمت اے روشنی	تا چو بینی روئے خود یادم کنی
آئینہ لایا ہوں میں اے روشنی	آپ اُسے دیکھیں تو یاد آئے مری
آئینہ بیروں کشید او از بغل	خوب را آئینہ باشد مشتغل
اس نے پہلو سے نکالا آئینہ	مشغلہ ہے دلبروں کا آئینہ
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی	نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
نیستی ہستی کا ہے اک آئنا	نیست ہو جا ہے اگر عقل اے فتا
ہستی اندر نیستی بتواں نمود	مالداراں بر فقیر آرند جود
نیستی میں ہست پاتا ہے نمود	مفلسوں پر اغنیا کرتے ہیں جُود
آئینہ صافی ناں خود گرسنہ ست	سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ ست
ناں کا بھوکا اگر ہے آئنا	سوختہ ہے آئنہ چقماق کا
نیستی و نقص ہر جائیکہ خواست	آئینہ خوبی جملہ ہستہاست
نیستی اور نقص جس جا ہوں عیاں	ہست کا آئینہ ہیں اے مہرباں

[1] فارس کا ایک شہر ہے جہاں سیاہ زیرہ بکثرت پیدا ہوتا ہے +

بہرِ آں کہ نیستی پالودگیست	وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگیست
کیونکہ ہے یہ نیستی پالودگی	اور ہستی ہے بڑی آلودگی
چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود	مظہرِ فرہنگِ درزی کے شود
جب کوئی کپڑا سلا ہو تو بتو	داد پھر کیا دے کوئی خیاط کو
نا تراشیدہ ہمی باید جذوع	تا درودگر اصل سازد یا فروع
پاتے ہیں جبدم نتراشیدہ شتا	لیتے ہیں کڑیاں ستوں اس سے بنا
خواجۂ اشکستہ بند آنجا رود	کہ در آنجا پائے اشکستہ بود
جوڑنے والا تو جاتا ہے وہیں	پاؤں جس کا ٹوٹ جاتا ہے کہیں
کے شود چوں نیست رنجور و نزار	آں جمال و صنعتِ طب آشکار
کس طرح ہو جب نہ ہو کوئی نزار	یہ کمال و صنعتِ طب آشکار
خواری و دونیِ مسہا برملا	گر نباشد کے نماید کیمیا
میل تانبے میں نہ ہو گر برملا	کیا اثر اپنا دکھائے کیمیا
نقصہا آئینۂ وصفِ کمال	واں حقارت آئینۂ عزّ و جلال
نقص ہیں آئینۂ وصفِ کمال	عجز ہے بے شبہ مرآتِ جلال
زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں	زانکہ با سرکہ پدیدست انگبیں
ضد سے پیدا ضد میں ہوتا ہے یقیں	کیونکہ سرکے بیں ہے ظاہر انگبیں
ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت	اندر استکمالِ خود دو اسبہ تاخت
جس نے اپنے نقص کی پہچان کی	ہو گیا وہ شخص کامل واقعی
زاں نمی پرّد بسوئے ذوالجلال	کو گمانے می برد خود را کمال
اڑ نہیں سکتا وہ سوئے ذوالجلال	ہے گماں جس کو کہ ہے مجھ میں کمال
علتے بدتر ز پندارِ کمال	نیست اندر جانت اے مغرور ضال
کوئی بیماری بڑی پندار سے	جان میں بدتر نہیں تو جان لے

از دل و از دیدہ ات بس خوں رود ... تا ز تو ایں معجبی بیروں شود

تیرے دل اور آنکھ سے جب خوں بہے ... جب کہیں تیری یہ خود دانی مٹے

علت ابلیس انا خیر[1] بدست ... وین مرض در نفس ہر مخلوق ہست

علتِ ابلیس انا خیر[1] یعنی ... ہے یہی فطرت میں سب مخلوق کی

گرچہ خود را بس شکستہ بیند او ... آب صافی دان و سرگیں زیر جو

گو شکستہ اپنے کو دیکھے نگر ... ہے نہاں ندی میں گو بر سر بجو

چوں بشورانی مرا او را ز امتحاں ... آب سرگیں رنگ گردد در زماں

دو اُسے جنبش جو بہر امتحاں ... آب سرگیں رنگ ہو جائے عیاں

در تگِ جو ہست سرگیں اے فتیٰ ... گرچہ جو صافی نماید مر ترا

نہر کی تہ میں ہے گو برا اے فتا ... گرچہ ظاہر میں نظر آئے صفا

ہست پیرِ راہ دانِ پُر فطن ... باغہائے نفسِ کل را جوئے کن

پیر کامل بالیقیں ہے راز داں ... باغہائے عقل کو نہر رواں

جوئے خود را کے تواند پاک کرد ... نافع از علمِ خدا شد علمِ مرد

نہر رکھے خود کو کب محفوظِ گرد ... مستفیدِ علمِ حق ہے علمِ مرد

کے تراشد تیغ دستۂ خویش را ... رو بجراحے سپار ایں ریش را

تیغ سے خود اپنا دستہ کب بنے ... زخم ہو تو پاس جا جراح کے

آب جو سرگیں تواند پاک کرد ... جہلِ نفسش را نرو بد علمِ مرد

آب جو سے کیا ہٹے سرگین و گرد ... جہل دھوئے نفس کا کیا علمِ مرد

[1] قولہ تعالیٰ عز و جل:- اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ - یعنی ابلیس نے کہا کہ یارب العالمین! تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اس (آدم) کو خاک سے۔ اسلئے میں اُس سے اچھا ہوں ◆

[2] داتا ◆

بر سرِ ہر ریشش جمع آمد مگس ۔۔۔ تا نہ بیند قبحِ ریشِ خویش کس

زخموں پر جا بیٹھتی ہیں مکھیاں ۔۔۔ تا نہ زخموں کی برائی ہو عیاں

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو ۔۔۔ ریشِ تو آں ظلمتِ احوالِ تو

مکھیاں ہیں تیرے وسواس و خیال ۔۔۔ اور تیرا زخم تا ریکئ حال

ور نہد مرہم بر آں ریشِ تو پیر ۔۔۔ آں زماں ساکن شود درد و نفیر

زخم پر تیرے رکھے مرہم جو پیر ۔۔۔ دفعتاً جاتا رہے درد اور نفیر[1]

تا نہ پنداری کہ صحت یافتست ۔۔۔ پرتوِ مرہم در آنجا تافتست

یہ نہ جان اس سے کہ صحت ہو گئی ۔۔۔ یہ تو مرہم کی فقط تاثیر تھی

ہین ز مرہم سر مکش اے پشت ریش ۔۔۔ واں ز پرتو داں مداں از اصلِ خویش

منہ نہ اس مرہم سے پھیر اے خوش یقیں ۔۔۔ وہ ہے پرتو ۔ صحتِ ذاتی نہیں

ایک کاتبِ وحی کا مُرتد ہونا

پیش از عثمانؓ یکے نساخ بود ۔۔۔ کو بنسخِ وحی جدّے می نمود

ایک کاتب پہلے تھا عثمانؓ سے ۔۔۔ کرتا تھا لکھنے میں کوشش وحی کے

چوں نبیؐ از وحی فرمودے سبق ۔۔۔ او ہماں را وا نوشتے بر ورق

جب نبیؐ سے وحی سن لیتا تھا وہ ۔۔۔ پھر ورق پر اس کو لکھ دیتا تھا وہ

پرتوِ آں وحی بر وے تافتے ۔۔۔ او درونِ خویش حکمت یافتے

وحی کا پڑتا تھا اس پر پرتوا ۔۔۔ دیکھتا تھا دل میں حکمت کی ضیا

عین آں حکمت بفرمودے رسولؐ ۔۔۔ زیں قدر گمراہ شد آں بو الفضول

پھر اسی حکمت کو فرماتے رسولؐ ۔۔۔ ہو گیا گمراہ اس سے بوالفضول[2]

[1] نالہ ۔

[2] فضولیات کا باپ یعنی بے وقوف ۔

کانچہ می‌گوید رسولِ مستنیر / مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر

وہ یہ سمجھا کہتے ہیں جو کچھ نبی / اصل میں ہے بات میرے دل ہی کی

پرتوِ اندیشہ اش زد بر رسول / قہرِ حق آورد بر جانش نزول

اس کے اندیشہ کو جب سمجھے رسول / قہرِ داور نے کیا اس پر نزول

پرتوِ آں ناگہش بر دل بتافت / در درونِ خویشتن حرفے نیافت

روشنی جب قہر کی دل پر پڑی / اس نے اپنے قلب کو پایا تہی

ہم ز نساخی بر آمد ہم ز دیں / شد عدوئے مصطفیٰ از روئے کیں

دین سے نکلا، کتابت سے گیا / بن گیا حاسد عدو بھی مصطفیٰ کا

مصطفیٰ فرمود کاے گبرِ عنود / چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود

یہ ہوا سرکش سے ارشادِ حضور / رنگ سیہ کیوں ہے جو تجھ سے تھا یہ نور

گر تو ینبوعِ الٰہی بودۂ / ایں چنیں آبِ سیہ نکشودۂ

تو جو ہوتا چشمۂ فیضِ خدا / بن کے کیچڑ اس سے کیوں ہوتا جدا

اندروں می‌سوختش ہم زیں سبب / توبہ کردن می‌نیارست اے عجب

اس کے دل میں یوں لگی اک آگ تھی / توبہ کی طاقت نہ اس میں کچھ رہی

تاکہ ناموسش بہ پیشِ ایں و آں / نشکند بربست از توبہ دہاں

تاکہ عزت میں نہ آجائے زیاں / بند توبہ سے ہوئی اس کی زباں

آہ می‌کرد و نبودش آہ سود / چوں در آمد تیغ سر را در ربود

آہ کرنا تھا مگر بے سود تھی / تیغ جب آئی تو سر کو لے گئی

کرد حق ناموس را صد من حدید / اے بسا بستہ بہ بندِ ناپدید

حق نے عزت کو کیا سو من حدید / ہیں بہت پابندِ قیدِ ناپدید

کبر و کفر آں ساں ببست آں راہ را / کہ نیارد کرد ظاہر آہ را

کفر نے کی ہے وہ بندش راہ کی / کہہ نہیں سکتا یہ کافر آہ بھی

۵ لوہا

گفت اغلالاً[1] فهم بہ مقمحون   نیست آں اغلال مارا از بروں

ٹھوڑیوں تک طوق ہیں انکو پڑے   خود بخود آ کر نہیں آخر بڑھے

خلفہم سدًّا فاغشیناھم[1]   می نہ بیند بند را پیش و پس او

آگے پیچھے اُن کے اک دیوار ہے   دیکھ ہی سکتے نہیں وہ کوئی شے

رنگ صحرا دارد آن سدّے کہ خواست   او نمی داند کہ آں سدّ قضاست

صورت صحرا ہے سدّ ظاہرا   تا نہ سمجھے یہ ہے دیوار قضا

شاہد تو سدّ روئے شاہد است   مرشد تو سدّ گفت مرشد است

تیرا شاہد[2] سترِ روئے یار ہے   تیرا مرشد[3] حائل اک دیوار ہے

اے بسا کفّار را سودائے دیں   بندشاں ناموس و کبر و آن و این

ہے بہت سے کافروں کو شوقِ دیں   اُن کی سد ناموس ہے اور کبر و کیں

بند پنہاں لیک از آہن بتر   بند آہن را کند پارہ تبر

بند پنہاں لوہے سے بھی ہے بتر   بند آہن کو کرے ٹکڑے تبر

بندِ آہن را تواں کردن جدا   بند غیبی را نداند کس دوا

بند آہن ہو بھی سکتا ہے جدا   بند غیبی کی نہیں لیکن دوا

---

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جل:- اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ - (ہم نے کافروں کی گردن میں طوق ڈال دئے ہیں جو اُن کی ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں - اس لئے وہ کسی طرف پھر کر سر نہیں ہلا سکتے +

[2] مطلب - معنی +

[3] کبر و ناموس +

[4] نفس و شیطان +

مرد را زنبور اگر نیشے زند — طبع او آں لحظہ بر دفعے تند

ڈنگ مارے مرد کو زنبور اگر — دفع کرتی ہے طبیعت خود اثر

زخم نیش اما چو از ہستی تست — غم قوی باشد نگردد درد سست

زخم ہے جو نیش ہستی سے پڑا — درد اُس کا کم نہ ہوگا بے جبا

شرح ایں از سینہ بیروں می جہد — لیک می ترسم کہ نومیدی دہد

دل سے چھلکی پڑتی ہے شرح دروں — خوف نومیدی ہے لیکن کیا کروں

نے مشو نومید و خود را شاد کن — پیش آں فریاد رس فریاد کن

ہاں نہ ہو مایوس خود کو شاد کر — ہے وہی فریاد رس فریاد کر

کاے محبّ عفو از ما عفو کن — اے طبیب رنج ناسورِ کہن

اے محبّ عفو کر، عفو خدا — بھر دے ناسورِ کہن چارہ گرا!

عکس حکمت آں شقی را یاوہ کرد — خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد

عکس حکمت سے ہوا کاتب شقی — چھوڑ خود بینی کہ سنبھلے زندگی

اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست — آں ز ابدالست و بر تو عاریہ ست

بھائی! ہے یہ بتری حکمت جاریہ — ہے جو عکس اولیا سے عاریہ[1]

گرچہ در خود خانہ نوریست تافتست — آں ز ہمسایہ منوّر یافتست

گو ترے پھیلا ہوا ہے گھر میں نور — یہ ہے ہمسائے کا لیکن سب ظہور

شکر کن غرّہ مشو بینی مزن — گوش دار و ہیچ خود بینی مکن

شکر کر۔ نخوت نہ کر۔ منکر نہ ہو — سن ذرا۔ جڑ سے اکھاڑ اس کبر کو

صد دریغ و درد کایں عاریتے — محجباں را دور کرد از امّتے

حیف ہے اس عاریت نے برملا — محجوبوں[2] کو دور امت سے کیا

[1] مستعار

[2] مغروروں کو۔

من غلامِ آنکہ او در ہر رباط	خویش را واصل نداند بر سماط
ہیں غلام اُس کا ہوں ہر منزل پہ جو	اہلِ دسترخواں نہ سمجھے اپنے کو
بس رباطے کہ بباید ترک کرد	تا بہ مسکن در رسد یک روز مرد
ترک کرنی ہیں بہت سی منزلیں	ایک دن مسکن ملے گا راہ میں
گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست	پرتوِ عاریتِ آتش زنی ست
سرخ ہو آہن تو وہ ہے سرخ کیا؟	عارضی آگ پر تو ہے آگ کا
گر شود پُر نور روزن یا سرا	تو مداں روشن مگر خورشید را
ہو اگر پڑے نور کھڑکی یا مکان	نور تو خورشید کا اسکو بھی جان
در در و دیوار گوید روشنم	پرتوِ غیرے ندارم ایں منم
گر کہیں دیوار و در ہم پڑھنیا	خود ہی ہیں پر تو نہیں کچھ غیر کا
پس بگوید آفتاب اے نا رشید	چونکہ من غائب شوم آید پدید
کہتا ہے سورج کہ یہ ہے کیا خیال	میں ہوا پنہاں تو کھل جائیگا حال
سبزہا گویند ما سبز از خودیم	شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
سبزے کہتے ہیں کہ خود ہیں سبز ہم	شاد و خنداں خوبصورت چہرہ ہیں ہم
فصلِ تابستاں بگوید اے امم	خویش را بینید چوں من بگذرم
سن کے یہ بولا اسی کہتی ہے بہار	دیکھنا جس وقت ہو جاؤں فرار
تن ہمی نازد بخوبی و جمال	روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال
جسم کو ہے نازشِ حسن و جمال	گو یہ سب ہے روحِ پنہاں کا کمال
گویدش اے مزبلہ تو کیستی	یک دو روز از پرتوِ من زیستی
کہتی ہے - ہے مزبلہ! تو چیز کیا	ایک دو دن میرے پرتو سے جیا

ے۱ کوڑا ڈالنے کی جگہ ؎

غنچ و نازت می نگنجد در جہاں — باش تا کہ من شوم از تو جہاں
ناز سے گو تنگ ہے تیرے جہاں — صبر کر ہونے تو دے مجھ کو رواں

گر مدارانت ترا گورے کنند — گو کشانت در تنگِ گورا فگنند
گرم بہ رہتی ہیں جن سے تفلیں — تنگ کر ڈالیں گے مجھ کو گور میں

تا کہ چوں در گور یارانت کنند — طعمۂ موران و مارانت کنند
گور میں جب دوست رکھد بیگے تجھے — لقمہ مار و مور کر لیں گے تجھے

بینی از گندِ تو گیرد آں کسے — کر بہ پیش تو ہمی مُردے بسے
تیری بو سے وہ کریں گے بند ناک — جو بہت تجھ تجھ سے رکھتے ہیں تپاک

پرتوِ روحست نطق و چشم و گوش — پرتوِ آتش بود در آب جوش
روح کے پرتو ہیں چشم و نطق و گوش — پرتو ہے آگ کا پانی کا جوش

آنچنانکہ پرتوِ جاں بر تن ست — پرتوِ ابدال بر جانِ من ست
روح کا پرتو ہے جیسے جسم پر — پرتوِ ابدال مجھ پر ہے اُدھر

جانِ جاں چوں واکشد پا را ز جاں — جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
جان سے جا... ہے جب جانِ جہاں — اک تنِ بے جاں سی رہ جاتی ہے جاں

سر ازاں رو می نہم من بر زمیں — تا گواہِ من بود در یومِ دیں
میں زمیں پر اس لئے رکھتا ہوں سَر — روزِ محشر دے گواہی سر بسر

یومِ دیں کہ زُلزِلَت زِلزالَہا — ایں زمیں باشد گواہ حالہا
جب اُٹھینگے زلزلے محشر میں آہ — یہ زمیں احوال کی ہوگی گواہ

کو تُحَدِّثُ جَہرَۃً اَخبارَہا — در سخن آید زمیں آذ حف لہا
بھید کھولے گی زمیں احوال کا — بول کر منہ سے بہ حکمِ کبریا

فلسفی گوید ز معقولات دوں — عقل از دہلیز می ماند برون
فلسفی کو دھن ہے معقولات کی — عقل دروازے سے آگے کب بڑھی

فلسفی منکر شود در فکر و ظن	گو برو سر را بداں دیوار زن
فلسفی بد ظن جو ہو انکار سے	کہ دو سر مارا کرے دیوار سے
نطقِ آب و نطقِ خاک و نطقِ گِل	ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
نطق آب اور نطق خاک اور نطق گِل	یہ ہے محسوس حواسِ اہلِ دل
فلسفی کو منکرِ حنّانہ است	از حواسِ انبیاء بیگانہ است
فلسفی جو منکرِ حنّانہ ہے	انبیاء کے حال سے بیگانہ ہے
گوید او کہ پرتوِ سودائے خلق	بس خیالات آورد در رائے خلق
وہ یہ کہتا ہے کہ سودا خلق کا	دل میں لاتا ہے ہزاروں مدعا
بلکہ عکسِ آں فساد و کفرِ او	ایں خیالِ منکری را زد برو
بلکہ اس کا اپنا الحاد و ضلال	ڈالتا ہے اس کے دل میں یہ خیال
فلسفی مر دیو را منکر شود	در ہماں دم سخرۂ دیوے بود
فلسفی انکارِ شیطاں جب کرے	ہاتھ میں شیطاں کے کٹ پتلی بنے
گر ندیدی دیو را خود را بہ بیں	بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
دیو کو دیکھا نہیں اپنے کو دیکھ	نیل کیسا ہے ذرا ماتھے کو دیکھ
ہر کرا در دل شک و پیچانی ست	در جہاں او فلسفی پنہانی ست
جو اسیرِ شبہ و شک ہو دائمی	وہ زمانے میں ہے پنہاں فلسفی
می نماید اعتقاد او گاہ گاہ	آں رگِ فلسف کند رو ہش سیاہ
ہے دکھاتا اعتقاد گاہ گاہ	فلسفہ کی رگ سے وہ ہے رو سیاہ
الحذر اے مومناں کو در شما ست	در شما بس عالمِ بے منتہا ست
وہ تمہیں میں ہے چھپا اس سے ڈرو	تم میں خود بے حد ہیں عالم موجزو

جملہ ہفتاد و دو ملت در تو ست — وہ کہ آں روزے برآرد از تو دست
ایں بہتر ملتیں تجھ میں نہاں — تجھ پہ وہ غالب نہ آجائے یہاں

ہر کہ او را برگِ ایں ایماں بود — ہمچو برگ از بیم او لرزاں بود
جس میں ہے ایمان سُن اے دلپذیر — اس سے ہے پتّے کی صورت لرزہ گیر

بر بلیس و دیو زاں خندیدۂ — کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
دیو و شیطاں پر جو یوں ہنستا ہے تو — نیک اپنے آپ کو سمجھا ہے تو

چوں کند جاں باژگونہ پوستیں — چند واویلا برآید ز اہلِ دیں
جان جب الٹے گی اپنا پوستیں — کتنا واویلا کریں گے اہلِ دیں

بر دکاں ہر زر نما خنداں شدست — زانکہ سنگِ امتحاں پنہاں شدست
سیٹھ ہے اپنی دکاں پر شادماں — کیونکہ پوشیدہ ہے سنگِ امتحاں

پردہ اے ستار از ما وا مگیر — باش اندر امتحاں مارا مجیر
پردہ رہنے دے ہمارا یا آلہ — امتحاں کے وقت دے ہم کو پناہ

قلب پہلو می زند با زر بشب — انتظارِ روز می دارد ذہب
شب میں کھوٹا سونا کو پاسے وقار — سچے سونے کو ہے دن کا انتظار

با زبانِ حال زر گوید کہ باش — اے مزوّر تا برآید روز فاش
سونا کہتا ہے زبانِ حال سے — ہاں ٹھہر جھوٹے ! نکلنے دن تو دے

صد ہزاراں سال ابلیسِ لعیں — بود ز ابدال و امیر مومنیں
رہ چکا ہے پہلے ابلیسِ لعین — خود ہی ابدال اور امیر المؤمنین

پنجہ زد با آدم از نازے کہ داشت — گشت رسوا ہمچو سرگیں وقتِ چاشت
مارا ہاتھ آدمؑ پہ نازش کا بھرا — مثلِ سرگیں دن میں رسوا ہو گیا

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس — برتر از سلطان چہ می رانی فرس
ہو نہ مردوں سے مقابل بوالہوس — شاہ سے تو کیوں بڑھاتا ہے فرس[1]

[1] گھوڑا +

بلعم باعور کی بد دعا

بلعم باعور را خلق جہاں ۔۔۔ سغبہ شد مانند عیسیٰؑ زماں
بلعم باعور کی خلق جہاں ۔۔۔ تھی مسخر مثل عیسیٰؑ زماں

سجدہ ناوردند کس را دون او ۔۔۔ صحت رنجور بود افسون او
سجدہ کرتے ہی نہ تھے اس کے سوا ۔۔۔ سحر اُس کا صحت رنجور تھا

پنجہ زد با موسیٰؑ از کبر و کمال ۔۔۔ آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
آیا موسیٰؑ کے مقابل پُر غرور ۔۔۔ جو ہوا پھر سن لیا ہوگا ضرور

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں ۔۔۔ ہمچنیں بودست پیدا و نہاں
سو ہزار ابلیس و بلعم بیگماں ۔۔۔ ہو چکے ہیں ایسے پیدا و نہاں

ایں دو را مشہور گردانید اللہ ۔۔۔ تا کہ باشند ایں دو بر باقی گواہ
دونو کو مشہور حق نے کر دیا ۔۔۔ باقیوں پر تا ہوں شاہد برملا

رہزناں را در بیاباں چوں کشند ۔۔۔ یک دو تن را سوئے دہ زایشاں کشند
چوروں کو میداں میں جب ہیں مارتے ۔۔۔ گاؤں سے لے آتے ہیں دو اک باندہ کے

تا ببینند اہل دہ گیرند پند ۔۔۔ رویت ایشاں بود شاں ہمچو بند
تا کہ لیں دیہات والے اُن سے پند ۔۔۔ دیکھنا اُن کا ہو اُن کے حق میں بند

ایں دو دزد آویخت بر دار بلند ۔۔۔ ورنہ اندر شہر بس دزداں بُدند
ان دو چوروں کو ہے کھینچا دار پر ۔۔۔ ورنہ ایسے چور تھے یاں بیشتر ۲۲

ایں دو را پرچم بسوئے شہر برد ۔۔۔ کشتگان قہر را نتواں شمرد
سوئے شہر ان کو ہے پرچم لے گیا ۔۔۔ کشتگان قہر کی گنتی ہی کیا

نازنینی تو ولے در حدِ خویش ۔۔۔ اللہ اللہ پا منہ زاندازہ بیش
نازنیں ہے اپنی حد سے کر نہ رم ۔۔۔ رکھ نہ اندازے سے آگے تو قدم

گر زنی بر نازنیں تر از خودت در تگ ہفتم زمیں زیر آردت
مل گیا تجھ سے جو بہتر نازنیں وہ تجھے کر دے گا پیوند زمیں

قصۂ عاد و ثمود از بہر چیست تا بدانی کانبیا را نازکیست
اس لیے ہے قصۂ عاد و ثمود تا ہو نبیوں کی نزاکت کی نمود

ایں نشانِ خسف[1] قذف و صاعقہ شد بیانِ عزِ[2] نفسِ ناطقہ
یہ نشانِ خسف و قذف و صاعقہ ہے بیانِ عزِ نفسِ ناطقہ

جملہ حیواں را پئے انساں بکش جملہ انساں را بکش از بہر ہش
سارے حیواں مارو انساں کے لیئے اور کر انساں کو صدقے ہوش کے

ہش چہ باشد عقلِ کل اے ہوشمند عقلِ جزوی ہش بود اما نژند
ہوش کیا ہے؟ عقلِ کل اے ہوشمند عقلِ جزوی ہوش ہے لیکن نژند

جملہ حیوانات وحشی ز آدمی باشد از حیوانِ انسی[3] در کمی
جتنے حیوانات ہیں وحشت بجاں کم ہیں سب حیوانِ انسی سے یہاں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل زانکہ وحشی اند از عقلِ جلیل
وحشیوں کا خون ٹھہرا ہے روا یعنی وحشی عقل سے سب ہیں جدا

خونِ ایشاں خلق را باشد روا زانکہ انساں را انیند ایشاں سزا

خون ان سب کا ہے دنیا کو روا
قابلِ انساں نہیں ہیں ناسزا

[1] خسف۔ زمین میں دھنسنا +
قذف۔ پتھر مارنا + سنگساری + صاعقہ۔ بجلی +
[2] افسردہ و ضعیف +
[3] حیوانِ اہلی۔ انسان سے محبت کرنے والے۔ جیسے گھوڑا۔ گائے۔ گدھے وغیرہ +

عزتِ وحشی بدان ساقط شدست ۔۔۔ کامر انساں را مخالف آمدست

عزتِ وحشی ہے ساقط اس لئے ۔۔۔ یہ مخالف ہوتے ہیں انسان کے

پس چہ عزّت باشدت اے ناسرہ ۔۔۔ چوں شدی تو حمر مستنفرہ

کیا ہو پھر عزّت تری اے نابکار ۔۔۔ ہو رہا ہے جبکہ تو وحشی حمار

خر نشاید کشت از بہر صلاح ۔۔۔ چوں شود وحشی شود خونش مباح

کون مارے خر کو از بہر صلاح ۔۔۔ پر ہو وحشی تو ہے خون اس کا مباح

گرچہ خر را دانشِ آخور نبود ۔۔۔ ہیچ معذورش نمی دارد ودود

نقصان کو خر کو نہیں پہچاننا ۔۔۔ پھر بھی وہ معذور کب سمجھا گیا

پس چو وحشی شد ز آدم آدمی ۔۔۔ کے بود معذور اے یارِ سمی

جب ہوا انساں سے وحشی آدمی ۔۔۔ کب اُسے معذور سمجھے گا کوئی

لاجرم کفّار را خوں شد مباح ۔۔۔ ہمچو وحشی پیشِ نشاب و رماح

اس لئے ہے خون کافر کا روا ۔۔۔ مثل وحشی تیر و نیزہ سے ہوا

جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل ۔۔۔ زانکہ بے عقلند و مطرود و ذلیل

جورو اور بچّے ہیں ان کے سب سبیل ۔۔۔ کیونکہ ہیں بے عقل و مردود و ذلیل

باز عقلے کو رمد از عقلِ عقل ۔۔۔ گردد از عقلے بحیوانات نقل

بھاگے جو نبیوں سے وہ انسا کہاں ۔۔۔ آدمی کیا اُس کو حیواں کر گماں

ہاروت و ماروت کا قصّہ

ہمچو ہاروت و چو ماروت شہیر ۔۔۔ از بطر خوردند زہر آلودہ تیر

جس طرح ہاروت اور ماروت نے ۔۔۔ بہ تیر زہر آلود کھایا کبر سے

لہ مباح - جائز ۔

اعتمادے بود شاں بر قدس خویش　　چیست بر شیر اعتماد گاؤ میش

ان کو اپنے قدس پر تھا اعتماد　　گائے کو ہو شیر پر کیا اعتماد

گرچہ او با شیر صد چارہ کند　　شاخ شاخش شیر نر پارہ کند

سینگ سے ہوتی ہے گو وہ چارہ گر　　ٹکڑے کر دیتا ہے لیکن شیر نر

گر شود پر شاخ ہمچو خار پشت　　شیر خواہد گاؤ را ناچار کشت

گر ہو مثل خار پشت اے باشعور　　مار ڈالے گا وہ شیر اس کو ضرور

باد صرصر کو درختاں می کند　　با گیاہ پست احساں می کند

پیڑ کو آندھی گراتی ہے مگر　　کرتی ہے احسان نیچی گھاس پر

بر ضعیفی گیاہ ایں باد تند　　رحم کرد اے دل تو از قوت مکند

گھاس پر صرصر بھی جب احساں کرے　　تجھ کو اترانا نہ اے دل چاہیے

تیشہ را ز انبوہی شاخ درخت　　کے ہراس آید ببرد لخت لخت

تیشہ کو ہو ٹہنیوں سے خوف کیا　　ٹکڑے کر دیتا ہے ان کے برملا

لیک بر برگے نکوبد خویش را　　جز کہ بر ریشہ نکوبد نیش را

پتیاں پر لیکن نہیں کرتا اثر　　صرف رگ کو چھیڑتا ہے نیشتر

شعلہ را ز انبوہی ہیزم چہ غم　　کے رمد قصاب از انبوہ غنم

کیا بھلا شعلے کو ایندھن سے ہو غم　　کب کیا قصاب نے ریوڑ سے رم

پیش معنی چیست صورت بس زبوں　　چرخ را معنیش می دارد نگوں

سامنے معنی کے صورت ہے زبوں　　چرخ کو رکھتا ہے معنی سرنگوں

تو قیاس از چرخ دولابی بگیر　　گردشش از کیست از عقل منیر

چرخ دولابی پہ تو کر لے قیاس　　عقل سے گردش ہے اس کو بے ہراس

گردش ایں قالب ہمچوں سپر　　ہست از روح مستر اے پسر

یہ جو چکر میں ہے قالب کی سپر　　روح پوشیدہ سے ہے گرداں اے پسر

گردش ایں بادا از معنیٔ اوست	ہمچو چرخے کو اسیرِ آب جوست
ہے ہوا پابند معنی نیک خُو	جیسے چرخی ہو اسیرِ آبِ جو
جزر و مد و دخل و خرج ایں نفس	از کہ باشد جز زجاں اے پُر ہوس
جزر و مد اور آنا جانا سانس کا	روح کے باعث یقیں کر باوفا
گاہ جیمش می کند گہ حے و دال	گاہ صلحش می کند گاہے جدال
جیم کرتی ہے کبھی ح اور دال	صلح کرتی ہے کبھی گاہے جدال
گہ یمینش می برد گاہے یسار	گہ گلستاں می کند گاہیش خار
دائیں بائیں اس کو لے جاتی ہے روح	پھول اور کانٹا بنا لاتی ہے روح
ہمچنیں ایں آب را یزداں پاک	کرد بر فرعون خونِ سہمناک
ایسے ہی فرعون پر اللہ نے	خون پانی کو کیا تھا دیکھ لے
ہمچنیں ایں باد را یزدانِ ما	کردہ بُد بر عاد ہمچوں اژدہا
یہ ہوا ایسے ہی از حکمِ خدا	عاد والوں پر بنی تھی اژدہا
باز ہم ایں باد را بر مومناں	کردہ بُد صلح و مراعات و اماں
مومنوں کے واسطے پھر یہ ہوا	تھی پناہ و صلح اور لطفِ خدا
گفت المعنی ہو اللہ شیخ دیں[1]	بحرِ معنیہا ست ربّ العالمیں
یہ ہے ارشادِ جنید شیخِ دیں	بحرِ معنی ہے وہ ربّ العالمیں
جملہ اطباقِ زمین و آسماں	ہمچو خاشاکے براں بحرِ رواں
یہ طبق یعنی زمین و آسماں	صورتِ خاشاک ہیں ان میں رواں

[1] حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہٗ کا قول ہے

فالکل عبادۃ وانت المعنی　　یا من ہو للقلوب مقناطیسی

یعنی اے خدا! تمام کائنات عبارت ہے اور تو معنی ہے۔ اے وہ کہ تو دلوں کے لئے مقناطیس ہے۔

حملہا و رقصِ خاشاک اندر آب　　ہم ز آب آمد بوقتِ اضطراب

پانی میں یہ تیرنا خاشاک کا　　پانی کی حرکت سے ہے سن لے ذرا

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا　　سوئے ساحل افگند خاشاک را

جب اسے ساکن ہے کرنا چاہتا　　پھینکتا ہے جانب ساحل اٹھا

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ　　آں کند با او کہ آتش با گیاہ

موجوں میں ساحل سے اس کو کھینچ کے　　وہ کرے۔ آتش کرے جو گھاس سے

ایں حدیث آخر ندارد باز راں　　جانبِ ہاروت و ماروت اے جواں

کب ہے ان باتوں کی آخر انتہا　　قصہ سُن ہاروت اور ماروت کا

ہاروت و ماروت کا باقی قصّہ

چوں گناہ و فسق خلقانِ جہاں　　می شدے روشن بایشاں آں زماں

چونکہ سب مخلوق کے فسق و گناہ　　دونوں پر ہوتے ہیں روشن گاہ گاہ

دست خائیدن گرفتندے بخشم　　لیک عیب خود ندیدندے بچشم

ہاتھ کٹتے غصے سے اپنے کاٹتے　　عیب سے اپنے مگر واقف نہ تھے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد　　رو بگردانید ازاں و خشم کرد

جیسے دیکھیں زشت رو آئینے میں　　اپنی صورت اور پھر منہ پھیر لیں

خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید　　آتشے در وے ز دوزخ شد پدید

خویش بیں اوروں کو پا کر پُرقصور　　آتشِ دوزخ میں جلتا ہے ضرور

حمیتِ دیں خواند او آں کبر را　　ننگرد در خویش نفسِ کبر را

دین کی اس کو حمیّت جان کر　　نفس پر اپنے نہیں کرتا نظر

حمیتِ دیں را نشانِ دیگر ست　　کز آں آتش جہانے خضر ست

اور ہے دینی حمیت کا نشاں　　ہے ہرا اس آگ سے سارا جہاں

گفت حق شاں گر شما روشنگرید
در سیہ کاراں مغفل منگرید

حق نے فرمایا جو ہو روشن ضمیر
کیوں سیہ کاروں کے تم ہو خُردہ گیر

شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں
رستہ اید از شہوت و از چاک راں

شکر کرنا چاہئے شام و پگاہ
تم نہیں پابند حرص و شرمگاہ

گر از آں معنی نہم من بر شما
مر شما را بیش نپذیرد سما

کر دوں وہ خواہش اگر تم میں نہاں
پھر تمہیں کیونکر نوازے آسماں

عصمتے کہ مر شما را در تن است
آں ز عکس عصمت و حفظ منست

ہے تمہارے جسم میں عصمت جو شے
حفظ و عصمت کا مری وہ عکس ہے

ایں ز من بینید نز خود ہیں ہیں
تا نچربد بر شما دیوِ لعیں

مجھ سے ہے وہ مجھ سے ہے تم سے نہیں
تا نہ غالب تم پہ ہو دیوِ لعیں

آنچناں کاں کاتبِ وحی رسولؐ
دید در خود حکمت و نورِ وصول

جس طرح وہ کاتب وحی رسولؐ
سمجھا ذاتی حکمت و نورِ وصول

خویش را ہم لحن مرغاں نہدا
می شمرد آں بُد صفیرِ چوں صدا

اپنے کو ہم لحن آوازِ خدا
جانتا تھا اور وہ تھی اک صدا

لحنِ مرغاں را اگر واصف شوی
بر ضمیرِ مرغ کے واقف شوی

بولی سے طائر کی گو واقف ہو تو
آگہِ مقصد نہ ہو گا نیک خو

گر بیاموزی صفیرِ بلبلے
تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے

گو تو بلبل کی صدا کو سیکھ لے
کیا خبر کیا کہتی ہے وہ پھول سے

ور بدانی باشد آں ہم از گماں
چوں ز لب جنباں گمانہائے کراں

اور سمجھے بھی تو جیسے ایں و آں
جنبش لب سے ہو بہرے کو گماں

ایک بہرا اور اُس کا بیمار ہمسایہ

آں کرے را گفت افزوں مایۂ ۔ کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ

ایک بہرے سے یہ بولا مالدار ۔ تیرا ہمسایہ ہے بیمار اور زار

گفت با خود کر کہ با گوش گراں ۔ من چہ دریابم ز گفتِ آں جواں

بہرا اپنے دل میں یہ کہنے لگا ۔ میں بھلا سمجھوں گا اُس کی بات کیا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد ۔ لیک باید رفت آنجا نیست بُد

ہو گی کمزور اُس کی آوازِ حزیں ۔ ہاں مگر بے جائے بھی چارہ نہیں

چوں ببینم کاں لبش جنباں شود ۔ من قیاسے گیرم آں را از خرد

خیر دے گا جب لبوں کو جنبشیں ۔ عقل سے پہچان لوں گا آن میں

چوں بگویم چونی اے محنت کشم ۔ او بخواہد گفت نیکم یا خوشم

میں یہ پوچھوں گا کہو ہے حال کیا ۔ وہ کہے گا میں ہوں اچھا یا بُرا

من بگویم شکر چہ خوردی ابا ۔ او بگوید شربتے یا آش با

میں کہوں گا شکر ہے کھایا پیا کیا ۔ وہ کہے گا کوئی شربت یا غذا

من بگویم صحّ نوشت کیست آں ۔ از طبیباں پیش تو گوید فلاں

میں کہوں گا کون ہے تیرا طبیب ۔ وہ کسی کا نام لے گا خوش نصیب

من بگویم بس مبارک پاست او ۔ چونکہ او آید شود کارت نکو

میں کہوں گا وہ مبارک ہے حکیم ۔ اُس کے آنے سے نہ ہو کوئی سقیم

پائے او را آزمودستیم ما ۔ ہر کجا شد میشود حاجت روا

ہم نے کی ہے آزمائش بار ہا ۔ وہ جہاں جاتا ہے ہوتی ہے شفا

ایں جوابات قیاسی راست کرد ۔ عکسِ آں واقع شد اے آزادہ مرد

اُس نے سوچے تھے قیاسی جو جواب ۔ ہو گئے یہ عکس اور ناکامیاب

گوئیا رنجور را خاطر زکر
اندکے رنجیدہ بودے پُرہنر

گویا اس بہرے سے دل بیمار کا
پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ رنجیدہ تھا

کر درآمد پیش رنجور و نشست
بر سر او خوش ہمی مالید دست

بہرا بیٹھا سامنے بیمار کے
اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پیار سے

گفت چونی گفت مُردم گفت شکر
شد ازاں رنجور پُر آزار و نکر

بولا وہ مرتا ہوں یہ بولا کہ شکر
ہوگیا وہ سن کے پُر تکلیف و نکر

کایں چہ شکر ست ایں عدوِ ما بدست
کر قیاسے کرد و آں کژ آمدست

یعنی میں مرتا ہوں تو ہے شکر گر
وہ قیاس الٹا ہوا اس کا مگر

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
گفت نوشت باد افزوں گشت قہر

پوچھا کیا کھایا ہے۔ وہ بولا کہ زہر
بولا نوشِ جاں۔ بڑھا بہرا اور قہر

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او
کہ ہمی آید بچارہ پیش تو

پوچھا وہ ہے کونسا مردِ حکیم
چارہ کو آتا ہے جو بے خوف و بیم

گفت عزرائیلؑ می آید برو
گفت پایش بس مبارک شاد شو

بولا عزرائیلؑ کرتے ہیں کرم
بولا ہیں بالکل مبارک یہ قدم

ایں زماں از نزدِ او آیم برت
گفتم او را تا کہ گردد غم خورت

میں ابھی آیا ہوں ان کے پاس سے
کہہ کر آیا ہوں توجہ کے لئے

گر بروں آمد بگفت او شادماں
شکر کہ کردم مراعات ایں زماں

بہرا یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا
اور کہا صد شکر پایا مدعا

خود گمانش از کری معکوس بود
ایں زیانِ محض را پنداشت سود

بہرے پن سے تھا گماں اس کا خلاف
وہ زیاں کو سود ہی سمجھا تھا صاف

گفت رنجور ایں عدوِ جانِ ماست
ما ندانستیم کو کانِ جفاست

بولا بیمار، آہ دشمن جان کا
میں نہ سمجھا تھا کرے گا یوں جفا

خاطرِ رنجور جویاں صد سقط ۔ تاکہ پیغامش کند از ہر نمط
بکتا ہے رنجور ہذیاں اس طرح ۔ گالیاں دے جس کو چاہے جس طرح

چوں کسے کہ خوردہ باشد آش بد ۔ می بشوراند دلش تا قے کند
جس طرح کھائے کوئی بے لطف شے ۔ اور دل آمادہ ہو کرنے کو قے

کظمِ غیظ اینست آنرا قے مکن ۔ تا بیابی در جزا شیریں سخن
غصہ کو برداشت کرلے، قے نہ کر ۔ تا خبر شیریں تو پائے اے پسر

چوں نبودش صبر می پیچید او ۔ کایں سگِ زن روسپی ناچیز کو
وہ نہ تھا بے صبر اور کرتا تھا کلام ۔ ہے کدھر بدکار عورت کا غلام

تا برزم بر شر آنچہ گفتہ بود ۔ کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود
تاکہ میں دوں اس کی باتوں کا جواب ۔ شیر میرے دل کا تھا جب محوِ خواب

چوں عیادت بہرِ دل آرامی ست ۔ ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
بہرِ تسکیں ہے عیادت تو۔ مگر ۔ یہ عیادت دشمنی ہے سر بسر

تا بہ بیند دشمنِ خود را نزار ۔ تا بگیرد خاطرِ زشتش قرار
دیکھ کرتا اپنے دشمن کو نزار ۔ بد دلی کو اس کی آجاتے قرار

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند ۔ تا برضوان و ثواب آں زنند
پس عبادت کرتے ہیں جو شیخ و شاب ۔ رکھتے ہیں وہ خواہش اجر و ثواب

خود حقیقت معصیت باشد خفی ۔ بس کدر کاں را تو پنداری صفی
یہ عبادت معصیت ہے بے خلاف ۔ ہے مکدر تو جسے سمجھا ہے صاف

ہمچو آں کر کو ہمی پنداشت ست ۔ کہ نکوئی کرد و آں خود بد بُدست
مثل بہرے کے جو یہ سمجھا کیا ۔ کی بھلائی۔ گو اثر الٹا پڑا

او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام ۔ حقِ ہمسایہ بجا آوردہ ام
وہ تو یوں خوش تھا کہ خدمت میں نے کی ۔ حقِ ہمسایہ بجا لایا سبھی

بہر خود او آتشے افروخت ست — در دل رنجور خود را سوخت ست
تو لگائی آگ اپنے واسطے — مشتعل دل میں ہوا بیمار کے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمُوْ — اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَةِ اَزْدَدْتُّمُ
آگ جو بھڑکائی ہے اس سے ڈرو — بڑھ گئے ہو معصیت میں دوستو

گفت پیغمبرؐ یکے ساحب ریا — صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتٰی [1]
اک ریائی سے پیمبرؐ نے کہا — از سر نو پڑھ نماز اے باوفا

از برائے چارہ ایں خوفہا — آمد اندر ہر نمازے اِھْدِنَا [2]
کرنے کو درماں ایسے خوف کا — ہے نمازوں میں ضروری اِھْدِنَا

کایں نمازم را میامیز اے خدا — با نماز ضالین و اہل ریا
یعنی میری یہ نماز اے کبریا — گمرہوں کی کر عبادت سے جدا

از قیاسے کہ بکرد آں کر گزیں — صحبت دہ سالہ باطل شد بدیں
بات بہرے نے قیاسی جو کہی — دس برس کی دوستی جاتی رہی

خاصہ اے خواجہ قیاس حس دوں — اندر آں وحیے کہ شد از حد بروں
کیا چلے گا پھر قیاس حسِ دوں — وحی میں، جو حد سے بالکل ہے بروں

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند — بے خبر از معصیت جاں می کند
خواجہ یہ سمجھا عبادت ہو گئی — معصیت سے جان غارت ہو گئی

---

[1] ایک شخص سے جو نماز پڑھ چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ" یعنی نماز از سر نو پڑھ کہ تیری نماز نہیں ہوئی +

[2] یعنی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" پڑھا جاتا ہے +

ایں قیاسِ خویش را و ترک کن
کز قیاسِ تو شود رشیت کہن

ترک کر اپنے قیاس اے نیک اساس
زخم کو کر دیں گے گہنہ یہ قیاس

گوشِ حس تو بحرفِ در خور ست
داں کہ گوشِ عیب گیرِ تو کرست

گوشِ حس لیتا ہے گر حرفوں کو مان
جان تیرے باطنی بہرے ہیں کان

نصِ صریح اور شیطان کا قیاس

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود
پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود

سب سے پہلے جس نے دوڑایا قیاس
پیشِ نورِ حق، تھا شیطاں بد اساس

گفت نار از خاک بیشک بہتر ست
من ز نار و او ز خاک اکدر ست

بولا وہ ہے نار بہتر خاک سے
ہیں ہوں ناری وہ مکدر خاک سے

پس قیاس فرع از اصلش کنیم
او ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم

فرع ہوتی ہے بس اپنی اصل پر
نور سے ہم اور ہے ظلمت سے بشر

گفت حق نے بلکہ لا انساب شد
زہد و تقویٰ فضل را محراب شد

حق نے فرمایا! یہ لا انساب[۱] ہیں
زہد و تقویٰ فضل کی محراب ہیں

ایں نہ میراثِ جہانِ فانی است
کہ بر انسابش بیابی جانی است

یہ نہیں میراث دنیائے فنا
جس کا تو انساب میں پائے پتا

بلکہ ایں میراثہائے انبیاست
وارثِ ایں جانہائے اتقیاست

ملکیت نبیوں کی یہ سامان ہے
وارث اس کی اتقیا کی جان ہے

پورِ آں بوجہل شد مومن عیاں
پورِ آں نوحِ نبی از گمرہاں

متقی بوجہل کا بیٹا ہوا
نوحؑ کا بیٹا مگر گمرہ رہا

۱۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ "فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ" یعنی جب قیامت کے دن صور پھونکا جائیگا تو حسب نسب کی پرسش نہ ہوگی"۔

زادۂ خاکے منوّر شد چو ماہ / زادۂ آتش توئی اے روسیاہ

خاک کا پتلا ہے روشن مثل ماہ / آگ کا پتلا ہے تو اے روسیاہ

ایں قیاسات تحرّی روز ابر / یا بشب مر قبلہ را کردست جبر

ابر میں سجدے کا کرتے ہیں قیاس / یا اندھیری رات میں اے نیک اساس

لیک با خورشید و کعبہ پیش رو / ایں قیاس ایں تحرّی را مجو

ہو جو دن، اور پھر ہو کعبہ روبرو / پھر قیاس وجہد کیوں کرتا ہے تو

کعبہ نادیدہ مکن روز و متاب / از قیاس اللہ اعلم بالصّواب

منہ نہ پھیر اس کعبہ سے اے خوش خطاب / با قیاس، اللہ اعلم بالصّواب

چوں صفیرے بشنوی از مرغ حق / ظاہرش را یاد گیری چوں سبق

سن کے تو اکثر صفیر مرغ حق / یاد کر لیتا ہے مانندِ سبق

وانگہے از خود قیاساتے کنی / مر خیال محض را ذاتے کنی

کر نہ اپنے پر قیاس اے خوش صفات / اک خیالِ محض کو از روئے ذات

اصطلاحاتے ست مر ابدال را / کہ نباشد زاں خبر عقّال را

اصطلاحیں ہیں ہر اک ابدال کی / عقل کو جس سے نہیں کچھ آگہی

منطق الطیری بصوت آموختی / صد قیاس و صد ہوس افروختی

سیکھ کر چڑیوں کی بولی بدحواس / کرتا ہے سو وسوسے اور سو قیاس

ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست / تو بہ پندار اصابت گشتہ مست

صورت بیمار دل تجھ سے بڑے / مست ہے تو خوبی پندار سے

کاتب آں وحی از آں آواز مرغ / بردہ ظنّے کہ منم انبازِ مرغ

سن کے کاتب وحی کا آوازِ مرغ / اپنے ظن سے ہو گیا دمسازِ مرغ

مرغ پرّے زد مر او را کور کرد / نک فرو بردش بقعر مرگ و درد

مرغ نے پر مار کر اندھا کیا / کر دیا مرگ و فنا میں مبتلا

ہیں بظنے یا بعکسے ہم شما ۔۔۔ در میفتید از مقاماتِ سما

تم بھی اس ظن سے اور ایسے عکس سے ۔۔۔ گر نہ ہو کیوں اونچے درجے چھوڑ کے

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں ۔۔۔ از ہمہ بر بامِ نحن الصافون[1]

تم ہو ہاروت اور ماروت بڑے ۔۔۔ سب سے ہو ممتاز صف بستہ کھڑے

بر بدیہائے بداں رحمت کنید ۔۔۔ بر منی و خویش بینی کم تنید

پس بُروں کے فعل پہ رحمت کرو ۔۔۔ اور غرور و خویش بینی چھوڑ دو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں ۔۔۔ سرنگوں افتید از قعرِ زمیں

حق کو تا غیرت نہ آجائے کہیں ۔۔۔ سر کے بل پہنچو سوئے قعرِ زمیں

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست ۔۔۔ بے امانِ تو امانے خود کجاست

دونوں بولے۔ ہے تو حاکم اے خدا ۔۔۔ تو نہ دے تو پھر اماں کا کیا پتا

ایں ہمی گفتند و دل شاں می طپید ۔۔۔ بد کجا آید ز ما نعم العبید

کہتے تھے یوں، اور دل بے چین تھا ۔۔۔ اچھے بندوں کو بدی سے کام کیا

خار خارِ دو فرشتہ می نہشت ۔۔۔ تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت

تھا فرشتوں میں بھی خارِ اضطراب ۔۔۔ بیج خود بینی کا ہونا کامیاب

پس ہمی گفتند کاے ارکانیاں ۔۔۔ بے خبر از پاکیِ روحانیاں

اور کہتے تھے کہ اے قومِ بشر ۔۔۔ تم ہمارے قدس سے ہو بے خبر

ما بریں گردوں تتقہا می تنیم ۔۔۔ بر زمیں آئیم و شادرواں زنیم

ہم ہیں جب پردے فلک پر تانتے
خیمے باندھیں گے زمینوں پر بڑے

[1] قولہ تعالیٰ: وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ" یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم عبادتِ الٰہی کے لئے صف بستہ رہتے ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں ۰

ہر دو شاں گفتند مارا باک نیست　　کہ سرشت ما ز آب و خاک نیست
بولے وہ دونوں نہیں کچھ ہم کو باک　　ہے کہاں خلقت میں اپنی آب و خاک

عدل ورزیم و عبادت آوریم　　باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
ہم عبادت عدل کرنے جائیں گے　　روز شب کو آسماں پر آئیں گے

تا شویم اعجوبۂ دور زماں　　تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
تا بنیں ہم نادرِ دورِ زماں　　ہو زمیں پر بارشِ امن و اماں

ایں قیاس حال گردوں بر زمیں　　راست ناید فرق دارد در کمیں
آسماں پر کرنا دنیا کا قیاس　　راست آسکتا نہیں اسے بدحواس

اپنے حال اور مستی کو چھپانا چاہیئے

بشنو الفاظ حکیم پردۂ　　سر ہم آنجا بنہ کہ بادہ خوردۂ
ہے یہ اک قول حکیم کامیاب　　بھید چھوڑ اس جا جہاں پی ہے شراب

چونکہ از میخانہ مستے ضال شد　　تسخر بازیچۂ اطفال شد
جو برونِ میکدہ گمرہ ہوا　　خود وہ بازیچہ بنا اطفال کا ۲۳

می فتد او سو بسو در ہر رہے　　در گل و می خندش ہر ابلہے
راہ میں گرتا ہے ہر سو جا بجا　　ہنستا ہے ہر احمق اس پر پرملا

او چنیں و کودکاں اندر پیش　　بے خبر از مستی و ذوق میش
پیچھے پڑ جاتے ہیں لڑکے بیشتر　　اور وہ مستی میں ہے بس بیخبر

خلق اطفال اند جز مست خدا　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
ہے یہ خلقت طفل بجز مست خدا　　وہ ہے بالغ جو ہے لالچ سے رہا

گفت دنیا لہو و لعب ست و شما　　کودکید و راست فرماید خدا
سچ کہا اللہ نے سچ ہے بیگماں　　تم ہو بچے اور بازی ہے جہاں

از لعب بیرون نرفتی کودکی — بے زکوٰۃ روح کے باشی زکی
تو ہے لڑکا - کھیل میں ہے محو جب — بے زکوٰۃ روح پاکیزہ ہو کب
چون جماع طفل دان این شہوتی — کہ ہمی رانند اینجا اے فتی
ہیں جماع طفل یہ سب شہوتیں — سربسر جاری جو ہیں مخلوق میں
این جماع طفل چہ بود بازئے — با جماع رستمے و غازئے
یہ جماع طفل کیا ہے کھیل ہے — رستم و غازی کے آگے ہیچ ہے
جنگ خلقان ہمچو جنگ کودکان — جملہ بے معنی و بے مغز و نہان
جنگ ہے مخلوق کی بچوں کی جنگ — یعنی بے مغز اور بے معنی و رنگ
جملہ با شمشیر چوبین جنگ شان — جملہ در لا ینبغی آہنگ شان
لکڑی کی تلوار سے لڑتے ہیں سب — نامناسب ہیں رنگ ان کے اور ڈھب
جملہ شان گشتہ سوارہ برنئے — کایں براق ماست یا دلدل پئے
سب بنا کے سب یہ نے پہ گھوڑا بیٹھ کے — جانتے ہیں رفرف و دلدل اسے
حاملند و خود ز جہل افراشتہ — راکب و محمول رہ پنداشتہ
خود ہی وہ حامل ہیں لیکن جہل سے — راکب و محمول خود کو جانتے
باش تا روزے کہ محمولان حق — اسپتازان بگذرند از نہ طبق
صبر کر پھر دن کہ محمول اے نگار — نو فلک سے گذریں مثل شہسوار
تَعْرُجُ الرُّوْحُ اِلَیْہِ وَالْمَلَکْ — مِنْ عُرُوْجِ الرُّوْحِ یَہْتَزُّ الْفَلَکْ
اس کی جانب جائیں روحیں اور ملک — ہو عروج روح سے لرزاں فلک
ہمچو طفلان جملہ تان دامن سوار — گوشہ دامن گرفتہ اسپ وار
مثل بچوں کے ہو تم دامن سوار — زین کو گھوڑا سمجھ کر بے قرار
از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید — مرکب ظن بر فلکہا کے دوید
حق نے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ کہا — ظن کا گھوڑا کب ہو گردوں آشنا

سلہ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ یعنی گمان حق اور یقین سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔

أَغْلَبُ الظَّنَّیْنِ لَا تُرْجِیْحِ ذَا ۔۔۔ لَا تُمَارِ الشَّمْسِ فِیْ تَوْضِیْحِهَا
اغلب الظنین کا رتبہ بڑا ۔۔۔ سامنے سورج کے ہو توضیح کیا

آفتابِ حق چو گردد مستوی ۔۔۔ در قیامت بر رشید و بر غوی
آفتاب حق کا جب نور ارے زنگار ۔۔۔ نیک و بد پر حشر میں ہو آشکار

آنکہ بینند مرکبہائے خویش ۔۔۔ مرکبے سازیدہ اید از پائے خویش
دیکھو گے آئے سواری پر ہو تم ۔۔۔ پاؤں کے گھوڑے بنا لاتے ہو تم

وہم و حس و فکر و ادراکات ما ۔۔۔ ہمچو نے دان مرکب کو دک ہلا
حال یہ ہے وہم و حس و فکر کا ۔۔۔ جیسے بچے نے کا گھوڑا لیں بنا

علمہائے اہل دل حمال شاں ۔۔۔ علمہائے اہل تن احمال شاں
اہل دل کا علم اک رہوار ہے ۔۔۔ اہل تن کا علم اُن پر بار ہے

علم چوں بر دل زند یارے شود ۔۔۔ علم چوں بر تن زند بارے شود
جب اثر دل پر کرے ہے علم یار ۔۔۔ جب اثر تن پر کرے ہو جائے بار

گفت ایزد یحمل اسفارہٗ ۔۔۔ بار باشد علم کاں نبود ز ہُو
قول رب ہے یحمل اسفارہٗ ۔۔۔ بار ہے سب ماسوائے علم ہُو

علم کاں نبود ز ہُو بے واسطہ ۔۔۔ آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
علم باطن سے نہ ہو گر استوار ۔۔۔ مشکل غازہ وہ نہیں کچھ پائدار

لہ یعنی حق ترجیح میں دو گمانوں میں سے غالب تر گمان کو اختیار کر لیکن اسکو توضیح خورشید یقین کے مقابلے میں نہ لا ❖

لہ قولہ تعالیٰ اعز و اکبر: مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔ یعنی اُن لوگوں کی مثال جنہیں توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے عمل نہ کیا، اُس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اُٹھائے ہوئے ہے۔ مگر اُن کے مطلب سے واقف نہیں ❖

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی — بار برگیرند و بخشندت خوشی
تو خوشی سے گر اٹھائے گا یہ بار — ہو کے خوش دینگے یہ سارا بوجھ آتار

ہیں مکش بہرِ ہوا ایں بارِ علم — تا بہ بینی در درونِ انبارِ علم
ہاں نہ لے بہرِ ہوس یہ بارِ علم — تا کہ تیرے دل میں ہو انبارِ علم

تا کہ بر رہوارِ علم آئی سوار — آنگہاں افتد ترا از دوش بار
علم کے رہوار پر تا ہو سوار — اور تیرے کندھے سے گر جائے یہ بار

از ہواہا کے رہی بے جامِ ہو — اے ز ہو قانع شدہ با نامِ ہو
کب رہا ہو حرص سے بے جامِ ہو — ہو پہ کیوں قانع ہے لے کر نامِ ہو

از صفت وز نام چہ زاید خیال — واں خیالش ہست دلاّلِ وصال
نام سے ہوتا ہے پیدا اک خیال — پھر وہ بن جاتا ہے دلاّلِ وصال

دیدۂ دلاّل بے مدلول ہیچ — تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ
دیدۂ دلاّل بے مدلول کیا — جب نہ ہو جادہ تو پھر ہو غول کیا

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ — یا ز گاف و لام گل گل چیدۂ
بے حقیقت نام بھی ہے شئے کوئی — گاف و لام گل سے کب خوشبو اُٹھی

اسم خواندی رو مسمّیٰ را بجو — مہ بہ بالا داں نہ اندر آبِ جو
نام کیا یا نام والے کا نشاں — چرخ پر ہے چاند ندی میں کہاں

گر ز نام و حرف خواہی بگذری — پاک کن خود را ز خود ہاں یکسری
گر گذرنا چاہے نام و حرف سے — مطلقاً اپنی خودی کو چھوڑ دے

ہمچو آہن ز آہنے بے رنگ شو — در ریاضت آینہ بے زنگ شو
مثلِ آہن[۲] ہو سیاہی سے جدا — ہو ریاضت سے تو بے زنگ آشنا

۱؎ تکبر - خودپسندی ٭
۲؎ لوہا ٭

خویش را صافی کن از اوصافِ خود ـــ تا بہ بینی ذاتِ پاکِ صافِ خود
پاک کر او صاف بد سے دل کی خاک ـــ تا کہ اپنی ذات دیکھے صاف و پاک

بینی اندر دل علومِ انبیا[۱] ـــ بے کتاب و بے معید و اوستا
دل میں دیکھے گا علومِ انبیا ـــ بے کتاب و بے معلّم بر ملا

گفت پیغمبر[۲] کہ ہست از امتم ـــ کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم
بولے حضرت امتی وہ ہے سنو ـــ جو مرا ہم اصل اور ہم عزم ہو

مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں ـــ کہ من ایشاں را ہمی بینم عیاں
دیکھتا ہے مجھ کو اُن کا نورِ جاں ـــ جیسے اُن کو دیکھتا ہوں میں عیاں

بے صحیحین و احادیث و روات ـــ بلکہ اندر مشرب آبِ حیات
بے صحیحین[۱] و احادیث و روات[۲] ـــ اپنے دل میں پائے گا آبِ حیات

سرِّ امسینا لکردیّا بداں ـــ رازِ اصبحنا عرابیّاً بخواں
کرد کہتے شب صبح کو عربی ہوئے ـــ راز اِن میں جان کیا کیا ہیں چھپے

سِرِّ امسینا و اصبحنا[۳] ترا ـــ می رساند جانبِ راہِ خدا
رازِ ایسی رات کا اور صبح کا ـــ لے چلیگا جانبِ راہِ خدا

ور مثالے خواہی از علمِ نہاں ـــ قصہ گو از رومیان و چینیاں
چاہے گر علمِ نہاں کی تو مثال ـــ رومیوں اور چینیوں کا دیکھ حال

۱؎ صحیح بخاری اور صحیح مسلم حدیث کی دو معتبر کتابیں ۔

۲؎ راوی کی جمع ۔

۳؎ سید ابو الوقار کردی بکریاں چرایا کرتے تھے ۔ اتفاق سے انہیں ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا ۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا ۔ چونکہ وہ بے علم تھے ۔ خود نہ پڑھ سکے کسی سے پڑھوایا اور تعظیماً اُسے صاف کر کے ایک بلند جگہ رکھ دیا ۔ پھر صبح تک اُس کے سامنے بہ ادب کھڑے رہے ۔ صبح کے وقت

نقاشی میں رُومیوں اور چینیوں کا مُقابلہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر   رومیاں گفتند ما را کرّ و فر
چینی کہتے تھے کہ ہیں نقاش ہم   رومی کہتے تھے کہ ہم ہیں محترم
گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں   کز شما خود کیست در دعوی امیں
شاہ بولا چاہتا ہوں امتحاں   دونوں میں ہے کس کا دعوی سچ یہاں
چینیاں گفتند خدمتہا کنیم   رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
چینی بولے حاضر خدمت ہیں ہم   رومی بولے خادم دولت ہیں ہم
اہل چین در روم در بحث آمدند   رومیاں در علم واقف تر بدند
بحث اہل روم و چیں میں ہو گئی   علم میں تھی رومیوں کو برتری
چینیاں گفتند یک خانہ بما   خاص بسپارید و یک آن شما
چینی بولے ایک گھر تو ہم کو دو   اور اک تنہا مکاں تم آپ لو
بود دو خانہ مقابل در بدر   آں یکے چینی ستد رومی دگر

دو تھے گھر اک دوسرے کے سامنے
چینیوں اور رومیوں نے لے لئے

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۰۲) اُن پر زبان عربی کا الہام ہوا اور وہ یہ زبان سمجھنے لگے تو انہوں نے منبر پر چڑھ کر فرمایا " الحمد للہ امسینا کردیا واصبحنا اعرابیا" یعنی خدا کا شکر ہے کہ میں رات کو کُردی تھا اور صبح کو اعرابی ہو گیا۔

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند — پس خزانہ باز کرد آں ارجمند

چینیوں نے رنگ صد ہا قسم کے — شاہ سے مانگے، خزانے کھل گئے

ہر صباحے از خزینہ رنگ ہا — چینیاں را راتبہ بود و عطا

رنگ ملتا تھا خزانوں سے تمام — چینیوں کو ہر سحر اے شادکام!

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ — در خور آید کار را جز دفع زنگ

رومی کہتے تھے کہ یہ نقش اور رنگ — کام میں آتے ہیں بہر دفع زنگ

در فرو بستند و صیقل می زدند — ہمچو گردوں سادہ و صافی شدند

کر لیا در بند اور صیقل وہ کی — صاف مثل آسماں ہر شے ہوئی

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست — رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہے ست

سیکڑوں رنگوں میں بے رنگی کی راہ — رنگ ہے ابر اور بے رنگی ہے ماہ

ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب — آں ز اختر داں و ماہ و آفتاب

ابر میں جو دیکھتا ہے نور و تاب — وہ ہے عکس نجم و ماہ و آفتاب

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند — از پئے شادی دہلہا می زدند

کام سے چینی جو فارغ ہو گئے — ان میں پھر شادی کے نقارے بجے

شہ درآمد دید آں جا نقشہا — می ربود آں عقل را و فہم را

شاہ آیا نقش پر ڈالی نظر — حیرت اک طاری تھی عقل و فہم پر

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں — پردہ را بالا کشیدند از میاں

اس کے بعد آیا وہ سوئے رومیاں — پردہ اٹھا جو پڑا تھا درمیاں

عکس آں تصویر و آں کردارہا — زد بریں صافی شدہ دیوارہا

عکس ان تصویروں اور اس کام کا — صاف دیوار اور دل پہ تھا جلوہ نما

ہر چہ آنجا بود ایں جا بہ نمود — دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود

تھا وہاں سے منظر اس جا خوب تر — دیدہ سے جس کی تھی شرمندہ نظر

رومیاں آں صوفیانند اے پسر   نے ز تکرار کتاب و نے ہنر
رومیوں کو جان صوفی اے پسر   یہ ہے علم بے کتاب و بے ہنر
لیک صیقل کردہ اند آں سینہا   پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
اپنے سینے کو وہ صیقل کر چکے   حرص و کینہ اور طمع اور بخل سے
آں صفائے آینہ وصف دل ست   صورت بے منتہا را قابل ست
آئنے کی ہے صفائی وصف دل   صورتیں لاکھوں ہیں اس سے متصل
صورت بیصورت بیحد غیب   ز آئنہ دل تافت بر موسیٰؑ ز جیب
صورت اک موسیٰؑ پہ خالی عیب سے   دل کے آئینے میں چمکی غیب سے
گرچہ این صورت نگنجد در فلک   نے بعرش و فرش و دریا و سمک
جس کی گنجائش نہ تھی افلاک پر   عرش اور کرسی نہ دریا خاک پر
زانکہ محدود ست و معدود ست آں   آئنہ دل را نباشد حد بداں
کیونکہ سب محدود ہیں معدود بھی   حد نہیں آئینۂ دل کی کوئی
عقل اینجا ساکت آید یا مضل   زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عقل ہے خاموش اس جا یا مخل   دل ہے اس کے ساتھ یا وہ خود ہے دل
عکس ہر نقشے نتابد تا ابد   جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
صرف اک دل میں چمک سکتے ہیں یار   ممکن و واجب کے سب نقش و نگار
تا ابد نو نو صور کاید برو   می نماید بے حجابے اندرو
صورتیں تا حشر نکلیں گی نئی   اور دل میں بے حجاب آجائیں گی
اہل صیقل رستہ انداز بو و رنگ   ہر دمے بینند خوبے بیدرنگ
اہل صیقل ہے مبرا بو و رنگ   دیکھتے محبوب کو ہیں بے درنگ
نقش و قشر علم را بگذاشتند   رایت عین الیقین افراشتند
نقل و جسم علم سے مطلب نہیں   ہیں اڑاتے پرچم عین الیقین

رفت فکر و روشنائی یافتند — برّ و بحر آشنائی یافتند

فکر گذری، روشنائی مل گئی — بر و بحر کی آشنائی ہے یہی

مرگ کز وے جملہ اندر وحشتند — می کنند آں قوم بروے ریش خند

موت پر جس سے ہیں سب وحشت اثر — ہنستے ہیں یہ لوگ ٹھٹھا مار کر

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر — چوں صدف ہستند ایشاں پُر گہر

ان کے دل پر پا سکے کون اب ظفر — ہیں صدف کی طرح وہ تو پُر گہر

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند — لیک محو و فقر را برداشتند

گرچہ وہ تارک ہیں نحو و فقہ کے — بہرہ ور ہیں علمِ محو و فقر سے

تا نقوشِ ہشت جنت تافتست — لوحِ دلشاں را پذیرا یافتست

آٹھوں جنت کے ہیں نقش اُن پر عیاں — لوحِ دل میں ہیں پذیرا بیگماں

برتر اند از عرش و کرسی و خلا — ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا

عرش و کرسی و خلا سے ہیں بلند — محفلِ صدقِ خدا میں ارجمند

صد نشاں دارند و محوِ مطلق اند — چہ نشاں بل عینِ دیدارِ حق اند

صد نشاں ہیں اور محوِ کبریا — کیا نشاں ہیں عینِ دیدارِ خدا

رسولِ مقبول ص اور حضرت زید رض

گفت پیغمبر صباحے زید را — کیف اصبحت اے رفیقِ باصفا

زید سے اک صبح بولے یوں نبیؐ — زید یہ تیری سحر کیسی رہی

گفت عبداً مومناً باز اوش گفت — کو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت

بولا مثلِ عبدِ مومن۔ تو کہا — کچھ نشانی باغِ ایماں کی دکھا

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نخفتستم ز عشق و سوزہا

بولا وہ پیاسا رہا ہوں مدتوں — سوزِ الفت سے نہ سویا مدتوں

تا ز روز و شب جدا گشتم چناں | کز اسپر بگذرد نوک سناں
رات دن سے یوں گذرتا ہوں عیاں | ڈھال سے جیسے گذر جائے سناں
کہ ازل سو جملہ ملت یکے ست | صد ہزاراں سال و یکساعت یکے ست
اب یہاں یکساں ہیں جملہ ملتیں | لاکھ سال اب ایک ساعت کو کہیں
ہست ازل را و ابد را اتحاد | عقل را رہ نیست سوئے افتقاد
وہ ازل اور یہ ابد ہے ایک شے | عقل کا رستا یہاں مفقود ہے
گفت ازیں رہ کو رہ آوردی بیار | در خور فہم و عقول ایں دیار
بولے حضرت تحفے لایا کون سے | تو مطابق فہم کے اور عقل کے
گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں | من بہ بینم عرش را با عرشیاں
بولا خلقت دیکھتی ہے آسماں | میری نظروں میں ہیں عرش و عرشیاں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من | ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
آٹھ جنت سات دوزخ سامنے | یوں ہیں جیسے بت پجاری کے لئے
یک بیک وا می شناسم خلق را | ہمچو گندم من ز جو در آسیا
خلق کو پہچانتا ہوں اس طرح | گیہوں سے جو آسیا میں جس طرح
کہ بہشتی کہ و بیگانہ کے است | پیش من پیدا چو مور و ماہی ست
ہے بہشتی کون بیگانہ کہاں | سانپ۔ مچھلی کی طرح مجھ پر عیاں
ایں زماں پیدا شدہ بر ایں گروہ | یوم تبیض و تسود وجوہ
آج ہی ظاہر ہیں ان پر یکساں | گورے کالے چہرے والے انس و جاں
پیش ازیں ہر چند جاں پر عیب بد | در رحم بود و ز خلقاں غیب بد
اس سے پہلے جان گو پر عیب تھی | تھی رحم میں اور لوگوں سے چھپی
الشقی من شقی فی بطن امہ | من سمات اللہ یعرف حالہم
ہر شقی ہے بطن مادر میں شقی | کبریا کو ہے خبر اس حال کی

تن چو مادر طفلِ جاں را حاملہ | مرگ درد زادن ست و زلزلہ

تن ہے مادر جان ہے مثلِ جنین | موت کو تو درد زہ کر لے یقین

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر | تا چگونہ زاید ایں جانِ بطر

ہیں گذشتہ ساری جانیں منتظر | کس طرح نکلے یہ جانِ منکدر

زنگیاں گویند خود از ماست او | رومیاں گویند بس زیباست او

کہتے ہیں زنگی کہ وہ خود ہم سے ہے | کہتے ہیں رومی کہ وہ زیبا ہے شے

چوں برآید در جہاں جانِ وجود | پس نماند اختلافِ بیض و سود

جب نکل جائے یہ جانِ دل نواز | تو کھلے اس گورے اور کالے کا راز

گر بود زنگی برندش زنگیاں | روم را رومی برد ہم از میاں

ہو جو زنگی اس کو زنگی لے اڑیں | ہو جو رومی اس کو رومی چھین لیں

تا نزاد او مشکلاتِ عالم ست | آنکہ نازادہ شناسد او کم ست

حال نا زائیدہ کیونکر ہو عیاں | جاننے والے بہت کم ہیں یہاں

او مگر ینظر بنور اللہ بود | کاندرونِ پوست او را رہ بود

وہ مگر "ینظر بنور اللہ" ہے | پوست کے اندر اسی کی راہ ہے

اصلِ آبِ نطفہ اسپید ست و خوش | لیک عکسِ جانِ رومی و حبش

آبِ نطفہ میں سفیدی ہے نہاں | رومی و زنگی کا پر ہے عکسِ جاں

می دہد رنگ احسن التقویم را | تا باسفل می برد آں نیم را

احسن التقویم کو دیتا ہے رنگ | نصف تا ہو صرفِ اسفل بہد رنگ

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَ تَسْوَدُّ وُجُوہ | ترک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ

چہرے جس دن ہونگے ابیض[1] اور تار | ترک و ہندی دونوں ہوں گے آشکار

لہ ابیض - بہت زیادہ سفید۔
تار - سیاہ۔

فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ ہندوئے یا ترک پیش ہر گروہ
ہوگا ظاہر کوہ ہے تو یا ہے کاہ ہندی ہے یا ترک پیش جلوہ گاہ

در رحم پیدا نگردد ہندو ترک چونکہ زاید بیندش زار و سترگ
کب رحم میں ہوتے ہیں ہندو و ترک بعد پیدائش دکھے زار و سترگ[۱]

ایں سخن پایاں ندارد باز راں تا نمانیم از قطارِ کارواں
یہ بڑی ہے بات اسے چھوڑیں یہیں کارواں سے ہم نہ رہ جائیں کہیں

حضرت زیدؓ کا جواب

جملہ را چوں روزِ رستاخیز من فاش می بینم عیاں از مرد و زن
سب کو محشر کی طرح شاہِ زمن دیکھتا ہوں یہ ہے مرد اور وہ ہے زن

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس
راز کچھ کھولوں کہ روکوں اب نفس مصطفیٰ بولے کہ بس اے زیدؓ بس

یا رسولؐ اللہ بگویم سرِّ حشر در جہاں پیدا کنم امروز نشر
یا رسولؐ اللہ کہہ دوں رازِ حشر آج دنیا کو دکھا دوں حالِ نشر

ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
چھوڑیئے پردے اٹھا دوں بیگماں میرا جوہر بن کے سورج ہو عیاں

تا کسوف آید ز من خورشید را تا نمایم نخل را و بید را
تا لگے خورشید کو مجھ سے گہن ہو نمایاں بید اور نخلِ چمن

وا نمایم روزِ رستاخیز را نقد را و نقدِ قلب آمیز را
کھول دوں سب حال روزِ حشر کا ہے جو کچھ اچھا بُرا کھوٹا کھرا

[۱] قوی ۔

دستها ببریدہ اصحاب شمال	وانمایم رنگ کفر و رنگ آل
وہ بریدہ دست اصحاب شمال	کھول دوں ہر کافر و مومن کا حال
واگشایم ہفت سوراخ نفاق	در ضیای ماہ بی خسف و محاق
کھول دوں ہیں سات سوراخ نفاق	روشنی میں چاند کی غیر محاق
وانمایم من پلاس اشقیا	بشنوانم طبل و کوس انبیا
ہاں دکھا دوں جب لباس اشقیا	اور سنا دوں طبل و کوس انبیا
دوزخ و جنات برزخ درمیاں	پیش چشم کافراں آرم عیاں
دوزخ و جنات اور برزخ یہاں	کافروں کے سامنے کردوں عیاں
وانمایم حوض کوثر را بجوش	کآب بر روشاں زند بانگش بگوش
حوض کوثر کو دکھا دوں جوش زا	منہ پہ چھینٹے آئیں کانوں میں صدا
واں کساں کہ تشنہ گردش می دوند	یک بیک را وانمایم تا کیند
حوض پر دوڑے ہیں جتنے تشنہ کام	کیسے تو بتا ہر میں کر دوں سب کے نام
می بساید دوش شان بر دوش من	نعرہاشاں می رسد در گوش من
آ رہے ہیں ہمدوش میرا بھی کھوا	سنتا ہوں کانوں سے میں ان کی صدا
اہل جنت پیش چشمم ز اختیار	درکشیدہ یک بیک را در کنار
اہل جنت جتنے ہیں ذی اختیار	میری آنکھوں کے ہیں آگے ہم کنار
دست یکدیگر زیارت می کنند	از لباں ہم بوسہ غارت می کنند
دست پنجہ لیتے ہیں وہ بامراد	پھر لبوں سے ہاتھ چومیں شاد شاد
کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ	از خسین و نعرۂ وا حسرتاہ
کان بہرے ہو گئے سن کر صدا	ناریوں کا نعرۂ وا حسرتا
ایں اشارتہاست گویم از نغول	لیک می ترسم ز آزار رسول
یہ اشارے ہیں مثا اور گہرے بھی	ہے مجھے تو خوف آزار نبی ؐ

همچنیں می‌گفت سرمست خراب
داد پیغمبرؐ گریبانش بتاب

جوش میں یوں کہتا تھا وہ بےخبر
بولے پیغمبرؐ گریباں تھام کر

گفت ہیں درکش کہ آبیت گرم شد
عکس حق لا یستحی[۱] زد شرم شد

کھینچ لے اس کو ترا گھوڑا ہے گرم
عکس لا یستحی سے گم ہے شرم

آئینہ تو جست بیروں از غلاف
آینہ و میزاں کجا گوید خلاف

آئینہ تیرا ہے بیرون غلاف
شیشہ اور میزاں نہیں کہتے خلاف

آئینہ میزاں کجا بندد نفس
بہر آزار و حیائے ہیچ کس

شیشہ و میزاں نہیں رہتے خموش
فکر آزار و حیا سے اے مرد ہوش

آئینہ و میزاں محکہائے سنی
گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی

آئینہ میزاں کسوٹی بن گئے
چاہیے دو سو سال تک خدمت کرے

کز برائے من بپوشاں راستی
بر فزوں بنما و منما کاستی

واسطے میرے یہ سچائی چھپاؤ
جو ہو کم اس کو زیادہ ہی دکھاؤ

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند
آینہ و میزاں و آنگہ ریو و بند

وہ کہیں گے رکھ نہیں احمق معاف
شیشہ و آئینہ اور مکر و خلاف!

چوں خدا مارا برائے آں فراخت
کہ بما بتواں حقیقت را شناخت

ہے کیا پیدا خدا نے بے گماں
ہم سے تا اصل حقیقت ہو عیاں

ایں نباشد ما چہ ارزیم اے جواں
کے شویم آئین روئے نیکواں

گر نہ ہو ایسا تو پھر کیوں اے جواں
منہ لگائیں ہم کو نیکان جہاں

لیک درکش در بغل آئینہ را
کز تجلی کرد سینا سینہ را

لیکن آئینہ بغل میں لے دبا
جس نے سینہ تیرا سینا[۲] کر دیا

[۱] إِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ یعنی اللہ تعالیٰ حق کہنے سے بھی نہیں شرماتا ۔
[۲] یعنی مثل طور سینا روشن کر دیا ۔

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل	آفتاب حق و خورشید ازل
وہ یہ بولا کب چھپا زیر بغل	حق کا سورج اور خورشید ازل
ہم دغل را ہم بغل را بر درد	نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
دے دغل کو اور بغل کو بھی یہ پیچ	اس کے آگے ہیں جنون و عقل ہیچ
گفت یک اصبع چو بر چشمے نہی	بینی از خورشید عالم را تہی
بولے اک انگلی جو رکھے آنکھ پر	ساری دنیا آئے بے سورج نظر
یک سر انگشت پردہ ماہ شد	وین نشان ساتری اللہ شد
ایک انگلی جیسے پردہ ماہ کا	ہے نشاں پنہانیِ اللہ کا
تا بپوشاند جہاں را نقطۂ	مہر گردد منخسف از سقطۂ
نقطہ یہ جب تک جہاں کو لے چھپا	گر پڑے خورشید ہو کر بے ضیا
لب ببند و غور دریائے نگر	بحر را حق کرد محکوم بشر
ہو کے چپ کر قعر دریا پر نظر	کر دیا ہے حق نے محکوم بشر
ہمچو چشمہ زنجبیل و سلسبیل	ہست در حکم بہشتی جلیل
جیسے نہر زنجبیل و سلسبیل	ہے رضا جوئے بہشتی جلیل
چار جوئے جنت اندر حکم ماست	این نہ زور ما ز فرمان خداست
حکم میں ہیں چار نہریں خلد کی	حکم سے اللہ کے اے متقی!
ہر کجا خواہیم داریمش رواں	ہمچو سحر اندر مراد ساحراں
ہم جہاں چاہیں انہیں رکھیں رواں	جیسے جادو پر ہو حکم ساحراں
ہمچو این دو چشمۂ چشم رواں	ہست در حکم دل و فرمان جاں
جس طرح آنکھوں کے دو چشمے بہیں	حکم دل اور جان کے فرمان میں
گر بخواہد رفت سوئے زہر مار	ور بخواہد رفت سوئے اعتبار
یہ کبھی جاتے ہیں سوئے زہر مار	اور کبھی جاتے ہیں سوئے اعتبار

گر بخواہد سوئے محسوسات شد | ور بخواہد سوئے ملبوسات شد
گاہ محسوسات میں جاتے ہیں یہ | گاہ ملبوسات میں جاتے ہیں یہ

گر بخواہد سوئے کلیات راند | ور بخواہد حبس جزئیات ماند
ہیں کبھی مصروف کلیات ہیں | اور کبھی مشغول جزئیات ہیں

ہمچنیں بر پنج حس چوں نایزہ | بر مراد امر دل شد جائزہ
ٹونٹیوں کی طرح بالکل ایسے ہی | دل کی ہیں پانچوں حسیں محکوم سی

ہر طرف کہ دل اشارت کرد شاں | می رود ہر پنج حس دامن کشاں
دل اشارہ ان کو کرتا ہے جدھر | جاتی ہیں پانچوں حسیں فوراً ادھر

دست و پا در امر دل شد مبتلا | ہمچو اندر دست موسیٰ آں عصا
دست و پا ہیں حکم دل میں مبتلا | جس طرح تھا دست موسیٰ میں عصا

دل بخواہد پا در آید زو برقص | یا گریزد سوئے افزونی و نقص
دل جو چاہے پاؤں ہوں مصروف رقص | یا ہوں مائل سوئے افزونی و نقص

دل بخواہد دست آید در حساب | با اصابع تا نویسد او کتاب
دل جو چاہے ہاتھ کرتا ہے حساب | انگلیاں تحریر کرتی ہیں کتاب

دست در دست نہانی ماندہ است | او درون تن برا بدن بنشاندہ است
دست پوشیدہ میں ہے ہاتھ اے حسن | وہ ہے اندر اور باہر ہے بدن

گر بخواہد بر عدو مارے شود | ور بخواہد بر ولے یارے شود
چاہے تو دشمن کے اوپر مار ہو | چاہے تو اک دل کا وہ غمخوار ہو

گر بخواہد کفچہ در خوردنی | ور بخواہد ہمچو گرز دہ منی
چاہے تو کھانے کا چمچہ دے بنا | گرز چاہے تو بنا دے دس منا

دل چہ میگوید بدیشاں اے عجب | طرفہ وصلت طرفہ پنہانی سبب
ان سے کہہ دیتا ہے کیا دل اے عجب! | ہے عجب پیوند پوشیدہ سبب

دل مگر مہر سلیمانؑ یافتہ است　　کہ مہار پنج حس برتافتہ است
ہے مگر مہر سلیماں دل کی یار　　پانچ حس کی پھیر دیتا ہے مہار

پنج حسے از بروں ما سور او　　پنج حسے از درون ماموراو
پانچ حس باہر کے ہیں اُس کے اسیر　　پانچ حس اندر کے ہیں فرماں پذیر

دہ حس ست و ہفت اندام دگر　　آنچہ اندر گفت نا ید می شمر
ظاہری اعضا ہیں سات اور دس حواس　　اور جو اندر ہیں وہ ہیں بے قیاس

چوں سلیمانؑ دلا ور مہتری　　بر پری و دیو زن انگشتری
تجھکو اے دل جو سلیماں برتری　　جیسے وہ تھے حاکم دیو و پری

گر دریں ملکت بری باشی ز ریو　　خاتم از دست تو نستاند سہ دیو
گر رہے تو ملک گر تیرا بری　　دیو چھینے کس طرح خاتم تری

بعد ازاں عالم بگیرد اسم تو　　دو جہاں محکوم تو چوں جسم تو
بعد ازاں لے ساری دنیا تیرا اسم　　دو جہاں ہوں تیرے تابع مثل جسم

ور زدستت دیو خاتم را ببرد　　بادشاہی فوت شد بختت بمرد
دیو اگر تیری انگوٹھی لے گیا　　بخت بگڑا اور ہوئی شاہی فنا

بعد ازاں یا حسرۃً شد للعباد　　بر شما محتوم تا یوم التناد
حسرتوں کی بعد ازاں اے مومنیں　　تا قیامت تم پہ مہریں لگ گئیں

ور تو دیو خویشتن را منکری　　از ترازو و آئینہ کے جاں بری
اور اگر شیطان کا منکر ہے تو
ہیں ترازو آئینہ پھر رد برو[1]

[1] یعنی قیامت کے دن میزان اور آئینۂ اعمال تیرے سامنے ہوگا اور تو ان سے جاں بر نہ ہو سکیگا۔

لقمان پر اتہام

بود لقماں پیشِ خواجہ خویشتن … درمیانِ بندگانش خوار تن

جب تھا لقماں اپنے مالک کا غلام … دوسرے بندوں میں اُس کے مستہام[51]

می فرستاد او غلاماں را بباغ … تاکہ میوہ آیدش بہر فراغ

بھیجتا تھا سب غلاموں کو وہ باغ … تاکہ میوے لائیں وہ بہر فراغ

بود لقماں در غلاماں چوں طفیل … پُر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل

تھے وہ لقماں بھی طفیلی اک غلام … پُر معانی تیرہ صورت مثلِ شام

آں غلاماں میوہائے جمع را … خوش بخوردند از نہیبِ طمع را

کرتے تھے میوے اکٹھے وہ غلام … اور رکھا جاتے تھے لالچ سے تمام

خواجہ را گفتند لقماں خورد آں … خواجہ بر لقماں ترش گشت و گراں

خواجہ سے کہتے تھے لقماں کھا گیا … ترش وہ لقماں سے ہوتا تھا بڑا

چوں تفحص کرد لقماں آں سبب … در عتابِ خواجہ اش بکشاد لب

پوچھا جب لقمان نے اس کا سبب … تو بتایا کھول کر آقا نے سب

گفت لقماں سیّدا پیشِ خدا … بندۂ خائن نباشد مرتضیٰ

بولے لقماں ۔ صاحبا! پیشِ خدا … مستحق خائن نہ ہوگا رحم کا

امتحاں را کار فرما اے کیا … شربتِ گرم آب دہ بہرِ ملا

امتحاں کو کام میں آقا تو لا … گرم شربت دے ہمیں سب کو پلا

امتحاں کن جملہ ما را اے کریم … سیرماں گردہ تو از آبِ حمیم

امتحاں کر تو ہمارا اے کریم … سیر کرکے دے پلا آبِ حمیم[52]

---

[51] عاجز۔ ذلیل۔

[52] گرم۔

بعد ازاں ما را بصحرائے کلاں　　تو سوارہ ما پیادہ بر دواں

اک بڑے جنگل میں پھر کردے رواں　　ہم ہوں پیدل۔ تو سوار اے مہرباں

آنگہاں بنگر تو بدکردار را　　صنعہائے کاشف اسرار را

دیکھ پھر ہر ایک بدکردار کو　　قدرتِ حق کاشف اسرار کو

گشت ساقی خواجہ از آبِ حمیم　　مر غلاماں را و خوردند آں ز بیم

سب کو خواجہ نے پلایا آبِ گرم　　سب غلاموں نے پیا با خوف و شرم

بعد ازاں می راندشاں در دشتہا　　می دویدند مے میان کشتہا

پھر انہیں جنگل میں بھیجا برملا　　گشت وہ کرنے لگے میدان کا

قے در افتادند ایشاں از عنا　　آب می آورد ز ایشاں میوہا

بھاگنے سے اُن کو قے آنے لگی　　پانی میں نکلے وہ میوے واقعی

چونکہ لقماں را در آمد قے زناف　　می در آمد از درونش آبِ صاف

آئی لقماں کو جو قے از سمتِ ناف　　اس میں جو پانی تھا وہ تھا عین صاف

حکمتِ لقماں چو تاند ایں نمود　　پس چہ باشد حکمتِ ربّ الوجود

حکمتِ لقماں سے یہ ظاہر ہوا　　ہو گی پھر کیا حکمتِ ربّ العلا

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّهَا[1]　　بَانَ مِنْکُمْ کَامِنٌ لَا یُشْتَهیٰ

راز مخفی ہوں عیاں جس دن تمام　　خواہشِ دل کے خلاف اے نیک نام

چوں سُقُوا مَاءً حَمِیْمًا قُطِّعَتْ　　جُمْلَةُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اَفْظَعَتْ

گرم پانی سب کے پردے کھول دے
اور رسوا بھید ہوں سارے چھپے

[1] قولہٗ تعالیٰ: یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ یعنی جب چھپے ہوئے گناہ ظاہر کیئے جائیں گے۔ تو آدمی کو اُن کے چھپانے کی قوت نہ ہوگی۔ اور نہ کوئی اُس کا مددگار ہوگا ؂

نارازاں آمد عذاب کافراں　　که حجر را نار باشد امتحاں
اس لئے ہے آگ وقف کافراں　　آگ سے پتھر کا ہوتا امتحاں

این دل چوں سنگ را تا چند چند　　پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اپنے پتھر دل کو ہم نے چند چند　　پند کی لیکن نہ مانی اس نے پند

ریش بد را دارو بد یافت رگ　　مر سر خر را سزد دندان سگ
جانتی ہے بد دوا زخموں کی رگ　　ہیں سر خر کے لئے دندان سگ

للخبیثات الخبیثوں حکمت ست　　زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
حکمتاً بد ہیں برول کے واسطے　　جوڑ بد یوں کا بدی ہے دیکھ لے

پس تو ہر جفتے که می خواہی بگیر　　محو او باش و صفات او پذیر
اب تو جس کا جوڑ لینا چاہے لے　　اس میں ہو جا محو اخو بو مان کے

نور خواہی مستعدِ نور شو　　دور خواہی خویش بین و دور شو
نور چاہے مستعد ہو بہر نور　　دور رہنا چاہے، ہید اکر غرور

ور رہے خواہی ازیں سجن خرب　　سر مکش از دوست و اسجد و اقترب
ہونا چاہے قید غم سے گر رہا　　قرب خالق ڈھونڈا اور سجدے میں جا

سرکشاں را ایں سراسر در عذاب　　سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
سرکشوں پر دیکھ کیسا ہے عذاب　　سر جھکا۔ واللہ اعلم بالصواب

ایں سخن پایاں ندارد خیز زید　　بر براق ناطقہ بر بند قید

بات یہ لمبی ہے بس ہشیار زید
کر براق ناطقہ کو اپنے قید[1]

[1] یعنی خاموش ہو جا +

حضرت زیدؓ کو رسول مقبول صلعم کا جواب

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را ۔۔۔ می درانَد پردہ ہائے غیب را
نطق سے افشائے راز اک عیب ہے ۔۔۔ اور یہ متعرض نقاب غیب ہے

غیب مطلوب حق آمد چند گاہ ۔۔۔ ایں دہل زن را براں بر بند راہ
غیب ہے مطلوب خالق اے پسر ۔۔۔ اس دہل زن کو نہ لا اس راہ پر

تنگ مرا در کش عناں مستور بہ ۔۔۔ ہر کس از پندار خود مسرور بہ
یوں نہ دوڑا کھینچ گھوڑے کی لگام ۔۔۔ ہو ہر اک پندار سے تا شاد کام

حق ہمی خواہد کہ نومیدان او ۔۔۔ زیں عبارت ہم نگردانند رو
چاہتا ہے حق کہ ناامید بھی ۔۔۔ اس طریقے سے نہ منہ پھیریں کبھی

ہم مشرف در عبادتہائے او ۔۔۔ مشتغل گشتہ بطاعتہائے او
ذی شرف اس کی عبادت میں رہیں ۔۔۔ شغل کرتے اس کی طاعت میں رہیں

ہم باُمیدے مشرف می شوند ۔۔۔ چند روزے در رکابش می دوند
وہ مشرف ہوں کسی اُمید سے ۔۔۔ اور دوڑیں چند دن اس کے لئے

خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ ۔۔۔ بر بد و نیک از عموم مرحمہ
چاہتا ہے سب پہ وہ رحمت کرے ۔۔۔ نیک و بد جتنے ہیں اچھے اور بُرے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر ۔۔۔ با رجا و خوف باشند و حذیر
چاہتا ہے حق کہ ہر فرد بشر ۔۔۔ خوف اور اُمید سے ہو پُر حذر

ایں رجا و خوف در پردہ بود ۔۔۔ تا پس ایں پردہ پرورده بود
یوں امید و بیم کا پردہ رہے ۔۔۔ اور اسی پردے میں پرورده رہے

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا ۔۔۔ غیب را شد کرّ و فرّے بر ملا
جب اٹھا پردہ کہاں خوف و رجا ۔۔۔ غیب کا سب کرّ و فر ہی کھل گیا

بر لبِ جُو بردہ ظنّے یک فتیٰ — کہ سلیمان ست ماہی گیرِ ما
تھا لبِ جُو کر رہا اک نوجواں — مچھلی والے پر سلیماں کا گماں
گر ویست این از چہ فردست و غنی ست — ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
گر وہی ہے پھر یہ پنہانی ہے کیوں — ورنہ چہرے پر سلیمانی ہے کیوں
اندریں اندیشہ می بود او دو دل — تا سلیماں گشت شاہِ مستقل
بس اسی اندیشہ میں تھا وہ دودل — ہو گئے سلطاں سلیماں مستقل ۔
دیو رفت از ملک و تخت او گریخت — تیغ بختش خونِ آں سلطاں بریخت
دیو بھاگا اڑ گیا سب ملک و تخت — اور ہوئی خونریز اُن کی تیغ بخت
کرد در انگشتِ خود انگشتری — جمع آمد لشکرِ دیو و پری
آپ نے پہنی جو پھر انگشتری — آ گیا سب لشکرِ دیو و پری
آمدند از بہرِ نظارہ رجال — در میانِ شاں آنکہ بُد صاحب خیال .
بہرِ نظارہ جو آئے مرد ماں — ان میں تھا وہ بھی کیا جس نے گماں
چوں در انگشتش بدید انگشتری — رفت اندیشہ و گمانش یکسری
دیکھی انگلی میں جو وہ انگشتری — وہ گماں اندیشہ اب جاتی رہی
وہم آں گاہ است کو پوشیدہ است — این گماں خود از پئے نادیدہ است
وہم جب تک ہے کہ وہ پوشیدہ ہے — یہ گماں صرف از پئے نادیدہ ہے
بُد خیالِ غایب اندر سینہ رفت — چونکہ شد حاضر خیالِ او برفت
تھا خیالِ غائب اس دل میں کمال — جب ہوا حاضر مٹا دل سے خیال
گر سمائے نور بے باریدنی ست — ہم زمین تار بے بالیدنی ست
آسماں گر نور بے بارش نہیں — تو زمیں بھی تنگ افزائش نہیں
گرچہ ہست اظہار کردن ہم کمال — می رہاند جانہا را از خیال
گرچہ ہے اظہار کرنا بھی کمال — دور کر دینا ہے دل سے ہر خیال

لیک یک در صد بود ایماں بغیب	نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
پھر بھی سو میں ایک کو ایمانِ غیب	ہوتا ہے تو چھوڑ دے یہ مکر و ریب
یؤمنون بالغیب می باید مرا	زاں ببستم روزنِ فانی سرا
غیب پر ایمان ہے مجھ کو پسند	عالمِ فانی کا روزن یوں ہے بند
چوں شگافم آسماں را در حضور	چوں بگویم هل تری فیها فطور
آسماں کو کیسے پھاڑوں ذی شعور	کیسے کہدوں ہل تریٰ فیہا فطور
تا دریں ظلمت تحرّی می کنند	ہر کسے رو جانبے می آورند
ہر گھڑی ظلمت میں ہے قبلہ طلب	اک طرف کو رخ کئے آتے ہیں سب
مدّتے معکوس باشد کارہا	شحنہ را دزد آورد بر دارہا
ہوتے ہیں برعکس پھر کام اسقدر	شحنہ کو لاتا ہے ڈاکو دار پر
تا کہ بس سلطان و عالی همّتے	بندۂ بندہ خود آمد مدّتے
تا کہ اک سلطان عالی احتشام	اپنے اک بندہ کا ہوتا ہے غلام
بندگی در غیب آید خوب و کش	حفظِ غیب آید در استعباد خوش
بندگی غیبت میں ہے بے شبہ خوب	ہے عبودیت میں حفظِ غیب خوب
کو کہ مدحِ شاہ گوید پیشِ او	با کہ در غیبت بود او شرم رو
ایک حاضر شاہ کا مدحت نگار	ایک غائب شاہ سے ہے شرمسار
قلعہ دارے کز کنارِ مملکت	دور از سلطان و سایہ سلطنت
مملکت سے دور رہ کر قلعہ دار	شاہ سے اور سلطنت سے بر کنار
پاس دارد قلعہ را از دشمناں	قلعہ نفروشد بمالِ بیکراں
دشمنوں سے دور رکھے قلعے کو	مال و زر لے کر نہ بیچے قلعے کو

سلہ اے دیکھنے والے! کیا تجھے آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا — ہمچو حاضر او نگہدارد وفا

رہ کے غائب شاہ سے مردِ خدا — مثلِ حاضر ہے نگہبانِ وفا

نزدِ شہ بہتر بود از دیگراں — کہ بخدمت حاضرند و جانفشاں

وہ ہے بہتر دوسروں سے نزدِ شاہ — حاضرِ خدمت ہیں جو بے اشتباہ

پس بغیبت نیم ذرّہ حفظ کار — بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار

نصف ذرّہ غیب بہر کرنا شمار — حاضری سے ہے مرجّح لاکھ بار

طاعت و ایماں کنوں محمود شد — بعد مرگ اندر عیاں مردود شد

طاعت و ایماں جو اب محمود ہے — بعد مرنے کے بھی مردود ہے

چونکہ غیب و غائب و روپوش بہ — پس دہاں بربند و لب خاموش بہ

غیب اور غائب کا چھپنا ہے بھلا — تو ہو خاموش اور نہ لب اپنے ہلا

اے برادر دست وادار از سخن — خود خدا پیدا کند علمِ لدُن

اے برادر چھوڑ دے تو یہ سخن — خود خدا ظاہر کرے علمِ لدن

بس بود خورشید را رویش گواہ — اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ الشَّاهِدُ اللّٰہ[1]

چہرۂ خورشید ہے اس کا گواہ — اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ قولِ آلہ

نے بگویم چوں قرین شد در بیاں — ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں

اس بیاں میں ہیں اکٹھے برملا — ساری دنیا اور فرشتے اور خدا

یشہد اللّٰہ والملٰک و اہل العلوم — انہ لا ربّ الّا من یدوم

اس کے شاہد ہیں ملک و عالم و خدا — یعنی رب وہ ہے رہیگا جو سدا

[1] قولہ تعالیٰ: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ
یعنی اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھو کہ از روئے شہادت کونسی شئے بزرگتر ہے (جب اہلِ قریش خاموش ہوئے تو خود ہی ارشاد فرمایا کہ) میرے اور تمہارے مابین خدا گواہ ہے ٭

چوں گواہی داد حق کہ بُد ملک   تا شود اندر گواہی مشترک
جب گواہی دے خدا۔ کیا ہیں ملک   جو گواہی میں ہوں اس کے مشترک

زانکہ شعشاع حضورِ آفتاب   بر نتابد چشم و دلہائے خراب
کیونکہ آخر بیٹھیں نورِ آفتاب   ٹھہریں کیونکر آنکھیں اور قلب خراب

چوں خفاشی کو تفِ خورشید را   بر نتابد بگسلد امید را
تاب چمگادڑ کو سورج کی نہیں   توڑ دیتی ہے امیدیں بالیقیں

پس ملائک را چو ماہاں باز داں   جلوہ گر خورشید را بر آسماں
ہیں فرشتے ماہ کی صورت عیاں   مہر کے انوار سے بر آسماں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم   چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
ہم نے سورج سے یہ پائی ہے ضیا   مثل سلطاں لوگوں کو چمکا دیا

چوں مہِ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر   مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر
ماہ نو ہو۔ یا سہ روزہ یا ہو بدر   فرق ہے سب میں بقدر نور و قدر

زاجنحہ نورِ ثلاث او رباع   بر مراتب ہر ملک را آں شعاع
ہر فرشتہ نور کے پر تین چار   رکھتا ہے حسب مراتب اے نگار

ہمچو پرہائے عقولِ انسیاں   کہ بسے فرقست شاں اندر میاں
جیسے پر ہیں عقل کے انسان میں   کس قدر ہے فرق ان میں دیکھ لیں

پس قرین ہر بشر در نیک و بد   آں ملک باشد کہ مانندش بود
نیک و بد میں ہے قریب ہر بشر   اس کے مانند اک فرشتہ سربسر

چشم اعمش نورِ خور چوں بر نتافت   اختر او را شمع شد تا رہ بیافت

آنکھ سورج سے ہوئی جب عذر خواہ
بن گئے تارا شمع چمکاتا ہے راہ

آنحضرتؐ کا مزید ارشاد

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم ۔۔۔ رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم
بولے پیغمبرؐ ہیں اصحابی نجوم ۔۔۔ رہروں کو شمع شیطاں کو رجوم[1]

ہر کسے را گر بدے آں چشم زور ۔۔۔ کہ گرفتے ز آفتاب چرخ نور
ہوتا گر ہر آنکھ میں اتنا شعور ۔۔۔ یعنی لیتی چرخ کے سورج سے نور

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل ۔۔۔ کہ بود بر نور خورشید او دلیل
ہوتی ان تاروں کی پھر حاجت ہی کیا ۔۔۔ کب دلیل مہر ہوتے یہ سُہا

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود ۔۔۔ کہ بود بر آفتاب حق شہود
چاند تاروں کی ضرورت ہی نہ تھی ۔۔۔ کیوں گواہی دیتے مہرِ ذات کی

ماہ میگوید بابر و خاک و فی ۔۔۔ من بشر بودم ولے یوحیٰ الیّ
چاند کہتا ہے یہ خاک و ابر سے ۔۔۔ ہیں بشر تھا دی بزرگی وحی نے

چوں شما تاریک بودم از نہاد ۔۔۔ وحی خورشیدم چنیں نورے بداد
میں تمہاری ہی طرح تاریک تھا ۔۔۔ وحی نے خورشید کی روشن کیا

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس ۔۔۔ نور دارم بہر ظلمات نفوس
گو میں ہوں تاریک آگے شمس کے ۔۔۔ نور ہوں تاریکئ دل کے لئے

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری ۔۔۔ کہ نہ مرد آفتاب انوری
ناتواں یوں ہوں کہ تو لے آئے تاب ۔۔۔ کیونکہ تو ہے ناشناسائے آفتاب

ہمچو شہد و سرکہ در ہم بافتم ۔۔۔ تا سوئے رنج جگر رہ یافتم
مثل شہد و سرکہ آپس میں ملا ۔۔۔ چارہ گر رنج جگر کا ہو گیا

چوں ز علت وا رہیدی اے رہیں ۔۔۔ سرکہ را بگذار و می خور انگبیں
جب مرض سے ہو رہا اے مرد دیں ۔۔۔ چھوڑ دے سرکے کو اور کھا انگبیں

[1] آگ کے کوڑے ۔

تختِ دل معمور شد پاک از ہوا   بر وے الرحمٰن علی العرش استوٰی
تختِ دِل معمور ہے اور بے ہَوا   پڑھ تو الرحمٰن[1] علی العرش استوٰی

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ   حق کند چوں یافت دل را رابطہ
ربط جب دل کو یہ حاصل ہو گیا   وحیِ حق آنے لگی بے واسطا

ایں سخن پایاں ندارد زید گو   تا وہم پندش کہ رسوائی مجو
زید اب تو ختم کر اس بات کو   پند کرتا ہوں کہ تو رسوا نہ ہو

نیست حکمت گفتن ایں اسرار را   چوں قیامت می رسد اظہار را
کب ہے حکمت کھولنا اسرار کا   جب قیامت وقت ہے اظہار کا

حضرت زیدؓ کی حکایت

زید را اکنوں نیابی کو گریخت   جست از صفِ نعال و نعل ریخت
زید رخصت ہو چکے اب وہ کہاں   صف سے نکلے نعل بن کر بیکماں

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت   ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیا ہے ۔ زید بھی بے خود ہُوا   جیسے اختر مہر کی لَو سے چھپا

نے ازو نقشے بیابی نہ نشاں   نے کہے یابی نہ راہِ کہکشاں
اب نہیں اُن کا کہیں نقش و نشاں   کاہ سے خالی ہے راہِ کہکشاں

شد حواس و نطق بے پایانِ ما   محو نورِ دانشِ سلطانِ ما
یہ ہمارے ہیں حواس و نطق سب   دانشِ سلطاں میں گم اے خوش طلب

حسہا و عقلہا شاں در درون   موج در موج لدینا محضرون
اُن کی عقلیں اور حسیں جو ہیں دروں   ہیں تہ موج لدینا محضرون[2]

[1] اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے ۔

[2] ہمارے پاس حاضر رہتے ہیں ۔

چوں شب آمد باز وقتِ بار شد ‏‏— انجم پنہاں شدہ بر کار شد

رات جب آئی پھر آیا وقتِ بار ‏‏— انجم پنہاں ہوئے مصروفِ کار

خلقِ عالم جملگی بیہُش شوند ‏‏— پردہا بر روکشند و بغنوند

چھا گئی مخلوق پر اک بے ہشی ‏‏— پردے ڈالے نیند کی ماتی ہوئی

صبح چوں دم زد علم افراشت خور ‏‏— ہر تنے از خوابگہ برداشت سر

ہو گئی جب صبح نکلا آفتاب ‏‏— سر اٹھایا سب ہوئے بیدار خواب

بے ہُشاں را داد بہ حق ہوشہا ‏‏— حلقہ حلقہ ہا در گوشہا

بے ہشوں کو حق سے پھر ملتا ہے ہوش ‏‏— ہر جماعت حق کی ہے حلقہ بگوش

پائے کوباں دست افشاں در ثنا ‏‏— ناز نازاں رَبَّنَا اَحْیَیْتَنَا

وجد میں آتے ہیں کرتے ہیں ثنا ‏‏— ہو کے نازاں رَبَّنَا اَحْیَیْتَنَا[۱]

آں جلود و آں عظام ریختہ ‏‏— فارساں گشتہ غبار انگیختہ

جسم اور بے کار ساری ہڈیاں ‏‏— بن گئیں پھر شہسوارِ گرد راں

حملہ آرند از عدم سوئے وجود ‏‏— در قیامت ہم شکور و ہم کنود

سب عدم سے آئیں گے سوئے وجود ‏‏— شاکر و ناشکر پاکر ہست و بود

سر چہ می پیچی چرا نادیدۂ ‏‏— در عدم زاوّل نہ سر پیچیدۂ

اب ہے کیوں انکار نادیدہ پہ کیا! ‏‏— تو عدم سے پہلے ہی منکر نہ تھا

در عدم افشردہ بودے پائے خویش ‏‏— کہ مرا کہ برکند از جائے خویش

تو عدم میں اپنے پاؤں گاڑ کے ‏‏— کتنا تھا جنبش تو دے کوئی مجھے

[۱] یعنی جب اُٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے رب! تو نے ہمیں زندہ کیا *

می نہ بینی صنع ربّانیت را	چوں کشید او موئے پیشانیت را
تونے دیکھا صنعِ ربّانی کا حال	کیسے کھینچے تیری پیشانی کے بال
تا کشیدت اندریں انواعِ حال	کہ نبودت در گمان و در خیال
سینکڑوں حالات میں کھینچا تجھے	جو ترے وہم و گماں میں بھی نہ تھے
آں عدم اورا ہمارہ بندہ است	کار کن دیوا سلیماں زندہ است
یہ عدم ہر طرح اس کا بندہ ہے	کام کر شیطاں، سلیماں زندہ ہے
دیو میسازد جفان کالجواب	زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
دیو گھڑتے تھے بیبالے برملا	تاب کب تھی کام وہ چھوڑیں ذرا
خویش را بیں چوں ہمی لرزی زبیم	مر عدم را نیز لرزاں بیں مقیم
دیکھ تو لرزاں ہے بیم و خوف سے	ہے یہی حالِ عدم پہچان لے
ور تو دست اندر مناصب می زنی	ہم ز ترس ست آنکہ جانے می کنی
کوششیں ساری حصولِ جاہ کی	خوف کے باعث ہیں تو ہے محنتی
ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست	گر شکر خواریست آں جاں کندن ست
ماسوائے عشقِ اللہ حسنی	ہے شکر خواری بھی گو یا جاں کنی
چیست جاں کندن، سوئے مرگ آمدن	دست در آبِ حیاتے نا زدن
جاں کنی کیا، موت سے ہے التفات	چھوڑ دینا موجۂ آبِ حیات
خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات	صد گماں دارند در آبِ حیات
دیکھتی ہے خلق بس خاکِ ممات	اور ظنِ محض ہے آبِ حیات
جہد کن تا صد گماں گردد نود	شب برو ور تو بخسپی شب رود
کم کر اپنی بد گمانی بے ثبات	رات کو چل۔ سونے سے جاتی ہے رات
در شبِ تاریک جو آں روز را	پیش کن آں عقلِ ظلمت سوز را
ڈھونڈ اندھیری رات میں اس روز کو	سامنے لا عقلِ ظلمت سوز کو

در شبِ بدرنگ بس نیکی بود	آبِ حیواں جفتِ تاریکی بود
ہیں شبِ بدرنگ میں بھی نیکیاں	ظلمتوں میں آبِ حیواں ہے نہاں
سر ز خفتن کے تواں برداشتن	با چنیں صد تخمِ غفلت کاشتن
خواب سے کیونکر اٹھائے گا تو سر	تخمِ غفلت بو دیئے ہیں اس قدر
خوابِ مردہ و لقمۂ مردہ یار شد	خواجہ خفت و دزدِ شب در کار شد
خواب و لقمہ دونوں مردہ تیرے یار	خواجہ غافل چور ہے مصروفِ کار
تو نمیدانی کہ خصمانت کہ اند	ناریاں خصمِ وجودِ خاکی اند
جانے تو کیا کون ہیں دشمن ترے	ہیں عدو ناری وجودِ خاک کے
نار خصمِ آب و فرزندانِ اوست	ہمچنانکہ آب خصمِ جانِ اوست
پانی اور آبی کی دشمن ہے یہ آگ	جس طرح ہے آگ سے پانی کو لاگ
آب آتش را کشد زیرا کہ او	خصمِ فرزندانِ آب ست و عدو
آگ کی پانی بجھا دیتا ہے، تو	کیونکہ وہ ہے آب و آبی کی عدو
بعد ازاں ایں نار نارِ شہوت ست	کاندرو اصلِ گناہ و زلت ست
نارِ شہوت ہے فقط یہ آگ ہی	جڑ ہے ذلت اور گناہوں کی یہی
نارِ بیرونی بآبے بفسرد	نارِ شہوت تا بدوزخ می برد
آگ ظاہر کی تو پانی سے بجھے	نارِ شہوت تا بہ دوزخ لے چلے
نارِ شہوت می نیارامد بآب	زانکہ دارد طبعِ دوزخ در عذاب
نارِ شہوت کو بجھائے کیونکر آب	کیونکہ طبعاً وہ ہے دوزخ کا عذاب
نارِ شہوت را چہ چارہ نورِ دیں	نورکم اطفاء نار الکافریں
نارِ شہوت کا ہے پانی - نورِ دیں	اس سے بجھ جاتی ہے نارِ کافریں
چہ کشد ایں نار را نورِ خدا	نورِ ابراہیمؑ را ساز اوستا
ہاں بجھاتا ہے اسے نورِ خدا	نورِ ابراہیمؑ کو رہبر بنا

تا ز نارِ نفس چوں نمرودِ تو	وار ہد ایں جسم ہمچوں عودِ تو
تا کہ آتش نفس کے نمرود کی	تیرا عودِ جسم چھوڑے اے اخی
نار پاکاں را ندارد خود زیاں	کے ز خاشاکے شود دریا نہاں
آگ پاکوں کو نہیں دیتی زیاں	کیسے ہوں خاشاک سے دریا نہاں
ہر کہ تریاکِ خدائی را بخورد	گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد
جس نے تریاکِ الٰہی کھا لیا	زہر سے وہ کس طرح مر جائیگا
خود کند رنجور را رنجور تر	وانکہ معمور ست ازو معمور تر
قلب رنجور اس سے ہے رنجور تر	اور دل معمور ہے معمور تر
گر طبیبت گوید اے رنجور زار	از عسل پرہیز کن ہیں ہوشدار
گر کہے تجھ سے طبیب اے ہوشیار	شہد سے پرہیز کر بے اختیار
گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم	کہ چرا تو می خوری بے ترس و بیم
تو جواب اس کو جو دے بے خوف و بیم	تو وا سے کھاتا ہے تو کیوں اے حکیم
گویدت در دل حکیمِ نکتہ داں	کج قیاسے کردۂ چوں ابلہاں
یوں کہے دل میں حکیم نکتہ داں	کج قیاسی ہیں تری نادانیاں
در تو علت می فروزد ہمچو نار	ہیں مکن با نار ہیزم را تو یار
اس سے بیماری بڑھے گی مثل نار	آگ میں لکڑی نہ ڈال اے ہوشیار
زین دو آتش خانہ ات ویراں شود	قالب زندہ ازو بے جاں شود
ہوں گے ویراں تیرے دو آتش کدے	دل تو کیا لالے پڑیں گے جان کے
در من از ناریست مست آں ہمچو نور	تا ز صحت در تن افزاید سرور
مست ہے اک آگ مجھ میں مثل نور	تن میں صحت سے بڑھاتی ہے سرور
نارِ صحت چوں فروزد در وجود	بے زبانِ تن بود صد گونہ سود
جب بدن میں آگ صحت کی جلے	وہ مفید جسم ہو سو طرز سے

نان چو معنی بود خوردش سود بود	چونکہ صورت گشت انگیزد جحود
نان جب معنی تھی - کھانا تھا مفید	جب ہوئی صورت تو ہے کفر مزید
ہمچو خارِ سبز کاشتر می خورد	زاں خورش صد نفع و لذّت می برد
سبز کانٹے اونٹ کھاتا ہے بہت	نفع اور لذت اٹھاتا ہے بہت
چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت	چوں ہماں را می خورد اشتر بدشت
جب ہوا خشک اور سبزی مٹ گئی	جنگلوں میں اونٹ نے کھایا وہی
می دراند کام و لنجش اے دریغ	کاں چناں وردِ مربی گشت تیغ
حلق و لب ہوتے ہیں زخمی اے دریغ	پہلے جو گلقند تھا وہ اب ہے تیغ
ناں چو معنی بود بود آں خارِ سبز	چونکہ صورت شد کنوں خشک ست و گبز
نان معنی تھی تو تھی وہ سبز خار	جب ہوئی صورت ہوئی خشک اور خوار
تو بداں عادت کہ او را پیش ازیں	خوردہ بودی اے وجودِ نازنیں
پہلی عادت کے مطابق بالیقیں	کھا رہا تھا اے وجودِ نازنیں
بر ہماں بو می خوری ایں خشک را[1]	بعد ازاں کامیخت معنیٰ با ثریٰ
خشک روٹی کا بھی ویسا ہی ہے ڈھب	گو کہ معنیٰ خاک آلودہ ہیں اب
گشت خاک آلود و خشک و گوشت بُر	زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر
خاک آگیں اور ہے خشک و گوشت بُر	گھاس سے پرہیز کر اب اے شتر
سخت خاک آلود می آید سخن	آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن
باتیں خاک آلودہ ہیں اب اے پسر	پانی تیرہ ہے کنوئیں کو بند کر
تا خدایش باز صاف و خوش کند	آنکہ تیرہ کرد ہم صافش کند
تا خدا اس کو کرے پھر تا پاک	جسنے تیرہ کر دیا کر دے پاک

[1] گوشت کاٹنے والی ؎

صبر آرد آرزو را نے شتاب — صبر کن واللہ اعلم بالصواب
کرنہ جلدی صبر سے ہو کامیاب — صبر کر واللہ اعلم بالصواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ

کہ بتاریخ سوم ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۳ ارمہر سنہ ۱۳۳۷ف الٰہی موافق ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء جلد اوّل الہام منظوم کی تصحیح و طباعت تمام ہوئی +

شہوت ناری براندن کم نشد — آں بماندن کم شود بے ہیچ بد

نارِ شہوت ہو بڑھانے سے نہ کم — ہاں ٹھہرنے سے ہو کم اے محترم

تاکہ ہیزم می نہی بر آتشے — کے بمیرد آتش از ہیزم کشے

آگ میں رکھتا ہے تو جب لکڑیاں — پھر بجھے کیا آتش شعلہ فشاں

چونکہ ہیزم باز گیری نار مرد — زانکہ تقوای آب سوئے نار برد

لکڑیوں کو کھینچ۔ بجھ جائے گی آگ — آب تقوی کو ہے اس آتش سے لاگ

کے سیہ گردد بآتش روئے خوب — کو نہد گلگونہ از تقوی القلوب

آگ سے کالا ہو کیونکر روئے خوب — اس پہ جب ہے غازۂ تقوی القلوب[1]

حضرت عمرؓ کے عہد میں شہر میں آگ لگنا

آتشے افتاد در عہد عمرؓ — ہمچو چوب خشک می خورد او حجر

ایک دفعہ عہدِ عمرؓ میں آگ سے — لکڑیوں کی طرح پتھر تک جلے

درفتاد اندر بنا و خانہا — تا زد اندر پرِّ مرغ و لانہا

گھر کی بنیادوں میں گھر کرتی ہوئی — پرِ مرغ و آشیاں میں جا لگی

نیم شہر از شعلہا آتش گرفت — آب می ترسید از آں و می شگفت

شہر آدھا جل گیا اس آگ سے — خوف تھا پانی کو اس کی لاگ سے

مشکہائے آب و سرکہ می زدند — بر سرِ آتش کسان ہوشمند

سرکے اور پانی کی مشکیں بے شمار — ڈالتے تھے آگ پر اہلِ دیار

آتش از استیزہ افزودے لہب — می رسید اورا مدد از صنع رب

بڑھتی ہی جاتی تھی تیزی آگ کی — تھی مدد اللہ کی بہ واقعی

[1] دلوں کی پرہیزگاری +

خلق آمد جانب عمرؓ شتاب — کاتشش مامی نمیرد ہیچ ز آب

لوگ آئے دوڑ کر سوئے عمرؓ — اور کہا پانی ہے بے سود آگ پر

گفت این آتش ز آیات خداست — شعلۂ از آتش بخل شماست

آپ بولے یہ ہیں آیات خدا — یہ ہے اک شعلہ تمہارے بخل کا

آب بگذارید و ناں قسمت کنید — بخل بگذارید اگر آن منید

چھوڑ دو پانی کو بانٹو روٹیاں — بخل کو دو چھوڑ بالکل دوستاں

خلق گفتندش کہ در بگشودہ ایم — ما سخی و اہل فتوت بودہ ایم

بولے ہم نے پہلے سے کھولے ہیں در — ہم سخی ہیں اہل ہمت با خبر

گفت ناں بر رسم و عادت دادہ اید — از برائے حق درے نکشادہ اید

بولے رسمی طور پر دیتے ہو ناں — راہِ حق میں یہ نہیں سرگرمیاں

بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز — نز برائے ترس و تقوی و نماز

یہ ہے بہر فخر و زینت بہر ناز — اس میں کب ہے خوف و تقوی اور نیاز

مال تخم ست و بہر شورہ منہ — تیغ را در دست ہر رہزن مدہ

رکھ نہ ہر بنجر زمیں میں تخم مال — دست ہر رہزن میں خنجر دے نہ ڈھال

اہل دیں را باز داں از اہل کیں — ہمنشین حق بجو با او نشیں

فرق اہل دین و اہل کیں میں کر — ہمنشیں کو ڈھونڈ رکھ اس پر نظر

ہر کسے بر قوم خود ایثار کرد — کاغہ پندارد کہ او خود کار کرد

سب نے اپنی قوم کو خیرات دی — کارنامہ اس کو سمجھی ابلہی

حضرت علیؓ کے منہ پر دشمن کا تھوکنا

از علیؓ آموز اخلاص عمل — شیر حق را داں منزہ از دغل

سیکھ لو حیدرؓ سے اخلاص عمل — شیر حق کو جان بے شک بے دغل

در غزا بر پہلوانے دست یافت	زود شمشیرے برآورد و شتافت
جنگ میں اک پہلواں کو کرکے زیر	لے کے شمشیر آئے وہ مردِ دلیر
او خدو انداخت بر روئے علیؓ	افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولی
اس نے تھوکا جانب روئے علیؓ	تھے جو فخرِ ہر نبیؑ و ہر ولی
او خدو انداخت بر روئے کہ ماہ	سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
ایسے منہ پر تھوک بیٹھا رُوسیاہ	سجدہ کرتا تھا جسے گردوں پہ ماہ
در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ	کرد او اندر غزائش کاہلی
پھینک کر تلوار کو ٹھہرے علیؓ	اور سستی جنگ میں دشمن سے کی
گشت حیراں آں مبارز در عمل	از نمودن عفو و رحم بے محل
پہلواں اس سے بہت حیراں ہوا	بے محل یہ رحم مجھ پر کیوں کیا
گفت بر من تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی
بولا کیوں تلوار کھینچی تھی علیؓ	اور پھر کیوں کھینچکر یوں پھینک دی
آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من	تا شدی تو سست در اشکارِ من
اور کیا بہتر تھا اس پیکار سے	سست میرے قتل میں کیوں ہو گئے
آنچہ دیدی تا چنیں خشمت نشست	تا چنیں برقے نمود و باز جست
تم نے کیا دیکھا کہ غصہ مٹ گیا	رہ گئی بجلی چمک کر کیوں ذرا
آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید	در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
تم نے کیا دیکھا ہے جس کے عکس سے	شعلے میرے دل میں دوڑے نور کے
آنچہ دیدی بہتر از کون و مکاں	کہ بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں
تم نے کیا دیکھا سوئے کون و مکاں	جان سے بہتر کہ بخشی میری جاں
در شجاعت شیرِ ربانیستی	در مروت خود کہ داند کیستی
کیا شجاعت میں نہیں تم شیرِ رب؟	کیا ہے پھر ایسی مروت کا سبب

در مروّت ابرِ موسائی بہ تیہ ❊ کامداز وے خوانِ نانے بے شبیہ

ابرِ موسائی ہو دشتِ تیہ[۱] میں ❊ جس سے اتریں خوان و ناں کی نعمتیں

ابرہا گندم دہد کاں را بہ جہد ❊ پختہ و شیریں کند مردم چو شہد

ابر گیہوں دیتا ہے۔ اور کر کے جہد ❊ لوگ پختہ کر کے کر لیتے ہیں شہد

ابرِ موسیٰ پرِ رحمت بر کشاد ❊ پختہ و شیریں و بے زحمت بداد

ابرِ موسیٰ کھول کر رحمت کے پر ❊ دیتا تھا شیریں و پختہ سر بسر

از برائے پختہ خواران کرم ❊ رحمتش افراخت در عالم علم

پختہ خوارانِ کرم کے واسطے ❊ رحمتِ اللہ کے جھنڈے اڑے

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا ❊ کم نشد یکروز زاں اہلِ رجا

وہ وظیفہ وہ عطا چالیس سال ❊ کم نہ اک دن بھی ہوا اے خوش خصال

تا ہم ایشاں از خسیسی خاستند ❊ گندنا و ترہ و خس خواستند

تا ہم ان میں جب پڑیں سفلہ صفات ❊ سب نے مانگا ساگ لہسن گھاس پات

جملگی گفتند با موسیٰ[۲] ز آز ❊ بقل و قثاء و عدس سیر و پیاز

سب نے موسیٰ سے کہا از رہِ آز ❊ ساگ ککڑی ہو مسور ادرک ہو پیاز

زاں گدا روئی و حرص و آزِ شاں ❊ منقطع شد منّ و سلویٰ زآسماں

اُس گدا پن سے اور اس حرص سے ❊ منّ و سلویٰ آسماں سے رُک گئے

امتِ احمدؐ کہ ہستند از کرام ❊ ہست باقی تا قیامت آں طعام

امتِ احمدؐ جو ہے اہلِ کرام ❊ تا قیامت اس کو ملنا ہے طعام

چوں ابیت عند ربی فاش شد ❊ یطعم و یسقی کنایت زاں شد

راز ابیت عند ربیؐ کا کھلا ❊ یطعم و یسقی نبیؐ نے جب کہا

۱؎ تیہ اُس جنگل کا نام ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر منّ و سلویٰ نازل ہوا تھا +

۲؎ یعنی جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تہہ کے روزے رکھے تو ایک شخص نے کہا کہ[۱۰]

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر　　تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
بے تأمل کر قبول اے دل پذیر　　تا گلے میں آئے مثلِ شہد و شیر

زانکہ تاویلست وادادِ عطا　　چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ ہے تاویل تردید عطا　　جانتا اس کو حقیقت ہے خطا

آں خطا دیدن زضعفِ عقلِ اوست　　عقلِ کل مغزست و عقلِ جزو پوست
یہ خطا بینی ہے ضعفِ عقل و حال　　عقلِ کل ہے مغز عقلِ جز و کھال

خویش را تاویل کن نے اخبار را　　مغز را بد گوئے نے گلزار را
اپنی کر تاویل چھوڑ اخبار کو　　مغز کو بد کہہ نہ کہہ گلزار کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ　　شمۂ واگو ازانچہ دیدۂ
اے علیؓ یکسر تو عقل و دیدہ ہے　　کچھ تو کہہ مجھ سے جو دیکھی تو نے شئے

تیغ حلمت جانِ ما را چاک کرد　　آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
تیری تیغ حلم سے ہے جان چاک　　تیرے آبِ علم سے ہے جسم پاک

بازگو دانم کہ ایں اسرار ہوست　　زانکہ بے شمشیر کشتن کارِ اوست
کچھ تو فرماؤ ہیں کیا اسرارِ حق　　قتل بے خنجر تو ہے بس کارِ حق

صانعِ بے آلت و بے جارحہ　　واہبِ ایں ہدیہائے رائحہ
صانع بے واسطہ ہے وہ خدا　　ہدیئے کرتا ہے معطر جو عطا

(بقیہ نوٹ متعلقہ صفحہ ۴۳۲) یارسول اللہ! آپ ہی تیہ کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "ایکم مثلی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" یعنی اے لوگو! تم میری برابری نہیں کر سکتے میں خدا کے پاس رات گذارتا ہوں۔ وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے +

سلہ احادیث +

صد ہزاراں مے چشاند روح را	کہ خبر نبود دل مجروح را
وہ پلاتا ہے شراب میں روح کو	کیا خبر اس کی دل مجروح کو
صد ہزاراں روح بخشد ہوش را	کہ خبر نبود دو چشم و گوش را
بخشتا ہے ہوش کو روحیں ہزار	آنکھوں کانوں پر نہ ہوں جو آشکار
باز گو اے بازِ عرش خوش شکار	تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار
تجھ کو کہ دے بازِ عرشِ خوش شکار	کیا کھلا ہے تجھ پہ رازِ کردگار
چشم تو ادراکِ غیب آموختہ	چشمہائے حاضراں بر دوختہ
تیری آنکھوں میں ہے ادراکِ غیب	لوگوں کی آنکھیں ہیں اندھی پُر ز عیب
آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں	واں یکے تاریک می بیند جہاں
دیکھتا ہے ایک مہتاب عیاں	ایک نے تاریک دیکھا ہے جہاں
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم	ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بہم
تیسرے کی آنکھ میں ہیں چاند تین	اک جگہ بیٹھے ہیں تینوں ہمنشین
چشم ہر سہ باز و چشم ہر سہ تیز	در تو آمیزان و از من در گریز
تینوں کی آنکھیں ہیں روشن اور تیز	تجھ سے ملکر مجھ سے کرتی ہیں گریز
سحر عینست ایں عجب لطفِ خفی ست	بر تو نقشِ گرگ و بر من یوسفی ست
آنکھ کا جادو ہے یا حکمت کوئی	تجھ کو گرگ اور مجھ کو شکلِ یوسفی
عالم از ہجدہ ہزارست و فزوں	ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
بیش و کم ہے خلق اٹھارہ ہزار	کب کسی کی ہے نظر میں کوئی خوار
راز بکشا اے علیؓ مرتضیٰؓ	اے پس سوء القضا حسن القضا
راز کھولو اے علیؓ مرتضیٰؓ	ہے قضا کے بعد یہ حسنِ قضا
یا تو واگو آنچہ عقلت یافت ست	یا بگویم آنچہ بر من تافت ست
یا تو کہدیں آپ سمجھا ہے جو کچھ	یا کہوں میں مجھ پہ چمکا ہے جو کچھ

از تو بر من تافت چوں داری نہاں ۔۔۔ می فشانی نور چوں مہ بے زباں
مجھ پہ جو چمکا ہے کیوں کھد دوں نہاں ۔۔۔ تو ہے مثل ماہ نور افشاں جہاں

لیک اگر در گفت آید قرص ماہ ۔۔۔ شبروان را زود تر آرد براہ
نطق میں لیکن جو آئے قرص ماہ ۔۔۔ شب رووں کو جلد تر مل جائے راہ

از غلط ایمن شوند و از ذہول ۔۔۔ بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
گمرہی سے دور ہوں وہ سر بسر ۔۔۔ بانگ مہ غالب ہے بانگ غول پر

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما ۔۔۔ چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
بے کہے جب چاند خود ہے رہنما ۔۔۔ بول اٹھے تو ہو ضیا پر اک ضیا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را ۔۔۔ چوں شعاعی آفتاب حلم را
با علیؓ ہو باب شہر علم تم ۔۔۔ اور شعاع آفتاب حلم تم

باز باش اے باب بر جویائے باب ۔۔۔ تا رسند از تو قشور اندر لباب
کھل کہیں جو باب بر اے معنی کے باب ۔۔۔ تا رسائی پوست کی ہو تا لباب

باز باش اے باب رحمت تا ابد ۔۔۔ بارگاہ ما لہٗ کفواً احد
رہ کھلا اے باب رحمت تا ابد ۔۔۔ مظہر شان خدا کفواً احد

ہر ہوا و ذرۂ خود منظریست ۔۔۔ تا کشادہ کے بود کانجا دریست
ہر ہوا ہر ذرہ منظر اس کا ہے ۔۔۔ کور کیا جانے کہ یہ در اس کا ہے

تا نہ بکشاید درے را دیدہ باں ۔۔۔ در درون ہرگز نہ جنبد ایں گماں
ورنہ جب تک کھولے کوئی دیدہ باں ۔۔۔ دل میں آسکتا نہیں ایسا گماں

چوں کشادہ شد درے حیراں شود ۔۔۔ مرغ امید و طمع پرّاں شود
اور در کھل جائے تو حیران ہو ۔۔۔ مرغ امید و طمع پرّان ہو

۵۱ منتر ۔
۵۲ صاحب دید یعنی مرشد ۔

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت

پایا اک غافل نے ویرانے میں گنج — بھاگا ہر جنگل کی جانب کھا کے رنج

تا ز درویشی نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز درویشی دگر

جب نہ اک درویش سے پائے گہر — دے گا گوہر خاک در درویش دگر

سالہا گر ظن دود با پائے خویش — نگذرد ز اشگاف بینی ہائے خویش

دوڑے برسوں پاؤں سے اپنے گماں — عیب بینی اپنی چھوڑے گا کہاں

تا بہ بینی نایدت از غیب بو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو

عیب بیں کو غیب کی کب آئے بو — غیر بینی میں بھی کچھ دیکھے گا تو؟

حضرت علیؓ سے اُس کافر کا سوال

پس بگفت اے نو مسلمانِ ولی — از سرِ مستی و لذت با ولی

پھر وہ بولا نو مسلمانِ دلی — ہو کے مستِ جامِ لذت یا علیؓ

کہ بفرما یا امیر المومنیں — تا بجنبد جاں بتن ہمچوں جنیں

کچھ تو کہیے یا امیر المومنیں — جان کو جنبش ہو تا مثلِ جنیں

ہفت اختر ہر جنیں را مدتے — میکنند اے جاں بنوبت خدمتے

سات تارے اپنے اپنے وقت میں — کرتے ہیں بچے کی کیا کیا خدمتیں

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں — آفتابش آں زماں گردد معیں

جان ڈالا جب کہ ہونا ہے جنیں — آفتاب اس وقت ہوتا ہے معیں

چوں جنیں را نوبت تدبیر رو — از ستارہ سوئے خورشید آید او

جب جنیں کی نوبت ذات و شرف — تاروں سے آتی ہے سورج کی طرف

ایں جنیں در جنبش آید ز آفتاب — کآفتابش جاں ہمی بخشد شتاب

آتا ہے سورج سے جنبش میں جنیں — بخشتا ہے زندگی سورج وہیں

آں دگر انجم بجز نقشے نیافت ... ہیچنیں تا آفتابش بر نتافت
جب تک آئی نہیں نہ سورج کی ضیا ... دوسرے تاروں سے کچھ حاصل نہ تھا

از کدامیں رہ تعلق یافت او ... در رحم با آفتاب خوبرو
یہ تعلق کس طرح اس کو ملا ... رحم میں سورج سے اس کا دے بتا

آں رہِ پنہاں کہ دور از حسِ ماست ... آفتاب چرخ را بس راہہاست
دور ہے حس سے رہ پوشیدہ گی ... راستے یعنی ہیں سورج کے کئی

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو ... واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو
ایک راہ ہے جس سے بن جاتا ہے زر ... ایک رہ پتھر بنے جس سے گہر

آں رہے کہ سرخ سازد لعل را ... واں رہے کہ برق بخشد نعل را
ایک رہ جو سرخ کر دے لعل کو ... ایک رہ بخشے چمک جو نعل کو

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را ... واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
ایک رہ میووں کو جو پختہ کرے ... ایک رہ جو روح نادانوں کو دے

بازگو اے باز پر افروختہ ... با شہ و باساعدش آموختہ
ہاں بتا اے بازِ پُر افروختہ ... بازوئے شہ کا تو ہے آموختہ

بازگو اے باز عنقا گیر شاہ ... اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ
ہاں بتا اے باز عنقا گیر شاہ ... تو سپہ افگن ہے گو ہے بے سپاہ

امت وحدی یکے و صد ہزار ... بازگو اے بندہ بازت را شکار
ایک ہو کر تم ہو گویا سو ہزار ... ہے تمہارے باز کا بندہ شکار

در محل قہر ایں رحمت ز چیست ... اژدہا را دستِ دادن کار کیست

اس مقام قہر میں رحمت ہے کیوں
دیتے ہیں مہلت بھلا اژدر کو یوں؟

حضرت علیؓ کا جواب

گفت من تیغ از پئے حق میزنم	بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
بولے میں ہوں تیغ زن حق کے لئے	بندۂ حق ہوں نہ تن کے واسطے
شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا	فعلِ من بر دینِ من باشد گوا
شیرِ حق ہوں میں نہیں شیرِ ہوس	دین ہے شاہد مرے فعلوں کا بس
من چو تیغم واں زنندہ آفتاب	مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
میں ہوں تیغ اور تیغ زن ربِ قدیر	پھینکتا ہے جنگ میں وہ خود ہی تیر
رختِ خود را من زرہ برداشتم	غیرِ حق را من عدم انگاشتم
میں نے رستے سے لیا اسباب اٹھا	غیرِ حق کو میں عدم ہوں جانتا
من چو تیغم پر گہر ہائے وصال	زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
تیغ ہوں میں جس کا جوہر ہے وصال	زندہ کرتا ہوں نہ کشتہ در قتال
سایہ ام من کد خدایم آفتاب	حاجبم من نیستم او را حجاب
میں ہوں سایہ اور مصاحب آفتاب	ہوں میں حاجب اور نہیں اس کا حجاب
خوں نپوشد گوہرِ تیغ مرا	باد از جا کے برد میغ مرا
خوں سے جوہر کیا چھپے تلوار کا	میرے بادل کو اڑا لے کب ہوا
کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد	کوہ را کے در رباید تند باد
کاہ کب ہوں ہاں ہوں میں کوہِ حلم و داد	کوہ کا کیا کر سکے گی تند باد
آنکہ از بادے رود از جا خسے ست	زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست
وہ ہے خس جو ہو ہوا سے منتشر	ناموافق ہیں ہوائیں بیشتر
بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز	برد او را کہ نبود اہلِ نیاز
بادِ غصہ بادِ شہوت بادِ آز	چھائی اس پہ جو نہ تھا اہلِ نیاز

باد کبر و بادِ عجب و بادِ خلم ۔ برد او را کہ نبود از اہلِ علم
وہ ہوائے کبر اور وہ بادِ خلم [۵۱] ۔ لے اڑی اس کو نہ تھا جو اہلِ علم

کوہم و ہستی من بنیادِ اوست ۔ ور شوم چوں کاہ بادم بادِ اوست
کوہ ہوں تو بنیاد ہے میری خدا ۔ کاہ ہوں تو اس کا ہے بادِ فنا

جز بیادِ او نہ جنبد میلِ من ۔ نیست جز عشقِ احد سرخیلِ من
یادِ حق کی سمت میری میل ہے ۔ اور فقط عشقِ خدا سرخیل [۵۲] ہے

خشم بر شاہاں شہ و ما را غلام ۔ خشم را من بستہ ام زیرِ لگام
غصہ ہے شاہِ شہاں - میرا غلام ۔ میں نے باندھا خشم کو زیرِ لگام

تیغِ حلمم گردنِ خشمم زدست ۔ خشمِ حق بر من چو رحمت آمدست
غصہ کو کاٹا ہے تیغِ حلم نے ۔ خشمِ حق رحمت ہے میرے واسطے

غرقِ نورم گرچہ سقفم شد خراب ۔ روضہ گشتم گرچہ ہستم بوتراب
نور میں ہوں غرق ظاہر ہے خراب ۔ ہو گیا ہوں باغ بن کر بوتراب

چوں در آمد علتے اندر غزا ۔ تیغ را دیدم نہاں کردن سزا
جنگ میں آئی جو اک علت نظر ۔ تھا چھپانا تیغ کا محبوب تر

تا اُحِبُّ لِلّٰہ آید نامِ من ۔ تا کہ اَبغض لِلّٰہ آید کامِ من
تا احبّ [۵۳] للہ میرا نام ہو ۔ اور ابغض [۵۴] للہ میرا کام ہو

تا کہ اَعطا لِلّٰہ آید جودِ من ۔ تا کہ اَمسکُ لِلّٰہ آید بودِ من
تا کہ اعطیٰ [۵۵] للہ میرا جود ہو ۔ اور امسک [۵۶] للہ میری بود ہو

۵۱ غضب و سبک سری + ۵۲ افسرِ لشکر +
۵۳ خدا کیلئے دوستی کرنے والا + ۵۴ خدا کیلئے بغض کرنے والا +
۵۵ خدا کے لئے دینے والا +
۵۶ خدا کے لئے بخل کرنے والا +

بخل من لله عطا لله و بس   جملہ لله ام نیم من آن کس

بخل ہے لله عطا لله ہے   کچھ نہیں میں سب مرا الله ہے

وانچہ لله می کنم تقلید نیست   نیست تخییل و گماں جز دید نیست

فعل ہے لله پھر تقلید کب   کب گماں ہے، ہے نتیجہ دید کا

ز اجتهاد و از تحرّی رستہ ام   آستیں بر دامنِ حق بستہ ام

مجھ میں اب وہم و گماں کچھ بھی نہیں   دامنِ حق سے ہے باندھی آستیں

گر ہمی پرّم ہمی بینم مطار   ور ہمی گردم ہمی بینم مدار

اڑتا ہوں جائے پرید ان دیکھ کر   گردشیں کرتا ہوں مسکن دیکھ کر

ور کشم بارے بدانم تا کجا   ماہم و خورشید بینم پیشوا

بوجھ اٹھاؤں ہو کے منزل آشنا   چاند ہوں سورج ہے میرا پیشوا

بیش ازیں با خلق گفتن روئے نیست   بحر را گنجائی اندر جوئے نیست

کیا کہوں مخلوق سے اس کے سوا   ہو سمائی بحر کی ندی میں کیا

در شریعت مر گواہی بندہ را   نیست قدرے وقت دعوائے قضا

ہے شریعت میں گواہی غلام   مطلقاً بے قدر و قیمت اے ہمام

گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ   شرع نپذیرد گواہی شاں بکاہ

گو ہزاروں بندے ہوں تیرے گواہ   ہے گواہی شرع میں ان کی تباہ

بندۂ شہوت بتر نزدیکِ حق   از غلام و بندگانِ مسترق

بندۂ شہوت ہے نزدیکِ خدا   سو غلاموں کے غلاموں سے برا

کایں بیک لفظے شود آزاد و حر   ویں زید شیریں و میرد سخت مر

یہ تو ہے آزاد دو اک لفظ سے   وہ جئے شیریں مرے حالوں بُرے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص   جز بفضل ایزد و انعام خاص

بندۂ شہوت کو کب ہے مخلصی   جز بہ احسان و عطائے ایزدی

پست میگویم باندازِ عقول — عیب نبود ایں بود کارِ رسولؐ [1]

پست ہیں باتیں بہ اندازِ عقول — عیب کیا ہے تھا یہی کارِ رسولؐ [1]

از غرض حرّم گواہی حُر شنو — کہ گواہی بندگاں نرزد بجو

ہوں میں آزادِ غرض سُن یہ کلام — تجو سے بھی کم ہے گواہی غلام

در چہے انداخت او خود را کہ من — در خورِ قعرش نمی یابم رسن

بندۂ شہوت ہے غرقِ چاہِ کیں — رسّی جس گہرائی کی ملتی نہیں

در چہے افتادگاں را غور نیست — واں گناہِ اوست جبر و جور نیست

اس کنوئیں میں ہے نہیں ہے جسکی تھاہ — یہ نہیں ہے جبر بلکہ ہے گناہ

چوں گناہِ اوست آجاں چوں کنم — کہ ورا از قعرِ چہ بیروں کنم

جب گناہ اس کا ہے پھر میں کیا کروں — چاہ سے کیونکر رہائی اس کو دوں

بس کنم گر ایں سخن افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

بس کروں اب بات ہوتی ہے فزوں — ہے جگر کیا چیز۔ پتھر بھی ہو خوں

ایں جگرہا خوں نشد نہ از سختی ست — غفلت و مشغولی و بدبختی ست

کب ہے سختی سے۔ نہیں گر خوں جگر — غفلت اور بدبختیوں کا ہے اثر

خوں شود روزیکہ خونش سود نیست — خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست

خون پھر ہوگا تو ہے بے سود خون — خوں اب ہو جا نہیں مردود خوں

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست — عدل او باشد کہ بندہ غول نیست

جب غلاموں کی گواہی ہے فضول — عدل وہ ہے جو نہیں پابند غول

گفت اَرْسَلْنَاکَ شَاهِد در نظر — زانکہ شد از کون او حر ابن حر

غور "ارسلناک شاہد" پر ہو اب — جن کے صدقے سے ہوئے آزاد سب

[1] قولہ تعالیٰ: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔

چونکہ حرم خشم کے بندد مرا ۔۔۔ نیست آنجا جز صفات خود مرا

میں ہوں حر غصہ کرے پابند کیا ۔۔۔ ہیں صفات اپنی ہی مجھ میں بر ملا

اندر آ کازاد کردت لطف حق ۔۔۔ زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق

آ تجھے آزاد حق نے کر دیا ۔۔۔ رحم اس کا غصے پر غالب ہوا

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر ۔۔۔ سنگ بودی کیمیا کردت گہر

آ ادھر آ ہو گیا تو بے خطر ۔۔۔ سنگ تھا اب کیمیا سے ہے گہر

رستۂ از کفر و خارستان او ۔۔۔ چوں گلے بشگفتہ در بستان ہو

خار زار کفر سے پائی نجات ۔۔۔ باغ حق کا پھول ہے عالی صفات

تو منی و من تو با تو من خوشم ۔۔۔ تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کشم

میں ہوں تو اور تو ہے مجھ میں مختفی ۔۔۔ پھر علیؓ کو مارتا کیونکر علیؓ

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے ۔۔۔ آسماں پیمودۂ در ساعتے

یہ خطا تھی تیری طاعت سے بھلی ۔۔۔ آسماں کی اک گھڑی میں راہ لی

بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد ۔۔۔ کز خارے بر دمد اوراق ورد

کیا مبارک ہیں گنہ اس مرد کے ۔۔۔ برگ گل اگ آئیں جس کے خار سے

نے عمرؓ را قصد آزار رسول ۔۔۔ می کشیدش تا بدرگاہ قبول

تھا عمرؓ کو قصد آزار رسولؐ ۔۔۔ جس نے کھینچا تا بدرگاہ قبول

نے بسحر ساحراں فرعون شاں ۔۔۔ می کشید و گشت دولت عون شاں

ساحر فرعون سب جادو ہی سے ۔۔۔ دولت ایماں کے لائق ہو گئے

گر نبودے سحر شاں وان جحود ۔۔۔ کے کشیدے شاں بفرعون عنود

گر نہ ہوتا سحر لاتا کون انہیں ۔۔۔ کھینچ کر یوں جانب فرعوں انہیں

کے بدیدے عصا و معجزات ۔۔۔ معصیت طاعت شد آں قوم عصاة

دیکھتے کب وہ عصا و معجزات ۔۔۔ معصیت طاعت ہوئی وجہ نجات

ناامیدی را خدا گردن زدست / چوں گنه مانند طاعت آمدست

ناامیدی حق نے کی زیر و زبر / ہے گناہوں میں بھی طاعت کا اثر

چوں مبدّل می کند او سیئات / عین طاعت می کند رغمِ وشات

وہ گناہوں کو بھی دیتا ہے بدل / عینِ طاعت سے علی الرغم عمل

زیں شود مرجوم شیطانِ رجیم / وز حسد او بطرقد گردد دو نیم

اس سے ہے مردود شیطانِ رجیم / اور حسد سے پھٹ کے ہوتا ہے دو نیم

او بکوشد تا گناہے آورد / زاں گنہ مارا بچاہے آورد

سعی کرتا ہے کہ ہوں سرزد گناہ / وہ گنہ لے جائیں ہم کو سوئے چاہ

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے / گردد او را نامبارک ساعتے

جب وہ دیکھے - بن گیا طاعت گناہ / وہ گھڑی اس کے لئے ہو نحس آہ

اندر آ من در کشادم مر ترا / تف زدی و تحفہ دادم مر ترا

اندر آ، کھولوں میں در تیرے لئے / تو نے تھوکا اور میں تحفہ دوں تجھے

مر جفاگر را چنیں ہا می دہم / پیش پائے چپ چپاں سر می نہم

ہے جو ظالم پر مرا ایسا کرم / پائے چپ پر رکھتا ہوں سر دمبدم

پس وفاگر را چہ بخشم تو بداں / گنجہا و ملکہائے جاوداں

پس وفا والوں پہ ہو گی کیا عطا / دوں گا ان کو گنج و ملک جانفزا

جاودانہ پادشاہی بہمش / آنچہ اندر وہم ناید بدہمش

دوں ہمیشہ کی ہیں اس کو سلطنت / وہم میں بھی جو نہ آئے مملکت

من چناں مردم کہ بر خونی خویش / نوش لطفِ من نشد در قہرِ نیش

مر چکا ہوں اپنے خونی پر فنا / قہر میں ہے نوش میرے لطف کا

حضرت علیؓ کا قاتل

گفت پیغمبرؐ بگوشِ چاکرم	کو بُرد روزے زگردن ایں سرم
یوں نبیؐ نے میرے نوکر سے کہا	سر تو کاٹے گا علیؓ کا سُن ذرا
کرد آگہ آں رسولؐ از وحیِ دوست	کہ ہلاکم عاقبت بر دستِ اوست
وحی سے وہ کر گئے واقف ہمیں	ہے ہماری جان اس کے ہاتھ میں
او ہمی گوید بکش پیشیں مرا	تا نیاید از من ایں منکر خطا
وہ یہ کہتا ہے کہ پہلے مجھ کو مار	تا خطا سرزد نہ ہو یہ زینہار
من ہمی گویم چو مرگِ من زتست	با قضا من چوں توانم حیلہ جست
میں یہ کہتا ہوں کہ جب قاتل ہے توؐ	میں قضا سے کس طرح ہوں حیلہ جو
او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم	مر مرا کن از برائے حق دو نیم
گر کے وہ کہتا ہے مجھ سے اے کریم	کر خدا کے واسطے مجھ کو دو نیم
تا نیاید بر من ایں انجامِ بد	تا نسوزد جانِ من بر جانِ خود
تا نہ یوں انجام ہو میرا بُرا	جلنے سے بچ جائے جاں مبتلا
من ہمی گویم برو جفّ القلم	زیں قلم بس سرنگوں گردد علم
میں یہ کہتا ہوں کہ بڑھ جفّ القلم[1]	سرنگوں آگے قلم کے ہے علم
ہیچ بغضے نیست در جانم زتو	زانکہ ایں را من نمی دانم زتو
میرے دل میں بغض کچھ تجھ سے نہیں	کیونکہ خود تجھ سے نہیں یہ بالیقیں
آلتِ حقی تو فاعل دستِ حق	چوں زنم بر آلتِ حق طعن و دق
آلۂ حق تو ہے فاعل ہے خدا	آلۂ حق پر محال طعن کیا

[1] جفّ القلم بما هو کائن۔ یعنی قلم قدرت تمام باتیں لکھ کر خشک ہو گیا ہے *

گفت او پس ایں قصاص از بہرِ چیست　　گفت ہم از حق و آں سرِّ خفی ست

بولا، پھر لیتے ہو بدلا کیوں حضور　　بولے یہ بھی رازِ خالق ہے ضرور

گر کند بر فعلِ خود او اعتراض　　ز اعتراضِ خود بروياند رياض

توڑتا ہے فعل اگر اپنا خدا　　تو کھلا دیتا ہے اک بستاں نیا

اعتراض او ورا رسد بر فعلِ خود　　زانکہ در قہرست و در لطف احد

اعتراض اس کا ہے اپنے فعل پر　　فرد قہر و لطف میں ہے سر بسر

اندریں شہرِ حوادث میر اوست　　در ممالک مالکِ تدبیر اوست

حادثوں کے ملک کا وہ میر ہے　　ہر جگہ وہ مالک تدبیر ہے

آلتِ خود را اگر خود بشکند　　آں شکستہ گشتہ را نیکو کند

اپنے آلے کو اگر وہ توڑ دے　　خود ہی وہ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ دے

رمزِ ننسخ آیۃ او ننسہا　　نات خیرًا در عقب میداں مہا

پڑھ لے[۱] ننسخ آیۃ او ننسہا　　ناتِ خیرًا جان لے اس کا صلا

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد　　او گیا برد و عوض آورد ورد

شرع جو منسوخ کرتا ہے خدا　　پھول اُگاتا ہے الگ کرکے گیا

شب کند منسوخ شغلِ روز را　　بیں جمادے[۲] آں خرد افروز را

رات کھو دیتی ہے شغلِ روز کو　　کرتی ہے بے جاں خرد افروز کو

باز شب منسوخ شد از نورِ روز　　تا جمادی سوخت زاں آتش فروز

روز سے منسوخ پھر ہوتی ہے رات　　وہ جمادی جل کے پاتا ہے نجات

---

۱ قولہ تعالیٰ عزّوجل: (سورۂ بقرہ) مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا۔
یعنی ہم نے کسی آیت کو منسوخ نہیں کیا، یا نہیں بھلایا۔ مگر ہم اس سے بہتر لائے ۔

۲ انسان سے مراد ہے ۔

گرچہ ظلمت آمد آں نوم وسبات — نے درون ظلمتست آبِ حیات

سر بسر ظلمت ہے گو نیند اور رات — ہے اندھیرے ہی میں تو آبِ حیات

نے دراں ظلمت خردہا تازہ شد — سکتۂ سرمایۂ آوازہ شد

عقل ایسی ظلمتوں میں تازہ ہے — سکتے میں سرمایۂ آوازہ ہے

کز ضدہا ضدہا آید پدید — در سویدا روشنائی آفرید

ضد سے ضد ہوتی ہے ظاہر اے فتا — نور تاریکی میں پیدا کر دیا

جنگِ پیغمبر مدارِ صلح شد — صلح ایں آخر زماں ال جنگ بد

جنگِ پیغمبر مدارِ صلح تھی — صلح تھی اس جنگ سے اس دور کی

صد ہزاراں سر برید آں دلستاں — تا اماں یابد سرِ اہلِ جہاں

کاٹے اس محبوب نے سر سو ہزار — تا اماں پائے جہانِ بے قرار

باغباں زاں می برد شاخِ خضر — تا بیابد نخل قامتہا و بر

باغباں یوں کاٹتا ہے شاخ کو — پھر ثمر تا قامتِ بر نخل ہو

می کند از باغ دانا آں حشیش — تا نماید باغ میوہ خرمیش

چھانٹتا ہے گھاس وہ اس واسطے — عیش کا میوہ دکھائے باغ اُسے

می کند دنداں بد را آں طبیب — تا رہد از درد و بیماری حبیب

درد والے دانت اُکھاڑے ہے طبیب — تا کہ پائے درد سے راحت حبیب

پس زیادتہا درونِ نقصہاست — مر شہیداں را حیات اندر فناست

نفع نقصانوں میں ہے اے نیک ذات — اور شہیدوں کو فنا میں ہے حیات

چوں بریدہ گشت حلق رزق خوار — یرزقون فرحین شد خوشگوار

کٹ گیا جس وقت حلق رزق خوار — غیب سے آتا ہے رزق خوشگوار

حلق حیواں چوں بریدہ شد بعدل — حلق انساں رست و افزائید فضل

حلق حیواں عدل سے کاٹا گیا — حلق انساں بچ گیا۔ رتبہ بڑھا

حلق انساں چوں ببرّد ہیں ببیں	تا چہ زاید کن قیاس آں بایں
حلق انساں جب کٹے تو غور کر	اس سے کیا بن جائیگا اے خوش سیر
حلق ثالث زاید و تیمار او	شربتِ حق باشد و انوارِ او
تیسرا اک حلق بنتا ہے دگار ا	شربت و انوارِ حق ہوتے ہیں یار ا
حلق ببریدہ خورد شربت و لے	حلق ازلا رستہ مردہ در بلے
جو کٹا حلق اس نے تو شربت پیا	حلق از لا[1] رستہ ہے وقفِ بلیٰ
بس کن اے دوں ہمت کوتہ بیاں	تا کیست باشد حیاتِ جاں بناں
بس کرا ے کم ہمتت و کوتہ بیاں	زندگی کب تک رہے گی وقفِ ناں
زاں ندارد میوہ مانندِ بید	کابرو بردی پئے نانِ سپید
اس لئے میوہ نہیں کچھ مثلِ بید	لے چکی ہے آبرو نانِ سپید
گر ندارد صبر زیں ناں جانِ حس	کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس
حس کو روٹی سے نہیں ہے کچھ صبر	کیمیا سے تانبے کو کرلے تو زر
جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں	رو مگرداں از محلّہ گازراں
کپڑے دھلوا نے کا گر کچھ ہے گماں	دھوبیوں سے منہ نہ پھیرا اے نوجواں
گرچہ ناں بشکست مر روزہ ترا	در شکستہ بند پیچ و بر تر آ
ناں نے توڑا ہے گو روزہ ترا	تو شکستہ[2] بند سے پھر غالب آ
چوں شکستہ بند آمد دست او	پس رفو باشد یقیں اشکستِ او
جب شکستہ بند ہاتھ اس کا ہوا	توڑنا اس کا رفو ہو جائے گا

؎۱ نفی ہستی سے نکلا ہوا حلق ۔ بلیٰ (اثبات) میں واقف اور مٹا ہوا ہے ؛

؎۲ وہ لکڑیاں جو ٹوٹی ہڈی پر باندھتے ہیں ؛

گرتو آں را بشکنی گوید بیا	تو درستش کن نداری دست و پا
روزہ تو توڑے تو وہ بولے کہ آ	اب نہیں تو توڑ سکتا اے فتا
پس شکستن حق او باشد کہ او	مر شکستہ گشتہ را داند رفو
توڑنے کا حق اُسے ہے نیک خُو	جانتا ہو جو شکستہ کا رفو
آنکہ داند دوخت او داند درید	ہرچہ او بفروخت نیکوتر خرید
سینا جو جانے وہ جانے پھاڑنا	بیچ کر اس سے بھی عمدہ لے لیا
خانہ را کند و چو جنّت ساخت او	پست کرد و بر فلک افراخت او
گھر کو کھودا اور جنّت کر لیا	پست کر کے کر دیا چرخ آشنا
خانۂ ویراں کند زیر و زبر	پس بیک ساعت کند معمورتر
خانۂ ویراں کیا زیر و زبر	اک گھڑی میں کر لیا معمورتر
گر یکے سر را ببُرّد از بدن	صد ہزاراں سر برآرد در زمن
جسم سے وہ ایک سر کاٹے اگر	کر دے پیدا ایک دم میں لاکھ سر
گر نفرمودی قصاص او بر جنات	تا نگفتی فی القصاص آمد حیات
جی کے بدلے کا نہ دیتا حکم اگر	پھر نہ کہتا اس میں ہے جان دگر
خود کہ را زہرہ بُدے تا او ز خود	بر اسیر حکم حق تیغے زند
کس میں اتنی تاب تھی جو آپ ہی	کاٹتا سر اس کے بندے کا کوئی
زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود	کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
جانتا ہے وہ۔ ہیں آنکھیں جس کی وا	ہے مسخر قاتل اس کے حکم کا
ہر کرا آں حکم بد سر آمدے	بر سر فرزند ہم تیغے زدے
حکم ہے جس کو پہنچتا سر لیے	اپنے بیٹے کا اڑا دیتا ہے سر
تو بترس و طعنہ کم زن بر بداں	پیش دام حکم عجز خود بداں
ڈر، بُروں کو اس قدر طعنے نہ دے	عجز اپنا اُس کے آگے مان لے

پیشِ حکمِ حق بنہ گردن زجاں ۔ تسخر و طعنہ مزن بر گمرہاں
سر جھکا دے پیشِ حکمِ کردگار ۔ گمرہوں کو دے نہ طعنے بار بار

فعلِ ابلیس سے حضرت آدمؑ کا تعجب اور عذر و توبہ

تا کہ آدمؑ بر بلیسے کو شقی ست ۔ از حقارت وز زیافت بنگریست
دیکھا آدمؑ نے جو ابلیسِ شقی ۔ کی حقارت سے نظر اس پہ پڑی

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں ۔ خندہ زد بر کارِ ابلیسِ لعیں
خود پسندی سے جو کی اُس پہ نظر ۔ آ گئی اُن کو ہنسی شیطان پر

بانگ بر زد غیرتِ حق کاے صفی ۔ تو نمی دانی ز اسرارِ خفی
غیرتِ حق نے پکارا اے صفی ۔ تو نہیں آگاہِ اسرارِ خفی

پوستیں را باژگونہ گر کنم ۔ کوہ را از بیخ و از بُن بر کنم
ہاں اُلٹ دوں پوستیں کو ہیں اگر ۔ کوہ کو جڑ سے کروں زیر و زبر

پردۂ صد آدمؑ آں دم بر درم ۔ صد بلیسِ نو مسلماں آورم
چاک سو آدم کا ہیں پردہ کردوں ۔ سو شیاطیں کو بنا اسلام دوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر ۔ ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
بولے توبہ اے مرے پروردگار ۔ ایسی گستاخی نہ ہوگی اب کی بار

یا رب ایں جرأت ز بندہ عفو کن ۔ توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
عفو کر دے میری جرأت اے خدا ۔ توبہ توبہ ۔ اب نہ کر پرسش ذرا

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اھْدِنَا ۔ لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا
اے مرے فریاد رس ہو رہنما ۔ علم و دولت پر نہیں فخر اے خدا

لَا تُزِغْ قَلْبًا ھَدَیْتَ بِالْکَرَمْ ۔ وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ
دی ہدایت دل کو اب گمرہ نہ کر ۔ خطِ قسمت کی بدی سے در گزر

بگذراں از جانِ ما سوء القضا
وا مبر ما را ز اخوان الصفا

حکم بد کو جان سے کر دور تو
صاف دل والوں سے رکھ مستور تو

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا
با تو یادِ ہیچ کس نبود روا

فضل تیرا اے خدا! حاجت روا
تیرے ہوتے یاد کس کی ہے روا

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست
بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست

تلخ تر فرقت سے تیری کچھ نہیں
تو ہے حافظ، سب ہیں پیچیدہ تریں

رختِ ما ہم رختِ ما را راہزن
جسمِ ما مر جانِ ما را جامہ کن

یہ ہیں سب اسباب یارب راہزن
جان کا گویا بدن ہے جامہ کن [1]

دستِ ما چوں پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

ہاتھ اپنے پاؤں کو کھانے لگے
کیا بچیگی جاں اماں گر تو نہ دے

ور برد جاں زیں خطرہائے عظیم
بُردہ باشد مایۂ ادبار و بیم

بچ بھی جائے گر کہیں خطروں سے جان
پھر بھی ہوگی بدنصیبی بے گماں

زانکہ چوں جاں واصلِ جاناں نبود
تا ابد با خویش کور ست و کبود

کیونکہ گر جاں واصلِ جاناں نہیں
کور اور بے نور ہوگی بالیقیں

چوں تو ندہی راہ جاں خود بُردہ گیر
جاں کہ بے تو زندہ باشد مُردہ گیر

تو نہ دے رہ - جاں وہ لے جائیں کہیں
بے ترے جاں مردہ ہے زندہ نہیں

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں
مر ترا آں می رسد اے کامراں

بندوں کو دیتا ہے تو طعنے اگر
ہے ترے شایانِ شان اے دادگر

ور تو ماہ و مہر را گوئی وجا
ور تو قدِ سرو را گوئی دوتا

چاند سورج کو جو تو اندھا کہے
اور قدِ سرو کو ٹیڑھا کہے

[1] کپڑے چھیننے والا۔

ورنہ تو چرخ و عرش را گوئی حقیر / ور تو کان و بحر را گوئی حقیر

گر تو چرخ و عرش کو سمجھے حقیر / گر تو کان و بحر کو جانے حقیر

آں بنسبت با کمالِ تو رواست / ملک و اقبال و غنا ہا مر ترا است

یہ ہے سب تیرے کمالوں کو روا / تیرا ہے سب ملک و اقبال و غنا

کہ تو پاکی از خطر وز نیستی / نیستاں را موجد و مغنیستی

ہے خطر اور نیستی سے تو رہا / نیست کو پیدا کرے تو اور فنا

آنکہ رویانید تاند سوختن / وآنکہ بدرید ست داند دوختن

جو اُگاتا ہے۔ جلا سکتا بھی ہے / پھاڑتا ہے جو بنا سکتا بھی ہے

می بسوزد ہر خزاں مر باغ را / باز رویاند گل صباغ را

ہر خزاں دیتی ہے گلشن کو جلا / پھر ہرا پھولوں کو دیتی ہے کھلا

کاے بسوزیدہ برون آ تازہ شو / بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو

کہتا ہے اے جلنے والے تازہ ہو / پھر وہی خوب اور خوش آوازہ ہو

چشمِ نرگس کور شد بازش بساخت / حلق نے ببرید و بازا و را نواخت

چشمِ نرگس کور تھی پھر کھل گئی / نغمہ زا پھٹ کر ہوئی پھر بانسری

ما چو مصنوعیم و صانع نیستیم / جز زبون و جز کہ قانع نیستیم

ہم جو ہیں مصنوع، اور صانع نہیں / پھر بُرے اچھے پہ کیوں قانع نہیں

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم / گر نخواہی ما ہمہ اہرمنیم

نفسی نفسی کر رہے ہیں واقعی / تو نہ چاہے تو ہیں شیطاں ابھی

زاں ز آہرمن رہیدستیم ما / کہ خریدی جان ما را از عمی

اس لئے شیطان سے ہم ہیں رہا / اندھے پن سے تو نے روکا اے خدا

تو عصاکش ہر کرا کہ زندگی ست / بے عصا و بے عصاکش کور چیست

جینے والوں کا عصاکش ہے تو ہی / بے عصا کش کور ہیں سب واقعی

غیر تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست ۔۔۔ آدمی سوز ست و عین آتش ست
ہے جو کچھ تیرے سوا اچھا برا ۔۔۔ آدمی سوز اور آتش ہے بجا

ہر کہ آتش پناہ و پشت شد ۔۔۔ ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد
آگ جس کی ہو گئی پشت و پناہ ۔۔۔ وہ مجوسی اور ہے زرتشت آہ

کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہ بَاطِلٌ ۔۔۔ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ غَیْمٌ ھَاطِلٌ
ہے فنا غیر خدا ہر ایک شے ۔۔۔ فضل اس کا ایک باراں ابر ہے

باز رو سوے علیؓ و خونیش ۔۔۔ واں کرم با خونی و افزونیش
قاتل و حیدرؓ کی پھر سن داستاں ۔۔۔ کیا کرم قاتل پہ اُن کا تھا عیاں

حضرت علیؓ کے قاتل کی داستان

گفت دشمن را ہمی بینم بچشم ۔۔۔ روز و شب بروے ندارم ہیچ خشم
بولے دشمن ہے نظر میں روز و شب ۔۔۔ پر نہیں اس پر مجھے غیظ و غضب

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمد است ۔۔۔ مرگ من در بعث چنگ اندر زد است
کیونکہ مجھ کو موت بھی ہے زندگی ۔۔۔ موت میری جان ہے اے مدعی

مرگ بے مرگی بود مارا حلال ۔۔۔ برگ بے برگی بود مارا نوال
ہے ہمیں بے موت مرجانا حلال ۔۔۔ اور ہیں بے سامانیاں برگ و نوال

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد ۔۔۔ جان باقی یافتی و مرگ شد
جبکہ بے سامانیاں ہوں تیرا ساز ۔۔۔ ہو حیات جاوداں سے سرفراز

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی ۔۔۔ ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
مرگ ظاہر ہے بباطن زندگی ۔۔۔ ظاہری ابتر نہاں پایندگی

از رحم زادن جنیں را رفتن است ۔۔۔ در جہاں او را ز نو بشگفتن است
بچہ رحلت کے لئے پیدا ہوا ۔۔۔ اس جہاں میں ہو گی پھر نشو و نما

آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ است	حکم لا تُلقوا[1] بگیرد او بدست
مرنا جس کے سامنے ہو تہلکہ	اس کو خود گرنے سے پھر کیا واسطہ
چوں مرا سوئے اجل عشق و ہوا ست	نہی لا تُلقوا بایدیکم مرا ست
مجھ کو تو عشق و ہوا ہے موت سے	نہی لا تُلقوا ہے میرے ہی لئے
زانکہ نہی از دانۂ شیریں بود	تلخ را خود نہی حاجت کے شود
دانۂ شیریں سے کچھ ہوتی ہے روک	تلخ سے کب ہے ضروری روک ٹوک
دانۂ مردن مرا شیریں شد است	بَل ھُم اَحیَاء پئے من آمد است
موت کا دانہ ہوا شیریں مجھے	ہے بل[2] احیاء مرے ہی واسطے
اُقتُلُونِی یَا ثِقَاتِی لَائِماً	اِنَّ فِی قَتلِی حَیٰوتِی دَائِماً
طعن دو اور قتل کر دو اے ثقات	دائمی ہے میرے مرنے میں حیات
اِنَّ فِی مَوتِی حَیٰوتِی یَا فَتیٰ	کَم اُفَارِقُ مَوطِنِی حَتّٰی مَتیٰ
زندگی ہے موت میں میری فتیٰ	میں رہوں کب تک وطن سے یوں جدا
فُرقَتِی لَو لَم تَکُن فِی ذَا السُّکُون	لَم یَقُل اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون
دہر میں ہوتی نہ گر فرقت زبون	کہتا کیوں اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون[3]

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ وَاَنفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَلَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃِ ۔ یعنی اے لوگو! خدا کے راستے میں خرچ کئے جاؤ۔ اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

[2] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُّقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَموَاتٌ بَل اَحیَاءٌ وَّلٰکِن لَّا تَشعُرُونَ ۔ یعنی جو لوگ خدا کے راستے میں قتل ہو چکے ہیں۔ انہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تم انہیں سمجھ نہیں سکتے۔

[3] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۔ یقیناً ہم خدا کی مِلک سے ہیں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر | سوئے وحدت آید از تفریق دہر

وہ ہے راجع جو پھر آئے سوئے شہر | ہو سوئے وحدت چھوڑ کر تفریق دہر

ایں سخن پایاں ندارد حیا کرم | چوں شنید ایں سر ز سید گشت خم

مختصر یہ ہے کہ وہ نوکر مرا | سن کے یہ اسرار نادم ہو گیا

قاتل کا حضرت علیؓ کے قدموں پر گرنا

باز آمد کے علیؓ زودم بکش | تا نہ بینم آں دم و وقت ترش

پھر وہ بولا کیجئے قتل اے علیؓ | تا نہ دیکھوں ترش و تلخ ایسی گھڑی

من حلالت می کنم خونم بریز | تا نہ بیند چشم من آں رستخیز

قتل کیجے، خون کرتا ہوں معاف | تا نہ دیکھوں وہ قیامت وہ مصاف

گفتم ار ہر ذرہ خونی شود | خنجر اندر کف بقصد تو بود

میں یہ بولا خونی ہر ذرہ ہو کر | اور تیرے قتل پر باندھے کمر

یک سر مو از تو نتواند برید | چوں قلم بر تو چنیں خطے کشید

ہو نہ بیکا ایک تیرا بال بھی | جبکہ یہ تحریر ہے تقدیر کی

لیک بے غم شو شفیع تو منم | خواجۂ روحم نہ مملوک تنم

غم نہ کھا۔ حامی ہوں تیرا جان من | مالک جاں ہوں، نہیں مملوکِ تن

پیش من ایں تن ندارد قیمتے | بے تن خویشم فتی ابن الفتی

میرے آگے کیا بھلا ہے قدرِ تن | میں فنا ابنِ فنا ہوں بے بدن

خنجر و شمشیر شد ریحانِ من | مرگِ من شد بزمِ نرگسدانِ من

خنجر و شمشیر ہیں ریحاں مجھے | موت میری بزمِ[1] نرگس داں مجھے

۱؎ سامانِ شادی و سرور +

آنکہ او تن را بدیں ساں پے کند	حرص میری و خلافت کے کند
اس طرح جو ختم کر دے جان کو	کیا امیری کی تمنا اس کو ہو
زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حکم	تا امیراں را نماید راہ و حکم
گو کرے ظاہر میں سعی جاہ و حکم	تا امیروں کو دکھائے راہ و حکم
تا بیاراید بہر تن جامۂ	تا نویسد او بہر کس نامۂ
تاکہ ہر تن پر سنوارے وہ لباس	اور لکھے ہر اک کو نامہ بے ہراس
تا امیری را دہد جانِ دگر	تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
تا امیری کو ملے جانِ دگر	ہوں عیاں نخلِ خلافت میں ثمر
ہیں گمانِ بد مبر اے ذو لباب	با خود آ واللہ اعلم بالصواب
گر گمانِ بد نہ سوچے بو تراب	ہوش کر واللہ اعلم بالصواب

دعائے فتح مکہ سے رسولِ کریم کا مقصد

جہدِ پیغمبر بفتحِ مکہ ہم	کے بود در حبِّ دنیا متہم
فتحِ مکہ میں جو تھی جہدِ رسول	حبِّ دنیا سے نہ تھی اے بو الفضول
آنکہ او از مخزنِ ہفت آسماں	چشمِ دل بربست روزِ امتحاں
کل خزانوں سے تھی جسکی بے گماں	بند تھی آنکھ دل بروزِ امتحاں
از پئے نظارۂ او حور و جاں	پر شدہ آفاقِ ہر ہفت آسماں
اس کے نظارے کی خاطر حور و جاں	چھائے تھے بالائے ہر ہفت آسماں
قدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش	صد چو یوسف اوفتادہ در چہش
قدسی اس کے راستے کی خاک تھے	چاہ میں تھے اس کے سو یوسف پڑے
خویشتن آراستہ از بہرِ او	خود ورا پروائے غیرِ دوست کو
سب یہ تھے آراستہ اُن کے لیے	دیکھنی نہ تھی اُن کو بجز دلدار کے

آں چناں پُر گشتہ از اجلالِ حق | کاندرو ہم رہ نیابد آلِ حق
اس قدر غالب ہُوا اجلالِ حق | دل سے باہر ہو گئی سب آلِ حق

لَا یَسَعُ فِیْنَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ | وَالْمَلَکُ وَالرُّوْحُ اَیْضًا فَاعْقِلُوْا
کب[1] سمائے پیرے ان کے درمیاں | کوئی پیغمبر فرشتہ بے گماں

گفت ما زاغیم ہمچو زاغ نے | مست صبّاغیم مستِ باغ نے
ہم تو ہیں[2] مَا زَاغ ہم ہیں نہ زاغ کب | عاشقِ صبّاغ[3] مستِ باغ کب

چونکہ مخزن ہائے افلاک و عقول | چوں خسے آمد بچشم رسول
وہ خزانے چرخ اور عقلوں کے بس | تھے نبیؐ کے سامنے مانندِ خس

پس چہ باشد مکّہ و شام و عراق | کہ نماید او نبرد و اشتیاق
کیا جچیں پھر مکّہ و شام و عراق | فتح کا جن کی ہو اُنکا اِشتیاق

آں گماں بروے ضمیرے بد کند | کو قیاس از جہل و حرصِ خود کند.
بدگماں اُن سے ہے وہ اِک ناشناس | جہل پر اپنے جو کرتا ہے قیاس

زآبگینہ زرد چوں سازی نقاب | زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
زرد شیشے کی اگر ڈالو نقاب | زرد ہی دیکھو گے نورِ آفتاب

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را | تا شناسی گَرد را و مرد را
ایسے نیلے پیلے شیشے توڑ دے | تا کہ تو واقف ہو گرد و مرد سے

گردِ فارس گرد سر افراشتہ | گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
شہسوارِ گرد بالا سر ہُوا | تو سمجھتا ہے اسے مردِ خدا

[1] مخلوق ٭ [2] حدیث شریف میں ہے۔ لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ یعنی میں ایک وقت اپنے خدا کے ساتھ اس طرح ہوتا ہوں کہ اُس وقت کسی فرشتہ مقرب اور کسی پیغمبرِ مرسل کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی ٭
[3] مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ٭ [4] رنگنے والا (خدا) ٭

گرد دید ابلیس و گفت این فرع طین	چوں فزاید بر من آتش جبیں
گرد دیکھی اور کہا ابلیس نے	خاک کا پتلا بڑھے کیا آگ سے
تا تو می بینی عزیزاں را بہ شر	وانکہ میراث بلیس ست آں نظر
دیکھتا ہے تو عزیزوں ہیں جو شر	ورثۂ ابلیس ہے ایسی نظر
گر نہ فرزند بلیسی اے عنید	پس ترا میراث آں سگ چوں رسید
گر نہ تھا فرزند شیطاں تو بتا	اس کا ورثہ تجھ کو کیونکر مل گیا
من نیم سگ شیر حقم حق پرست	شیر حق آں ست کز صورت برست
میں نہیں سگ شیر حق ہوں حق پرست	شیر حق ہو تا نہیں صورت میں مست
شیر دنیا جوید اشکارے و برگ	شیر مولیٰ جوید آزادی و مرگ
شیر دنیا کو تلاش صید و برگ	شیر مولا ڈھونڈے آزادی و مرگ
چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود	ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
دیکھے ہے جو موت ہی میں سو وجود	مثل پروانہ جلا دیتا ہے بود[۱]
شد ہوائے مرگ طوق صادقاں	کہ جہوداں را بد آندم امتحاں
ہے ہوائے مرگ طوق صادقاں	کافروں کے واسطے ہے امتحاں
در نبی فرمود کاے قوم یہود	صادقاں را مرگ باشد گنج و سود
حق نے فرمایا کہ[۲] اے قوم یہود	صادقوں کے واسطے ہے موت سود
ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست	آرزوئے مرگ بردن زاں بہست
جس طرح یہ آرزو ہے سود کی	آرزوئے موت کرنا ہے بہتری

[۱] ہستی ؎

[۲] قولہ تعالیٰ عز وجل: قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ یعنی اے قوم یہود! اگر تمہیں یہ زعم ہے کہ خدا کے دوست ہو نہ کہ اوروں کے ۔ تو اگر تم سچے ہو موت کی آرزو کرو ؎

اے جہوداں بہرِ ناموسِ کساں	بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اے یہودو خاص لوگوں کے لئے	یہ تمنا لب پہ لائی چاہئے
یک جہودے آں قدر زہرہ نداشت	چوں محمدؐ ایں علم را بر فراشت
اک یہودی بھی نہ تھا ہمت بلند	جب محمدؐ نے کیا رایت بلند
گفت اگر رانند ایں را بر زباں	یک جہودی خود نماند در جہاں
دبیتے گر انجام وہ اس کام کو	اک یہودی بھی نہ رہتا نام کو
پس یہوداں مال بردند و خراج	کہ مکن رسوا تو ما را اے سراج
تھے یہودی طامع مال و خراج	بس کہا رسوا نہ کیجے اے سراج
جزیہ پذرفتند و می بودند شاد	ہمچناں واللہ اعلم بالرشاد
جزیہ دے دبتے میں ہو جانتے تھے شاد	ہے یونہی واللہ اعلم بالرشاد
ایں سخن را نیست پایانے پدید	دست با من دہ چو چشمت دوست دید
ہے سخن بے انتہا کر اختصار	ہاتھ لا اگر ہو گیا دیدارِ یار
اندر آور گلستاں از مزبلہ	چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
باغ میں آ مزبلہ سے ہو کے دور	ظلمتوں میں تو نے دیکھا ہے جو نور
بے توقف زود تر در نہ قدم	زیں چہ بے بن سوئے باغ ارم
بے تامل جلد رکھ آگے قدم	اس کنوئیں سے چل سوئے باغ ارم
ہم نبرد ش گفت از بہرِ خدا	شرح کن ایں را دہ بپذیرم بلا
پہلواں بولا خدا کے واسطے	میں سنوں گا شرح اس کی کیجئے

حضرت علیؓ کے حریف کا مسلمان ہونا

گفت امیر المومنینؓ با آں جواں	کہ بہنگام نبردے پہلواں
مرتضیٰؓ بولے کہ سن اے نوجواں	لڑائی میں اس وقت تو نے ناگہاں

چون خدو انداختی بر روئے من | نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
تو نے میرے منہ پہ تھوکا بے خطر | اس سے میرا نفس آیا جوش پر

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا | شرکت اندر کارِ حق نبود روا
جوشِ حق میں مل گیا جوشِ ہوا | ہے خدا کے کام میں شرکت خطا

تو نگاریدہ کفِ مولیستی | آنِ حقی کردۂ من نیستی
دستِ مولا کا تو ہے نقشِ تمام | ملک حق کی ہے نہیں میرا غلام

نقشِ حق را تو بامرِ حق شکن | بر زجاجہ دوست سنگِ دوست زن
نقشِ حق کو حکمِ حق سے توڑ دے | اس کا شیشہ توڑ اسی کے سنگ سے

گبر ایں بشنید و نورے شد پدید | در دلِ او تا کہ زنارے برید
یہ سنا اس نے تو چمکا ایک نور | توڑ کر زنار بولا ذی شعور

گفت من تخمِ جفا می کاشتم | من ترا نوعے دگر پنداشتم
میں یونہی تخمِ جفا بوتا رہا | اور ہی کچھ آپ کو تھا جانتا

تو ترازوئے احد خو بودۂ | بل زبانہ ہر ترازو بودۂ
تم ترازو ہو خدا کے سیدا | ہو زبانِ ہر ترازو مرتضیٰ رض

تو تبار و اصل خویشم بودۂ | تو فروغِ شمعِ کیشم بودۂ
تم میں ہیں آثارِ اصل و خویش کے | نور ہو تم میری شمعِ کیش کے

من غلامِ آں چراغِ شمع خو | کہ چراغت روشنی پذرفت ازو
اس چراغِ شمع خو کا ہوں غلام | جس سے نور روشن ہے اے عالی مقام

من غلامِ موج آں دریائے نور | کو چنیں گوہر در آرد در ظہور
بندہ ہوں اس بحر کی امواج کا | جس سے ایسے موتیوں کی ہے بنا

۱ مذہب - قومیت +

عرضہ کن بر من شہادت آکہ من	مرترا دیدم سرافراز زمن
کلمہ دو مجھ کو شہادت کا پڑھا	تم ہو ممتاز جہاں یا مرتضےٰ رضؓ
قرب پنجہ کس زخویش و قوم او	عارفانہ سوئے دیں کردند رو
قوم والے اس کے تقریباً پچاس	ہو گئے آکر مسلماں بے ہراس
او بہ تیغ حلم چندیں خلق را	وا خرید از تیغ چندیں حلق را
دیکھ اُن کے حلم کی تلوار سے	بچ گئے کٹنے سے یوں اتنے گلے
تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر	بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر
تیغ آہن سے ہے تیغ حلم تیز	بلکہ سو لشکر سے بڑھ کر فتح خیز

مثنوی کے پہلے دفتر کا خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد	جوشش فکرت از آں افسردہ شد
ہائے[۱] دو لقمے زیادہ کھا لئے	جوشش میری فکر کے کم ہو گئے
گندمے خورشید آدمؑ را کسوف	چوں ذنب شعشاع بدرے را خسوف
گیہوں تھا خورشیدِ آدمؑ کا کسوف	چاند[۲] کے حق میں ذنب جیسے خسوف
اینت لطف دل کہ از یک مشت گل	ماہ او چوں میشود پروین گسل
دل[۳] ہے مشتِ گل عجیب ہے لطفِ دل	چاند اس کا ہوتا ہے پروین گسل

۱ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ مولانا قدس سرہٗ عموماً تہجد کے وقت اشعارِ مثنوی تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ اور مولانا حسام الدینؒ لکھا کرتے تھے۔ ایک رات غذا میں کسی قدر زیادتی ہو گئی اور مولانا حسام الدینؒ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اس لئے مولاناؒ کی فکر کا جوشش جاتا رہا۔ اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

۲ اہلِ ہیئت کا قول ہے۔ کہ جب ستارۂ ذنب سے چاند متصل ہو جاتا ہے۔ تو گہن میں آجاتا ہے۔ ۳ یعنی دل کے سخن کے آگے پروین ہیچ اور بے نور ہے۔

تجرید بخاری عربی مع ترجمۂ اردو

(مؤلفہ علامہ حسین بن مبارکؒ زبیدی المتوفی سنہ ۹۰۰ھ ہجری)

جسمیں ہر ایک مضمون کی ایک یا حد دو ایسی متصل اور مستند حدیثوں کو لیا گیا ہے جو اس موضوع کے جملہ لوازم کو پورا کر سکیں کہ پھر اس کام کیلئے اور حدیث کی تلاش نہ رہے ساتھ ہی عن فلاں و عن فلاں کی گردان کو اُلفظ کر کے صرف اس صحابی کا نام ہر ایک حدیث کے ساتھ لکھ دیا ہے جنہوں نے خود آنحضرت سے روایت کی ہے۔ اس طرح اس کتاب کی صرف سوا دو ہزار حدیثوں میں ساری صحیح بخاری آگئی ہے۔ کتاب مذکور کے پہلے ایک مقدمہ میں امام بخاری اور اکثر راویانِ تجرید کے مختصر حالات اور سوا دو ہزار حدیثوں کی نام بنام فہرست۔ پھر ایک کالم میں عربی اور بالمقابل سلیس اردو ترجمہ ہے۔ تمام اسلامی ممالک مصر و شام وغیرہ میں یہی تجرید بجائے طولانی صحیح بخاری کے داخلِ نصاب ہو کر حفظ کرائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔

سائز $\frac{۲۲ \times ۲۹}{۸}$ حجم پورا سوا گیارہ سو صفحات۔ کاغذ چکنا سفید ولایتی۔ قیمت مجلد [illegible]

سلسلۂ اسلامیہ

سات حصّوں میں

اس موضوع پر پرانے سلسلے کی کتب کچھ تو ملا یا نہ ہیں۔ اور بعض اصل مقصد سے دُور۔ یہ سلسلہ ضرورتِ زمانہ کے مطابق نہایت صاف و سلیس اور آسان اردو میں اسطرح لکھا گیا ہے کہ ایکبار پڑھ لینے سے مذہب کی پوری واقفیت ہو جائے۔ ملک و قوم کی قدر دانی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پانچ مہینے میں اسکے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے تمام مسلمان بچے اور بچیوں کو یہ سلسلہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ حصہ اوّل **ایمان** قیمت ۱ر؍ حصہ دوم **اسلام** ۱؎ر؍ حصہ سوم **اسلامی رسوم** اور تہوار ۳ر؍ حصہ چہارم **حیات النبیؐ** ۴ر حصہ پنجم **خلفائے اربعہ** ۶ر؍ حصہ ششم **بنی امیہ و بنی عباس** ۶ر؍ حصہ ہفتم **سلاطین ہند** ۶ر

ملنے کا پتہ:- مولوی فیروز الدین اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز ۱۱۹ - سرکلر روڈ - لاہور -

فیروز اللغات اردو

اس میں رائج الوقت اردو کے پچاس ہزار الفاظ و محاورات ضرب المثلوں اور مقولوں کے دو لاکھ سے زیادہ معنی بتائے گئے ہیں۔ اور تقریباً وہ تمام عربی۔ فارسی انگریزی۔ ہندی اور یونانی الفاظ جمع ہو چکے ہیں جو اس وقت اردو تحریر و تقریر میں کام دے رہے ہیں۔ چنانچہ علم دوست اہل الرائے نے اس محنت کو زبان اردو میں ایک بیش بہا اضافہ قرار دیا۔ اور ہز ایکسلنسی گورنر صاحب بہادر صوبۂ پنجاب نے اسے اپنے نام نامی پر ڈیڈیکیٹ کرنے کی عزت عطا فرمائی۔ اور محکمۂ تعلیم کی طرف سے پانصد روپیہ کا انعام مرحمت ہوا۔ پنجاب۔ شمال مغربی سرحد سنٹرل پراونسز اور برار ٹیکسٹ بک کمیٹیوں نے اسے تمام مدارس کی سکول لائبریریز کے لئے منظور فرمایا۔ اور بمبئی و مدراس کے مدارس میں بھی تقریباً یہی مقبول ہے۔ کتاب کی پسندیدگی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا تیسرا ایڈیشن بھی اب قریب الختم ہے۔

[illegible] سکول ماسٹر۔ طالبان علم اور ان حکام و ماتحتین کے لئے جنہیں اردو [illegible] پڑتا ہے۔ اس کتاب کا خریدنا بیحد ضروری ہے۔ کتاب دو حصوں میں مکمل [illegible] ہے۔ جو دو نو مجلد ہیں۔ سائز ۲۲×۲۹/۸ حجم بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات۔ قیمت مکمل کتاب دس روپے (عہ۱۰)

فیروز اللغات عربی

اس میں سولہ ہزار سے زاید جدید و قدیم عربی کے کثیر الاستعمال الفاظ۔ اور ان کے معانی سلیس اردو میں بیان ہوئے ہیں۔ بلکہ جہاں جہاں ضرورت دیکھی ہے صیلہ بھی لکھدیا ہے۔ اور ثلاثی مجرد کے ہر مصدر کیساتھ باب بھی تحریر ہے چونکہ طلبائے عربی کو اس کتاب سے بیش بہا فوائد کا پہنچنا یقینی ہے۔ اس لئے عربی معلمین و متعلمین کے لیئے اسکی موجودگی ضروری ہے سائز ۱۸×۲۲/۸ حجم ۶۰۰ صفحات۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت تین روپے۔

ملنے کا پتہ :- مولوی فیروز الدین اینڈ سنز گورنمنٹ پرنٹرز پبلشرز اینڈ بک سیلرز ۱۹۰ سرکلر روڈ۔ لاہور

CALL No. ۸۹۱۶۵۵۱ رم۴۲ام ACC. NO ۹۲۹۶۵

AUTHOR رومی، جلال الدین۔

TITLE الہام منظوم۔ ترجمۂ اردو مثنوی مولانا روم۔ مرتبہ فیروز الدین

Date	No.	Date	No.
For Binding List No. 87 27.6.87			
T09.08.91			5508

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1.00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.